

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ ۖ (التكوير)

ماهِ كِبَعَانِ



مُصَنَّف

صَاحِبِ زَادِهِ سَيِّدِ افْتِحَارِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

مَكْتَبَةُ نُوْرٍ بِرَضْوِيَّة

گلبرگ اے ۰ فیصل آباد

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ (الأنعام)

ماہِ کتبِ عَمَّان

مُصَنَّف

صاحبزادہ سید افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ



مکتبہ نور سیر ضویر

گلبرگ اے ۰ فیصل آباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	_____	ماہ کنعان
مؤلف	_____	صاحبزادہ سید افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ
طابع	_____	سید جمالت رسول قادری
تعداد صفحات	_____	496
بار اول	_____	یکم اپریل 1993ء
بار دوم	_____	دسمبر 2002ء
تعداد	_____	1100
کمپوزنگ	_____	words maker Lhr
مطبع	_____	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت	_____	روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون: 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے فیصل آباد

فہرست

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۱۱	اور بھیڑیے کی گفتگو	۵	۱	انتساب	۱
۱۲۰	مدین کا سوداگر	۱۷	۲	آغاز	۲
	وادی کنعان سے	۱۸	۳	تعارف	۳
۱۲۸	مصر تک	۲۲	۴	حسن یوسف علیہ السلام	۴
۱۳۱	عظمت ماں	۱۹	۵	حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۵
۱۳۹	شہر تابستان میں داخلہ	۲۰	۶	خواب کی حقیقت	۶
۱۴۰	شہر قدوس میں ورد مسعود	۲۱	۷	خواب کی دوسری قسم	۷
۱۴۳	مصر شہر میں ورد مسعود	۲۲	۸	ماہ کنعان	۸
	مصر کا بازار اور یوسف علیہ السلام	۲۳	۹	شان نزول	۹
۱۴۸	کا سودا	۵۶	۱۰	چند حقائق	۱۰
۱۵۱	بازغہ شہزادی	۲۳	۱۱	اجرام فلکی	۱۱
۱۵۵	بی بی زلیخا	۲۵	۱۲	حسد کی مذمت	۱۲
۱۶۱	جمال یوسف علیہ السلام کا سودا	۲۶	۱۳	بہن اور بھائی	۱۳
۱۷۲	ایک ایمان افروز نکتہ	۲۷	۱۴	حضرت یوسف علیہ السلام پر	۱۴
	عصمت حضرت یوسف علیہ السلام	۲۸	۱۵	بھائیوں کا ظلم	۱۵
۱۸۲	برہان کیا تھی؟	۲۹	۱۶	اندھیرا کنواں	۱۶
	حضرت یوسف علیہ السلام اور	۳۰	۱۷	مرد صالح	۱۷
۲۱۷	حضرت زلیخا کا نکاح	۱۰۵	۱۸	خون آلود قمیص	۱۸
۲۳۰	جیل	۳۱	۱۹	حضرت یوسف علیہ السلام	۱۹

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳۲۰	وزارت خزانہ	۳۷	۲۵۴	درسِ توحید	۳۲
۳۳۷	ملاپ	۳۸	۲۶۲	ماہِ کنعان کا سپردِ تاجر	۳۳
۳۶۳	خون کا رشتہ	۳۹		والیٰ مصر کا خواب اور	۳۴
۴۲۱	اختتام	۴۰	۲۷۹	یوسف علیہ السلام کی رہائی	
۴۳۸	خصوصی معاونین حضرات	۴۱	۳۰۱	قید سے رہائی	۳۵
۴۹۲	گزارش	۴۲	۳۰۵	جیل کی کہانی میری زبانی	۳۶

انتساب

میں اپنی اس مایہ ناز کتاب ماہِ کنعان کی نسبت اپنے بڑے بھائی صاحبزادہ پیر و علامہ سید محمد یعقوب شاہ صاحب کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ اور میں ایسا کر کے قلبی مسرت و راحت پانے کے ساتھ ساتھ کونین کی سعادت بھی حاصل کر رہا ہوں۔ وہ بھائی صاحب کہ جن کا دست شفقت ہر وقت اور ہر حال میں میرے سر پر سایہ فلگن رہتا ہے اور جو میرے ہر دکھ درد اور غم ناک اندھیروں میں روشنی کی کرن بن کر مجھے حوصلہ دیتے رہتے ہیں۔

پچھلے سال میں بیمار ہوا تو فیصل آباد کے ہسپتالوں سے لے کر لاہور کے شیخ زید کے بیمار خانہ تک میری تیمارداری اس انداز سے کی کہ اچھے بھلے اور تجربہ کار ڈاکٹر معلوم ہوتے تھے۔

اور جو میرے علم دین کے حصول کے دوران ابتداء سے لے کر انتہا تک آغاز سے لے کر انجام تک اور ملتان کی بستی بوسن کے مدرسہ فیض العلوم سے لے کر ہندوستان کے شہر مراد آباد کے عظیم مدرسہ جامعہ نعیمیہ تک میری ہر ضرورت پوری کرتے رہے۔
تعلیمی معیار اتنا بلند کہ فارسی میں منشی فاضل، اردو میں ادیب فاضل اور انگریزی میں ایم۔ اے ہونے کے ساتھ ساتھ عربی میں قرآن و حدیث کے علمی و تحقیقی نکات سے پوری طرح دسترس رکھتے ہیں۔

اور ملکی و غیر ملکی سیاسی شطرنج کی ہر چال سے آشنا اور فیل۔ خیل اور پیادہ کی ہر بات سے واقف اور تحریک پاکستان کے صفِ اول کے مجاہد۔

یہاں تک کہ انگریزی عہد حکومت میں ایشاپور (کلکتہ) میں محکمہ دفاع یعنی اسلحہ ساز فیکٹری میں ملازم ہونے کے باوجود مسلم لیگ کا پرچم اٹھائے رکھتے تھے اور خواجہ ناظم الدین مرحوم، سید حسین شہید سہروردی مرحوم، مولانا فرید احمد مرحوم اور مولانا تمیز الدین مرحوم کے دوسرے مسلم لیگی رہنماؤں کے ساتھ مل کر پاکستان کے حصول کے لئے گلی گلی تقریریں کیں۔

مگر افسوس کہ۔

نیرنگی، سیاست دوراں تو دیکھئے

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

آج کوئی دنیا دار، دولت مند، سرمایہ دار، کوئی خان بہادر اور کوئی چوہدری مرزا ہے تو صبح اخباروں کی سرخیاں کچھ یوں ہوتی ہیں۔

قائد اعظم کا ساتھی فوت ہو گیا۔ مسلم لیگ کا عظیم رہنما ہمیں داغ مفارقت دے گیا اور تحریک پاکستان کا بے لوث رضا کار ہم سے جدا ہو گیا۔

مگر اس میدان کے صحیح سچے اور وفادار مجاہد، غازی اور سرفروش کارکن کا کبھی ہمارے نام نہاد قومی پریس میں ان کا نام نہیں آیا۔

چونڈہ: جہاں 1965ء میں ٹینکوں کی سب سے بڑی اور خوفناک جنگ لڑی گئی وہاں انجمن تبلیغ الاسلام کے زیر اہتمام سالانہ تبلیغی جلسہ تھا۔

حضرات: یاد رہے کہ اس انجمن کی بنیاد میرے والد گرامی مناظر اسلام محقق و محدث اور سرکارِ لاٹھالی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے یعنی علامہ سید محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی جو آج تک قائم ہے ہزاروں کا مجمع تھا جس میں اکثریت مجلس احرار کے رضا کاروں کی تھی جو پاکستان کے مخالف تھے۔

دنیا نے اسلام کے عظیم خطیب مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب کی تقریر تھی۔

شاہ صاحب کی کرسی پر بیٹھ گئے اور سامنے ایک بے تکا سا اور بڑا سا میز پڑا تھا۔

شاہ صاحب نے بلند آواز سے کہا۔

”میرے آگے سے اٹھالو“

حکم کی تعمیل کی گئی۔ مگر میزاٹھانے والے رضا کاروں کی زبان سے یہ نکل گیا۔

کہ — اٹھاؤ پاکستان کا جنازہ!

ہم دونوں بھائی ایک کونہ میں خاموش بیٹھے تھے۔

مگر یکدم ایک پر جوش آواز مجمع کو چیرتی ہوئی شاہ صاحب کے کانوں تک جا

پہنچی۔

کہ — واپس لو اپنے الفاظ وگرنہ تقریر نہیں ہونے دی جائے گی — مجمع میں

ایک شور برپا ہو گیا۔ میں گھبرا گیا کہ مجمع مخالف ہے اور مجلس احرار کے رضا کار کلہاڑیوں

سے مسلح ہیں۔

رضا کاروں نے ہلڑ بازی اور دنگا فساد کرنے کی کوشش کی تو دو چار آوازیں

پاکستان زندہ باد کی اور بھی آنے لگیں۔

شاہ صاحب معاملہ فہم تھے اور ایسی واہیاتیاں وہ کئی بار دیکھ چکے تھے۔

فوراً — کرسی سے اٹھے۔ بالوں کو جھٹکا دیا اور بلند آواز سے پکارا — خاموش

— بن کے رہے گا پاکستان!

اس نوجوان نے جس جوش سے اپنے مسلم لیگی ہونے کا ثبوت دیا ہے میں اسے

مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

یہ تھا تحریک پاکستان کا غازی — مسلم لیگ کا رہنما اور قائد اعظم کے نظریے

پاکستان کی بھرپور حمایت کرنے والا — علامہ سید محمد یعقوب شاہ صاحب۔

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بہادر قیادت میں دنیا کے نقشہ پر پاکستان کا نام ابھرا

— تو پاکستان آگئے۔

اور پھر واہ کی اسلحہ ساز فیکٹری کے ایک بہت بڑے افسر کی حیثیت سے ریٹائر

ہو کر خالص دین پسند۔ مذہب پرست اور مبلغ اسلام بن گئے۔ اور پھر وہیں کی نوجوان نسل کے لڑکوں اور لڑکیوں کو قرآن مجید کے درس کے ذریعہ خدا اور رسول کے احکامات امر و نہی اور حقوق العباد کا سبق دینے لگے اور گھر گھر جا کر جہاں دین و مذہب اور نیکی و شرافت کی ایک کرن بھی نہ ہوتی تھی وہاں حق و صداقت اور رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کرنے لگے۔

اور پھر آہستہ آہستہ اپنی ذاتی قابلیت اور خاندانی ذہانت کے باعث راولپنڈی اور آزاد کشمیر کے ریڈیو سٹیشن پر آنے لگے۔ اور مشکل سے مشکل موضوعات اور گہرے سے گہرے مسائل کو بڑی خوش اسلوبی سے حل کرنے لگے!

آج کل مرزا طاہر بیگ کے ساتھ مباہلہ کرنے کا شوق ملک کے کئی علماء کرام کے دلوں میں پیدا کر رکھا ہے۔ اس فرقہ ارتادیہ کے رہنماؤں کے ساتھ کئی بار پہلے بھی کئی مباہلے ہو چکے ہیں جن میں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا سید محمد مسعود الہڑوی پیش پیش تھے۔ علامہ سید محمد یعقوب شاہ صاحب جن دنوں ایشاپور۔ بنگال میں سرکاری ملازم تھے انہی ایام میں ایک مرزائی ڈاکٹر غلام علی کے ساتھ ان کی چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔

ایک دن اس مرزائی ڈاکٹر نے مباہلہ کی دعوت دے دی کہ جھوٹا پہلے مرجائے گا۔ اور سچا بعد میں فوت ہوگا۔

علامہ صاحب نے یہ دعوت قبول کر لی اور اللہ کریم کی شانِ قدرت کے قربان کہ وہ مرزائی ڈاکٹر تو سات دن کے اندر ہی مر گیا اور میرے بھائی صاحب علامہ سید محمد یعقوب شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ابھی تک زندہ ہیں۔ اور اللہ انہیں تادیر قائم اور زندہ رکھے۔ آمین

اور پھر ہر دو سال کے بعد اپنے خرچ پر پورے یورپ کا تبلیغی دورہ کے ذریعہ یورپ کے کفر و باطل کی تاریکیوں میں حق و اسلام کی شمع روشن کرنے اور وہاں کی غلیظ

اور نجس بود و باش کی ظلمتوں میں طہارت و نفاست کے چراغ جلانے اور ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں نیکی و شرافت کی روشنی پھیلانے اور وہاں کے باشندوں کو اسلامی اقدار سے روشناس کرانے کے لئے چلے جاتے ہیں اور پھر ساتھ ہی علامہ اقبال مرحوم کے اس شعر کی عملی تفسیر بن کر سامنے ہیں کہ۔

زستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی

نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی

اور— اس شعر کا عملی نمونہ کا سبق مسلمانوں کو دیتے ہیں۔

کہ — خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہء دانش فرنگ

کیونکہ — سرمہ میری آنکھوں کا خاکِ مدینہ و نجف

حضرت شاہ صاحب نے اس رمضان المبارک میں تراویح کی نماز ناروے کے قریب ایک گاؤں میں پڑھائیں جہاں پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

پچھلے سال دنیائے عیسائیت کے مذہبی پیشوا پوپ جان سے ملے تو اس نے امن عالم کا علمبردار ہونے کا خطاب دیا۔ ایران گئے تو وہاں کی وزارت نے انسانی حقوق کے چمنستان کا نگہبان ہونے کی سند دی اور جہاں بھی گئے تو وہاں کے دانشوروں، دانشمندوں اور صاحب بصیرت لوگوں نے انہیں مبلغ اسلام کہا۔ سیاح سمجھا۔ مورخ جانا۔ اور درویش کے لقب سے سرفراز کیا۔

مگر یہ کتنے افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ درویش لاہوری اقبال مرحوم کے کلام کے اس مفسر اور مردِ مومن کو نہ حکومت کے نمائندے جانتے ہیں اور نہ ہی ہمارے عوام۔ آؤ۔ ذرا دیکھو تو سہی۔ چہرہ جلال و جمال کا آئینہ۔ پیشانی محبت و الفت کی محراب، دل عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لبریز، سینہ درد و سوز سے بھرپور اور آنکھیں فغانِ سحر خیزی سے نمناک۔

اور کبھی محراب و منبر کی زینت اور کبھی تسبیح و مصلیٰ کی رونق — مزاج میں شگفتگی و

تازگی۔ طبیعت میں مذاق و مزاح اور گفتگو میں شرینی و مٹھاس۔

نہ حسد کی بیمار۔ نہ بغض کی مرض۔ نہ کینہ کا عارضہ اور نہ ہی بدخواہی کا مظاہرہ۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کے خلیفہ مجاز بھی ہیں اور پھر اسی پاک نسبت کے باعث اور اسی روحانیت کے فیوض و برکات حاصل کرنے کے بعد طہارت و پاکیزگی اور زہد و تقویٰ کا یہ عالم ہو چکا ہے کہ جب کبھی میرے غریب خانہ کو رونق بخشنے کے لئے تشریف لاتے ہیں تو چھوٹے سے سفری بچہ میں ایک تھالی۔ ایک گلاس۔ ایک پیالی اور ایک چھوٹی سی لٹیا وضو کے لئے ساتھ لے آتے ہیں۔

اور پھر مرغ پلاؤ۔ مچھلی۔ فالودہ اور کھیر کے علاوہ اور کوئی چیز مجاز کی نہیں کھاتے۔

اقبال مرحوم کے یہ اشعار بھی علامہ شاہ صاحب پر صادق آتے ہیں۔ کہ

گزر اوقات کر لیتا ہے وہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کیلئے ذلت ہے کارِ آشاں بندی

اور

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
پا بندہ۔ صحرائی یا مردِ کہستانی

اور

دیں آذائیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

قارئین کرام۔ حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب کے اس مختصر سے تعارف کے بعد میں پھر اپنی کتاب ماہ کنعان کے پہلے حصہ کا انتساب ان کی خدمت میں پیش کر کے اپنے لئے فخر اور برکت سعادت سمجھتا ہوں۔

(سید افتخار الحسن)



آغاز

مکتبہ رشد و ہدایت کی اس پیشکش سے پہلے بھی دین اسلام کے مقتدر علمائے کرام اور بلند پایہ مصنفین نے احسن القصص یعنی قرآن مجید کے اس سونے قصبے کو اپنے اپنے حسن ذوق اور قلبی کیفیات کے مطابق مزین کیا ہے جن میں حضرت حجتہ الاسلام و المسلمین امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ — مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ اور مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست نظر آتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں احسن القصص لکھی اور اسے اپنے عجیب و غریب حقائق و نکات سے آراستہ کیا۔

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فارسی زبان میں قرآن کریم کے اس مقدس قصہ کو یوسف زلیخا کا نام دے کر اس میں عشق و محبت کی چاشنی بھردی اور پھر مولوی غلام رسول عالم پوری نے اس سونے قصبے کو پنجابی زبان سے رنگین کر کے ہر شعر میں ایسا درد بھردیا کہ پڑھنے والوں کی آنکھوں میں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے

اور یاد رہے کہ مولوی غلام رسول کی احسن القصص یعنی یوسف و زلیخا امام غزالی کی ہی احسن القصص کا لفظی ترجمہ ہے اور مولانا عبدالرحمن جامی کی یوسف و زلیخا کے مطالب و معانی پر مشتمل ہے۔

مثلاً — بی بی زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب آخری بار حضرت یوسف علیہ

السلام کو خواب میں دیکھا اور پتہ و ٹھکانہ پوچھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ یوں ہے۔

احسن القصص امام غزالی ص ف ۹۸ — أَخْبَرُنِي أَيْنَ أَطْلُبُكَ — اے میرے محبوب کہاں تلاش کروں تجھے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا:
أَطْلُبُنِي بِمِصْرٍ فَإِنِّي مَلِكٌ مِصْرَ — کہ مجھے مصر میں تلاش کرنا کیوں کہ میں مصر کا بادشاہ ہوں!

مولوی غلام رسول اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

پہلے نام ٹھکانہ اپنا مینوں دس شتابی
پڑھ پڑھ نام تیرا دم کرہاں جاوے دلوں بیتابی
ہیں توں کون کتھے گھر تیرا جگ وجہ کہ سدا ویں
دے جواب سوال میرے دا فیرمتاں چھل جاویں
فرمایا جے تده زینخا ایہا دل دا بھاناں
میں ہاں آپ عزیز مصر دا میرا مصر ٹکاناں
(یا)

احسن القصص امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۳۴ — حضرت یوسف علیہ السلام کی بہن زینب نے خواب میں بھیڑیوں کو دیکھا کہ یوسف علیہ السلام پر حملہ کر رہے ہیں۔

فَرَأَتْ زَيْنَبُ أُخْتُ يَوْسُفَ فِي مَنَامِهَا كَأَنَّهُ
وَقَعَ بَيْنَ الذِّيَابِ وَهُمْ يُهْنِسُونَهُ

مولوی صاحب اسے یوں بیان کرتے ہیں۔

آہی یوسف دی پشمیرہ گھر وچہ ستی ہوئی
ویر گیا نہ معلم اسنوں ڈٹھسی خواب انہوئی

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۳۵—

فَقَالَ لَهَا يَعْزُوبَ لِمَ تَبْكِينَ

قَالَتْ عَلَى سَاعَةِ أَخْرَاجِي تَبْكِي أَنْتَ مَعِي

کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹی سے پوچھا— تو کیوں روتی ہے؟
تو بیٹی نے جواب دیا کہ تھوڑی دیر کے بعد آپ بھی میرے ساتھ روئیں
گے—

مولوی صاحب اس المیہ کو اس طرح سے لکھتے ہیں۔

کیوں فرزند کریں تو زاری روون وقت کیائی

یوسف میرا جھب مڑ آسی نہ روغم نہ کائی

یوسف گیا ڈٹھا میں جاندا صبر نہ ملے کدائیں

نال میرے توں روند رہی جان رہے یا نائیں

مولوں صاحب خود اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اس مطلب وچہ خاص قرآنوں سورۃ یوسف والی

سمجھ تفسیر حدیث نبیوں کہے امام غزالی

ایہ تفسیر غزالی وچوں اکثر مطلب پائے

حال زلیخا جاتی کولوں جیوں سننے وچ آئے

مولانا جامی اور مولوی غلام رسول نے نہ صرف امام غزالی کے نقش قدم پر چلتے

ہوئے قرآن مجید کے اس سوئے قصہ احسن القصص کو حقیقت و معرفت کا رنگ دے کر

خوبصورت بنا دیا ہے بلکہ اس میں محبت کی چاشنی الفت کی مٹھاس اور عشق حقیقی کی لذت

پیدا کر کے درد و سوز۔ ہجر و وصال اور کیف و مستی کے جذبات سے بھی بھر پور کر دیا

ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆



تعارف

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختصر سا خاکہ یہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ان کی روح کو پیش کیا۔ مولانا جامی کی پہچان یہ ہے کہ فتانی الرسول ہو کر اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گم ہو کر جب محبوبِ خدا علیہ السلام کے روضہ اقدس کی زیارت سے سرفراز ہونے کیلئے مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین میں قدم رکھتے ہیں تو والئی مدینہ کو حکم دیا گیا کہ میرے عاشق زار کو شہر سے باہر ہی روک لیا جائے ورنہ جس دیوانگی کے عالم میں وہ آ رہا ہے اس کی دلداری کے لئے مجھے گنبد خضرا سے باہر آنا پڑے گا۔

ہاں — وہی جامی جو کبھی نسیمِ سحر کے ذریعے اپنے محبوبِ خدا کی بارگاہِ عالیہ میں

پیغام پہنچاتے ہیں۔

نسیمِ جانبِ بطحا گزر کن
 زاحوالمِ محمدِ راخر کن!
 توئی سلطانِ عالمِ یا محمد
 ز روئے لطفِ سوئے من نظر کن
 مشرفِ شدز لطفش گرچہ جامی
 الہی این کرم بارِ دگر کن

اور کبھی ہجر رسول میں آنسو بہاتے ہوئے یوں فریاد کرتا ہے۔

زہجوری برآمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

اور کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تابی کے عالم میں نظرِ رحمت کی بھیک

مانگتا ہے۔

زرحمت کن برحالِ زارم یا رسول اللہ

غریبم بے نوائم خاکسارم یا رسول اللہ

ہاں — وہی جامی جنہوں نے تحفۃ الاحرار۔ نجات الانس اور شواہد النبوة جیسی

ایمان افروز اور روحانیت سے بھرپور تصنیفات کے ساتھ ساتھ علمِ نجوم کی گراں قدر اور

مشہور زمانہ کتاب شرح ملا جامی لکھ کر علم و فن کی دنیا پر ایک عظیم احسان کیا ہے! لیکن

— یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان کی کتاب شرح جامی رحمہ اللہ تعالیٰ دیوبندی اور

اہل حدیث حضرات کے دینی مدرسوں میں بھی بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھائی جاتی

ہے مگر اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلک و عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

ایسے بے ادب اور گستاخ لوگ یا رسول اللہ کہنے والے کو مشرک کہتے ہیں —

اور جامی ہر قدم پر یا رسول اللہ پکارتا دکھائی دیتا ہے اور ہر شعر کو یا رسول اللہ سے مزین

کرتا ہے۔

ایسے علماء کو چاہئے کہ یا تو اس حق پرست اور ولی کامل کی کتاب شرح ملا جامی

اپنے مدرسوں میں پڑھائی چھوڑ دیں اور یا پھر اس کے عقیدہ کو صحیح مان لیں اور مواوی

غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا حسین خاکہ کچھ یوں ہے —

میں پروردہ عشقِ سخن دا جاں غفلت وچہ آیا

مدت وچہ حجابِ غماں دے میرا وقت وہایا

درد و سوز کی آگ میں دن رات جلنے والا یہ عاشقِ مزاج انسان کامل عالم پور کی

جامع مسجد کا امام اور بچوں کو قرآن حکیم پڑھانے والا ایک نیک سیرت استاد تھا۔ آپ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد سید روشن علی بھی تھا ایک دن مولوی صاحب آگے آگے اور شاہ صاحب پیچھے پیچھے مسجد کی طرف جا رہے تھے — مولوی صاحب نے جوتے اتارے اور شاہ صاحب سے فرمایا۔

شاہ جی میرے جوتے بھی اٹھالانا۔

شاہ صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔

رات کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مولوی غلام رسول کو نصیب ہوئی — فرمایا

مولوی صاحب — اب میری اولاد سے بھی جوتیاں اٹھوانے لگے ہو — ساری رات مولوی صاحب شرمندگی میں آنسو بہاتے رہے صبح ہوئی تو سید روشن علی شاہ صاحب کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگی — اور ساتھ ہی دست بستہ عرض کی کہ شاہ صاحب یہ آپ کا مجھ پر احسان ہے کہ آپ کی معرفت مجھے آپ کے نانا جان کی زیارت نصیب ہو گئی۔ چوں کہ مولوی صاحب شاہ صاحب کی وجہ سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پاک اور جلوہ حسن زیبا سے مشرف ہوئے تھے اس لئے مولوی صاحب کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ شاہ صاحب کی بھی عزت اور محبت زندگی کا حسین خاکہ بن گئی۔

اور ہر صبح نماز سے پہلے شاہ صاحب کے پاؤں کو بوسہ دینا ان کے نیک اعمال کا ایک حصہ بن گیا۔

پھر سید روشن علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پٹواری بن کر مالوہ چلے گئے اور ایک سال تک ان کی طرف سے کوئی خبر اور کوئی چٹھی نہ آئی —

بھلا مولوی صاحب اتنی لمبی جدائی کا صدمہ اور ہجر و فراق کا غم کیسے برداشت کر سکتے تھے — اپنا غم دور کرنے اور افسردہ دل کی بھڑاس نکالنے کیلئے شاہ صاحب

کی طرف کئی چٹھیاں لکھیں اور قاصد کے ذریعہ انہیں ارسال کرتے رہے۔
 مولوی صاحب کی وہ درد بھری چٹھیاں آج بھی زبان زدِ خاص و عام ہیں اور
 آج بھی دردِ دل اور سوزِ دروں رکھنے والے حضرات انہیں پڑھ کر قالِ مقال کی دنیا
 سے گزر کر مستی و حال کے عالم میں کھو جاتے ہیں
 قارئین کرام بھی ملاحظہ فرمائیں۔
 پہلی چٹھی:

ندیوں پار وگ چٹھئے لئیں خبراں کہے پئے معاملے دور والے
 ساڈے نیں وچھنڈے رت بھنے لہریں یارو گاوندے ندی نالے
 ندیوں پار وسیندیا بیلیا او تیراں انقاندے ڈٹھے عجیب چالے
 تیرے درد فراق دیاں شورشاں نے ترساؤندے میں وچہ نیر گالے
 دوسری چٹھی:

جے توں یار میرا دل کریں پھیرا ایس جندوا کجھ اعتبار ناہیں
 خاکی پتلا کلاوا پنجر اے اڈیا بھورتے فیر ورکار ناہیں
 جے توں چار دن مالوہ چھڈ آویں کھس جاؤنی تیری پٹوار ناہیں
 نوکر دس توں کس سرکار دا ایں پرے سیدوں ہور سرکار ناہیں
 غرضیکہ — قرآن مجید کے اس احسن القصص یعنی سوہنے قصے میں امام غزالی
 جیسے مجددِ وقت — مولانا جامی جیسے ولی کامل اور مولوی غلام رسول جیسے عاشق رسول
 علی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات نے اتنا سوز و گداز بھر دیا ہوا ہے کہ پڑھنے والے ہر
 صاحبِ دل اور صاحبِ ایمان انسان کے لئے ہر منزل پر حقیقت و معرفت کی ایک
 ایسی قندیل روشن کی ہوئی ہے کہ دل کی ہر دھڑکن ایک پرسوز نغمہ بن کر قلب و جگر کی
 تاروں سے عشق و محبت کا ساز بجاتا سنائی دیتا ہے! —
 ان تینوں حضرات کے علاوہ بھی موجودہ دور کے ایک عظیم شاعر جناب دائم اقبال

نے اس حسین قصہ کو پنجابی زبان میں اپنے پاکیزہ تخیل کے ذریعہ نظم کا خوبصورت رنگ بھر کر احسن القصص کو سچے موتیوں کی ایک حسین لڑی بنا دیا ہے اور درد بھرے اشعار میں اتنا سوز سمودیا ہے کہ پڑھنے والوں کے دلوں سے ایک غمناک آہ نکل کر آنکھوں کے راستہ آنسوؤں کی جھڑی بن کر بہتی ہوئی نظر آتی ہے۔

مثلاً — حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی مصنوعی خون آلود قمیض سونگھتے ہیں تو اس جانگداز منظر کو دائم اقبال مرحوم یوں پیش کرتے ہیں۔

ہتھ پکڑ قمیض رنگدار خونی نبی سچ دا قول پکار دا اے

خون اپنا خون پچھان لیندا ایہہ خون نہیں یوسف دلدار دا اے

نالے گرگ وی کناں رحیم ہسی کڑتہ نال پیار اتاردا اے

کھا گیا یوسف سر پیر تائیں اسپر کڑتے نوں دند نہ ماردا اے

چیرے بدن تے رکھے بچا کڑتہ ایہہ کم نہ گرگ خونخوار دا اے

ایہہ مکر فریب مینوں جا پدا اے کڑتہ سچ تے کوڑنار دا اے

یاد رہے کہ دائم مرحوم کے یہ اشعار کئی مستند تفسیروں کا ترجمہ ہے جسے دائم صاحب نے قلبی واردات کی صحیح عکاسی کرتے ہوئے فن شاعری اور تخیل کی بلندی پروازی کی آخری منزل کا راستہ بتا دیا ہے حیران ہوں کہ جناب صائم چشتی صاحب اور سردار حسین صاحب سردار چشتی ابھی تک کیوں خاموش ہیں اور ان دونوں نے ابھی تک قرآن حکیم کے اس سوہنے قصہ کو شاعری کا روپ دے کر کیوں نہیں نکھارا حالانکہ یہ دونوں عظیم شاعر شاعری کے میدان میں تیز رفتار گھوڑے دوڑانے بھی جانتے ہیں اور اپنے عرش پرواز تخیل کے ذریعے اہل ایمان اور درد آشنا لوگوں کی نبض بھی پہچانتے ہیں۔

تفسیر کبیر — تفسیر روح البیان — تفسیر مظہری —

تفسیر نسفی — تفسیر معالم التزیل اور تفسیر کنز الایمان کے علاوہ اور بھی قرآن

مجید کے صدیوں پرانے مفسرین اور علماء حق پرست نے احسن القصص کی تفسیر کرتے ہوئے ایسے ایسے گوہر نایاب اس اتھاہ سمندر سے نکالے ہیں اور بصیرت افروز حقائق اور دل کش معانی و مطالب کے سنہری موتیوں کے ہار بنا کر ملت اسلامیہ کے گردنوں میں ڈالے ہیں کہ خاردار جھاڑیوں میں الجھنے کی نوبت نہیں آتی — دوسری طرف ان بے ادبوں مفسروں — گستاخ مصنفوں اور گمراہ مبلغوں کو دیکھئے جنہوں نے قرآن پاک کے احسن القصص کو اتنے گھناؤنے انداز میں پیش کیا ہے کہ پڑھنے والے کا دل و دماغ گمراہ کن الجھن میں الجھ کر رہ جاتا ہے اور بے مقصد و لایعنی اور واہیات سوالات پیدا کر کے اور انبیاء علیہم السلام کی عزت و تکریم کے دامن پر گناہ و معصیت کا سیاہ داغ لگا کر دنیائے عیسائیت کو موقعہ فراہم کر رہے ہیں کہ وہ اسلام اور انبیاء علیہم السلام کی عظمت و آبرو پر حملہ آور ہوتے رہیں —

مثلاً — حضرت یعقوب علیہ السلام کو اگر علم ہوتا کہ میرا بیٹا یوسف کہاں ہے تو چالیس برس تک اس کے غم و فراق میں روتے کیوں رہتے۔

اور کہیں حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زینحار رضی اللہ عنہا کے نکاح کا انکار کر کے عوام میں ضلالت و گمراہی کا سامان پیدا کرتے ہیں —
مولانا مودودی صاحب نے تو اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں اپنے قلم کی سیاہی سے اپنی سیاہ باطنی کاشتوت دیتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا ہے —

کہ بھلا یوسف علیہ السلام ایک ایسی عورت سے کیسے نکاح کر سکتے تھے جس کی فحاشی کا انہیں ذاتی طور پر تجربہ ہو چکا تھا۔ مجھے ایسے نام نہاد اور بے علم مفسروں کی گمراہ کن تفسیروں پر افسوس آتا ہے کہ یہ لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اگر قرآن مجید کے احسن القصص سوئے اور مقدس قصہ میں کہیں ذرہ بھر بھی لغزش ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس قصہ کو احسن القصص نہ فرماتا۔

اور ایسے بے ادب مصنفین کو اتنا بھی علم نہیں کہ حضرت زینحار کی عصمت کی چادر پر

فحاشی کا داغ لگانے سے خداوند کریم کے علیم بالذات الصدور ہونے کی نفی ہو جاتی ہے کہ اپنے ایک برگزیدہ رسول کی نسبت ایک فاحشہ عورت سے کر کے اور پھر احسن القصد کا نام دیتا ہے۔

اور ایسے بد مذہب مبلغین کو اتنی بھی خبر نہیں کہ حضرت زینجا اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے شہنشاہ طیموس کی اکلوتی اور حسین و جمیل بیٹی ہے جو ناز و نعمت سے بھرپور دسترخوان پر پل کر — سونے چاندی کے خوبصورت کھلونوں سے دل بہلا کر — شاہی محلات کے نقش و نگار کے حسین نظارے — دیکھ کر ہزاروں کنیزوں کی مسحور کن لوریاں سن کر اور شرم و حیاء کے رنگین پردوں کے جھرمٹ میں اپنی عمر کی نو بہاریں گزار کر بھرپور اور خوبصورت جوانی کی حدود میں داخل ہوتی ہے۔

اور پھر اسی عمر میں خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھ کر فریفتہ ہو جاتی ہے — اور پھر کسی دنیا دار کی محبت اور کسی عیاش انسان کے عشق میں نہیں بلکہ اللہ کریم کے ایک برگزیدہ نبی — خدا تعالیٰ کے ایک سرکردہ رسول اور رب العزت کے ایک معصوم پیغمبر کے عشق میں یہاں تک فنا ہو جاتی ہے اور شوق وصال میں اتنی گم ہو جاتی ہے کہ مصر کا تاج و تخت ٹھکرا کر — دنیا کی حکومت چھوڑ کر — اور زمانہ کی بادشاہت سے دستبردار ہو کر اور ہزاروں لونڈیوں کی خدمت و اطاعت سے منہ موڑ کر اور زرق برق شلہانہ لباس اتار کر اپنی ایک پرانی دائی کو ساتھ لے کر پھٹا پرانا لباس زیب تن کر کے جنگل میں ایک بوسیدہ سی جھونپڑی میں دن رات یوسف کے نام کا وظیفہ پڑھتی ہے —

اور پھر جسے گلاب کے پھول میں یوسف کی خوشبو آتی ہو۔ تاروں کی لو میں یوسف کی پیاری صورت دکھائی دیتی ہو اور جس کے خون کے ہر قطرہ سے یوسف کا نام سنائی دیتا ہو ایسی عورت پر فحاشی و بدکاری کا الزام لگانا ضلالت و گمراہی نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

ایسے واہیات اور بازاری قسم کے سوالوں کے جوابات تو انشاء اللہ کریم آگے چل کر دیئے جائیں گے — یہاں صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ قرآن مجید میں لفظ فاحشہ نہیں — بلکہ فحشا ہے

عمر کی آخری منزل — صحت کی کمزوری — ضعیفی کا سایہ — ذہن کی نارسائی — علم کی کوتاہی اور جوان شہزادہ کی موت کا غم —

میں اس قابل کہاں کہ قرآن مجید کے ایک لفظ کا بھی صحیح مطلب و معنی بیان کر سکوں چہ جائیکہ احسن القصص یعنی سورۃ کی تفسیر لکھوں

تاہم پھر بھی مرشد کی نگاہ اور ماں کی دعا جو ہر وقت میرے شامل حال رہتی ہے کے سہارے کوشش کروں گا کہ اس سوئے قصہ کو احادیث و تفاسیر کی مستند کتابوں کے حوالوں کے زیور سے آراستہ کر کے اسے خوبصورت بنا دوں!





حسن یوسف علیہ السلام

القرآن — ہاں وہی حسن یوسف جسے دیکھ کر مصر کی امیر زاد یون اور پاکباز عورتوں نے اپنے ہوش و حواس گنوا کر اور محو جمال ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور بے خودی کے عالم میں پکاراٹھی تھیں کہ یہ کوئی بشر نہیں ہے بلکہ کوئی مکرم فرشتہ ہے۔

مَا هَذَا بَشَرًا ۗ اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۝

ہاں — وہی حسن یوسف جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۸ باب فی المعراج — کہ شبِ معراج کو جب میں تیرے آسمان پر پہنچا تو — فَاِذَا اَنَا بِیُوسُفَ اِذْ هُوَ اُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسَيْنِ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ — پس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ہوا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی حسن عطا کیا ہوا ہے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر مرجبا کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی۔ (بحوالہ مسلم شریف جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۹۱ الخصال الکبریٰ جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۵۲، نزہت المجالس جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۳۶، حجتہ اللہ علی العالمین صفحہ ۳۲۲)

یہ محدثین کرام اور علمائے حق رحمۃ اللہ علیہم امام الانبیاء صلی اللہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث پاک نقل کرتے ہیں — کہ

رَأَيْتَ فِيهَا شَابًا كَالْقَمَرِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا.

کہ شبِ اسرا میں نے ایک حسین و جمیل اور چاند سے چہرہ والا جوان دیکھا میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ خوبصورت جوان کون ہے؟

قَالَ يُوسُفُ فَذَنُوتُ مِنْهُمْ وَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدًّا عَلَى أَحْسَنَ تَحِيَّةٍ

جواب ملا — حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ میں ان کے قریب ہوا —

السلام علیک کہا۔

انہوں نے اچھے انداز میں مجھے جواب دیا۔

وَقَالَ عِكَرْمَةُ فَضْلُ يُوسُفَ فِي الْحُسْنِ عَلَى النَّاسِ

كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى النُّجُومِ —

اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حسن یوسف کی فضیلت دوسرے انسانوں پر ایسی ہے جیسی فضیلت چودھویں رات کے چاند کی تاروں پر ہے۔

وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ ذَهَبَ يُوسُفُ وَأُمَّهُ بِثُلْثِي الْحُسْنِ

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت راحیل رضی اللہ عنہا کا حسن دنیا کے حسن کا تیسرا حصہ ہے۔

اور یہ حسن کی دولت انہیں ان کی دادی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے ملی تھی

ہاں — وہی حسن یوسف جس کی تلاش میں یمن کا سوداگر مالک ابن زغر پچاس سال تک سرگرداں رہا۔

ہاں — وہی حسن یوسف — جس کا نظارہ کرنے کیلئے بازغہ شہزادی ستر اونٹوں پر مال و دولت لے کر آتی ہے اور یوسف کے قدموں میں نچھاور کر کے کفر کی ظلمت سے نکل کر اسلام و ایمان کی روشنی سے دامن بھ لیتی ہے۔

ہاں — وہی حسن یوسف جسے دیکھ کر شہر عریش کے بت پرست لوگ بتوں کو توڑ کر وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں سر بسجود ہو گئے اور پکار اُٹھے

سیس جھکا کے عرضاں کرے اے نوری سلطاناں

حد بشریت تھیں ودھ گیاں تیریاں اچھیاں شانان

ہاں — وہی حسن یوسف جو کبھی مصر کے بازاروں میں بے حجاب ہو جاتا تو

اس کی شعاعوں سے شہر کے درود یوار یوں روشن ہو جاتے جیسے سورج کی کرنیں آسمان

سے پڑتی ہیں — ہاں — وہی حسن یوسف جو کبھی مصر کے بازاروں میں بے

حجاب ہو جاتا تو اس کی شعاعوں سے شہر کے درود یوار یوں روشن ہو جاتے جیسے سورج

کی کرنیں آسمان سے پڑتی ہیں۔

ہاں — وہی حسن یوسف جس کی رعنائیوں کو مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ یوں

بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور پھر انہیں

اپنی ساری انسانی مخلوق دکھائی — تو

پوں آدم سوئے آں مجمع نظر کرد

زہر جمع تماشائے دگر کرد

اور جب حضرت آدم علیہ السلام نے انسانی مخلوق کی طرف نظر کی تو ہر طرف ایک

نیا ہی رنگ دکھائی دیا۔

بچمش یوسف آمد چوں یکے ماہ

نہ ماہ و خورشید اوج عزت و جاہ

کہ ناگاہ حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے چاند کی طرح سے چمکنے

والی یوسف علیہ السلام کی صورت دکھائی دی — جس کی عزت و عظمت کو چاند اور

سورج بھی نہیں چھو سکتے۔

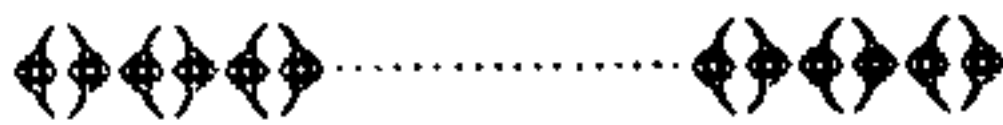
حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا۔

یا رب این نہال از گلشن کیست
 تماشا گاہِ چشمِ روشن کیست
 کہ اے رب دو جہاں یہ گلاب کا پھول کس کے باغ کا ہے۔
 اور یہ حسین و جمیل جوان کس کی آنکھوں کا نور ہے۔
 اللہ کریم کی طرف سے جواب آیا

خطاب آمد کہ نور دیدہ تست
 فرخ بخش دلِ غم دیدہ تست
 کہ یہ تیری ہی آنکھوں کا نور اور تیرے ہی غمزدہ دل کا سرور اور راحت بخشنے والا
 ہے۔

زباغستانِ یعقوب این نہالیت
 ز صحرائے خلیل اللہ غزالیت
 کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے باغ کا پھول اور حضرت خلیل اللہ علیہ
 السلام کے صحرا کا ایک ہرن ہے۔
 یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقدس خاندان اور نبوت کے گھرانے کا ایک
 فرزند ہے۔
 یعنی یوسف علیہ السلام —

ہاں — وہی حسن یوسف نے زلیخا کو خواب میں جلوہ دکھا کر عشق و محبت جیسے
 رشتہ کو قرآن مجید میں احسن القصص کا عنوان دیا۔



حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ عام محدثین و مفسرین اور اہل ایمان کا متفقہ فیصلہ — عقیدہ اور ایمان ہے کہ حسن یوسف علیہ السلام سے حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم افضل — برتر اور اکمل ہے۔

حسن مصطفیٰ علیہ السلام اللہ کا نور

حسن مصطفیٰ علیہ السلام ہمیشہ چمکنے والا چراغ!

اور — حسن مصطفیٰ تجلیاتِ البہیکا مرکز

گویا کہ — حسن مصطفیٰ علیہ السلام سورج اور حسن یوسف علیہ السلام اس کی

ایک شعاع —

حسن مصطفیٰ علیہ السلام چاند اور حسن یوسف علیہ السلام اس کی ایک کرن —!

اور حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نور کا چمکتا ہوا چراغ اور حسن یوسف علیہ السلام

اس کی لو —

کتاب مطالع المسرات فی شرح دلائل الخیرات صفحہ ۳۹۱ امام محمد المہدی بن احمد

بن علی بن یوسف الفاسی رحمۃ اللہ علیہ — وَحُسْنُ يُوسُفَ وَغَيْرَهُ جَزَاءٌ مِنْ

حُسْنِهِ — کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن اور دوسرے حسن — حضرت محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کی ایک جز ہیں۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۰۵ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۸

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ — قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحْسَنُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ كَانَ

الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن مصطفیٰ علیہ السلام سے زیادہ حسین کوئی شے نہیں دیکھی — گویا کہ سورج آپ کے چہرہ انور سے طلوع ہوتا تھا۔

یا سورج آپ کے رُخ انور پر کھیلتا تھا۔

شامل ترمذی صفحہ نمبر ۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰۸ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات چودھویں رات کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي
اور میں کبھی حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا اور کبھی چاند کو —
لیکن میرے نزدیک حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ حسین تھا!
بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۰۲ ترمذی شریف شامل صفحہ ۲

کسی نے حضرت براء ابن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: —

كَانَ وَجْهُهُ النَّبِيِّ مِثْلَ الْإِيفِ — قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ — کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح صاف تھا؟

جواب دیا نہیں بلکہ چاند کی مثل تھا — قِطْعَةُ قَمَرٍ — چاند کا ٹکڑا۔

اس لئے کہ تلوار میں گولائی نہیں ہوتی اور چاند میں گولائی ہوتی ہے اور چہرہ کی گولائی خوبصورتی اور حسن میں زیادتی کی طرف اشارہ ہے۔

کل چودھویں کی رات تھی

شب بھر رہا چرچا تیرا

کچھ نے کہا یہ چاند ہے

کچھ نے کہا چہرہ تیرا

ہم بھی وہاں موجود تھے

ہم سے بھی پوچھا گیا

ہم ہنس دیئے اور چپ رہے

منظور تھا پردہ تیرا

المواہب اللدنیہ - مطبوعہ بیروت

قال القطبی لم یظہر لنا تمام حسنه لانه لو ظہر لنا تمام حسنه لما

طاقت اعینا روئیتہ

کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حسن ہمارے لئے ظاہر نہیں کیا گیا —
کیونکہ اگر حضور علیہ السلام کا پورا حسن ہمارے لئے ظاہر کر دیا جاتا تو کسی مٹی آنکھ میں یہ
طاقت نہ تھی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین چہرہ کو دیکھ سکے۔

اعلیٰ حضرت جبریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں

نشر الطیب صفحہ ۱۳۳ مولانا اشرف علی تھانوی

لم یظہر جمالہ کما ہو — کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال

جیسے تھا ویسے ظاہر نہیں کیا گیا۔

حضرت جبریل علیہ السلام حضور پر نور علیہ السلام پر ۲۴ ہزار بار آئے — اور پھر

معراج کی شب جبریل سے کہنے لگے خیر الام

تو نے دیکھے ہیں جہاں بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم

عرض کی جبریل نے شاہا مجھے تیری قسم

مہر بتا ورزیدہ ام

لیکن تو چیزے دیگری

آفاق ہا گر دیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام

سید مہر علی شاہ صاحب: —

سُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَجْمَلَكَ مَا أَحْسَنَكَ مَا أَكْمَلَكَ
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

— اور —

میں وہ شاعر نہیں کہ چاند کہہ دوں ان کے چہرہ کو
میں اُن کے نقش پا پہ چاند کو قربان کرتا ہوں

— اور —

لکھ دنیا تے سوہنے ہون میرے مدنی نال نہیں رلدے
کن فیکون تے کل دی گل اے میرے آقادے پیارا زل دے
یوسف نبی وچہ مصر وکاوے جدوں زور عشق دے چل دے
بھ صدقہ محبوب میرے دا کوہ طور تے دیوے بل دے

☆-----☆-----☆-----☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خواب کی حقیقت

قرآن حکیم کے اس سوئے قصہ احسن القصص کو دل و دماغ میں پاکیزہ تخیلات پیدا کر کے اور اپنے ناپاک لباس کو آنسوؤں کے قطروں سے دھو کر اگر پڑھا جائے تو دوسرے کئی بصیرت افروز حقائق کے علاوہ یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ سوہنا قصہ چند خوابوں میں گھومتا ہے اور اس کی بنیاد ہی خوابوں پر ہے۔

القرآن — اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ۝

کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے ابا جان میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ گیارہ تارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کرتے ہیں۔

(۲) القرآن — وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيْنِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي

أَرَانِي أُعْصِرُ خَمْرًا ۗ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي

خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۗ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

اور اس کے ساتھ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو جوان اور بھی داخل

ہوئے — ان میں سے ایک بولا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شراب پھونکتا

ہوں —

اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں

جن میں سے پرندے کھاتے ہیں۔

ہمیں اس کی تعبیر بتائیے — بے شک ہم تمہیں نیکوکار اور احسان کرنے والا دیکھتے ہیں۔

(۳) القرآن — وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ
سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعٌ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ
يَبْسُطٌ —

اور مصر کے بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب میں سات گائیں دیکھی ہیں موٹی و
قربہ اور سات ڈبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں سوکھی اور سات بالیں ہری۔
(۴) پھر حضرت یوسف علیہ السلام کی بہن زینب کہ جو خواب آئی۔

احسن القصص امام غزالی صفحہ ۳۴ —

خَرَائِثُ أَخْتِ يُوسُفَ فِي مَنَامِهَا —

(۵) پھر زینب نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔

احسن القصص صفحہ ۹۶ — وَأَنَّهَا رَأَتْ صُورَةَ يُوسُفَ فِي مَنَامِهَا.

(۶) پھر یمن کے سوداگر مالک بن زغر نے یوسف علیہ السلام کو خواب میں

دیکھا۔

احسن القصص صفحہ ۵۳ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔

أَنَّ مَالِكَ بْنِ زَعْرِ لَيْكُنَ بِمِصْرَ فَرَأَى، فِي مَنَامِهَا فِي صِفْرِه
كَأَنَّهُ خَائِصٌ بِأَرْضِ كِنْعَانَ فَرَلَتْ الشَّمْسُ مِنَ السَّمَاءِ
وَدَخَلَتْ فِي كَمِيهِ —

کہ مالک بن زغر مصر کا رہنے والا تھا اس نے بچپن میں خواب دیکھا کہ کنعان گیا
ہوا ہے وہاں آسمان سے سورج اتر کر اس کے دامن میں آ گیا ہے۔

قرآن حکیم — امام غزالی کی احسن القصص اور دوسری تفسیروں کے حوالوں

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس مقدس قصہ کا تعلق خوابوں سے ہے اور اس کی اصل بنیاد بھی پاکیزہ رویاء صالحہ پر ہے۔

تمام حق پرست محدثین — حق گو مفسرین اور حق میں علماء کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خواب وحی الہی پر اور حقیقت پر مبنی ہوتی ہے۔

مثلاً — حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم دیا گیا جسے اللہ کے خلیل نے بیٹے کو ان الفاظ میں حکم سنایا۔

إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ — کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے اللہ کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں۔

حفظ جالندھری مرحوم :-

کہا بیٹا کہ میں نے آج شب اک خواب دیکھا ہے

کتاب زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے

سورۃ الفتح — لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَاءَ بِالْحَقِّ اس کا شان نزول یہ

ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ میں بمعہ صحابہ کرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا ہوں — إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا — فتح عظیم کی

بشارت دی گئی جو فتح مکہ پر پوری ہوئی۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۳۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِيَ بِهِ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةَ فِي النَّوْمِ:

أم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اول ابتداء میں رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم پر وحی الہی نیک اور اچھی خوابوں کے ذریعہ آیا کرتی تھی۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۵۱

حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

أَصْدَقَ الرُّؤْيَاءِ بِالْأَسْحَارِ — کہ سحر کے وقت جو خواب آئے وہ زیادہ سچی ہوتی ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۵۲ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى لَهُمُ
الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا :

کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ ان کے لئے دنیا میں خوشخبری ہے؟
تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُؤْمِنُ أَوْ تَرَى لَهُ — کہ یہ سچی اور نیک خوابیں ہیں جو مردِ مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھائی جاتی ہیں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۹۴ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۴ حضرت ابوقادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنْ اللَّهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ کہ اچھی خواب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور بری خواب شیطان کی طرف سے — اور جب کوئی اچھی اور نیک خواب دیکھو — فَلَا يُحَدِّثُ بِهِ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ — تو اپنے کسی اچھے دوست کے سوا اور کونہ بتاؤ اور جب کوئی بری اور مکروہ خواب دیکھو تو شر شیطان سے پناہ مانگو اور تین بار بائیں جانب تھوک دو — وَلَا يُحَدِّثُ بِهَا أَحَدًا مَنْ تَضُرُّهُ — اور کسی نقصان پہنچانے والے شخص کو نہ بتاؤ — اور کروٹ بدل لینی چاہئے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

لَا تُحَدِّثُ إِلَّا حَبِيبًا أَوْ لَيْبًا — کہ کسی اچھے نیک سیرت اور خیر خواہ دوست کے سوا کسی اور کو خواب نہ بتانی چاہئے۔

کیوں؟ — اس لئے کہ اگر اچھی — خوبصورت اور نیک خواب کسی اچھے اور خیر خواہ دوست کو بتائے گا تو وہ سن کر خوش ہوگا اور اس میں حسد و بغض اور عداوت و دشمنی پیدا نہ ہوگی۔

وَلِذَلِكَ أَمَرَ يَعْقُوبُ يُوسُفَ بِكُتْمَانِ رَوْيَا عَلِيٍّ إِخْوَتِهِ — اور اسی لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا تھا — کہ یہ سہانی — پیاری — خوبصورت اور نیک خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا۔

تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۱۳۷ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی طبرانی کی صحیح سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ كَلَامٌ "يُكَلِّمُ الْعَبْدُ رَبَّهُ فِي الْمَنَامِ" —

کہ مردِ مومن خواب میں اپنے رب سے کلام کرتا ہے۔

ابن ماجہ شریف صفحہ ۲۸۷ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ "فَبُشْرَاىَ مِنَ اللَّهِ وَحَدِيثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيفُ مِنَ الشَّيْطَانِ" — ایک روایت میں تَخْوِيفُ الشَّيْطَانِ — بھی آیا ہے۔

کہ خواب تین قسم کی ہوتی ہے۔

تفسیر مظہری جلد ۵ ص ۱۳۷ —

أَوَّلُ فَهِيَ الْهَامُ وَأَعْلَامُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى لِعَبْدِهِ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا فِي خَزَائِنِ الْغَيْبِ أَدْعَى شَيْءٍ مِنْ مُمَكِّنَاتِ صِفَاتِهِ وَأَحْوَالِهِ وَدَرَجَاتِ الْقُرْبِ لَهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى تَكُونَ لَهُ بَشَارَةٌ.

کہ خواب کی پہلی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب کے خزانوں اور ہونے جانے

والے ممکنات اور اپنے قرب کے درجات خواب دیکھنے والے پر ظاہر کرتا ہے!

اور یہی حسین — نیک اور ایمان افروز خواب اس کے لئے جنت کی خوشخبری بن جاتی ہے!

خواب کی دوسری قسم:

حدیث النفس ہے اور وہ یہ ہے — مِنْهَا مَا تَرَاهُ النَّفْسُ مِنْ صُورَةِ الْأَشْيَاءِ الَّتِي رَأَتْهَا فِي الْيَقْظَةِ — کہ انسان جو کچھ اپنی قوتِ مخیلہ سے دن کو دیکھتا ہے جاگتے ہوئے وہی رات کو خواب میں نظر آ جاتا ہے۔

تیسری قسم خواب کی یہ ہے تخویف الشیطان — یا تحزین الشیطان اور وہ یہ ہے:

مَا أَلْقَاهُ الشَّيْطَانُ فِي خَيَالِهِ وَتَمَثَّلَ لَهُ تَخْوِيفًا أَوْ مَلَاعِطَةً — کہ شیطان خوف و ہراس اور ڈرانے والی اشیاء کی تمثیل خواب میں انسان کو دکھاتا ہے — فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْزِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرٍ الدَّمِ — کیوں کہ شیطان خون کی طرح انسان کے جسم میں دوڑتا ہے۔

تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۳۸ اور رُؤْيَا الصُّلَحَاءِ أَعْنَى الْأَوْلِيَاءِ الَّذِينَ زَكَّوْا أَنْفُسَهُمْ بِالرِّيَاضَاتِ وَأَزَالُوا عَنْهَا الْكُدْرَاتِ الْجَبِلَةَ وَتَزَوَّاهُوا عَنْ ظُلُمَاتِ الذُّنُوبِ وَالْآثَامِ وَتَجَلَّى بِوِطَانِهِمْ بِاقتباسِ أَنْوَارِ النَّبُوتِ صَالِحَةَ "صَادِقَةَ" فَرُؤْيَا الْأَوْلِيَاءِ شَبِيهَةً "بِالْوَجْهِ" — یعنی صلحاء و اولیاء کی خواب وحی الہی کے مشابہ ہوتی ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کر لیتے ہیں اور فطری کدورتوں سے دل کو صاف کر لیتے ہیں اور گناہوں کی تاریکیوں میں مبتلا نہیں ہوتے اور باطن کو انوارِ نبوت سے روشن کرتے ہیں۔

عام انسانوں — پھر عام مسلمانوں اور صلحاء و اولیاء کے درمیان خوابوں کا یہی فرق ہے کہ ان کے خواب گندے تخیلات — غلیظ تصورات — دن کے کاروبارِ حیات اور شیطان کے پیدا کردہ وسوسوں میں گم ہو کر رات کو خواب میں دیکھتے ہیں۔

دشمن حملہ کر رہا ہے — سانپ ڈنک مارنے آ رہا ہے — مکان کو آگ لگ گئی ہے — یا ڈاکو سامان لوٹ رہے ہیں۔

لیکن اولیاء کرام کے قلوب چونکہ تجلیاتِ الہیہ سے منور اور انوارِ نبوت سے روشن ہوتے ہیں اور وہ عبادت و ریاضت کے ذریعہ اپنے نفس کو شیطان کے غلبہ سے محفوظ رکھتے ہیں اور گناہ و معصیت کی ظلمتوں میں گم نہیں ہو جاتے اور ہر وقت ان کی نگاہوں میں جلوہٴ حسن محبوب رہتا ہے اس لئے ان حضرات کو رات کو خواب میں جنت کے باغات دکھائی دیتے ہیں — گنبد خضر نظر آتا ہے۔

نہیں — بلکہ زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مشرف ہوتے ہیں — مثلاً — نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ علامہ عبدالرحمن صفوری، رُرقانی جلد ۱، الریاض النضرۃ — کَانَ إِسْلَامُهُ شَبِيهَا بِالْوَحْيِ — کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام وحی الہی کے مشابہ ہے —

کہ وہ ملکِ شام میں تجارت کی غرض سے گئے — فرارڈیا انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹ کر میرے دامن میں آ گیا ہے!

وَقَصَّهَا عَلَيَّ بُحَيْرًا — صبح ہوئی تو شام کے راہب بحیرا کو خواب سنائی

بحیرا راہب نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سر سے پاؤں تک بڑے غور اور نہایت ہی تعجب سے دیکھا — اور پوچھا —

راہب — مِنْ أَيْنَ أَنْتَ — تو کہاں سے آیا ہے۔

ابو بکر — مِنْ مَكَّةَ — مکہ مکرمہ سے آیا ہوں!

راہب — مِنْ أَيِّ قَبِيلَةٍ — تو کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ابو بکر — مِنْ قَبِيلَةِ قُرَيْشٍ — قبیلہ قریش سے ہوں۔

راہب — أَنْ صَدَّقَ اللَّهُ الرَّؤْيَاكَ —

کہ اللہ تمہاری خواب سچی کرے گا۔

فَإِنَّهُ يَبْعَثُ اللَّهُ نَبِيًّا مِنْ قَوْمِكَ تَكُونُ وَزِيرُهُ فِي حَيَاتِهِ وَخَلِيفَةً
بَعْدُ وَفَاتِهِ

کہ تمہارے قبیلہ قریش میں سے آخری نبی مبعوث ہوگا اور تم اس نبی کی زندگی
میں اس کے وزیر ہو گے اور اس کے وصال پاک کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔
پھر جب نبی اکرم مبعوث ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے —
اور عرض کی —

يَا مُحَمَّدُ مَا الدَّلِيلُ عَلَيَّ مَا تَدْعُنِي — کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے
نبوت کا دعویٰ فرمایا ہے اس کی دلیل کیا ہے؟
قَالَ — الرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُ بِالشَّامِ
امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
وہ خواب جو تو نے شام میں دیکھی ہے۔

پس حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کو گلے لگا لیا اور زبان
سے کلمہ شہادت بول کر حلقہ بگوش اسلام اور صاحب ایمان ہو گئے۔
اس وقت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بیس سال کی اور حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۹۶ — عَنْ أَبِي خَزِيمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
— أَنَّهُ رَأَى فِي مَا يَرَى النَّامَ أَنَّهُ سَجَدَ عَلَى جِبْهَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَاضْطَجَعَ لَهُ وَقَالَ صَدِيقُ رُؤْيَاكَ فَسَجَدَ عَلَى جِبْهَتِهِ.
حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کر رہے ہیں!

صبح کو انہوں نے حضور علیہ السلام کو اپنی خواب کی خبر دی — تو دُرِیْتِمِ صَلَّى اللَّهُ

علیہ وسلم سیدھے لیٹ گئے اور فرمایا:

خزیمہ اپنی خواب سچی کر لے۔

ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض خوابیں ایسی ہوتی ہیں کہ رات کو خواب دیکھی اور صبح کو اس کی تعبیر ظاہر ہوگئی۔

اور بعض خوابیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جن کی تعبیر بیس سال کے بعد اور کبھی چالیس سال کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب کی تعبیر اور پھر نیک۔ اچھی۔ خوبصورت اور ایمان افروز خوابوں کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتداء بھی نیک خوابوں کے ذریعہ ہوئی۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۰۳۳۔ باب مَا بُدِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ — قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرَّؤْيَا الصَّالِحَةَ فِي النَّوْمِ —

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الہی کی ابتداء اچھی اور خوبصورت خوابوں سے ہوئی۔

اب کہ ہم پچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں

جیسے مرجھائے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ماہ کنعان

میری تحقیق کے مطابق سورۃ یوسف علیہ السلام کی تفسیروں کے علاوہ جو مستقل کتاب اس مقدس موضوع پر سب سے پہلے لکھی گئی وہ جناب حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احسن القصص ہے۔

اور اس کتاب کی مقبولیت، شہرت، عظمت اور ہر دل کے لئے پسندیدہ ہونے کی میرے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دنیائے سنیت کے ایک بہت بڑے عالم دین، عظیم محدث، بلند پایہ محقق، مقتدر منصف، مستند مدرس اور شیریں گفتار خطیب جو میرے استاد بھائی بھی ہیں۔

یعنی جناب مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی تحریر جو میرے پاس محفوظ و موجود ہے — جس پر ۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۳ ہجری بمطابق ۳ جون ۱۹۶۳ء عیسوی دو شنبہ کی تاریخ درج ہے۔

اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب اپنے وقت اور اپنے زمانے میں دنیائے سنیت کے لئے علم و تحقیق کا ایک قیمتی خزانہ تھے — جنہوں نے جاء الحق، شان حبیب الرحمن اور تفسیر نعیمی لکھ کر سنی عوام پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے جنہوں نے پڑھ کر عالم خطیب ارواعظ حضرات رہتی دنیا تک فیض حاصل کرتے رہیں گے۔



شانِ نزول

قرآن مجید کی یہ سورۃ پاک مکی ہے۔ اس میں بارہ رکوع ہیں۔ ایک سو گیارہ آیات ہیں اور سات ہزار اک سو چیا سٹھ حروف ہیں۔

- ۱- تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۰۱- امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲- تفسیر روح البیان چھوٹی تقطیع جلد ۱۲- علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ
- ۳- تفسیر المظہری جلد ۵ صفحہ ۱۲۳- قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۴- تفسیر کنز الایمان- اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ
- ۵- إِنَّ الْيَهُودَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِصَّةِ يُوسُفَ — (یا)

تفسیر روح المعانی علامہ السید محمود آلوسی جز ۱۲ صفحہ ۱۵۲

- ۶- تفسیر کشاف ۷- تفسیر روح المعانی ۸- ابن کثیر ۹- تفسیر خازن ۱۰- تفسیر جامع البیان طبری —

أَخْبَارُ الْيَهُودِ قَالَ لِلرُّؤَسَاءِ الْمُشْرِكِينَ سَلُوا مُحَمَّدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَاذَا انْتَقَلَ آلُ يَعْقُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الشَّامِ إِلَى مِصْرَ وَعَنْ قِصَّةِ يُوسُفَ فَفَعَلُوا ذَلِكَ فَزَلَّتْ هَذِهِ السُّورَةُ

کہ یہودیوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ کیا ہے۔

یا — یہودی علماء نے مشرکین مکہ کے سرداروں سے کہا کہ تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کنعان سے مصر کیسے اور کیوں گئی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ کیا ہے؟ انہوں نے ایسا ہی

کیا تو یہ سورۃ نازل ہوئی۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بذات خود اور مشرکین مکہ کے ذریعہ یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ وہ جانتے تھے اور دیکھتے تھے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی استاد سے ایک حرف تک بھی نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔ اور نہ ہی یہ تورات و انجیل اور زبور و صحائف آسمانی سے واقف ہے۔

اس لئے یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصہ یوسف سے بے خبر ہوگا لیکن وہ کفر و باطل کے اندھیروں میں زندگی بسر کرنے اور ضلالت و گمراہی کے دریا میں ڈوبے ہوئے انسان یہ نہیں جانتے تھے کہ دنیا میں نبی کا کوئی استاد نہیں ہوتا اور انہیں یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ رسول کا حقیقی استاد اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور وہ اس حقیقت سے بھی ناواقف تھے کہ یہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم امی لقب یعنی بے پڑھا پانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کل کی بدولت ساری ارضی و سماوی — فرشی و عرشی اور لوح و قلم کی کائنات کا علم رکھتا ہے اور۔

الرَّحْمَنُ — عِلْمَ الْقُرْآنِ خَلَقَ الْإِنْسَانَ کے تحت حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بہت پہلے ہی اس نبی علیہ السلام کے سینہ اقدس کو ظاہری و باطنی علوم کا خریںہ بنا دیا گیا تھا!

اور اس بینظیر و بے مثال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کرنے کے ساتھ ہی اس کے منصبی فرائض میں دوسرے ہزاروں حقائق بیان کرنے کے ساتھ ساتھ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کا ایمان افروز درس بھی نسل انسانی کو دیتا رہے یعنی کتاب و حکمت کی تعلیم دینا اللہ کریم نے ایک ایسے نبی کے سپرد کر دیا جسے قرآن امی کے عظیم لقب سے یاد کرتا ہے۔

مطلب یہ کہ اسلام کے دشمن اور رسول کے باغی یہودی نہیں جانتے تھے کہ یہ امی یعنی نہ پڑھا ہونے کے باوجود اعجاز نبوت کے طور پر عالم علیٰ کُلِّ شَيْءٍ ہے۔

پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ مبارک کو یہودیوں اور مشرکوں کو بیان فرمایا تو انہوں نے قرآن حکیم کے اس سونے قصہ احسن القصص

کو تورات کے موافق و مطابق پایا لیکن وہ پھر بھی ایمان کی دولت سے سرفراز نہ ہو سکے۔

(۱) الر — تفسیر روح البیان — ای — اَنَا اللّٰهُ — اَزَى وَاَسْمَعُ
سُوَالَهُمْ اَيَّاكَ عَنْ هَذِهِ الْقِصَّةِ —

کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ کے متعلق جو لوگ آگ پر سوال کرتے ہیں میں انہیں دیکھتا ہوں اور ان کے سوالوں کو سنتا بھی ہوں۔

(۲) وَاَنَا اللّٰهُ اَرَى ضَيْعَ اِخْوَةِ يُوسُفَ وَمَعَامَلَتِهِمْ مَّعَهُ — اور معاملہ کیا میں سب کچھ دیکھتا ہوں اور جانتا ہوں۔

(۳) يَشِيرُ بِالْفِ اِلَى اللّٰهِ وَ بِاللّٰمِ اِلَى جِبْرِيلَ وَ بِالرَّاءِ اِلَى الرَّسُوْلِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى لِسَانِ جِبْرِيلَ عَلٰى قَلْبِ الرَّسُوْلِ دَلَالَةً الْكِتَابِ مِنَ الْمَحْبُوْبِ اِلَى الْمُحِبِّ لِيَهْتَدِيَ الْمُحِبُّ بِالْبَيَانِ طَرِيقَ الْوَسُوْلِ اِلَى الْمَحْبُوْبِ.

یعنی الف کا اشارہ اللہ کی طرف ہے اور — لازم کا اشارہ حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف ہے اور ر کا اشارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کی زبان یا جبریل کی معرفت اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور پر یہ کلام نازل فرمایا — تاکہ محبت اپنے محبوب حقیقی تک جانے کیلئے صحیح راستہ پالے۔

تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ — کہ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

مُبِينُ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ وَالْحَرَامُ مِنَ الْحَلَالِ!

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ — کہ اس سورۃ میں حلال و حرام کے حدود — حق و باطل کے نشانات اور نیکی و بدی میں پہچان کرانے کے لئے روشن اور غیر مشتبہ حقائق و احکام بتائے گئے ہیں۔

مطلب یہ کہ ان آیات مبارکہ کے ذریعہ حق و باطل میں امتیاز اور حرام و حلال کی پہچان اور اچھائی و برائی میں فرق نمایاں طور پر بتا دیا گیا ہے اور کئی طرح کے حقائق اور کئی قسم کے احکام روشن کر دیئے گئے ہیں تاکہ سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا انسان ان کی روشنی سے منزل مقصود تک پہنچ جائے اور ضلالت و گمراہی کے تاریکیوں میں ڈوبا ہوا آدمی اس شمع سے رشد و ہدایت کا نور پاسکے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

بے شک — ہم نے اسے عربی میں قرآن اتارا کہ تم سمجھو! یعنی — ہم نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا۔

مطلب یہ کہ اللہ کریم اس بات پر قادر تھا کہ قرآن حکیم کو عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں بھی نازل کر سکتا تھا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔

کیوں — اس لئے تاکہ اے عرب کے رہنے والو اور اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر سوال کرنے والو تم یہ نہ کہہ سکو کہ قرآن مجید کی زبان ہم نہیں جانتے! قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مقدس قصہ کو احسن القصص فرمایا ہے۔
یعنی — سوہنا قصہ —

کیوں — تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۳۵ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۰۲ تفسیر کنز الایمان
سَمَّاهَا أَحْسَنُ الْقَصَصِ لِأَسْمَائِهِ عَلَى الْعَجَائِبِ وَالْعِبَرِ —
والحکم سیر الملوک والملائک والعلماء و مکر انسا
— والصر علی البلاء د الایذاء الاعداء —

کہ یہ قصہ اس لیے احسن القصص ہے کہ یہ عجیب و غریب حقائق سے بھرپور —
حکمتوں اور عبرتوں سے لبریز — دین و دنیا کے احوال سے روشن — بادشاہ اور
رعایا کے حقوق سے مزین — علماء و فضلا کی عظمت سے معمور — عورتوں کے
خصائص و عادات اور ان کے مکر و فریب کے نشانات سے بھرپور ہے۔

اور مصائب کے وقت صبر و شکر کرنے کا اجر اور دشمنوں کی طرف سے ایذا رسانی
اور اس پر قابو پانے کے طریقوں کا نفیس بیان ہے۔

اور پھر اس قصہ میں چند فوائد کا احسن طریقہ سے ذکر کیا گیا ہے۔
فائدہ نمبر ایہ ہے کہ —

انه لا دافع لقضاء الله تعالى ولا مانع من قدرة الله تعالى وانه
تعالى اذا قضى للانسان بخير و مكرمة فلو ان اهل العلم
اجتمعوا عليه لم يقدر و اعلى دفعه.

کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل اور تبدیل نہ ہونے والا ہوتا ہے — اور کوئی شے اللہ

تعالیٰ کے فیصلے اور اس کی قدرت کے درمیان حائل نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ اگر کسی انسان کے لئے کوئی اچھا اور مکرم فیصلہ کر لیتا ہے تو دنیا کے تمام علماء کرام جمع ہو کر بھی اگر کوشش کریں کہ اللہ کریم کے اس فیصلہ کو روک سکیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

فائدہ نمبر ۲ یہ ہے:

دلالتھا علیٰ ان الحسد سبب الخذلان والنقصان — کہ حسد کرنا شرمندگی، ذلت اور نقصان کا سبب ہوتا ہے۔

جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حسد کر کے مٹانا ہے کے باعث انہیں طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کیا — مارا پیٹا — کنویں میں ڈالا — قتل کر دینے کا فیصلہ بھی کر لیا اور پھر کھوٹے سکوں کے عوض انہیں بیچ کر چالیس سال باپ — بھائی اور بہن سے جدا رکھا۔

لیکن آخر انہیں ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں بھکاری بن کر جانا پڑا اور شرمندگی، ذلت اور نقصان اٹھانا پڑا۔

فائدہ نمبر ۳ یہ ہے کہ: اِنَّ الصَّبْرَ مِفْتَاحُ الْفَرْحِ

کہ کسی مصیبت — مشکل اور ایذا کے وقت صبر کرنا خوشی و مسرت کی کنجی ہے — اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ — کہ اللہ کریم صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جیسے کہ — حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے نوز نظر حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کے صدمہ اور ہجر و فراق کے غم کو نہایت ہی صبر و استقلال اور سکون و حوصلہ سے برداشت کیا تو اللہ کریم کی طرف سے انعام کے طور پر صلہ یہ ملا کہ ان کی ساری اولاد کنعان سے مصر چلی گئی اور وہاں پورے جاہ و جلال اور بڑی ہی شان و شوکت سے زندگی بسر کرنے لگی۔

اور — ان کے ساتھ ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی آلام و مصائب اور مشکلات کے راستہ کو صبر کے ساتھ طے کیا جس کا بدلہ انہیں یہ ملا کہ کے تخت و تاج کے مالک و وارث بنے اور یہی نوشتہ تقدیر تھا اور یہی ان کی آخری منزل تھی۔

اور پھر انہیں نبوت کے عظیم منصب کے ساتھ ساتھ مصر کی بادشاہت بھی عطا کر

دی گئی۔

ابن ماجہ شریف صفحہ ۳۰۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو وَجَدَ رِيحًا طَيِّبَةً — فَقَالَ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذِهِ الرِّيحُ — بھینی بھینی خوشبو پائی۔

جبریل علیہ السلام سے پوچھا۔

یہ خوشبو کیسی اور کس کی ہے؟

جبریل علیہ السلام نے جواب دیا

هَذِهِ رِيحُ قَبْرِ الْمَشَاطِطِ وَأَبْنِيهَا وَزَوْجِهَا

— خصاص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۶۰ — امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ

کہ یہ دل بھانے والی پیاری پیاری خوشبو اس عورت کی اور اس کے دونوں بچوں اور اس کے خاوند کی قبر سے آرہی ہے جو فرعون کی بیٹی کو کنگھی کیا کرتی تھی۔

ایک دن اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی تو اس کی زبان سے نکل گیا — تَفَسُّ فِرْعَوْنُ — کہ فرعون ہلاک ہو گیا — فَأَخْبَرَتْ أَبَاهَا۔

بیٹی نے اس کی خبر اپنے باپ فرعون کو دی۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ — کنگھی گری تو مشاطہ نے کہا — تَفَسُّ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ — کہ اللہ کی توحید کا انکار کرنے اور اس کے ساتھ کفر کرنے والا ہلاک ہو گیا۔

فرعون نے یہ سنا تو اس عورت کو دونوں لڑکوں کو اور اس کے خاوند کو بھی قتل کروا دیا۔ فرعون کی بیٹی نے اپنی مشاطہ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر کہا —

أَلِكِ إِلَهٌ غَيْرَ أَبِي — کہ میرے باپ کے علاوہ تیرا کوئی اور رب بھی

ہے؟ —

مشاطہ نے جواب دیا — ہاں

إِلَهِي وَإِلَهَ أَبِيكَ وَإِلَهَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَهٌ

واحد — کہ میرا اور تیرے باپ کا اور زمین و آسمان کا ایک ہی اللہ اور رب ہے!

فرعون نے اس عورت کو بلایا اور پوچھا کہ میری بیٹی نے جو تیرے متعلق خبر دی ہے کیا وہ سچ ہے؟

مشاطہ نے جواب دیا — نَعَمْ — ہاں

فرعون نے اسے سخت ایذا و سزا دی، لوہے کی سلاخیں اس کے ہاتھوں میں گاڑ دیں لیکن بڑے ہی صبر و تحمل اور سکون و شکر سے اس نے اس عذاب کو برداشت کیا جس کا اجر و صلہ اس مشاطہ کو یہ ملا کہ اس کی قبر کی مٹی کی سہانی خوشبو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو جنت میں پائی۔

نزہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۵۶ جب فرعون کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کی اطلاع ملی تو اس نے قصاب کو بلایا اور حکم دیا — اضْعِ بِهَا كَمَا يَضَعُ بِالْشَاةِ اِذْ ذَبَحْتَهَا — کہ جس طرح تو بکری ذبح کرتے وقت کیا کرتا ہے وہی آسیہ کے ساتھ کر — فرشتوں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ آسیہ فرعون کی طرف سے دیئے گئے عذاب میں مبتلا ہو گئی ہے اس کی مدد فرما —

فرشتوں کو جواب ملا:

قَالَ اِنَّهَا قَدْ اِشْتَاَقَتْ اِلَى لِقَائِنَا — کہ یہی میری ملاقات کا شوق رکھتی

ہے!

نزع کا وقت آیا تو آسیہ کے لبوں پر جنبش آئی۔ اللہ کریم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا۔

اس کے ہونٹ ہل رہے ہیں — اس سے پوچھ کیا چاہتی ہے۔

عرض کیا — تَطْلُبُ بَيْتَنَا — تجھ سے جنت میں گھر مانگتی ہے۔

فرشتے بول اٹھے —

بَلَاؤُهَا شَدِيدٌ وَصَبْرُهَا كَثِيرٌ وَسَوَالُهَا حَقِيرٌ —

کہ اس کا عذاب سخت ہے۔ صبر بڑا ہے۔ اور سوال چھوٹا ہے!

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔

يَا رَبِّ بِن لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

کہ اے میرے رب اپنی طرف سے میرے لئے جنت میں ایک مکان بنا

دے۔

آسیہ نے دیکھا تو سفید موتیوں کا محل جنت میں نظر آیا۔

قارئین کرام — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ انسان کی زندگی میں جہاں خوشیوں کا چمن مہکتا ہے وہاں غموں کی خزاں بھی آتی ہے — جہاں مسرتوں کی چاندنی دل کو لبھاتی ہے وہاں دکھوں کا اندھیرا بھی مسلط ہوتا ہے اور جہاں ہنسی و مسکراہٹوں کے چراغ جلتے ہیں وہاں ظلمتوں کے سائے بھی چھا جاتے ہیں۔

غرضیکہ — زندگی کے سفر میں پھولوں کی کیاریاں بھی آتی ہیں اور خار دار جھاڑیاں بھی —

لوگ وصل کی لذت سے سرفراز بھی ہوتے ہیں اور جدائی کے غم سے افسردہ بھی۔ اور جس گھر سے دلہن کی ڈولی نکلتی ہوتی ہے وہاں سے جنازہ بھی اٹھتا ہے۔ جیسا کہ میرے ساتھ ہوا۔

ایک سوموار کو صاحبزادی کی شادی تھی اور بارات آنے والی تھی — رشتہ دار اور مریدین دور دور سے میل بن کر آئے ہوئے تھے — گھر میں رونق اور گہما گہمی تھی ایک خوبصورت جشن کا سماں تھا کہ نوشتہ تقدیر نے ایک دیوار کھڑی کر دی کہ جمعۃ المبارک کو جوان شہزادہ موت کی آغوش میں چلا گیا۔

اور پھر جس گھر سے ڈولی نکلتی تھی وہاں سے جنازہ اٹھایا گیا۔

لیکن اگر کوئی انسان ایسے پریشان کن حالات اور مصائب و آلام کو صبر تو تحمل سے برداشت کرے تو پھر ایسے ہی انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے اور اللہ کریم اسے دنیا کی ہر خوشی و مسرت اس کے دامن میں ڈال دیتا ہے۔ جیسے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ اور

فرعون کی بیٹی کی مشاطہ کیلئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے۔

اور پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان پاک سے فَصْبُرٌ جَمِیلٌ جیسے روح پرور الفاظ کی ہی برکت تھی کہ انہیں بیٹے کی جدائی کے بعد ملاپ کی خوشی نصیب ہو گئی اور بیٹے کو نبوت کا تاج اور مصر کی حکومت مل گئی۔

القرآن — اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ۝

(ترجمہ) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ — اور یاد کرو اے میرے محبوب علیہ السلام جب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا۔

اے میرے باپ میں نے گیارہ تارے — سورج اور چاند دیکھے ہیں — انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر شریف اس وقت بارہ سال کی تھی — جمعۃ المبارک اور شب قدر تھی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ تارے — سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

گیارہ تاروں سے مراد ان کے بھائی ہیں اور سورج سے مراد ان کے باپ اور چاند سے مراد ان کی والدہ یا خالہ مراد ہے! کیوں کہ ان کی والدہ حضرت راحیل تو وفات پا چکی تھیں۔ اور اگر خالہ بھی مراد لی جائے تو بھی درست اور صحیح ہوگا اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کو بھی ماں کا درجہ دے رکھا ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۰ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ.

کہ میں ایک عظیم گناہ کر بیٹھا ہوں۔

میرے لئے توبہ کرنے کی کیا صورت ہے؟

قَالَ — هَلْ لَكَ مِنْ أُمِّ — قَالَ لَا —

حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے؟

عرض کی نہیں —

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا —

هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ —

کہ ماں نہیں تو نہ سہی — تیری کوئی خالہ ہے —

یعنی ماں کی بہن —

قَالَ — نَعَمْ — اس آدمی نے جواب دیا ہاں — یعنی میری خالہ ہے

قَالَ — فَبَرَّهَا —

رحمت دو جہاں علیہ السلام نے فرمایا — اپنی خالہ سے نیکی کر — خالہ کی

خدمت کر اور اس کی عزت کر تیری توبہ قبول ہو جائے گی۔

مطلب یہ کہ ماں کی بہن یعنی خالہ کی عزت و خدمت اور اس کے ساتھ نیکی

کرنے سے بھی گناہوں کا کفارہ بن کر توبہ قبول ہو جاتی ہے۔

ترمذی شریف کے الفاظ اس حدیث پاک کے علاوہ یہ بھی ہیں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ — کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہیں۔

یا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ مرحومہ کو قبر پاک سے زندہ کیا گیا تاکہ

یوسف کی خواب کی تعبیر صحیح ہو جائے۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۶

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَحْيَاهَا وَأَنْشَرَهَا مِنْ قَبْرِهَا حَتَّى سَجَدَتْ لَهُ

تَحْقِيقًا لِرُؤْيَا يُوسُفَ

سوال: اہل فلسفہ اور مادیت کے پرستار لوگ کہتے ہیں کہ سجدہ کرنے کے لئے عقل و شعور کا ہونا ضروری ہے اور سورج، چاند اور ستارے جمادات میں سے ہیں اور جمادات میں عقل و شعور نہیں ہوتا لہذا ان کا سجدہ کرنا ایک مفروضہ ہے؟

جواب نمبر ۱: اعلانِ نبوت سے قبل نبی کو روئے صالح یعنی سچی نیک — صالح اور حقیقت پر مبنی خوابیں آتی ہیں اور چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی نبی بننے والے تھے اس لئے انہیں یہ صالح خواب آئی۔

جواب نمبر ۲: اہل فلسفہ اور مادی دنیا میں بسنے والے حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر جمادات میں عقل و شعور نہ ہوتا تو ابو جہل کی مٹھی میں پتھر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہادت نہ دیتے۔ لا الہ گف الا اللہ گف

مدارج النبوت جلد ۱ صفحہ نمبر ۱۰۹ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ۔ مثنوی شریف

احمد و ابو جہل در بت خانہ رفت

کہ ایک دن احمد مصطفیٰ علیہ السلام اور ابو جہل بت خانہ چلے گئے — لیکن

اودر آئید سر نہر چوں امتاں

ایں در آئید سر نہد اور ایتاں

کہ ابو جہل گیا تو اس نے بتوں کو سجدہ کیا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو ہر بت نے انہیں سجدہ کیا اگر پتھروں کے بتوں میں عقل و شعور نہیں تھا تو وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر کیوں جھک گئے۔

جواب نمبر ۳ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۳۰۳ مشکوات

شریف صفحہ ۵۲۲

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم علیہ السلام نے

فرمایا — اِنِّیْ لَا عَرَفَ حَجْرًا مَّکَّةَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلٰی قَبْلِ اَنْ اُبْعَثَ — کہ میں مکہ مکرمہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو میرے مبعوث ہونے سے پہلے مجھے سلام کہا کرتا تھا۔ (حجر اسود)

جواب نمبر ۴: ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۳

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک دن احمد مجتبیٰ علیہ السلام کے مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں گزر رہا تھا۔ فَمَا اسْتَقْبَلَهُ 'جَبَلٌ' وَلَا شَجَرٌ 'اِلَّا وَهُوَ یَقُولُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ.

جواب نمبر ۵: مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۵۴۰ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ حضرت

موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ رسول کریم علیہ السلام بچپن میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام کے ملک میں گئے۔

شام کے راہب نے استقبال کیا اور نبی اکرم علیہ السلام کا دست مبارک پکڑ کر کہنے لگا۔

هَذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ — هَذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ — یُبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَتَهُ لِّلْعَالَمِيْنَ — کہ یہ دو جہانوں کے سردار ہیں — اور یہ رب دو جہان کے رسول ہیں اور انہیں اللہ کریم نے دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔
تو راہب نے جواب دیا — لَمْ یَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجْرٌ 'اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا — کہ کوئی درخت اور پتھر ایسا نہیں تھا جو انہیں سجدہ نہ کرتا ہو۔ اور یہ کسی نبی کو ہی سجدہ کرتے ہیں۔

جواب نمبر ۶: نبی اکرم علیہ السلام کی انگلی کے اشارہ سے ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹ آیا اور انگلی کے اشارہ ہی سے چاند پھٹ گیا۔

القرآن الحکیم — اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ وَالْقَمَرُ — مسلم شریف
جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۷۲ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنه مشرکین مکہ کے سوال پر کہ اگر تو نبی ہے تو آسمان پر چاند کو توڑ دے انشق القمر
علی عهد رسول اللہ علیہ السلام
عن أنس رضي الله عنه — انشقاق القمر مرتین کہ چاند دو بار
ٹوٹا —

خصائص الکبریٰ جلد ۲ تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ نمبر ۳۴۷۔ حضرت علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی عصر کی نماز جو قضا ہو چکی تھی اسے ادا پڑھانے کے لئے سورج عصر کے
وقت پر آ گیا۔

سورة یسین — وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا — اور چاند کے لئے
چلنے کے لئے منزلیں ہیں۔

وَالْقَمَرَ قَدَرْنَهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ اور چاند کے لئے
چلنے کے لئے دو منزلیں ہیں۔

خصائص الکبریٰ جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۵ امام الحافظ الحدیث جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ
علیہ جنہیں بیدار میں محبوب خدا علیہ السلام کی ۷۵ دفعہ زیارت نصیب ہوئی اخرج ابیہتی
والبطرانی وابو نعیم وابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین کرام نے حضرت عثمان ابن
العاص سے روایت بیان فرمائی ہے کہ میری ماں نے مجھے بتایا جو امام الانبیاء علیہم السلام
کی ولادت باسعادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں — وَاِنْسِي
لَا تُنْظَرُ اِلَى النَّجُومِ تَدْنُو اِلَيَّ لَا قَوْلٌ لِّيَتَعَنَّ عَلَيَّ — کہ میں نے اچانک
ستاروں کی طرف دیکھا کہ وہ اتنے قریب آگئے ہیں کہ میں سمجھی کہ وہ میرے اوپر
گرنے لگے ہیں۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن — کہتا ہے کہ سورج چاند ستارے اور پتھر جمادات

میں سے ہیں اور جمادات کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں — جنبش و حرکت نہیں کرتے اور ادھر ادھر چلتے پھرتے نہیں اور کلام بھی نہیں کرتے لیکن قرآن و احادیث سے ثابت ہے کہ سورج چلتا ہے — چاند چکر لگاتا ہے۔ ستارے گردش میں ہیں اور پتھر اپنی جگہ پر حرکت کرتے ہیں اور کلام بھی کرتے ہیں — تو اگر ان میں عقل و شعور نہیں ہے تو پھر سورج کا لوٹ آنا — چاند کا پھٹ جانا — ستاروں کا زمین پر اتر آنا اور پتھروں کا حرکت میں آ کر نبی علیہ السلام کو سلام کہنا کیسے ہو سکتا ہے۔

سوال: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی خواب بیان کرتے ہوئے رَأَيْتُ — اور رَأَيْتُهُمْ یہ لفظ دو بار کیوں استعمال کیا اور تکرار لفظی سے کیا فائدہ؟
جواب نمبر ۱: پہلے لفظ رَأَيْتُ صرف مشاہدہ تک کیلئے ہے اور دوسرا لفظ رَأَيْتُهُمْ لی سَاجِدِينَ مشاہدہ کے ساتھ حقیقت بیان کرنے پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۲: حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خواب بتائی کہ میں نے سورج۔ چاند اور گیارہ ستارے دیکھے ہیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا — كَيْفَ رَأَيْتُ — کہ تو نے کیسے دیکھا اور انہیں کس حال میں دیکھا تو باپ کے اس جواب میں عرض کی — رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ۝ — کہ انہیں مجھے سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

سوال: اگر سورج اور چاند سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین ہیں تو پھر انہیں ستاروں کے بعد کیوں لایا گیا؟

جواب: والدین کی فضیلت و عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے۔

مثلاً — ایمان کی صفت ایک یہ بھی ہے۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَاٰنِكْتِهٖ وَكُتِبَہٗ وَرُسُلِهٖ

یہاں ملائکہ اور کتابوں کا ذکر پہلے ہے اور رسولوں کا بعد میں مگر پھر ان کی فضیلت

وعظمت میں کوئی فرق نہیں آیا تو اسی طرح گیارہ ستاروں کے بعد سورج اور چاند کا ذکر لانا باپ اور ماں کی شان و عزت میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۰۳، تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۱۶۲، انھما نص الکبریٰ جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۹۳، تفسیر جامع البیان جز ۱۱ صفحہ ۹۱-۹۰، ابی جعفر محمد بن حریر الطبری، تفسیر روح البیان جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۰

إِنَّ يَهُودِيًّا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَخْبَرْتَنِي عَنِ النَّجُومِ الَّتِي رَأَى يُونُسُ — وَسَاجِدَةٌ لَهُ، وَمَا أَسْمَاءُ هُمْ
— کہ نبی اکرم علیہ السلام کے پاس ایک یہودی آیا اور کہا یا محمد علیہ السلام مجھے ان
ستاروں کی خبر دو جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور جنہیں یوسف
علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا۔

محبوبِ خدا علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ أَخْبَرْتَكَ هَلْ تَسْلِمُ — کہ اگر میں نے ان ستاروں کے نام بتا دیئے تو
کیا تو اسلام لے آئے گا۔

قَالَ نَعَمْ —

یہودی نے کہا — ہاں

رسول معظم علیہ السلام نے فرمایا ان کے نام یہ ہیں

(۱) جریان (۲) ولد بال (۳) والطارة (۴) وقابس (۵) وعمودان (۶) والفلق
(۷) واصح (۸) والضروح (۹) والفرغ (۱۰) وناب (۱۱) ذوالکھین

پیارے رسول علیہ السلام کی زبانِ حق سے ستاروں کے یہ نام سن کر وہ یہودی پکار

اٹھا —

وَاللَّهِ هَذَا الْأَسْمَاءُ هُمْ — کہ اللہ کی قسم ان کے نام یہی ہیں

یا در ہے — کہ ہمارے وہ غیب دان نبی جو ان ستاروں کے نام بھی جانتے ہیں

جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا پھر ان کے علم غیب کا انکار کرنا ضلالت و گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۵۶۰ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراقدس میری گود میں تھا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ کیا آپ کی امت میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کی اتنی نیکیاں ہوں جتنے کہ آسمان کے تارے تو رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا — نَعَمْ — ہاں — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔

عرض کی — فاین حسنات ابی بکر — کہ میرے باپ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتنی نیکیاں ہیں۔

ارشاد فرمایا — ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غار ثور والی ایک نیکی ایک طرف اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام نیکیاں ایک طرف۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے تاروں کی تعداد بھی جانتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیوں کی تعداد بھی۔

یہ بھی یاد رہے کہ نیکیوں کا تعلق ظاہر سے بھی ہے اور باطن سے بھی — تو یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان کے ظاہر کا بھی علم تھا اور اس کے باطن کا بھی۔



چند حقائق

اجرامِ فلکی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں سے کچھ لوگ ستاروں کی پوجا کرتے تھے اور کچھ سورج کی پرستش۔ کچھ انسان چاند کو خدا مانتے تھے اور کچھ افراد پتھروں کی مورتیاں بنا کر ان کے آگے اپنے سر جھکاتے تھے۔

کفر و الحاد کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے والوں اور شرک و باطل کی تاریکیوں میں ضراطِ مستقیم بھول جانے والوں کو حق و صداقت کی روشنی عطا کرنے اور رشد و ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے اپنی پیغمبرانہ صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے جو انداز اختیار کیا قرآن مجید میں اس حسن انداز کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً

پارہ نمبر ۷ سورۃ الانعام۔ آیت نمبر ۷۷-۷۸

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا ۖ — قَالَ هَذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ —

قَالَ لَا أَحِبُّ الْأَفْلِينَ ۝

پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا — ایک تارا دیکھا۔ فرمایا — اے میرا رب ٹھہراتے ہو — جب وہ ڈوب گیا — فرمایا — مجھے خوشی نہیں اے ڈوبنے والے — یعنی جو طلوع ہو کر ڈوب جائے وہ میرا رب نہیں ہو سکتا۔

فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا — قَالَ هَذَا رَبِّي ۖ

پھر جب چاند چمکتا دیکھا — بولے اسے میرا رب بتاتے ہو — فَلَمَّا أَفَلَ —
 — جب وہ بھی غروب ہو گیا — فرمایا اگر میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں
 گمراہوں میں ہوتا۔

فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ
 إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ۔

یعنی پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا — بولے

اسے میرا رب کہتے ہو — یہ تو ان سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ بھی ڈوب
 گیا — فرمایا — اے میری قوم میں بیزار ہوں — میں بری ہوں اور میں ان
 اشیاء سے دور ہوں جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو (هَذَا رَبِّي) — ای فی زعمکم
 واعتقادکم)

کہ کیا تمہارے گمان اور اعتقاد میں یہ ستارے چاند اور سورج میرے رب
 ہیں؟ —

بے عقل لوگو! تم ہر روز دیکھتے ہو کہ ستارے۔ چاند اور سورج روشن ہو کر اور طلوع
 ہو کر ڈوب جاتے ہیں اور جو طلوع ہو کر غروب ہو جائیں وہ رب کیسے ہو سکتے ہیں —
 اور کیا میں بھی تمہاری طرح ان اجرام فلکی کو رب مان لوں۔

اور پھر جب قوم کے بڑے بڑے سرداروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے
 کہا کہ ہمارے ساتھ چل کر ہمارا سالانہ میلہ دیکھو تو آپ نے تارا دیکھ کر فرمایا —

إِنِّي سَقِيمٌ — کہ میں بیمار ہونے والا ہوں علم کلام میں اسے تو یہ کہتے ہیں —
 تو حضرت یوسف علیہ السلام نے گیارہ ستارے سورج اور چاند کو سجدہ کرتے
 دیکھا تو اپنے باپ سے خواب بیان کر کے اپنے نبی و رسول ہونے اور اپنی شان و
 عظمت ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ اس زمانہ کے تاروں چاند اور سورج کی پرستش
 کرنے والے جاہل لوگوں بے عقل انسانوں اور کفر و ضلالت کے جال میں پھنسنے

ہوئے اللہ کے بندوں کو سمجھانا بتلانا بھی مقصود تھا کہ جن کی تم پرستش کرتے اور جنہیں تم اللہ و خدا تسلیم کرتے ہو وہ تو مجھے سجدہ کرتے ہیں۔

اور پھر اسی خلیل علیہ السلام کی پشت مبارک اور انہیں کی اولاد پاک میں سے حبیب اللہ یعنی حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام پیدا ہوتے ہیں اور انہوں نے انگلی کے اشارہ سے چاند توڑ کر ڈوبے ہوئے سورج کو واپس موڑ کر اور ستاروں کی گردش کو شب معراج روک کر بتا دیا کہ وہ ستارے سورج اور چاند جو میری انگلی کے اشارہ کو برداشت نہیں کر سکتے وہ تمہارے رب کیسے ہو سکتے ہیں قرآن حکیم کا فیصلہ ستاروں کے متعلق یہ ہے — وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ — اور هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ — کہ ہم نے ستارے اس لئے پیدا کئے ہیں کہ رات کے اندھیروں اور خشکی و تری کی تاریکیوں میں بھٹکنے والے مسافروں کو صحیح راستہ دکھادیں۔ سمندروں میں رات کو کشتیاں چلانے والے ملاح ستاروں کو دیکھ کر ہی اپنا راستہ متعین کرتے ہیں۔

ہر مسجد کا رخ قبلہ کی طرف درست کرنے کیلئے مغرب کے وقت قطب تارہ کو ہی دیکھ کر سیدھا کیا جاتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۵۵۳ حضرت ابی بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رفع یعنی النبی علیہ السلام نے آسمان کی طرف سر اٹھایا — اور وحی کے انتظار اور اپنے بلند مقامات کو دیکھنے کے شوق میں اکثر آسمان کی طرف سر اٹھایا کرتے تھے —

فَقَالَ النُّجُومُ أَمْنَتُهُ السَّمَاءُ — کہ ستارے آسمانوں کے لئے امن کا سبب ہیں —

الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ — عَنْ أَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ — قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ النُّجُومُ أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ —

پھر حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو بھی تاروں سے تشبیہ دی ہے۔
مشکوات شریف صفحہ ۵۵۴ اور اللہ کریم نے بھی اپنے محبوب علیہ السلام کے صحابہ کو
بمنزلہ تاروں کے فرمایا ہے۔

قرآن و حدیث کے ان روشن حقائق کے بعد بھی اگر کوئی ستارہ شناس نجومی یہ کہتا
ہے کہ کچھ تارے منحوس ہوتے ہیں غلط ہیں۔

کیونکہ اگر کچھ ستارے منحوس ہوتے تو نہ خداوند کریم قرآن مجید میں تارے کی قسم
اٹھاتا — اور نہ اپنے محبوب پاک علیہ السلام کے صحابہ کرام کو بمنزلہ تاروں کے فرمایا
اور نہ ہی نبی اکرم علیہ السلام اپنے صحابہ کے متعلق یہ فرماتے۔

اصحابی کا النجوم — کہ میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں۔ جس کا بھی
زامن پکڑ لو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ —

اور پھر سید الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کے ۷۳ فرقوں میں سے
جنتی اور نجات پانے والا فرقہ وہ ہوگا جو ما انا علیہ و اصحابی کہ جس مسلک عقیدہ
اور دین پر میں اور میرے اصحابہ کرام ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کو
اپنی خوبصورت — پاکیزہ اور ایمان افروز خواب سنائی تو حضرت یعقوب علیہ السلام
نے اس انوکھی نرالی اور دلکش خواب کی تعبیر اور اس خواب کے آئندہ پیش آنے والے
واقعات و حالات کا پوری طرح علم رکھتے ہوئے فرمایا۔

القرآن الحکیم — قَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ
فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۗ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝

کہا اے میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تیرے ساتھ کوئی
چال چلیں گے۔ بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُنْتِمْ
نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ.

اور اسی طرح تیرا رب جن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا جن لے گا اور تجھ
پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔ یعنی تیرا رب تجھے مقبول و برگزیدہ کرے گا اور تجھے خوابوں
کی تعبیر کا علم ہو جائے گا

مِنْ قَبْلِ إِبْرَاهِيمَ وَاسْحَاقَ ۗ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ
السلام پر اپنی نعمتوں کا ظہور فرمایا اسی طرح خداوند دو جہاں تجھے بھی اپنی نعمت سے
سرفراز فرمائے گا۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۵۰۵ نعمت سے مراد یہ ہے خلاصہ من المحن — یعنی رنج
والم سے تجھے خلاصی دے گا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ
السلام سے اس نعمت کی تشبیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ:

هو انعام الله تعالى على ابراهيم بانجائه من النار وعلى ابنه اسحق
بتخليصه من الذبح.

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا انعام یہ ہوا کہ انہیں آگ سے نجات
دی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح ہونے سے بچالیا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ حضرت آدم علیہ سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ
السلام تک ہر نبی و رسول کو اللہ کریم سے انعام و اکرام عطا ہوتے ہیں۔

مثلاً — حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ امام الانبیاء علیہ السلام کے وسیلہ سے
قبول فرمائی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو طویل بیماری کے بعد شفا بخشی حضرت موسیٰ
علیہ السلام کو فرعون کے ظلم و ستم اور دریائے نیل کی طوفانی موجوں سے نجات دی اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں اور ارادہ قتل کو ناکام بنا کر زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

لیکن — جب خداوند کریم کے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کی باری آئی تو ہزاروں لاکھوں کروڑوں اور بے شمار نعمتیں عطا کرنے کے بعد ان کے حق میں اپنا آخری حتمی اور تبدیل نہ ہونے والا فیصلہ سنا دیا — اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَآتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي — کہ اے ایمان والو میں نے تمہارے دین کو اپنے محبوب علیہ السلام کی معرفت مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا ہے۔

یہی نہیں — بلکہ میرا محبوب علیہ السلام میری سب سے بڑی نعمت ہے۔

سوال: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب بیان کرنے سے کیوں منع فرمایا؟

جواب: اس لئے کہ — اَنَّ يَعْقُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ شَدِيدُ الْحُبِّ

يُوسُفَ وَآخِيهِ

کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت بنیامین سے بہت ہی زیادہ محبت تھی — وَحَسَدُوا إِخْوَتَهُ اور جانتے تھے کہ اگر یوسف علیہ السلام نے یہ خواب بھائیوں پر ظاہر کر دی — تو —

اِنَّهُمْ يَعْرِفُونَ تَاوِيلَهَا — اور وہ اس خواب کی تعبیر و تاویل جان جائیں گے اور پھر حسد و بغض کی بنا پر یوسف علیہ السلام پر ظلم و ستم کریں گے۔

احسن القصص امام غزالی صفحہ ۲۱ — حضرت یعقوب علیہ السلام خواب سن کر — فَبَكَى يَعْقُوبُ بُكَاءً شَدِيدًا — رونے لگے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کی — يَا اَبَتِ هَذَا مَوْضِعٌ اَطْرَبُ لَا مَوْضِعَ الْكَرْبِ —

اے ابا جان — یہ مقام تو خوشی و مسرت کا ہے کسی مصیبت و بلا کا مقام نہیں ہے پھر آپ روتے کیوں ہیں؟

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا — بیٹا ہر خوشی کے بعد غم ہوتا ہے۔ وَمَا

تَأْوِيلَهَا — کہ اس خواب کی تفسیر کیا ہے؟

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خوف سے کہ کہیں یہ خواب بھائیوں کو نہ بتا دے جواب دیا۔

فَإِنَّ رُؤْيَا النَّهَارِ لَا تُصِيحُ — کہ دن کی خواب سچی نہیں ہوتی۔

عرض کی — ابا جان اگر آپ کو مجھ سے واقعی محبت ہے تو اس میری خواب کی تعبیر بتلائیے۔

جواب دیا — کہ گیارہ ستاروں سے مراد تیرے گیارہ بھائی ہیں اور سورج سے مراد میں ہوں۔ اور چاند سے مراد تیری خالہ ہیں۔



حسد کی مذمت

القرآن الحکیم — قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ — آپ فرمادیجئے۔ میں اس رب کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ — اور حسد کرنے والے کے شر سے جو وہ مجھ سے جلے۔ — حسد کرے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں —
قال اياكم والحسد — فان الحسد ياكل الحسنات كمال تاكل النار الحطب —

کہ نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا — کہ حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح سے کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔
احسن القصص صفحہ ۲۶ — الحسود لا يشم رائحته الجنة — حسد کرنے والا جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھے گا۔

ان موسیٰ علیہ السلام لقہہ ابلیس علی طریق الطور — کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور کی راہ میں شیطان ملا — حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا سے مارنا چاہا — تو شیطان نے کہا۔

یا موسیٰ انی لا اخشی العصا ولكن اخشی قلبها فیہ الصفا —
کہ اے موسیٰ میں تیرے عصا سے نہیں ڈرتا البتہ مومن کے دل سے ڈرتا ہوں جو پاک و صاف ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

ياعدد الله ما علامة الصفا — اے اللہ کے دشمن دل صفا کی کیا نشانی ہے؟
قال ترک الحسد — انتظار الرصد — کہ حسد کو چھوڑنا اور صراط
مستقیم کا انتظار کرنا۔

شیطان نے پھر کہا — اے موسیٰ علیہ السلام میری چار باتیں یاد رکھنا۔

(۱) اِيَّاكَ وَالْحَسَدَ — حسد سے اپنے آپ کو بچانا اور — قابیل
نے ہابیل سے حسد کیا تو وہ کافر ہو گیا

(۲) وَاِيَّاكَ وَالْكِبْرَ — اور تکبر سے بچنا۔ کیوں کہ میں تکبر کے سبب ملعون
ہوا۔

(۳) وَاِيَّاكَ اَنْ تَخْلُوْا بِامْرَاةٍ لَيْسَ بَيْنَكُمْ ثَالِثٌ "فَاِنِّيْ ثَالِثُكُمْمَا —
کہ جب تک تیسرا آدمی نہ ہو کسی عورت کے پاس تنہائی میں نہ بیٹھنا۔ کیونکہ جہاں
صرف ایک عورت ہو وہاں تیسرا میں ہوتا ہوں۔

شیطان جب چوتھی بات کرنے لگا تو — فنزل ملک من السماء —
آسمان سے ایک فرشتہ اتر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا — اس کی چوتھی بات
نہ سننا۔ اور یہ بات حق ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

تفسیر کنز الایمان۔ مجددین ملت حضرت مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ — حسد
والا وہ ہے جو دوسرے کے زوال کی تمنا کرے۔ حسد انسان کی بدترین صفت ہے اور
یہی سب سے پہلا گناہ ہے جو ابلیس سے سرزد ہوا۔ اور زمین پر قابیل سے ہاں —
البتہ — دو جوہات سے حسد کرنا جائز ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ ابن ماجہ شریف صفحہ ۳۲۰ — حضرت عبداللہ بن
مسعود اور حضرت سالم بیان کرتے ہیں — کہ رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا —
لَا حَسَدَ اِلَّا فِي رَثْنَيْنِ رَجُلٍ " اِنَّهُ اللّٰهُ مَا لَا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اَنَاءَ اللَّيْلِ وَاَنَاءَ

النَّهَارِ وَرَجُلٌ " اَتَاهُ الْقُرْآنُ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ اَنَاءَ اللَّيْلِ وَ اَنَاءَ النَّهَارِ (ہذا حدیث صحیح)

کہ ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور وہ اس مال سے رات دن اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے — تو دوسرا آدمی بھی یہ تمنا کرے کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے بھی اتنا مال دے تو میں بھی اس کی راہ میں خرچ کرتا رہوں۔

دوسرا وہ شخص جسے رب تعالیٰ قرآن پاک کی دولت سے سرفراز فرمائے اور وہ دن رات اس کی تلاوت میں کھڑا رہے — تو دوسرا آدمی بھی یہ خواہش کرے کہ مجھے بھی اللہ کریم یہ دولت عطا فرمائے تو میں بھی دن رات قرآن کی تلاوت میں مشغول رہوں۔

سوال: جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو منع کر دیا تھا کہ اپنی یہ خواب بھائیوں کو نہ بتانا اور پھر اس کی قباحت و خرابی بھی بیان کر دی تھی تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو خواب کیوں بتائی؟
— یہ تو باپ کے حکم سے روگردانی اور نافرمانی ہو گئی۔

جواب: تفسیر روح البیان صفحہ ۲۰۹، ۲۱۵، تفسیر کشاف امام جہا، اللہ محمود بن عمر محشری جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ علم یعقوب ان یوسف یكون نبیا — تفسیر کنز الایمان صفحہ ۳۳۹۔ تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۱۶۲۔ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۰۵ — یجتیک — ویصطفیک — یعنی اللہ تعالیٰ تجھے نبوت کیلئے چن لے گا اور منصب رسالت میں برگزیدہ کریگا۔

احسن القصص صفحہ ۲۸ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جب اس خواب کا پتہ چلا تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیچھے پڑ گئے اور پوچھنے لگے — کیف رَأَيْتُ الرُّؤْيَا — کہ تو نے کیا خواب دیکھا ہے۔

فَنَكَسَ يُوسُفُ رَأْسَهُ طَوِيلًا — حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا سر تھکا

لیا اور دیر تک اس فکر و سوچ میں ڈوبے رہے کہ اگر خواب بتاتا ہوں تو باپ کے وعدہ اور حکم کے خلاف ہوتا ہے اور اگر خواب چھپاتا ہوں تو یہ جھوٹ ہوگا۔ اور نبی جھوٹا نہیں ہوتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو خواب اس لئے بتا دیا تھا کہ باپ سے معافی مانگ کر انہیں تو راضی کر لوں گا لیکن جھوٹ بول کر نبوت کے دامن پر داغ نہیں آنے دوں گا۔ اور پھر خواب ظاہر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی — قَالَ وَاللّٰهِ بِحَقِّ آبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَاِيعْقُوْبَ اِلَّا اَخْبِرْتَنَا بِرُؤْيَاكَ — کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں یہ کہا کہ تجھے اپنے آباء و اجداد حضرت ابراہیم حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی عظمت کی قسم ہمیں خواب بتا دے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا اور سنا کہ بھائی میرے آبا و اجداد اور خصوصاً میرے باپ کا واسطہ دے کر مجھ سے خواب پوچھنا چاہتے ہیں تو انہوں نے یہ سمجھ کر خواب بتا دی کہ اگر باپ نے پوچھا کہ تجھے خواب بتانے سے منع کیا گیا تھا تو تو نے کیوں بتائی تو میں کہہ دوں گا کہ آپ کی عظمت آپ کی نبوت اور آپ کی خلت کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

خواب بیان کرنے کے ساتھ ہی وہی ہوا جس کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو ڈر تھا — بھائیوں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ ہمارا باپ ہم سے زیادہ یوسف علیہ السلام و بنیامین سے محبت و پیار کرتا ہے بلکہ ان دونوں کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے حالانکہ ہم ایک جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں، کیوں نہ یوسف علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے۔ اور یا کسی دور دراز زمین میں پھینک دیا جائے۔

سوال: ایسے برے ارادے انہوں نے کیوں کئے؟

جواب نمبر ۱: تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ اِنَّهُمْ كَانُوْا اَكْبَرَ سِنًا مِنْهُمَا — کہ وہ

ان دونوں یعنی یوسف و بنیامین سے عمر میں بڑے تھے۔

جواب نمبر ۲: انہم کانوا اکثر قوۃ و اکثر قیامًا بمصالح الاب منہما — کہ وہ ان دونوں سے قوت و طاقت اور باپ کیلئے مصلحت و اچھائی وہ زیادہ جانتے تھے۔

جواب نمبر ۳: انہم قالو نحن القائمون بدفع المفسد والآفات — کہ وہ کہتے تھے کہ کسی وقت بھی پیدا ہونے والے فتنہ و فساد اور مصائب و آلام کو روکنے اور دفع کرنے اور انہیں نفع پہنچانے کیلئے ہم ہر وقت تیار و مصروف رہتے ہیں پھر ہمارا باپ ہم سے زیادہ ان دونوں سے محبت و پیار کیوں کرتا ہے؟

جناب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی عمر میں بھی بڑے تھے اور تجربہ کار بھی زیادہ تھے — قوت و طاقت کے مالک بھی تھے اور نفع و نقصان کو جانتے تھے اچھائی و برائی کو بھی سمجھتے تھے اور یوسف و بنیامین سے عقل و فراست میں بھی بہت آگے تھے۔

لیکن — حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرنے کیلئے کئی وجوہات تھیں۔

(۱) اِنْ كَانَ صَغِيرًا اِلَّا اِنَّهُ يَخْدُمُ اَبَاهُ بِانْوَاعٍ مِنَ الْخَدَمِ — کہ اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام چھوٹے تھے لیکن ایک خادم کی طرح سے اپنے باپ کی کئی طرح سے خدمت کرتے تھے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن امام رازی کے قول کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دوسرے بھائی تو اپنے باپ سے اکثر علیحدہ و دور رہتے تھے سیر و تفریح اور شکار کھیلنے میں مشغول رہتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام ہر وقت اپنے باپ کے پاس رہتے اور خدمت میں مصروف رہتے تھے — اور حضرت یعقوب علیہ السلام اسی خدمت کے لحاظ سے زیادہ محبت و پیار رکھتے تھے —

(۲) اَنَّ اُمَّهُمَا مَاتَتْ وَهُمَا صِغَارٌ — کہ ان دونوں کی والدہ فوت ہو چکی تھیں اور یہ دونوں چھوٹے تھے۔

(۳) لَانَّهُ، كَانَ يَرَى فِيهِ اَثَارَ الرُّشْدِ وَالنَّجَابَةِ مَا لَمْ يَجِدْ فِي سَائِرِ الْاَوْلَادِ —

کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام میں رشد و ہدایت اور حق و نجابت یعنی نبوت و رسالت کے آثار دیکھ لئے تھے جو دوسری اولاد میں نہیں تھے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن — کہتا ہے کہ یہ ایک فطری امر ہے کہ ہر باپ اپنے چھوٹے بیٹے سے دوسروں سے زیادہ محبت کرتا ہے اور پھر جب کہ کسی بیٹے کی پیشانی پر نبوت کا نور جلوہ فگن اور رسالت کی شمع فروزاں ہو تو والہانہ محبت کا دریا اور بھی موجزن ہو جاتا ہے۔

الغرض — حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہماری تمنا و خواہش ہے کہ کل یوسف کو ہمارے ساتھ باہر بھیج دو — میوے کھائے گا، کھیلے گا، سیر و تفریح کرے گا اور شکار کھیلے گا۔ وَاِنَّا لَهُ، لَنَا صَبْحُونَ — وَاِنَّا لَهُ، لِحَافِظُونَ — اور آپ ہماری بات پر یقین کیوں نہیں کرتے اور یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں ہمارا اعتبار کیوں نہیں کرتے —

حالانکہ — ہم یوسف کے ہمدرد اور خیر خواہ اور محافظ و نگہبان ہیں بیٹوں کی اس درخواست اور یقین دہانی کے باوجود بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا اس لئے کہ وہ بیٹوں کے مکر و فریب اور حسد و عداوت کو نور نبوت سے جان چکے تھے۔

احسن القصص صفحہ ۳۱ اور جواب دیا۔

لَا أَفْصَلُ فَإِنَّهُ حَبِيبِي وَ قُرَّةَ عَيْنِي وَإِنْ فَرَّاقَ الْجَيْبِ عِنْدَ الْمَحْبُوبِ

شَدِيدًا —

کہ میں یوسف علیہ السلام کو جدا نہیں کروں گا — کیونکہ یوسف میرا حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور محبوب کے لئے حبیب کا فراق بڑا سخت اور تکلیف دہ ہوتا ہے

القرآن — اور فرمایا —

إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ — کہ یہ میرے لئے حزن و غم کا باعث ہوگا کہ تم یوسف لے جاؤ اور مجھے خوف اور ڈر ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے — اور تم سارے اس سے بے خبر و غافل رہو۔

احسن القصص صفحہ ۳۱ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت یعقوب علیہ السلام

نے انہیں غافل کہا — کیوں؟

اس لئے کہ — لئلا ياخذهم الله تعالى بافعالهم — تاکہ اللہ کریم

ان سے ان کے فعل کا بدلہ نہ لے۔

لَآنَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَأْخُذُ الْعَبْدَ فِي حَالَتِهِ الْغَفْلَةِ وَانْسِيَانِ فِي الْعَصْرِ

— کہ جو گناہ بندہ سے غفلت اور بھول سے ہو جائے اللہ کریم اس کا بدلہ نہیں لیتا

— انتم عنہ غافلون — میں کئی ارشادات مضمحل ہیں۔

(۱) غافلون عن والده وجبه — کہ تم اس حقیقت سے غافل ہو کہ

باپ کو اپنے بیٹے سے کتنی محبت ہے۔

(۲) غافلون عن افعالکم — کہ تم اپنے فعل سے غافل ہو

(۳) غافلون عن امر يوسف وسعادته ومملكته — کہ تم اس

حقیقت سے غافل ہو کہ یوسف نبی اور مصر کا بادشاہ بننے والا ہے۔

(۴) غافلون عن الذلة بَيْنَ يَدَيْهِ — کہ تم اس حقیقت سے غافل ہو کہ ایک دن تم اس کے سامنے ذلیل ہو گے۔

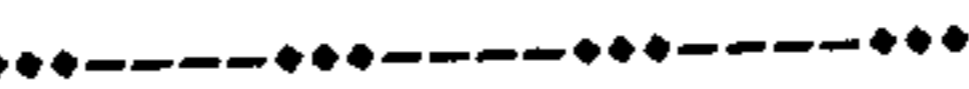
(۵) تم اس حقیقت سے غافل ہو کہ تم بھکاری اور سوالی بن کر اس کے پاس جاؤ گے۔

(۶) غافلون عن عفو فی حسدکم و کیدکم — کہ تم اس حقیقت سے غافل ہو کہ یوسف تمہارے مکر و فریب اور حسد کو بخش دے گا۔
سوال: اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو یوسف علیہ السلام کو بیٹوں کے ساتھ کیوں بھیجتے؟ بد عقیدہ و بے ادب لوگوں کی طرف سے سوال کیا جاتا ہے۔

جواب: وَأَخَافُ أَنْ يَكْلَهُ، الذِّئْبُ — میں جواب ہے کہ وہ بات جو بیٹوں نے کل رات کو واپس آ کر باپ سے کہنی تھی کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے وہی بات حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک دن پہلے فرمادی کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا نہ کھالے۔

الغرض — حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انہیں سیر و تفریح اور شکار کے بہانے ساتھ لے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان کے دروازہ پر اپنے لخت جگر کے انتظار میں کھڑے رہے۔

جب تک انہیں باپ نظر آتا رہا یوسف علیہ السلام سے پیار و محبت سے پیش آتے رہے اور شفقت کا اظہار کرتے رہے لیکن جب باپ کی نظروں سے غائب ہو گئے تو پھر قہر و غضب پر اتر آئے۔



بہن اور بھائی

احسن القصص صفحہ ۳۲-۳۵ — فرات زینب اخت یوسف فی منامہا
کانہ وقع بین الذیاب — حضرت یوسف علیہ السلام کی بہن زینب نے خواب میں
دیکھا کہ بھائی خونخوار بھیڑیوں میں گھرا ہوا ہے — اور بھیڑیے اس پر حملہ کر رہے
ہیں۔

ومضت الی ابیہا باکیثۃ — اور وہ بے تاب ہو کر اٹھی اور روتی ہوئی باپ
کے پاس گئی اور پوچھا کہ میرا بھائی یوسف کہاں ہے؟
حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ سیر و تفریح
اور شکار کو گیا ہے شام کو واپس آ جائے گا۔

بئی نے پھر کہا — فَبئسَ مَا فَعَلْتَ — ابا جان آپ نے اچھا نہیں کیا اتنا
کہہ کر بھائیوں کی طرف دوڑ پڑی اور جب ان سے جا ملی۔
اَمْسُكْتُ يُوْسُفَ وَتَعَلَّقْتُ بِذَيْلِهِ — تو زینب یوسف کے دامن سے
چمٹ گئی۔ فقالت لا افارقک ایدا — اور کہنے لگی کہ میں تجھ سے کبھی جدا نہیں
ہوگی — اور میں تجھے ہرگز نہ جانے دوں گی —

بھائی یوسف نے بہن کو حوصلہ دیا کہ کوئی بات نہیں میں شام کو واپس آ جاؤں

گا —

پھر وہ روتی ہوئی واپس آ گئی

فَقَالَ لَهَا لِمَ تَكْبِينِ — باپ نے پوچھا کہ تو روتی کیوں ہے؟

قَالَتْ عَلَى سَاعَةِ أُخْرَى تَبْكِي أَنْتَ مَعِيَ —

عرض کی — تھوڑی دیر کے بعد آپ بھی میرے ساتھ روئیں گے۔

پہلے بیان کے مطابق حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی احسن القصص لفظی ترجمہ ہے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لکھی ہوئی احسن القصص کا۔ اس لئے اس جان کداز واقعہ اور پرسوز قصہ کو مولوی صاحب یوں لکھتے ہیں۔

آہی یوسف دی ہمشیرہ گھر وچہ ستی ہوئی

ذیر گیا نہ معلم ان نون ڈھٹس خواب انہوئی

جنگل دے وچہ یوسف تائیں گھیر لیا بگھیاڑاں

یوسف روند ابا جھ قراروں تکدا طرف اجاڑوں

تے بگھیاڑ بلے کر پوندے پوندے کھاون تائیں

گرد بگردوں یوسف گھیویا گھیریا درد بلائیں

روندی اٹھی یوسف کتھے سنیا کھڑیا بھایاں

دوڑی آئی باپ ڈٹھا سوکھڑا اڈیکاں لائیاں

بی بی زینب یوسف علیہ السلام کی بہن نے باپ سے پوچھا میرا بھائی یوسف کہاں

ہے؟

باپ نے جواب دیا۔

باپ کہے اوہ سیر کرن نون جنگل طرف سدھایا

دختر رو قراروں کہیا بابا قہر کمایا

ایہہ گل کہہ نسی ول بھایاں مل بھایاں نون روئی

یوسف ڈٹھا ٹریا جاندا دامن پکڑ کھلوی

میں ویرا تیں جان نہ ویساں بھلائیں تد جانا

باپ سنے میں روندی رہساں کر جا کجھ ٹکاناں

تیرے باہجوں میں مرجاساں تے کی باپ کریگا
 بنیامین تیرے وچہ درداں میرے وانگ کریگا
 حضرت یوسف علیہ السلام نے بہن کو تسلی دی اور گلے لگا کر کہا بہن فکر نہ کرو میں
 شام کو واپس آ جاؤں گا۔
 مگر بہن کو بھائی کی محبت نے بے چین کر رکھا تھا اور اسے چالیس سال کا وچھوڑا
 دکھائی دے رہا تھا۔

اسے صبر و قرار کہاں —

پھر دامن سے لپٹ گئی اور بھائی کو آغوش میں لے کر پکار اٹھی — کہ
 بازاں سنگ جو اڈیاں کونجاں فیر کدوں گھر آیاں
 گرگاں نال جو چرن غزالاں اوہناں مار مکایاں
 خوشی گئی غم سرتے آیا گیا سی بدل زمانہ
 اج کنعان نظر وچہ ساڈے ہوسی ماتم خانہ
 مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب یوسف زلیخا میں اس دردناک
 منظر کو یوں پیش کرتے ہیں۔

چوں یوسف را بداں گرگاں سپردند فلک گفتہ کہ گرگاں برہ بردند
 کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان بھیڑیا
 خصلت بھائیوں کے سپرد کر دیا تو آسمان بول اٹھا کہ بھیڑیوں نے ایک بکری کے
 معصوم بچے کو پکڑ لیا ہے۔

قرآن مجید نے بہن اور بھائی کے مقدس اور ایمان افروز واقعہ کو نہایت ہی پرسوز
 انداز میں بیان فرمایا ہے — کہ فرعون کے ظلم و ستم اور بچوں کو قتل کر دینے کے سفاکانہ
 عمل کے خوف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب
 موسیٰ علیہ السلام کو ایک صندوق میں بند کر کے خداوند تعالیٰ کے حکم سے دریائے نیل کی

طوفانی لہروں کے سپرد کیا— تو قرآن مجید کی پیاری زبان کھلی۔

سورۃ القصص، سورۃ طہ:- وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ
وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ—

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا جس کا نام مریم تھا کہ اس صندوق کے پیچھے چلی جا— پھر وہ دور سے اس صندوق کو دیکھتی رہی جس میں اس کے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام بند تھے— اور فرعون کے تمام اراکین سلطنت نہیں جانتے تھے!

سورۃ طہ کے الفاظ یہ ہیں— اِذْ تَمْشِيْ اُخْتِكَ— کہ جب چلی تیری بہن— حاصل کلام یہ کہ— صندوق کے ساتھ ساتھ دریائے نیل کے کنارے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن مریم رضی اللہ عنہا نہایت ہی بے چینی اور بے قراری کے عالم میں ساتھ ساتھ دوڑتی جاتی تھی

اور جب کبھی وہ صندوق دریائے نیل کی خوفناک لہروں میں ابھر آتا تو بہن کا دل خوشی سے اچھل پڑتا اور جب وہ صندوق تباہ کن تھپڑوں میں ڈوب جاتا تو بہن کا دل بھی ڈوب جاتا تھا۔

مگر— چونکہ اس صندوق میں اس وقت کا دنیا کا ہادی— اس زمانہ کا رسول اور اللہ تعالیٰ کی مقدس امانت تھی— اس لئے

تھپڑوں پر تھپڑے کھا رہی تھی
مگر کشتی سلامت جا رہی تھی

آخر وہ صندوق بخیر و خوبی فرعون کے شاہی محلات میں جا پہنچا۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریا سے صندوق نکلوایا— اسے کھولا تو دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انگوٹھا چوس رہے تھے انہیں دودھ پلانے کے لئے مصر کی دایوں کو بلایا گیا۔ ہردائی نے اپنا اپنا دودھ پیش کیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام منہ پھیر

لیتے—

القرآن— وَحَرِّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ— کہ ہم نے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مصر کی دایوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی یہ جان چکے تھے اور انہیں علم ہو چکا تھا کہ اللہ کریم نے مجھ پر مصر کی دایوں کا دودھ حرام کر دیا ہوا ہے۔

بہن مریم بھی بے تابی کی حالت میں وہاں پہنچ گئی اور اس نے جب دیکھا کہ بھائی کسی کا دودھ نہیں پیتا تو مجمع کو چیرتی ہوئی آگے بڑھی اور بولی۔

فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ

نَاصِحُونَ—

کہ کیا میں تمہیں ایسے گھر والے نہ بتا دوں کہ جو تمہارے اس بچے کو پال دیں اور وہ گھر والے اس بچے کے خیر خواہ ہیں۔

ان سب نے بہن کی یہ بات تسلیم کر لی اور اجازت دے دی کہ کوئی ایسی دائی لادے جس کا دودھ یہ بچہ پی لے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت مریم پھر خوشی و مسرت کے عالم میں واپس دوڑتی ہوئی اپنی ماں کے پاس آئی— اور کہا

بھائی کسی دائی کا دودھ نہیں پیتا جلدی اٹھ اور فوراً چل تا کہ میرا بھائی دودھ پی لے کہیں ایسا نہ ہو کہ شدت پیاس سے تڑپنے لگے۔

(کنز الایمان)— چنانچہ وہ ان کی خواہش پر اپنی والدہ کو بلا لائیں— حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی گود میں تھے— اور دودھ کے لئے روتے تھے—

فرعون آپ کو شفقت کے ساتھ بہلا رہا تھا۔

جب آپ علیہ السلام کی والدہ آئیں اور آپ نے ان کی خوشبو پائی تو آپ کو قرار آ گیا— اور آپ نے ان کا دودھ منہ میں لے لیا۔

فرعون نے کہا تو اس بچہ کی کون ہے یعنی کیا لگتی ہے کہ تیرے سوا اس بچہ نے کسی اور کے دودھ کو منہ تک نہیں لگایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جواب دیا کہ میں ایک عورت ہوں — ہمیشہ پاک و صاف رہتی ہوں۔ میرا دودھ خوشگوار ہے اور جسم خوشبودار ہے اس لئے جن بچوں کے مزاج میں نفاست ہوتی ہے وہ اور عورتوں کا دودھ نہیں پیتے — میرا دودھ پی لیتے ہیں۔

فرعون نے بچہ انہیں دے دیا اور دودھ پلانے پر انہیں مقرر کر کے فرزندار جمند کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے دشمن اور انار بکم الاعلیٰ — کا اعلان کرنے والے فرعون کے شاہی محلات سے بچ کر اپنے گھر واپس آ گئے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اس دل گداز واقعہ اور ایمان افروز قصہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واپس اپنے گھر لانے کا سہرا ان کی بہن مریم کے سر ہے — وہی اپنے پیارے بھائی کی محبت میں دیوانی ہو کر کبھی دریائے نیل کے کنارے دوڑتی پھرتی نظر آتی ہے اور کبھی بھائی کے پیار میں گم ہو کر فرعون کے شاہی محلات میں ایک دائی کا پتہ بتاتی دکھائی دیتی ہے۔

بہن پرانا واقعہ ہے اور میں نے بھی پرانے بزرگوں سے سنا ہے کہ — قتل کے ایک مقدمہ میں ایک عورت کا خاوند بھائی اور لڑکا عدالت میں پیش ہوئے جج نے اس عورت سے کہا کہ — میں تینوں میں سے ایک کو بری کر دیتا ہوں جس کے سر پر چاہے ہاتھ رکھ دے۔

عورت اٹھی اور بھائی کا بازو پکڑ لیا۔

جج نے پوچھا — ایسا کیوں؟

عورت نے جواب دیا۔

خاوند مر گیا تو اور کر لوں گی۔ لڑکا سولی چڑھ گیا تو اور پیدا کر لوں گی۔
لیکن بھائی نہیں ملے گا۔

نہ ماں ہے نہ باپ۔ بھائی اب کہاں سے آئے گا۔

حج نے اس عورت کا بھائی کے متعلق یہ حقیقت افروز بیان سنا اور اس کے جذبہ و
ایثار کو دیکھا تو دوسرے دو بھی بری کر دیئے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک رضاعی بہن شیمارضی اللہ تعالیٰ عنہا کی
محبت بھری اور ایمان افروز داستان بھی سنئے۔

کتاب الوفاء صفحہ ۱۰۷ جلد اعلامہ المحدث عبدالرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ حجتہ
اللہ علی العالمین صفحہ ۲۶۰ الشیخ الامام العامتہ یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ
مدارج النبوت اردو جلد ۲ صفحہ ۸۲۸ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شہنشاہ دو عالم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت حلیمہ سعدیہ کی مبارک آغوش میں آئے تو حلیمہ کے گھر
میں دین و دنیا کی برکت آگئی۔ دونوں جہانوں کی رونق آگئی۔ پوری دنیا کی دولت
اسے حاصل ہوگئی، سوکھی پھنڈ راور لاغر بکریوں میں دودھ کی نہریں جاری ہو گئیں اور
اس کے کھجوری چھپر کا فرشتے طواف کرنے لگے۔

حلیمہ کے اس کھجوری چھپر میں بی بی شیمابھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ دودھ پیتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خونی بہن نہ ہونے کے باوجود بھی
اپنے رضاعی بھائی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی متوالی اور ان کے
خوبصورت رخساروں پر چمکنے والے انوار پر فریفتہ تھی اور وہ اپنی عقیدت و محبت کا اظہار
کرنے کی خاطر اپنی گود میں لے کر فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں لوری دیتی رہتی
تھی۔

هَذَا اَخٌ لِي لَمْ تَلِدْهُ اُمِّي

وَلَيْسَ مِنْ نَسْلِ اَبِي وَ اُمِّي

يَا رَبَّنَا اَبِقْ لَنَا مُحَمَّدًا

وَعَطِّهِ عَزَا يَدُوْمَ اَبَدًا

کہ یہ میرے بھائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں میری ماں نے نہیں جنا اور میری ماں کے لطن سے پیدا نہیں ہوئے

اور یہ میرے بھائی میری ماں باپ کی نسل میں سے نہیں ہیں اور اے ہمارے رب میرے بھائی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی اور زندہ رکھ اور انہیں ہمیشہ کے لئے عزت و توقیر اور احترام و وقار عطا فرما پھر— جنگ حنین میں حضرت شیماء کے قبیلہ کے کچھ آدمی قیدی بن کر حضور علیہ السلام کے پاس چلے گئے، قبیلہ کے معزز لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر قیدیوں کو رہا کروانے کا فیصلہ کیا۔ شیماء کو پتہ چلا تو کہا—

میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔

لوگوں نے پوچھا کہ تو کیوں جائے گی اور وہاں جا کر کیا کرے گی۔ شیماء نے سید افتخار الحسن کی زبان سے جواب دیا۔

میں مسلماناں دے نبی نوں جانی آں بڑا رحم تے کرم کمان والا
آپ بہندا کھجوردی صف اتے تے چادر دشمنان تھلے وچھان والا
خالی آئے سوالی نون موڑدا نہیں ہتھیں آپ خزانے لٹان والا
گنہگاراں دی لُج اے ہتھ اوہدے روز حشر دے امت بخشان والا
لوگ— مدینہ منور پہنچے—

والہی دو جہان حجرہ اقدس میں آرام فرماتھے! دروازے پر غلام پہرہ دے رہے تھے۔

شیماء اندر داخل ہونے لگی تو دربانوں نے روکا— شیماء نے بڑے فخر سے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا

وَاعْلَمُوا أَنِّي أُحْتُ نَبِيكُمْ— کہ جان لو کہ میں تمہارے نبی کی بہن ہوں۔

غلاموں نے سنا تو دروازہ کھول دیا۔

فَلَمَّا آتَىٰ بِهَا عِرْفَهَا فَأَغْنَاهَا!

شیماندر گئی — رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پہچان لیا —
اپنی چادر مبارک بچھادی اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے — اپنی رضاعی بہن
شیمان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا — اور پھر پوچھا!

بہن شیمان کیوں آئی ہو؟

جواب دیا اپنے قبیلے کے قیدی رہا کروانے آئی ہوں!

شفیق امت نے بہن کے سر پر شفقت کا دست مبارک رکھا اور فرمایا —

بہن کوئی قاصد بھیج دینا تھا!

بہن بولی!

بچپن کے بچھڑے ہوئے تھے سوچا کہ ملاقات بھی ہو جائے گی اور قیدی بھی

چھوٹ جائیں گے!

فرمایا — اس یقین کے ساتھ آئی ہو! عرض کی — ہاں —

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے — آواز دی اور غلاموں کو بلا کر فرمایا۔

کہ — قیدیوں کے معاملات میں اس سے پہلے میں تم سے مشورہ لیا کرتا تھا۔

لیکن آج میری بہن سوالی بن کر میرے دروازے پر آئی ہے کسی سے مشورہ نہیں

لوں گا۔

میری بہن کے تمام قیدی رہا کر دیئے جائیں!

حکم کی تعمیل ہوئی —

مدراج النبوت کے الفاظ یہ ہیں۔

حضور علیہ السلام نے بہن شیمان کو دیکھا تو فرط محبت میں پکاڑا ٹھے — مرحبا اور

پھر وہ مسلمان ہو گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہن کو تین غلام — دو

باندیاں — پندرہ اونٹ اور بہت سی بکریاں دے کر واپس کیا — فَأَغْنَاهَا —
یعنی بہن کو غنی کر کے واپس کیا۔

حضرات محترم وقار مین کرام!

آؤ آخر میں آپ کو اسلام کی ایک عظیم بیٹی اور جذبہ ایثار سے بھرپور ایک بہن کی
ورد بھری داستان سناؤں جو اپنے تقدس اور شرم و حیاء کے لحاظ سے دین میں ایک
مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی پیارے حوصلہ مند اور بہادر بہن تھی نام جس کا سیدہ زینب
رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور لقب جس کا ثانی زہرا تھا۔

وہ بہن جس نے معرکہ حق و باطل میں کربلا کے میدان میں مجاہدانہ کردار ادا کیا
اور پھر مدینہ پاک کی دیواروں سے لے کر کربلا کے ریگستان تک اور پھر کربلا سے لے
کر شام کے قید خانہ تک اپنے بھائی حسین علیہ السلام کا ساتھ دیا!

مدینہ کے گورنر ولید نے حضرت امام پاک کو دربار میں بلایا اور یزید لعین کا خط
پیش کیا جس میں بیعت لینے پر زور دیا گیا تھا۔

حضرت حسین علیہ السلام نے خط پڑھا اور وہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ کیا
جواب دوں کہ نانا نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز گنبد خضرا سے ٹکراتی ہوئی
اور مدینہ کی سدا بہار نضا کو چیرتی ہوئی ان کے کانوں میں پہنچی — لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ
فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ — کہ کسی گنہگار فرمانروا کی اطاعت — کسی عیاش حکمران کی
فرمانبرداری اور کسی زانی و شرابی شہنشاہ کی قیادت مسلمانوں پر حرام ہے!

ولید نے پوچھا — یا امام

یزید کی بیعت —

فرمایا — نہیں!

امام عالی مقام واپس آگئے — نہیں کہہ کر!

بہن نے پوچھا—

کیا بات ہوئی؟

جواب دیا— نہیں کہہ آیا ہوں!

پوچھا— بہن آپ کا ارادہ کیا ہے!

جواب دیا نہیں!

فرمایا— سوچ لو بہن!

بہن نے پورے وثوق— پورے عزم اور پورے حوصلہ سے۔

جواب دیا— حسین تمہاری رگوں میں علی کا خون ہے اور میرے سینہ میں فاطمہ

کا دودھ ہے۔

تمہارے سر پر نانے کی دستار ہے اور میرے سر پر اماں زہرہ کی چادر ہے اور

— اور اب دنیا کی کوئی طاقت ہماری نہیں کو— ہاں میں تبدیل نہیں کر سکتی۔

اور پھر جب میدان کربلا میں حق و باطل کی جنگ۔ نیکی و بدی کی لڑائی اور ہدایت

و ضلالت کے درمیان خوزریزی شروع ہوئی تو یہی بہن سیدہ زینب صلوٰۃ اللہ علیہا بھائی

حسین کے پاس آئی۔

بھائی نے پوچھا بہن کیوں آئی ہو؟

جواب دیا—!

سوالی بن کے آئی ہوں تمنا پوری کر دینا

سخی ماں کے سخی بیٹے میری جھولی کر بھر دینا

جہاں میں بھائی بہنوں کا ہمیشہ مان رکھتے ہیں

بہن کی ہر تمنا کو عزیزانِ جان رکھتے ہیں

مجھے بھی آج میدان میں سخاوت کی اجازت دے

اور میرے بچوں کو بھی آقا شہادت کی اجازت دے

اور پھر بھائی کے آگے اپنے دونوں لخت جگر عون و محمد پیش کر دیئے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ بہن اور بھائی کا رشتہ ایک ایسا خونی رشتہ ہے کہ جس کے ہر قطرے سے محبت و پیار کی خوشبو مہکتی دکھائی دیتی ہے خلوص و ایثار کا جذبہ موجزن نظر آتا ہے۔ اور ایک دوسرے پر مر مٹنے کا غیر فانی نقش ابھر کر آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتا ہے۔

اور بہن جب محبت بھری آواز سے جب اپنے بھائی کو دیر کہہ کر بلاتی ہے تو جنت کے حوریں بھی اس آواز پر جھوم اٹھتی ہیں اور حسرت بھری نگاہوں سے جنت کے پھولوں کے ہار گلے میں ڈال کر پکار اٹھتی ہیں کہ — کاش ہمارا بھی کوئی بھائی ہوتا۔



یوسف علیہ السلام پر بھائیوں کا ظلم

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۰۹، تفسیر نسفی جزو ۲ صفحہ ۱۶۱، تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۲۲۳ و
۲۲۴، احسن القصص صفحہ ۳۶، کنز الایمان

جب تک انہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آتے رہے حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرتے رہے اور شفقت سے ہر ایک اپنے کندھے پر اٹھاتا رہا اور جو نبی باپ کی آنکھوں سے اوجھل ہوا یوسف علیہ السلام کو زمین پر پٹخ دیا — وَجَعَلَ هَذَا آخَ "يَضْرِبُهُ" — ہر بھائی انہیں مارنے لگا — فَيَسْتَفِيثُ بِالْآخِرِ فَيَضْرِبُهُ — وہ فریاد کرتے اور دوسرے کے پاس جاتے تو وہ بھی مارنا شروع کر دیتا۔

وَلَا يَرَىٰ فِيهِمْ رَاحِمًا فَضْرَبُوهُ — کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں میں سے کوئی بھی رحم کرنے والا نہ دیکھا — اور وہ انہیں مارتے رہے — حَتَّىٰ كَادُوا يَقْتُلُونَهُ — یہاں تک کہ قریب تھا کہ انہیں قتل کر دیتے — وَهُوَ يَقُولُ — يَا يَعْقُوبُ لَوْ تَعْلَمُ مَا يَضَعُ بَيْنِيكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ يَدَايَ فَرِياد کرتے آوازیں لگاتے اور پکارتے کہ اے میرے ابا جان کاش کہ آپ جانتے کہ آپ کے بیٹے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

تفسیر مظہری کا بیان اس طرح ہے۔

فَالْقُوَّةُ عَلَى الْأَرْضِ وَقَالُوا يَا صَاحِبَ الرَّؤْيَا الْكَاذِبَةُ آيِنَ
الْكَوَاكِبِ الَّتِي رَأَيْتَهُمْ لَكَ سَاجِدِينَ حَتَّى يَخْلَصُوكَ مِنْ
أَيْدِينَا —

پس انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین پر پھینک دیا اور کہنے لگے —
اے جھوٹی خوابیں بیان کرنے والے وہ ستارے کہاں ہیں جو تجھے سجدہ کرتے تھے
— انہیں کہو کہ آج وہ تجھے ہم سے رہائی دلائیں۔

وَجَعَلَ يَبْكِي بَكَاءً شَدِيدًا وَيُنَادِي يَا أَبَتَاهُ — اور حضرت یوسف علیہ
السلام زور سے روتے اور پکارتے کہ اے ابا جان اس دردناک منظر کو دیکھ کر یہودا کو
رحم آ گیا اور دوسرے بھائیوں سے کہنے لگا کہ تم نے یہ وعدہ اور فیصلہ کیا تھا کہ اسے قتل
نہیں کریں گے۔ لہذا قتل کے ارادہ سے باز رہو اور اسے اس اندھیرے کنوئیں میں
پھینک دو۔

قَالَ قَائِلٌ "مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَالْقُوَّةُ فِي غَيْبِ الْجُبِّ (القرآن)
جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو ان میں
سے ایک نے کہا کہ اسے قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھیرے کنوئیں میں پھینک دو کوئی
مسافر اسے لے جائے گا۔

نام اس کا یہودا تھا۔

احسن القصص صفحہ ۳۶ — فجر و شمعون ارادان یقتله فتعلق بذیل
روہیل فطرحه و ضربہ — کہ شمعون نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے
کے لئے چھری نکال لی۔

حضرت یوسف علیہ السلام روئیل کے دامن سے لپٹ گئے لیکن اس نے بھی دور
پھینک دیا مارنے لگا اور ہر بھائی نے ایسا ہی سلوک کیا اور ظلم و ستم کی انتہا کر دی
فضحک عند ذالک یوسف — حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت

ہنس پڑے۔

فَقَالَ لَهُ يَهُودُ ا وَيَحْكُ يَا هَذَا لَيْسَ مَكَانَ الضَّحْكَ — یہودانے کہا — اے یوسف یہ مقام ہنسنے کا نہیں — تو کیوں ہنسا ہے —
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا —

بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّهِ لِي سِرٌّ — کہ یہ میرے اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے۔
جواب دیا کہ ایک دن میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ جس کے ایسے قوی —
طاقتور اور بہادر بھائی ہوں اسے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا اور اس پر کوئی بھی قابو نہیں
پاسکتا۔

مطلب یہ — کہ جن بھائیوں پر میں نے فخر کیا تھا — بھروسہ کیا تھا اور مان
کیا تھا آج وہی بھائی میرے دشمن بن گئے ہیں اور مجھے قتل کرنے لگے ہیں۔

فَلَمَّا قَالَ ذَلِكَ وَقَعَتِ الرَّحْمَةُ فِي قَلْبِ يَهُودَا — حضرت یوسف
علیہ السلام نے جب یہ کہا تو یہودا کے دل میں رحم پیدا ہو گیا اور یوسف سے کہا کہ
میرے دامن میں چھپ جا —

میں تیرا محافظ و نگہبان ہوں —

اور پھر بھائیوں سے مخاطب ہو کے کہا —

ان اردتم قتله فاقتلونی —

کہ اگر تم یوسف کو قتل کرنا چاہتے ہو تو پہلے مجھے قتل کرو۔

سب نے یہودا کی بات مان لی اور اسے اندھیرے کنوئیں میں پھینکنے پر متفق ہو
گئے۔ اور اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام قتل ہونے سے بچ گئے۔ اور ماہِ کنعان
غروب ہونے سے محفوظ ہو گیا۔

مولانا عبدالرحمن جامی اس جانگداز حادثہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

گہی آں برسو دوشش گرفتے

گہی آں تنگ اندر آغوشش گرفتے

کہ جب تک بھائیوں کو حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آتے رہے کبھی وہ یوسف کو سراور کندھوں پر اٹھاتے اور کبھی آغوش میں لے کر پیار کرتے۔

چوں پابر دامن صحرا نہاوند

برو دست جفا کاری کشاوند

اور جب باپ آنکھوں سے غائب ہو گیا اور وہ جنگل و بیابان میں پہنچے تو یوسف پر ظلم و جفا کرنے لگے۔

زدوشِ مرحمت بارش فلگند

میانِ خارہ و خارش فلگند

اور پھر محبت و پیار کے کندھوں سے بڑی بے رحمی سے زمین پر دے پٹکا اور ایک سخت پتھر اور خاردار جھاڑی پر پھینک دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بلند آواز سے پکارا اور فریاد کی۔

کجائی اے پدر آخر کجائی

ز حال من چنین غافل چرائی

کہ میرے ابا جان آپ کہاں ہیں اور میرے حال سے کیوں غافل ہیں

بیا بنگر مرا تا درچہ عالم بدست این حسواں پائمال

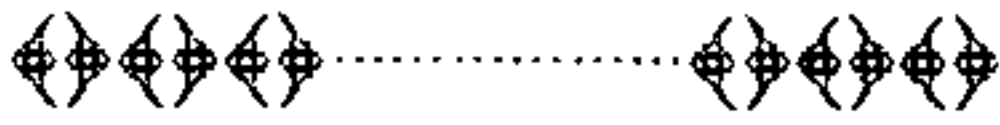
اے ابا جان — آؤ اور دیکھو کہ میں کس عالم میں ہوں اور اپنے حسد کرنے

والے بھائیوں کے ہاتھوں پائمال اور خستہ حال ہو رہا ہوں۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اس ظلم و ستم اور المناک واقعہ کی منظر کشی اس طرح

سے کرتے ہیں۔

جاں پوشیدہ ہوئے نظروں یوسف سٹیا دھرتی
تن نازک جاں ڈگا دردوں کیا کہاں سرورتی
پکڑ بھراواں مار چہیراں لال کیتے رخسارے
چک چک ماریا دھرتی اتے زخم لگے تن سارے
یوسف کہندا مارو ناہیں باپ سنے رومری
رحم کروتسی میرے اُتے رب تاں تے کرسی



اندھیرا کنواں

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا
إِلَيْهِ لِتُبَيِّنَهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ — (القرآن)

پھر جب اسے لے گئے اور سب کی رائے یہی ٹھہری کہ اس انبوہے کنوئیں میں
ڈال دیں — اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور تو انہیں ان کا کام جتا دے گا ایسے
وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔

تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ — خضر شداد — کہ وہ کنواں شداد نے بنوایا

تھا۔

احسن القصص صفحہ ۳۸ اَنَّ السُّحْبَ الَّذِي اَلْقَى فِيهِ يُوسُفَ حَضَرَ شَدَادِ بْنِ

عَاد۔

کہ وہ کنواں جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا شداد بن عاد کا تیار
کر رہا تھا۔

وَكَانَ يُسَمَّى جُبَّ الْاِحْزَانِ — اور اسے غموں کا کنواں کہا جاتا تھا —
اور یہ کنواں حضرت یعقوب علیہ السلام کی قیام گاہ سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر تھا۔

اور یہ کنواں اردن کے ایک جنگل میں سرراہ واقع تھا۔

بَیْن مَدِينِ وَ مِصْرَ — مدین اور مصر کے درمیان تھا۔

کنز الایمان — یہ کنواں کنعان سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر حوالی بیت

المقدس سرزمین اردن میں واقع تھا۔ اوپر سے اس کا منہ تنگ تھا اور اندر سے فراخ۔
حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور قمیص مبارک اتار کر کنوئیں
میں ڈال دیا جب وہ اس کی نصف گہرائی تک پہنچے تو رسی چھوڑی دی تاکہ آپ پانی میں
گر کر ہلاک ہو جائیں۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام بحکم الہی پہنچے اور انہوں نے آپ کو ایک پتھر پر
بٹھا دیا اور آپ کے ہاتھ کھول دیئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قمیص مبارک جو
حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو رخصت کرتے وقت تعویذ بنا کر گلے میں
پہنائی تھی اسے کھول کر آپ کو پہنا دی۔ بس پھر کیا تھا اس اندھیرے کنوئیں میں روشنی
ہو گئی۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔ انبیاء علیہم السلام کے مبارک اجساد میں کیا برکت ہے کہ
ایک قمیص جو بدن مبارک سے مس ہوئی اس نے اندھیرے کنوئیں کو روشن کر دیا۔

تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۴۴۹۔ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۰۹ حضرت یوسف علیہ السلام
کے بھائی جب انہیں کنوئیں میں ڈالنے لگے تو۔۔۔ فَنَزَعُوْا قَمِيصَهُ انہوں نے قمیص
مبارک اتار لی۔ تاکہ اسے خون میں ڈبو کر باپ کو دکھائیں گے۔۔۔ فَقَالَ لَهُمْ رُدُّوْا
اِلَيَّ قَمِيصِي۔۔۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میری قمیص مجھے واپس لوٹا دو
کیونکہ میں نے ساری زندگی کبھی ننگا بدن نہیں کیا۔

فَقَالُوا ادْعِ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالْاِحْدَ عَشْرَ كَوْكَبًا لِتُنسِكَ۔۔۔ وہ
بولے سورج، چاند اور گیارہ تاروں کو بلا تاکہ تیری مدد کریں اور ہم سے تجھے چھڑالیں۔
صاحبزادہ سید افتخار الحسن۔۔۔ کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت
یعقوب علیہ السلام اور تفاسیر و احادیث کے مطابق تو گیارہ تارے یہی بھائی تھے جو
آج یوسف کو ایذا دیکھ پہنچا رہے ہیں۔

اور وہ بھی جانتے تھے کہ گیارہ تارے ہم ہی ہیں۔

پھر جب وہ اسے اندھیرے کنوئیں کے قریب لے آئے اور اسے کنوئیں میں

ڈال دیا۔ رسی کا ٹدی — وَكَانَ فِي الْبُرَامَاءِ — کنوئیں میں پانی تھا۔

ثُمَّ آوَى إِلَى صَخْرَةٍ فَقَامَ بِهَا — پھر وہ ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قمیص مبارک جو حضرت اسحاق علیہ السلام سے ہوتی ہوئی حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچتی تھی۔

فَجَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْرَجَهُ وَالْبَسَهُ —

پس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور وہ قمیص نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنا دی۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب اس اندھیرے کنوئیں میں گرنے لگے تو بارگاہِ رب العزت میں یہ فریاد کی کہ —

يا شاهدا غير غائب و يا قريبا غير بعيد و يا غالبا غير مغلوب اجعل

لی من امری فرجاء و فخر جا۔ (تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۵۲)

تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ — وَكَانَ مَاؤُهُ مِلْحًا فَعَذِبَ حِينَ أَلْقَى يَوْسُفَ فِيهِ — کہ اس اندھیرے کنوئیں کا پانی کڑوا کھارا اور نمکین تھا لیکن جب حضرت یوسف علیہ السلام اس میں گئے تو ان کی برکت سے پانی میٹھا ہو گیا۔

ز لعل خوش گوار و شکر آئین شداں شورا بہ ہچو شہد شیرین

شداں نور رخس آں چاہ روشن چوں شب رونے زمیں از ماہ روشن

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے پر لطف و پر بہار چہرہ کے باعث اس کنوئیں کا کھارا پانی شہد کی طرح سے میٹھا ہو گیا۔ اور ان کے رخ انور کے نور سے وہ اندھیرا کنواں ایسے روشن ہو گیا جیسے زمین کا خطہ چاند کی سنہری کرنوں سے روشن ہو جاتا ہے۔

برکت لب سمجھ پانی شیریں ہو گیا وچہ دم دے

آب صفا پر لذت ہو یا برکت نال قدم دے

یوسف دی خوشبو یوں اس دی دور ہوئی بد بوئی

وانگ چراغ بدن دے نوروں جاگہ روشن ہوئی

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ — اور ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی — اکثر علماء حق اور عظیم مفسرین کرام نے اس وحی سے مراد وحی نبوت لی ہے۔ اگر اختلاف ہے تو اس بات میں کہ یوسف علیہ السلام اس وقت بالغ تھے یا نالغ تو — بعض محققین کا کہنا ہے — کان فی ذالک الوقت بالغاد کان سنہ سبع عشر سنة — کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت بالغ تھے اور ان کی عمر شریف سترہ سال تھی اور بعض نامور علماء دین کہتے ہیں —

انه كان صغيرا الا ان الله تعالى اكمل عقله وجعله صالحا بقبول الوحي والنبوة كما في حق عيسى عليه السلام —

کہ بے شک وہ نابالغ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل و فراست کو مکمل کر دیا تھا۔ اور ان میں وحی و نبوت کے فرائض قبول کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا کر دی ہوئی تھی — جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا گیا ہے۔

یعنی انہوں نے صغرتی میں ہی وحی اور اپنی ماں کا اشارہ سمجھ کر مخالفین اور حضرت مریم علیہ السلام پر الزام لگانے والے یہودیوں کو فرما دیا تھا۔ انی عبد اللہ —

اگرچہ ابھی حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا لیکن پھر بھی نبوت کے اعلان سے پہلے ہی انہیں تسلی دینے اور ان کے غم کا ازالہ کرنے تسکین قلب اور وحشت و دہشت کو دور کرنے کے لئے وحی کے ذریعہ انہیں محبت کا پیغام دیا گیا۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے لئے ہے — وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ — وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ — اور اس وحی و پیام کو وَهُمْ لَا يَشْفُرُونَ فرما کر پوشیدہ رکھنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ اگر بھائیوں کو پتہ چل جاتا کہ یوسف علیہ السلام کو نبوت عطا ہونے والی ہے اور اسے رسالت کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز کیا جائے گا تو ان میں حسد کی آگ اور بھی تیز ہو جاتی اور پھر یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے سے باز نہ آتے۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر یوں لکھتے ہیں۔
 رل مل بھائیاں یوسف اتوں عامے پکڑ اتارے
 بدن مبارک ننگا ہویا فلک چڑھے لشکارے
 ستر ڈٹھا جاں ننگا یوسف آہیں بھر بھر رویا
 شرم زدہ ہو منتاں کردا دامن پکڑ کھلویا

اور فریاد کی — کہ اے میرے پیارے بھائیو مجھ پر رحم کرو — مجھے کیوں مارتے ہو — میرا کوئی قصور بتاؤ — میں نے ہمیشہ تمہارا ادب کیا ہے اور تمہارے ہر حکم کی تعمیل کی ہے۔

تم بڑے ہو میں چھوٹا ہوں اور معصوم ہوں اور میری ماں بھی نہیں ہے مجھ پر ظلم نہ کرو اور اگر میرا باپ مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے میرے باپ سے پوچھو — اور خدا کے لئے میری قمیص مجھے واپس کر دو — کنوئیں کے پانی میں گر کر اور ڈوب کر مر جاؤں گا تو غسل تو اس پانی سے ہو جائے گا کفن کہاں سے ملے گا۔

رہنے دو میری قمیص اور واپس کر دو میری قمیص میرے کفن کے کام آئے گی — لیکن ان پتھر دل انسانوں میں رحم کا چراغ نہ جل سکا اور کنوئیں میں ڈال دیا اور ابھی آدھا فاصلہ پر ہی گئے تھے کہ انہوں نے رسہ بھی کاٹ دیا۔

ادھر ان کا یہ ظلم و ستم اور ادھر اللہ کریم کا یہ لطف و کرم ایوان قضا و قدر سے حکم ہوا — یا جبریل علیہ السلام!

عرض کی — یارب جلیل — جو حکم ہو گا اس کی تعمیل ہوگی۔

فرمایا — اٹھو اور سدا رہو میری حمد و ثنا کا وظیفہ چھوڑ کر کنعان کے اس اندھیرے کنوئیں میں فوراً پہنچ کر میرے یوسف کو پانی میں گرنے سے پہلے اپنے پروں پر اٹھالو —

سن کے حکم فرشتہ نسیا سدرہ تھیں یکبارگی
اکھ جھمکن تھیں پہلے پہنچا کر کے تیز اڈاری
حضرت جبریل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کو پانی میں گرنے سے پہلے
ہی اپنے پروں پر اٹھالیا۔ قرآن پاک اسی کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔
وَ اَوْحَيْنَا اِلَيْهِ —

قارئین کرام۔۔۔ غور فرمائیے۔۔۔ بے ادب اور گستاخ اور فلسفہ و مادیت کے
جال میں پھنسے ہوئے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک آن
واحد میں عرش پر کیسے چلے گئے جب کہ وہ جسم کثیف رکھتے ہیں۔
صاحبزادہ سید افتخار الحسن ایسے بے ہودہ قسم کے لوگوں سے پوچھتا ہے کہ حضرت
جبریل علیہ السلام کروڑوں میل کا فاصلہ طے کر کے آن واحد میں سدرہ سے کنوئیں میں
کیسے آگئے جب کہ جبریل کا جسم۔۔۔ جسم لطیف ہے۔

اور پھر ان پاگلوں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس جسم
کثیف کب تھا۔

وہ تو مجسمہ نور تھے اور نور میں کثافت کہاں ہوتی ہے اور پھر نور بھی اللہ تعالیٰ کا۔
اور پھر میں ایسے بے دین۔۔۔ بد مذہب اور بد عقیدہ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ
حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر جو ایک فقیر بھی تھا اور اس کے پاس کتاب کا
علم بھی تھا۔۔۔

سات سو میل کے فاصلہ سے بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے کیسے لے
آیا؟۔۔۔

هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي —

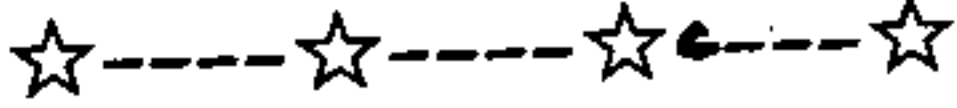
کا جواب دیں۔

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی اس روشن حقیقت کو اس طرح

بیان کرتے ہیں

رسید از سدرہ جبریل امیں زود
 زبازوی ولے آں تعویذ بکشود
 ازان پس گفت اے مہجور و غمناک
 پیامت می رسانند ایزد پاک

کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سدرہ سے بہت ہی جلدی اس کنوئیں میں پہنچے اور
 حضرت یوسف علیہ السلام کے بازو سے وہ تعویذ اتار کر ان کے گلے میں ڈال دیا اور کہا
 — کہ اے ہجر و غم کے دریا میں ڈوبے ہوئے یوسف علیہ السلام میں اللہ کریم کی
 طرف سے تمہارے لئے خوشی و مسرت اور کنوئیں سے نکلنے کا پیغام لے کر آیا ہوں۔





مرد صالح

احسن القصص صفحہ ۳۸ — امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں قرآن مجید کے سونے قصہ کو اپنے قلبی واردات کی گہرائیوں سے نہ صرف تفسیر کی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کئی ایک حقیقت افروز نکات - عجیب و غریب حکایات اور دل کش و دلچسپ نکات سے بھی مزین کیا ہے!

مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ —

وَكَانَ فِي زَمَانِهِ رَجُلٌ "صَالِحٌ" يُقَالُ لَهُ يَهُودًا قَرَأَ فِي صُحُفِ شِيثٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِصَّةَ يُوسُفَ.

کہ اس زمانہ میں ایک - درویش اور صالح مرد تھا — اور اس نے حضرت شیت علیہ السلام کے صحیفہ آسمانی میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مبارک پڑھا تھا —

وَكَانَ رَجُلٌ "صَالِحٌ" مِنْ قَوْمِ هُودَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
اور مرد درویش حضرت ہود علیہ السلام کی قوم میں سے تھا۔

وَكَانَ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَاتِ —

اور اس کی دعائیں قبول ہوتی تھیں بارگاہ رب العزت میں —

جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سوئے قصہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال پڑھا تو اللہ کریم کی بارگاہ میں اس نے یہ دعا کی —
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَنْ تُؤَخِّرَنِي فِي حَيَاتِي حَتَّى أَرَى يَوْسُفَ
 کہ اے بارالہ جب تک میں حسن یوسف نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے —
 اور میری زندگی اس وقت تک ختم نہ ہو۔
 اس مرد درویش کی یہ دعا قبول ہوئی —

وَهتف به هاتف ان امض الى اجب الذی حضر شداد بن
 عادو اسکن فیہ حتی یاتیک یوسف —

اور ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اے مرد صالح کنعان کے اس اندھیرے کنوئیں
 میں چلا جا جسے شداد بن عاد نے تعمیر کروایا ہوا ہے — اور اسی کنوئیں میں اپنا بسیرا
 کر لے یہاں تک کہ یوسف علیہ السلام تیرے پاس آجائے گا۔
 اور اس مرد صالح کی عمر بارہ سو سال تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری سن کر اس کنوئیں میں چلا آیا — اور عبادت
 الہی میں دن رات مشغول ہو گیا — قدرت کی طرف سے اسے دن رات کے کھانے
 کے لئے صرف ایک انار ملتا تھا جس میں اتنی غذا بیت تھی کہ وہ سیر ہو جاتا تھا۔
 اور اس ظلمت کدہ یعنی اندھیرے کنوئیں میں اسے بتی کی ضرورت پیش نہ آئی تھی
 کیونکہ قدرت کی طرف سے اس اندھیرے کنوئیں میں ایک روشن قندیل لٹکا دی گئی
 تھی —

فَلَمَّا بَلَغَ يَوْسُفُ قَعْرَ الْجَبِّ فَهَزَمِنَ مَكَانِهِ وَضَمَهُ إِلَى صَدْرِهِ
 اور پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گہراؤ میں پہنچے تو وہ مرد صالح
 اپنی جگہ سے اٹھا اور یوسف علیہ السلام کو سینے سے لگا لیا۔ اور اس نے حضرت یوسف
 علیہ السلام سے کہا —

یا نبی اللہ — اے اللہ کے نبی اور یا حبیبی — اور اے میرے حبیب — اے میرے دل کی خوشبو اور میرے دل کے سرور اور میرے دل کے چین و قرار مدت سے اس اندھیرے کنوئیں میں تیرا حسن و جمال دیکھنے کی غرض سے اور تیرے دیدار کی تمنا لئے بیٹھا ہوں۔

لاتشک عن اخوتک الیٰ احد فان اللہ تعالیٰ —

اور کسی سے اپنے بھائیوں کی شکایت نہ کرنا۔ کیونکہ اللہ کریم نے تجھے میرے شوق دید کو پورا کرنے کیلئے تجھے یہاں بھیجا ہے — اور تیرے بھائیوں کو میری ملاقات کا سبب بتایا ہے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن — کہتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام الانبیاء علی اللہ علیہ وسلم تک صرف عام انسانوں سے ہی نہیں بلکہ اپنے مقبول اور برگزیدہ بندوں اور خصوصاً انبیاء علیہم السلام کو بھی اللہ تعالیٰ کئی طرح کے امتحانات میں مبتلا کر کے دیکھتا ہے۔ اور اس کے دیکھنے کے کئی رنگ ہیں۔ کئی روپ ہیں اور کئی ڈھنگ ہیں۔

وہ کبھی اپنے پہلے نبی و نائب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کی پر بہار اور مسرور کن فضاؤں میں سیر کر کے دیکھتا ہے اور کبھی تین سو سال تک رلا کر دیکھتا ہے! اور کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈال کر دیکھتا ہے اور کبھی انہیں شعلوں کو زنگس کے پھولوں کا گلستان بنا کر دیکھتا ہے۔

اور کبھی وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پاکیزہ دودھ پلا کر دیکھتا ہے اور کبھی ان کے سر اقدس کو نیزے پر چڑھا کے دیکھتا ہے۔

اور وہ کبھی اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو غار ثور میں چھپا کر دیکھتا ہے — کبھی میدان احد میں دانت تڑوا کے دیکھتا ہے اور کبھی شب اسریٰ میں عرش پر بلا کے دیکھتا ہے۔

اسی طرح وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کبھی کنعان کے اندھیرے کنوئیں میں ڈلوا کے دیکھتا ہے۔ کبھی چند کھوٹے سکوں کے عوض بکا کے دیکھتا ہے اور پھر کبھی یوسف کو مصر کے سنہری تخت پر بٹھا کے دیکھتا ہے۔

حضرات گرامی! — یہ قدرت کا ایک کرشمہ سازی ہے ورنہ کہاں کنعان کا اندھیرا کنواں اور کہاں مصر کا سنہری تخت!

احسن القصص صفحہ ۳۵۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہاں ایک لطیف سانکتہ بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے اور سننے والے اہل ایمان کیلئے تو نہ مٹنے والا ایک خوبصورت نقش ہے اور اہل کفر کے لئے عبرت آموز سبق!

اجتمع اهل نوح على قتله ففرق الله تعالى جمعهم
کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جب انہیں قتل کرنے پر متفق و آمادہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو درہم برہم کر دیا۔

واجتمع آل نمرود على قتل ابراهيم ففرق الله جمعهم
کہ نمرود اور اس کی رعیت نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا تو اللہ کریم نے انہیں بھی منتشر کر دیا۔

واجتمع آل فرعون على قتل موسى ففرق الله تعالى جمعهم
کہ فرعون اور اس کی قوم نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینے کا متفقہ فیصلہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں تفرقہ ڈال دیا۔
اور جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا تو اللہ کریم نے انہیں بھی درہم برہم کر دیا۔

واجتمع اهل مكة على قتل محمد صلى الله عليه وسلم ففرق الله تعالى جمعهم —

اور جب اہل مکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے تو اللہ تعالیٰ

نے اہل مکہ کو بھی باز رکھا۔

وَانت کذایا مومن اذا جمعت الشیاطین علیک ففرق اللہ تعالیٰ
— اور اسی طرح اے مرد مومن جب شیاطین کے گروہ تجھے بہکانے اور گمراہ کرنے پر
جمع ہو جاتے ہیں تو اللہ کریم شیاطین کی اس جماعت کو پراگندہ و متفرق کر دیتا ہے!
جیسا کہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ میرے مخلص بندوں پر شیطان کا داؤ نہیں چل
سکتا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن — کہتا ہے کہ مذکورہ انبیاء علیہم السلام کو دشمنوں کے
ارادہ قتل سے محفوظ رکھنے کا طریقہ کار اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار فرمایا —
کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے ذریعہ عظیم طوفان سے بچایا — حضرت
ابراہیم علیہ پر آتش نمرود کو ٹھنڈا کر کے اور پھولوں کی گلزار بنا کر جلنے سے محفوظ
رکھا —

اور — حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے زرنہ سے ایک مکان کی چھت
پھاڑ کر انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

اور اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کا ارادہ کر کے آنے اور مکان کا
محاصرہ کرنے والوں کو سورۃ یسین کی ایک پھونک پر اندھا کر دیا اور والٹی دو جہان علیہ
السلام کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں مدینہ پہنچا دیا۔

وَيَا أَهْلَ مَكَّةَ لَيْسَ لَكُمْ عَلَى قَتْلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَبِيلٌ فَإِنَّهُ نَبِيٌّ — وَرَسُولٌ وَحَبِيبِي —

اور اہل مکہ تم میرے محبوب کو قتل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ میرا نبی ہے — رسول اور
میرا حبیب ہے۔

وَيَا شَمْعُونَ لَيْسَ لَكَ عَلَى قَتْلِ يَوْسُفَ سَبِيلٌ فَإِنَّهُ نَبِيٌّ — اور اے
شمعون تو بھی یوسف کو قتل نہیں کر سکتا کیوں کہ وہ میرا نبی ہے۔

وابلیس لیس لک علی اضلال المؤمنین سبیل فانہم اولیائی —
 اور اے شیطان تو بھی اہل ایمان کو گمراہ نہیں کر سکتا کیوں کہ وہ میرے دوست ہیں۔
 سوال: دیوبندی حضرات کی طرف سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت
 یعقوب علیہ السلام کو علم ہوتا کہ میرا بیٹا یوسف کنوئیں میں ہے تو اسے وہاں سے نکال
 لیتے!

جواب: تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۱ — انہ کان عالما بانہ حی! — کہ حضرت
 یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ میرا بیٹا یوسف زندہ ہے
 اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا علم دو طرح
 سے تھا —

ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی تھے اور ہر نبی اللہ کریم کی طرف سے
 عطا کردہ علم کا عالم ہوتا ہے۔

دوسری — یہ — کہ ان کے اپنے قول کے مطابق کہ یوسف علیہ السلام پر
 ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا۔

مثلاً — یجتیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث
 ویتم نعمتہ علیک —

کہ رب تعالیٰ تجھے نبوت و رسالت کے لئے چن لے گا اور تجھے خواب کی
 تعبیروں کا علم سکھائے گا۔

تو حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ جب تک میرے بیٹے یوسف علیہ
 السلام پر یہ دونوں فرائض منصبی عطا نہیں ہو جاتے اسے موت نہیں آئے گی اور وہ زندہ
 رہے گا۔

کیوں کہ قرآن مجید میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے
 ہوئے تین الفاظ کا ذکر ہے جو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں بیان

فرمائے اور انہیں الفاظ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے نبوت و رسالت کی خوشخبری اور نشان دہی کی گئی۔

يجتبيك ربك — ای بالنبوة

ويعلمك من تاويل الاحاديث — المراد منه تعبیر الروياء

یا — تاويل الاحاديث في كتب الله تعالى والاحبار امرؤيته

عن الانبياء المتقدمين۔

یا — الاحاديث جميع حديث — الحوادث التي قدره الله

تعالى —

اے میرے بیٹے یوسف — تیرا رب تجھے نبوت کیلئے چن لے گا تاویل

الاحادیث سے مراد تمام آسمانی کتابوں میں جو پہلے انبیاء علیہم السلام کے حالات و

واقعات بیان کئے گئے ہیں اور وہ خبریں جو دن رات چلتی رہتی ہیں ان کی خبر —

اور یا زمانہ تک کے وہ حوادث جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں

ان کا پتہ بتایا۔

ويتم نعمته عليك — النعمته ههنا بالنبوة — کہ اس نعمت

سے مراد یہاں نبوت ہی ہے۔

تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ امام جاد اللہ زحشری — عَلِمَ يَعْقُوبُ أَنَّ

يُوسُفَ يَكُونُ نَبِيًّا — کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ میرا بیٹا یوسف

نبی ہوگا۔

تفسیر نسفی جز ۳ صفحہ ۱۶۲ — عَلِمَ يَعْقُوبُ أَنَّ يُّوسُفَ يَكُونُ نَبِيًّا۔ تفسیر

منظہری جلد ۵ صفحہ ۱۲۲ — يجتبيك ربك — ای لِلنَّبُوَّةِ وَالْمُلْكِ —

والامور العظام — کہ اللہ کریم تجھے نبوت۔ بادشاہت اور عظیم کارناموں کیلئے چن

لے گا۔

و یتیم نعمتہ علیک — بالنبوءۃ — اس نعمت سے مراد بھی نبوت ہے۔
تفسیر روح البیان صفحہ ۲۰۹ و صفحہ ۲۱۵ — یجتبک ویصطفیک — لما
هو اعظم منها کالنبوة بنعمته باریضم الی النبوة — یعنی تیرا رب تجھے
نبوت کے لئے چن لے گا۔

مذکورہ بالا مستند تفسیروں کے علاوہ حضرت یوسف علیہ السلام کے نبوت کے اعلیٰ
منصب پر فائز ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کی زبان اقدس سے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں نبی ہونے کا لفظ ادا ہوا
ہے۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۷۹ عن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ وعن
ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس
اکرم — قال اکرمہم عند اللہ اتقاکم — قالو الیس عن هذا انسالک
— قال فاکرم الناس یوسف نبی اللہ ابن نسبی اللہ ابن نسبی اللہ ابن
خلیل اللہ

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال پوچھا کیا کہ — انسانوں میں سے
زیادہ عزت و تکریم والا کون سا انسان ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہو
عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ایسے ہی آپ سے نہیں پوچھا
یعنی ہمارا سوال عام لوگوں کے متعلق نہیں ہے۔
تو پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

سب سے زیادہ تکریم و عزت والے حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ جو اللہ کے
نبی ہیں اللہ کے نبی کے بیٹے ہیں۔ اللہ کے نبی کے بیٹے ہیں اور اللہ کے خلیل
کے بیٹے ہیں۔

ان احادیث و تفاسیر سے جب یہ پتہ چل گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبوت و رسالت کے عظیم منصب پر فائز ہونے والے تھے اور انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا ہونے والا تھا اور ان پر اللہ کی بارہا نعمتوں کا اہتمام ہونے والا تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام پر ہونے والے انعامات کا پوری طرح یقین تھا — اور یوسف علیہ السلام پر ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ یوسف کنوئیں میں ہے۔

اور نکالا اس لئے نہیں کہ وہ دوبارہ پھر حضرت یوسف علیہ السلام پر اس کے بھائی ظلم و ستم اور جبر و تشدد کریں گے اس لئے کہ وہ کنوئیں میں ہی رہے تو اچھا ہے۔ اور انہیں اللہ کریم کے ان وعدوں پر یقین تھا کہ جب تک یوسف کو منصب نبوت سے سرفراز نہیں کیا جاتا اور جب تک اسے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا نہیں کیا جاتا اور جب تک یوسف پر نعمتوں کا پورا اہتمام نہیں کر دیا جاتا اللہ کریم خود اس کی حفاظت و نگہداشت کرے گا۔

وَكَذَلِكَ كَانَ عَالِمًا بَابْنِهِ حَىٰ "سَلِيم" —

اور ان مذکورہ وجوہات کی بناء پر حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ میرا بیٹا یوسف صحیح سلامت ہے!

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۲ اُوْهُمُ لَا يَشْعُرُونَ — کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اس وحی الہی کو نہیں جانتے تھے اور کنوئیں میں جو اُوْحِينَا اِلَيْهِ ہوا یوسف پر اس وحی الہی کو بھائیوں سے پوشیدہ رکھنے میں یہ فائدہ حاصل ہے — لَوَانْهُمْ عَرَفُوهُ فَرَبَمَا اَزْدَادَ حَسَدَهُمْ فَكَانُوْا يَقْصِدُوْنَ قَتْلَهُ — اگر وہ جان جاتے ہیں یوسف نبی بننے والا ہے تو ضرور اس کے قتل کا قصد کرتے!

کنز الایمان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ — وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاٰخٰذِيْنَ وَيَتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ — یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی

بندے کو برگزیدہ کر لینا یعنی چن لینا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسنا بندے کو فیض ربانی کے ساتھ ساتھ مخصوص کرے جس سے اس کو طرح طرح کے کرامات و کمالات بے سعی و محنت حاصل ہوں یہ مرتبہ انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کی بدولت ان کے مقربین و صدیقین شہداء و صالحین بھی اس نعمت سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔

علم و حکمت عطا کریگا اور کتب سابقہ اور احادیث انبیاء کے غوامض کشف فرمائے

گا۔

نبوت عطا فرما کر جو اعلیٰ منصب میں سے ہے۔

خون آلود قمیص

القرآن - سورة يوسف - حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی رات کو عشاء کے وقت روتے ہوئے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس واپس آئے — اور باپ سے کہا کہ ہم تیرا اندازی کرتے یادوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش میں دور نکل گئے تھے اور یوسف کو سامان کی حفاظت کے لئے سامان کے پاس چھوڑ گئے تھے — فَآكَلَهُ الذِّبَابُ — اس سے یعنی یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

اور آپ ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے چاہے ہم سچے ہوں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص مبارک پر جھوٹا خون نکالا ہے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرًا جَمِيلًا ط

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو اس بے معنی اور بے مقصد گفتگو کے جواب میں فرمایا۔ کہ یہ سب کچھ تمہاری کہانی میں لٹکتی ہے بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے لیے بنالی ہے۔

تشریح — تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۰-۱۱۱ تفسیر المصنف جلد ۲ صفحہ ۲۵۱- تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۱۱۶۵ حسن القصص ۲۸-۲۹- کنز الایمان صفحہ ۳۲۰-۳۲۱- تفسیر روح البیان صفحہ ۲۲۶ حضرت یوسف علیہ السلام کنعان کے اس اندھیرے انور میں تین دن تک رہے اور ان کا بھائی یہودا ان کے لئے چوری کھانا لاتا۔ چوری اس لئے کہ وہ جانتا تھا

کہ اگر میری اس رحم دلی کا دوسرے بھائیوں کو پتہ چل گیا تو پھر میری خیر نہیں۔
کیونکہ دوسرے بھائیوں کے دلوں میں حسد و بغض کی آگ اتنی بھڑک چکی تھی
اور یوسف کے خلاف اتنی نفرت و عداوت پیدا ہو چکی تھی کہ یوسف کی حمایت و اعانت
کسی صورت میں بھی انہیں قبول نہیں تھی۔

اپنے لخت جگر اور نور نظر یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ روانہ کر کے خود
کنعان شہر کے دروازہ پر انتظار میں کھڑے رہے۔

اور ادھر — بھائیوں نے انہم ذبحو اسخلتہ و لطنخو بدمہا و زل عنہم

ان یمزقوہ —

کہ انہوں نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور اس کے خون میں حضرت یوسف علیہ
السلام کی قمیص مبارک زنگین اور ڈبوئی — لیکن وہ قمیص کو پھاڑنا بھول گئے!

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے اس غمگین لمحات کو اس طرح بیان
کرتے ہیں۔

رات پئی سب رندے پندے گھڑی طرف سدھائے

بیٹھا باپ اڈیکے اگے دل وچہ شوق سوائے

کہ میرا یوسف بھائیوں کے ساتھ ہستا کودتا شکار کھیل کر تیر اندازی کر کے اور
سیر سے خوش ہو کر واپس آئے گا۔

مگر جب انہوں نے بیٹوں کی آہ و زاری اور چیخ و پکار کی آواز سنی تو گھبرا کے
اٹھے اور انتہائی بے چینی بے قراری اور پریشانی کے عالم میں دروازہ سے آگے چلے
گئے۔ اور سمجھ گئے کہ ہجر و فراق کا طویل سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور بیٹوں کا حسد اور مکرو
فریب اپنا کام کر گیا ہے جس کی وجہ سے اب مجھے کئی سال تک یوسف کے وچھوڑے
میں رونا پڑے گا۔

بیٹے قریب آئے۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب اپنا محبوب بیٹا۔ نور نظر

بیٹا۔ لخت جگر بیٹا۔ دل کا قرار بیٹا اور ضعیفی کا سہارا بیٹا یوسف بھائیوں میں نظر نہ آیا تو
— پوچھا — این یوسف — کہ میرا یوسف کہاں ہے؟

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے الفاظ میں اسے یوں لکھتے ہیں۔
کہ —

یوسف کتھے دسدے ناہیں میرا نور خزانہ

وچ تساں او شمع نہیں دسدی دل جسدا پروانہ

اور پریشان ہو کر پوچھا۔

مَا لَكُمْ يَا بَنِيَّ — کہ اے میرے بیٹو تمہیں کیا ہوا اور تم روتے کیوں ہو۔

هَلْ أَصَابَكُمْ فِي غَنَمِكُمْ شَيْءٌ — کیا تمہاری بکریوں کو کوئی نقصان پہنچا

ہے۔

وَمَا فَعَلَ بِيُوسُفَ — اور میرے بیٹے یوسف کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ —

تو بیٹوں نے باپ کے سوالات کا ایک ہی جواب دیا کہ اسے بھڑیا کھا گیا ہے

وَلَمَّا سَمِعَ بِخَيْرِ يُوسُفَ صَاحَّ بِأَعْلَى صَوْتِهِ —

کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ

المناک خبر سنی تو بلند آواز سے رونا شروع کر دیا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ پوچھنا کہ کیا

تمہاری بکریوں کو کوئی نقصان پہنچا ہے بیٹوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ میں جانتا ہوں کہ تم

یوسف کی قمیص بکری کے خون سے رنگین کر کے لائے ہو۔ تم کہتے ہو نہیں — حالانکہ

نقصان تو ہوا —

فَقَالَ ابْنُ الْقَمِيصِ — فرمایا وہ خون میں ڈوبی ہوئی قمیص کہاں ہے؟

بیٹوں نے پیش کر دی —

فَأَخَذَهُ وَالْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ وَبَكَى حَتَّى خَضِبَ وَنَهَرَ بَدَمَ

الْقَمِيصُ

حضرت یعقوب علیہ السلام اس قمیص کو پکڑ کر اپنے چہرہ پر رکھا اور رو دیئے یہاں تک کہ ان کا چہرہ مبارک قمیص پر لگے ہوئے خون سے رنگین ہو گیا اور بول اٹھے

تَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ كَبَالِيَوْمِ ذٰنْبَا احْلَمَ مِنْ هٰذَا اَكَلَ اَنْبِيٰى وَلَمْ يَمُزْ

قمیصہ

کہ اللہ کی قسم ہے میں نے آج سے پہلے کوئی ایسا رحیم بھیڑیا نہیں دیکھا کہ جس نے میرے بیٹے یوسف کو تو کھالیا مگر اس کی قمیص نہیں پھاڑی

اس درد بھرے الفاظ کو جناب دائم اقبال مرحوم اس طرح بیان کرتے ہیں۔

تھ پکڑ قمیص رنگدار خونی نبی سچ دا قول پکاردا اے
 خون اپنا خون پچھان لیندا ایہہ خون نہیں یوسف دلدار دا اے
 وہ گرگ وی کیڈا رحیم پسی جامہ نال پیار اتار دا اے
 کھا کیا یوسف سر پیر تائیں اپر کڑتے نوں دند نہ ماردا اے
 پیر بدن تے لوے بچا کڑتے ایہہ کم نہیں گرگ خوشخوار دا اے
 مینوں کس مازی نظر آوندی اے تے فریب کسے فریب کار دا اے

مملوکی غلام رسول مرحوم اس پر سوز واقعہ کو یوں لکھتے ہیں:

نبیوں قمیص کسے فرزندوں پیغمبر کنعانی
 تیں کہو بگھیاڑے کھار پت میرا نورانی
 کھول قمیص ڈٹھا میں سارا دل میرے حیرانی
 سچ کہو کی بھیت نیارا اس وچہ سیں نشانی
 نہ پیرا بن خاک آلودہ نہ پھٹیا وچہ دندان
 کیڈک لڑک پیارا اسدا نبی کہے فرزندوں
 تن یوسف دے زخم نہ لایا نہ وچہ خاک رلایا
 لاه کڑتے لے گیا وچہ جنگل پھر کس رنگ چڑھایا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احسن القصص صفحہ ۲۸ میں اس اندوہناک حادثہ کو تفصیل کے ساتھ یوں رقم طراز ہیں۔

فاخذ يعقوب القميص وبكى حين رآه عليه الدم فلما قلبه ضحك
حضرت يعقوب عليه السلام يوسف عليه السلام کی خون مکر میں ڈوبی ہوئی قمیص پکڑ
لی اور جب اس پر خون لگا ہوا دیکھا تو رونے لگے۔ مگر جب انہوں نے قمیص کو الٹ
پلٹ کیا تو ہنسنے لگے۔

حضرت يعقوب عليه السلام کی یہ حقیقت افروز اور معنی خیز حرکت دیکھ کر بیٹوں
نے حیران ہو کر کہا۔

کہ — اے ابا جان! ایک ہی وقت میں رونا اور پھر اسی وقت میں ہنسنا دیوانوں
کا کام ہے نعوذ باللہ! حضرت يعقوب عليه السلام نے فرمایا کہ — جب میں نے قمیص
خون آلود دیکھی تو میں نے گمان کیا کہ بھیڑیا واقعی یوسف کو کھا گیا ہے تو مجھے رونا آ گیا،
لیکن جب میں نے دیکھا کہ کڑی صحیح سلامت ہے تو میں سمجھ گیا کہ میرا بیٹا یوسف زندہ
ہے اس لئے کہ اگر بھیڑیا اسے کھاتا تو کڑی ضرور پھٹا ہوا ہوتا۔

قالوا يا ابا نانا انا فاتی بذالك الذنب — بیٹوں نے جواب دیا اے
ہمارے باپ ہم آپ کو یقین دلانے کے لئے وہ بھیڑیا پکڑ کر لے آتے ہیں۔

قالو نعم — فرمایا ہاں — ٹھیک ہے وہ بھیڑیا ضرور لاؤ۔

بیٹے جنگل میں گئے — واصطادوا ذئبا ضعيا وكسروا اثنايا — اور
وہاں سے ایک بوڑھا سا بھیڑیا پکڑ لائے اور اس کے دانت توڑ ڈالے تاکہ باپ کو
یقین ہو جائے کہ اس بھیڑیے نے ضرور میرے یوسف کو کھایا ہے کیوں کہ اس کے
دانت ٹوٹے ہوئے ہیں۔

قارئین کرام — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ دیکھو تمام بھائی اللہ کے
عظیم نبی کے بیٹے ہیں اور عقل و ہوش رکھتے ہیں — جوان اور بہادر ہیں اور وہ اس

سے پہلے شرافت اور انسانیت کے جوہر سے بھرپور تھے لیکن اپنے ہی ایک ایسے بھائی کے خلاف حسد و بغض کے باعث عداوت و نفرت کے پتلے بن گئے جو دوسری ماں سے تھا اور حسن و جمال میں بے مثال تھا اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ وہ نبی بننے والا تھا اور اسے اللہ کی طرف سے ہزاروں انعامات و تکریمات اور علوم کتب سابقہ کے علوم عطا ہونے کے ساتھ پہلے انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے ساتھ ساتھ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی دیا جانا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان پر حسد نہ کرنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خود ہی اس آگ میں جل جائے اور دوسری ماں کے بطن سے جنم لینے والے بھائی پر بھی محبت و شفقت کا ہاتھ رکھنا چاہئے اور پھر جو چھوٹا بھی ہو اور حسین و جمیل بھی اور فرمانبردار بھی ہو اور اطاعت گزار بھی ایسے بھائی پر تو لطف و کرم کی بارش کر دینی چاہئے اس لئے کہ دوسری ماں کے بطن کو نہ دیکھا جائے اپنے باپ کے خون پر نظر رکھی جائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور بھیڑیے کی گفتگو

تفسیر کنز الایمان۔ نزہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۱۱۵۱ حسن القصص صفحہ ۲۹ تفسیر مظہری
جلد ۵ صفحہ ۱۲۲۔

جب بھیڑیے کو زنجیروں سے باندھ کر بیٹوں نے باپ کے سامنے کر دیا۔ تو
حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھیڑیے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

یا ایہا الذئب بئسما ما فعلت حیث اکلت وجہا کالبدر المنیر
— کہ اے بھیڑیے تو نے میرے چودھویں رات جیسے چہرہ والے یوسف کو کھا کر
بہت برا کیا ہے!

ما رحمت علی ذالک الصغیر

تجھے اس معصوم بچے پر رحم نہ آیا

وما اشفقت علی الشیخ الکبیر

اور تجھے میرے بڑھاپے کا خیال نہ آیا۔

فانطقہ اللہ تعالیٰ لسان الذئب —

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ — کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بھیڑیے کو قوت
گویائی عطا ہوگئی۔

قال انت اکلت یوسف قال لا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا — تو نے میرے بیٹے یوسف کو کھایا

ہے۔ بھیڑیے نے زبان کھولی اور جواب دیا

نہیں۔ میں نے تو نہیں کھایا۔

قَالَ فَأَخْبِرْنِي أَوْلَادِي —

فرمایا۔ میری اولاد نے مجھے خبر دی ہے۔

قال — لا — بھڑیے نے عرض کی۔ آپ کی اولاد جھوٹ کہتی ہے۔

قال — وَلَمْ قَالَ — فرمایا تیرے نہ کھانے کی دلیل!

قال — لَانَ الْكَلَامِ الذِّبِ كَرَامَةً وَالْعَاصِي لَيْسَ مِنْ أَهْلِهَا

بھڑیے نے ایک محققانہ اور ایمان افروز جواب دیا کہ بھڑیے کا کلام کرنا کرامت ہے اور کسی درندے کا کسی انسان کے بچے کا بدن کھانا گناہ اور ظلم ہے اور ظالم اور گنہگار سے کرامت ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اگر میں نے یوسف کو کھایا ہوتا تو میں کلام نہ کرتا اور مجھ سے یہ کرامت ظاہر نہ ہوتی۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ لَحُومُ الْأَنْبِيَاءِ حَرَامٌ عَلَيْنَا —

اور بھڑیے نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو سلام کہی اور پھر حتمی جواب دیا کہ ہم پر انبیاء کے بدن مبارک کو کھانا حرام ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے پھر پوچھا۔

مِنْ أَيْنَ أَنْتَ — کہ تو کہاں سے آیا ہے — یا تو کہاں رہتا ہے۔

قَالَ — مِنْ مِصْرٍ جِئْتُ أَطْلُبُ أَخَالِي بِأَرْضِ الشَّامِ —

بھڑیے نے جواب دیا۔ کہ میں مصر سے آ رہا ہوں اور سرزمین شام جا رہا ہوں۔ اپنے بھائی کی تلاش میں۔

اور مجھے بھڑیوں نے خبر دی ہے کہ میرے بھائی کو وہاں کے بادشاہ نے پکڑ لیا ہے اور کل اسے ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

وَلِي سَبْعَةُ عَشْرَ يَوْمًا لَمْ أَكُلْ شَيْئًا — مجھے آج سترہ دن ہو گئے ہیں بھائی

کی رہائی کے لئے سفر کر رہا ہوں اور اتنے دنوں میں میں نے کوئی شے نہیں کھائی۔

پوچھا — اے بھڑیے تجھے میرے یوسف کی کوئی خبر ہے۔

جواب دیا ہاں —

فرمایا: أَخْبِرْنِي بِهِ — کہ مجھے اس کی خبر دے دو —

قال — النَّمَامُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ — جواب دیا کہ میں چغتل خور نہیں ہوں۔
اور چغتل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

قال — فَاَنَا الشَّفَعُ فِي أَخِيكَ عِنْدَ الْمَلِكِ — فرمایا — میں
تیرے بھائی کی رہائی کیلئے بادشاہ سے سفارش کروں گا۔

قال — وَاَنَا اسْأَلُ رَبَّكَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ يُوسُفَ —
بھیڑیے نے کہا — کہ میں بھی آپ کے رب سے سوال کروں گا کہ آپ کا اور آپ
کے بیٹے یوسف کا ملاپ ہو جائے۔

تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۱۲۸ میں یہ مضمون کچھ اس طرح ہے کہ حضرت یعقوب
علیہ السلام نے خون آلود قمیص دیکھی۔

وَجَعَلَ يَقْلِبُهُ فَرَأَى أَثَرَ الدَّمِ وَلَا يَزِي فِيهِ شَقًّا وَلَا حَرْقًا — اور پھر
قمیص کو الٹ پلٹ کر کے اور پھول پھال کے دیکھا تو اس پر خون کے دھبے تو نظر آئے
لیکن اسے پھٹا ہوا کسی حصہ میں نہ دیکھا۔

اور فرمایا — اے میرے بیٹو

وَاللَّهِ مَا الْبَصْرَتِ الذَّنْبِ حَلِيمًا إِذَا كَلَّ ابْنِي وَالْبَقِيَّ قَمِيصَهُ.

اللہ کی قسم ہے میں نے آج تک ایسا حلیم و رحم دل بھیڑیا نہیں دیکھا جو میرے
بیٹے کو تو کھا گیا اور قمیص کو باقی رکھا۔

بیٹے — بھیڑیے کو لے آئے اور باپ سے کہا — هَذَا الَّذِي أَكَلَهُ —
کہ یہ ہے وہ بھیڑیا جس نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

يَا ذَنْبُءَ أَنْتَ أَكَلْتَ وَلَدِي وَشَمَرَةَ فَوَادِي — کہ اے بھیڑیے کیا تو
نے میرے بیٹے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہے۔ — بھیڑیے کو قدرت نے قوت گویائی

عطا کر دی تو اس نے جواب دیا۔

تَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ وَجْهَ ابْنِكَ قَطُّ — کہ قسم ہے اللہ کی میں نے تو آپ کے بیٹے یوسف کی آج تک صورت تک نہیں دیکھی۔

قارئین کرام صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ بھڑیے نے تین جواب دیئے اور تینوں ہی حقائق پر مبنی ہیں!

پہلا — لحوم الانبیاء علینا حرام — کہ ہم پر انبیاء علیہم السلام کا بدن مبارک حرام ہے۔

مولوی غلام رسول مرحوم نے پنجابی زبان کا رنگ دیکر اور بھی رنگینی پیدا کر دی ہے۔ کہ

آتش، آب درندیاں ہر شے مڈھوں حکم رباناں

پیغمبر دا بدن مبارک روانہیں اساں کھاناں

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ مولوی غلام رسول صاحب نے بھڑیے کی ترجمانی خوب کی ہے۔

کیونکہ — اگر آگ پر کسی نبی کے بدن کو جلانا حلال و جائز دتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود کے بھڑکتے ہوئے شعلے خوبصورت پھولوں کی گزار نہ بن جاتے اور اگر پانی پر نبی کے بدن کو ڈبونا جائز ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بچپن میں ہی دریائے نیل کی طوفان موجود سے نکل کر فرعون کے شاہی محلات میں نہ پہنچ جاتے۔

اور اگر جنگل کے درندوں پر نبی کے بدن مبارک کو کھانا درست ہوتا تو حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے تخت و تاج کے وارث نہ بنتے۔

اور آتش۔ آب اور درندے تو رہے ایک طرف انبیاء کرام تو جس مٹی میں دفن ہوتے ہیں وہ مٹی انہیں نہیں کھاتی۔

جیسا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مشکوات شریف— ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد
الانبياء فنبی اللہ حی فی رزق — کہ تحقیق اللہ کریم نے مٹی پر انبیاء کے جسم
مبارک کو حرام کر رکھا ہے — یعنی مٹی نبی کے بدن پاک کو نہیں کھاتی — اسی لئے
ہر نبی اپنی اپنی قبر مبارک میں زندہ ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے۔

دوسرا — میں اپنے بھائی کی رہائی کے لئے مصر سے شام جا رہا ہوں —
بھیڑیے کے اس جواب میں کتنا درد ہے اور کتنا سوز ہے اور اپنی نسل کے بھیڑیے اور
جنگل کے درندے بھی ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے ہیں اور کسی دوسرے بھیڑیے کو قید
سے رہائی دلانے کی کوشش میں مصر سے شام کا طویل سفر کیا جاتا ہے اور سترہ دنوں سے
کچھ کھاتا نہیں۔

لیکن یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ جنگل کے درندے تو آپس میں بھائی بھائی ہیں
مگر جنہیں قرآن مجید نے بھائی بھائی فرمایا ہے یعنی —

انَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ — یہ ایک دوسرے کے دشمن ہو چکے ہیں — کسی کو
قتل کیا جا رہا ہے اور کسی مسلمان پر گولیوں کا مینہ برسایا جا رہا ہے اور کسی مسلمان کا گھر
لوٹا جا رہا ہے اور کسی مسلمان کے گھر کو جلایا جا رہا ہے —

اور سچ تو یہ ہے کہ آج مسلمانوں کے دل پتھر ہو چکے ہیں۔ سینے سیاہ ہو چکے ہیں
اور ان کے جسم چٹان بن چکے ہیں۔ رحم کا نام و نشان مٹ چکا ہے محبت کی دولت لٹ
چکی ہے۔ انس کی چادر پھٹ چکی ہے اور ایک دوسرے سے پیار اور الفت کا جذبہ فنا ہو
چکا ہے اور ہمدردی و خیر خواہی کا جو ہر ختم ہو چکا ہے! شیر جنگل کا خونخوار درندہ ہے مگر
دوسرے شیر کا گوشت نہیں کھاتا — بھیڑیا بیابان کا خوفناک درندہ ہے لیکن دوسرے
بھیڑیے کا خون نہیں پیتا۔

شیر اور بھیڑیا تو ایک طرف — ایک کتا دوسرے کتے کے بدن کو نہیں کھانا۔ مگر
ایک انسان اور پھر مسلمان رشوت کے ذریعہ خون پی رہا ہے اور کہیں اشیاء میں ملاوٹ
کر کے دوسرے مسلمان بھائی کا گوشت کھا رہا ہے غرضیکہ آپس میں خون خرابہ۔ قتل و

غار ت لوٹ کھسوٹ مار دھاڑ اور نفرت و عداوت جیسے سنگین جرائم مسلمانوں کا شیوہ بن چکے ہیں ایسے مسلمانوں سے جنگل کے درندے اچھے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سلوک اتحاد اور اتفاق کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۸ احمد و ابوداؤد شریف کے حوالہ سے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا — لا یحل لمسلم ان ینبہر اخاه فوق ثلاث فمن ہجر فوق ثلاث فمات دخل النار — کہ ایک مسلمان کے لئے یہ حلال یعنی جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے اپنے مسلمان بھائی پر تین دن سے زیادہ ناراض اور علیحدہ رہے۔ اور جس نے ایسا کیا اور مر گیا تو وہ دوزخ کی آگ میں جائے گا۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۲ مسلم اور بخاری کے حوالہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یُسَلِّمُہ — اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ہی اسے ذلیل کرے۔

ومن کان فی حاجتہ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ — اور جو مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی کوئی حاجت و ضرورت پوری کرے گا اللہ کریم اس کی حاجت و ضرورت پوری کرتا رہے گا۔

اور جس مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان کی کوئی مشکل حل کی اللہ کریم قیامت کے دن اس کی مشکلات آسان کر دے گا۔

ومن ستر مسلماً ستر اللہ یوم القیامۃ — اور جس مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان کی پردہ پوشی کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا۔

قرآن و حدیث کے ان روشن دلائل اور اس درس کے بعد بھی مسلمانوں کے دلوں میں دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے ہمدردی و خیر خواہی اور محبت و الفت اور

جذبہ و ایثار کا جوہر پیدا نہیں ہوتا تو پھر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ آج کے مسلمانوں سے جنگل کے درندے اچھے ہیں۔

تیسرا — کہ میں چغلی خور نہیں ہوں اور چغلی خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

بھیڑیے کا یہ کہنا بھی قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔

قرآن مجید۔ سورۃ الحجرات — لا یغتب بعضکم بعضا — کہ ایک

دوسرے کی غیبت نہ کرو یعنی چغلی نہ کھاؤ۔ کیونکہ یہ جرم ایک دوسرے مسلمان بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱۵ حضرت ابی سعید و جابر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول

مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا — الغیبة اشد من الزناء — کہ کسی کی

غیبت کرنی یا چغلی کھانی زنا سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے۔ غلاموں نے عرض کی یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیبت زنا سے زیادہ کیسے جرم ہے؟

تو جواب میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا — ان الرجل لیزنی

فیتوب فیتوب اللہ علیہ — کہ زنا کرنے والا آدمی زنا کرنے کے بعد توبہ کر لے تو

اللہ کریم اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں — فیغفر اللہ لہ — کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش

دیتا ہے لیکن چغلی خوری کرنے والے کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ

وہ معاف نہ کرے جس کی چغلی کی گئی ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت یوں ہے!

صاحب الزناء یتوب وصاحب الغیبة لیس له توبہ — کہ زانی کے

لئے تو توبہ ہے مگر چغلی خور کے لئے توبہ نہیں ہے۔

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۳۴/۳۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے درمیان سے گزرے۔ عالم الغیب نبی پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قبروں میں سے دو انسانوں کی آواز سنیں۔ تو فرمایا۔
 یعد بان فی قبورہما۔ کہ ان دونوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔
 پوچھا گیا۔ کہ ان کے عذاب کا سبب۔ تو فرمایا۔ کان احدہما لایستتر من
 بولہد و کان الآخر یمشی بانعمنتہ۔ کہ ایک تو پیشاب کے قطروں سے گریز
 نہیں کیا کرتا تھا یعنی اس کے لباس اور جسم پر پیشاب کے قطرے گرتے تھے اور دوسرا
 چنغل خور تھا۔

قارئین کرام۔ قرآن و احادیث کے ان سبق آموز اور ایمان افروز بیانات
 پر غور کیا جائے اور پھر اس بھیڑیے کے کلام کو سوچا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی
 ہے کہ وہ بھیڑیا قرآن پاک کی تفسیر اور احادیث نبوی کی تشریح کر کے پورے نسل انسانی
 کو دعوت عمل دے گیا اور خصوصاً مسلمانوں کے لئے ایک ایسی شمع روشن کر گیا کہ جس
 کی روشنی میں ایسے گھناؤنے اور ذلیل گناہوں سے بچ کر وہ شرافت و ہدایت کا راستہ
 اور نیکی و اطاعت کی منزل پاسکتے ہیں۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ۔ جنگل کے اس درندے یعنی خونخوار
 بھیڑیے نے حق اور سچ بیان کرنے کے ساتھ یوسف کے بھائیوں کا مکرو فریب اور ان
 کے جھوٹے خون کی بھی نشان دہی کر دی تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ بھی بتا
 دیا تھا کہ یوسف زندہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بھیڑیے کو جنت کا حق
 دار بنا دیا گیا۔

مثلاً۔ احسن القصص صفحہ ۵۰۔ سبعا اشیا من غیر جنس بنی آدم
 ولا من جنس الجن یكون فی الجنة۔ کہ نسل انسانی اور نسل جنات کے علاوہ
 سات اشیاء بھی جنت میں جائیں گی۔ ذب یعقوب علیہ السلام، کلب اصحاب کہف، و
 ناقۃ صالح علیہ السلام، و حمار عیسیٰ علیہ السلام، و فیل اصحاب الفیل، و دلدل علی رضی اللہ علیہ
 و بقلۃ نبینا

یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھیڑیا، اصحاب کہف کا کتا، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا، اصحاب فیل کا ہاتھی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلدل اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر!

نزہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۵۸ علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ — قال النسفی یدخل معهم الجنۃ — کہ اصحاب کہف کا کتا اصحاب کہف کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا — وَكَذَٰلِكَ نَاقَتِہُ صَالِحٍ وَعَجَلِ اِبْرٰہِیْمَ وَكَبِشِ اسماعیل وبقرة بنی اسرائیل — وحوت یونس — ونملته سلیمان وهدد بلقیس — وناقتہ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم وحمار العزیز وذئب یعقوب علیہ السلام — اور اس کے علاوہ یہ حیوانات بھی اپنی اپنی نسبت کے لحاظ سے جنت میں جائیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دُنْب۔ بنی اسرائیل کی گائے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی۔ بلقیس کا ہد ہد۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا گدھا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھیڑیا۔

امام و مجدد غزالی رحمۃ اللہ علیہ خوب کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھیڑیے کو تو اس لئے لائے تھے کہ ہمارے مکر و فریب کا پردہ رہ جائے گا اور ہمارا جھوٹا خون سچائی کی دلیل بن جائے گا۔

لیکن اگر انہیں یہ پتہ ہوتا کہ بھیڑیا بول پڑے گا اور ہمارا بھید کھول دے گا اور ہماری من گھڑت کہانی کو جھٹلا دے گا۔ تو اسے کبھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس نہ لاتے۔

.....

مدین کا سوداگر

القرآن — سورة يوسف — اور پھر ایک قافلہ آیا اور انہوں نے کنواں دیکھا تو قریب ہی ڈیرا لگا دیا پھر اپنے پانی لانے والے کو بھیجا — تو اس نے اپنا ڈول کنوئیں میں ڈالا۔ تو وہ بلند آواز سے پکار اٹھا — کہ یہ کتنی خوشی کی بات ہے کہ یہ تو ایک حسین لڑکا ہے۔

تفسیر نسفی جلد صفحہ ۱۶۵، تفسیر کبیر جلد نمبر ۵ صفحہ ۱۱۲۔ تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ تفسیر کنز الایمان۔ احسن القصص صفحہ ۶۰ — مدین کا ایک سوداگر جس کا نام مالک بن زغر الخزاعی تھا مدین سے کنعان کے راستے مصر جا رہا تھا۔

تسیر من قبل مدین الی مصر و ذالک بعد ثلاثة ایام من القاء یوسف فی الجب — یعنی تین دن کے بعد وہ آیا — فاخطئوا الطريق فزلوا قریباً منه — کہ وہ راستہ بھول چکے تھے تو انہوں نے کنوئیں کے قریب ہی ڈیرا لگا لیا۔

سید افتخار الحسن — کہتا ہے کہ وہ راستہ بھولے نہیں تھے بلکہ انہیں راستہ بھلایا گیا تھا تا کہ وہ اس سورج کو بھی کنعان سے مصر اپنے ساتھ لے جائے جسے اس نے پچاس سال پہلے خواب میں اپنے دامن میں اترتے دیکھا تھا۔

تفسیر کبیر کے الفاظ یہ ہیں — ولما ادلی الورد دلوہ کان یوسف کان فی نا حیثہ من قعر البئر تعلق بالجب فنظر الوارد الیہ و رای حسنه نادى

وقابل یابشریٰ هذا غلام —

کہ جب قافلہ کے ماشکی نے اپنا ڈول کنوئیں میں ڈالا تو اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں کی دیوار سے لگے بیٹھے تھے۔ یا کنوئیں کی ایک طرف اور جب اس ماشکی نے حسن یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو بلند آواز سے پکارا تھا —

کہ قافلہ والو تمہیں مبارک اور خوشخبری ہو کہ کنوئیں میں تو ایک حسین و جمیل لڑکا ہے ادھر ماشکی آواز دے رہا تھا اور ادھر یوسف علیہ السلام نے ڈول کی رسی پکڑ لی

تفسیر کشاف والا — یوں لکھتا ہے کہ فلما خرج اذ هو بغلام احسن مایکون — کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام اس اندھیرے کنوئیں سے باہر آئے ایک لڑکے کی صورت میں تو ان کا حسن و جمال کمال کو پہنچا ہوا تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مالک ابن زغر نے جب خواب دیکھا تھا تو تعبیر بتانے والے نے مالک کو یہ خوشخبری بھی سنائی تھی کہ وہ غلام جو تیرے ہاتھ آئے گا وہ صرف غلام ہی نہیں ہوگا بلکہ تو اس کے سبب تو نگر ہو جائے گا۔

ویبقى الغناء فی اولادک الی یوم القیامة وتنجومن النار
پرکتہ وتدخل الجنة بدعوته ویصیر لک اولاد کثیر ویبقى
اسمک و ذکرک —

اور پھر تو نگری و فراخی قیامت تک تجھ میں اور تیری اولاد میں رہے گی — اور اس کی برکت سے تو جہنم کی آگ سے نجات پا جائے گا — اور اس کی دعا سے تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور تیری اولاد بھی بہت ہوگی اور تیرا نام اور ذکر رفتی دنیا تک قائم اور روشن اور باقی رہے گا۔ اسی سورج کو پانے اور اسی ماہِ جمین حاصل کرنے کے لئے وہ کئی دفعہ کنعان آیا لیکن اس کی خواب کی تعبیر پوری نہ ہوئی —

آخر ہاتفِ غیبی نے آواز دی کہ تیری اور اس سرِ پاپا حسن کی ملاقات میں ابھی

پچاس سال باقی ہیں۔

اور جب مالک ابن زغر تلاش کرتا ہوا تیسری مرتبہ کنعان کی سرزمین میں آیا — تو اس نے دیکھا — رای طیور تطیر حول الجب — کہ پرندے اس کنوئیں کا طواف کر رہے ہیں۔ اور کنوئیں کے ارد گرد اڑتے رہتے ہیں۔

تطوف کما یطوف الحاج بالكعبة — اور پرندے اس کنوئیں کے ارد گرد اس طرح سے اڑ رہے ہیں کہ جیسے حاجی لوگ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اصل میں فرشتے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کے لئے بھیجا تھا۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ یہاں سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نبی جہاں بھی رونق افروز ہو جائے فرشتوں کے لئے وہ جگہ طواف کعبہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

واسر وہ بضاعتہ — اسے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام قیمتی مال سمجھ کر چھپا لیا — قافلہ والوں نے لنبیعہ بمصر — کہ اسے بھاری رقوم کے عوض فروخت کریں گے مصر جا کر۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ — الضمیر لاختوة یوسف — کہ اسر وہ — میں ہ کی ضمیر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرف لوٹتی ہے۔ کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی اصل حقیقت کو چھپاتے ہوئے مالک بن زغر سے یہ کہا — هذا غلام لنا آبق فاشتر وہ منا — کہ یہ ہمارا نافرمان غلام ہے ہم سے بھاگ آیا ہے۔ اگر تم اسے خریدنا چاہو تو خرید لو ہم ستا بیچ دیں گے —

وسکت یوسف فحافته ان یقتلوه — اور حضرت یوسف علیہ السلام اس خوف سے خاموش رہے کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دیں۔ کیونکہ — یہود نے یوسف علیہ السلام کے کان میں کہہ دیا تھا — ان اقررت بالعبودة نجوت ولا اخذناک منهم وقتلناک — کہ اگر تو نے اپنے غلام ہونے کا اقرار کر لیا تو ہم تجھے چھوڑ دیں گے

ورنہ ان قافلہ والوں سے تجھے لے کر قتل کر دیں گے۔ قتل کے خوف سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہہ دیا۔ — یامعشر التجار صدق — کہ اے تجارت کرنے والو یہ لوگ سچ کہتے ہیں کہ میں غلام ہوں۔

واشار الی اللہ تعالیٰ — اور اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف کیا — کہ میں اللہ کریم کا غلام ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہر روز کنوئیں پر آتے اور یوسف علیہ السلام کو دیکھ جاتے تھے۔ — تین دن کے بعد جو انہوں نے دیکھا تو انہیں کنوئیں میں نہ پایا — قافلہ میں گئے تو یوسف علیہ السلام کو وہاں کھڑے پایا۔

احسن القصص صفحہ ۵۷ وہو یہتز کما یہتز والورقة علی الشجرة — کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کو دیکھ کر خوف سے اس طرح کانپنے لگے کہ جیسے پتے درخت پر ہوا سے ہلتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے — یوسف علیہ السلام نے پوچھا — جبریل کیوں آئے ہو؟
جواب دیا کنوئیں سے نکلنے کی خوشخبری دینے آیا ہوں اس ڈول میں بیٹھ جاؤ — مقرب فرشتہ کی زبان سے اپنی رہائی پانے اور اندھیرے کنوئیں سے نکلنے کی خبر سن کر حضرت یوسف علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور — اللہ کریم کے اس لطف و کرم کا شکر یہ ادا کیا۔

اور فرمایا — جبریل علیہ السلام — آج میں کنوئیں سے نکل کر اپنے باپ۔
بھائی بنیامین اور بہن کو ملوں گا — اس ظلمت کدہ سے نکل کر روشنی حاصل کروں گا اور تین دن کی جدائی سے آزاد ہو کر وصل کی لذت کروں گا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے یہ سن کر عرض کی کہ یوسف علیہ السلام خوش نہ ہو اور باپ بھائی اور بہن سے ملنے کی تمنا اور امید چھوڑ۔

پوچھا— تو پھر مجھے نکالنے کیوں لگا ہے؟

جواب دیا— مولوی غلام رسول صاحب

وکن لگیں اج قیمت تیری مشتر یاندے پلے

گاہک تیرے مصروں آئے تے آپ خداوند گھلے

خزاں وگی کنعان ولایت رس چلیاں گلزاراں

تے اجڑے شہر مصردے اندر لکیاں نے اون بہاراں

احسن القصص صفحہ ۵۴ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا— قُمْ يَا

يُوسُفُ— اے یوسف اٹھ کھڑا ہو۔

فَقَالَ— اِلَىٰ اَيْنَ— کہاں کے لئے

عرض کی— فَاذْكُرْ يَوْمًا حِينَنَ نَظَرْتُ فِي الْمَرَاةِ.

کہ کیا تجھے وہ دن یاد ہے جس دن تو نے شیشہ میں اپنی صورت دیکھی تھی۔

قَالَ نَعَمْ— فرمایا ہاں یاد ہے۔

پوچھا اس وقت تمہارے دل میں کیا خیال آیا تھا؟

لَوْ كُنْتُ مَمْلُوكًا لَمَا قَامَ أَحَدٌ بِشُمْنِي—

کہ اگر میں غلام ہوتا تو کوئی شخص بھی میری قیمت ادا نہ کر سکتا۔

عرض کہ— اَلْيَوْمَ تَرَا قِيَمَتَكَ— کہ آج اپنی قیمت دیکھ لے

القرآن— پھر انہوں نے چند کھوٹے سکوں کے عوض یوسف کو بھائیوں نے

بیچ دیا— جن کی تعداد بیس تھی—

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ یوسف علیہ السلام کی اس قیمت پر یوں لکھتے ہیں۔

ولے ایں نرخ را یعقوب داند

زینجا ایں خریداری تو اند

دہد گنج سعادت ناخرد مند

ستا نذرد کشیدہ درہے چند

کہ یوسف علیہ السلام کی قیمت حضرت یعقوب علیہ السلام ہی جانتے تھے اور اگر زلیخا یوسف کی خریدار ہوتی تو اپنے تمام خزانے قربان کر دیتی۔

مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بیع وشرہ کو اس طرح لکھتے ہیں۔

جے یعقوب کریندا قیمت مل زلیخا لیندی

جاں دیندی او اک دیداروں ابے پسند نہ پیندی

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب انہیں فروخت کر دیا تو مالک

نے ان سے کہا —

اُكْتُبُوا كِتَابًا بِأَيْدِيكُمْ — کہ مجھے اپنے ہاتھوں سے دستاویز لکھ دو —

بِأَنَّكُمْ بَعْتُمْ مِنِّي هَذَا لِعَلَّامٍ بَكْدًا — کہ ہم نے یہ غلام اتنی رقم کے عوض اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

فَكْتُبُوا لَهُ — پس بھائیوں نے تحریر لکھ دنی —

اور بھائی جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچ کر واپس جانے لگے تو مالک سے کہنے لگے —

إِرْبِطُو بِحَبْلِ شَدِيدٍ كَيْلًا يَهْرَبُ — کہ اسے مضبوط رسی سے باندھ لو تاکہ یہ بھاگ نہ جائے۔

وَلَا تَحْمِلْهُ، بَلِّدْ إِلَى بَلَدٍ إِلَّا مَغْلُولًا — اور اس کے گلے میں طوق ڈالے

بغیر ایک شہر سے دوسرے شہر تک نہ لے جانا۔ اور پاؤں میں بیڑیاں بھی پہنا دو۔

بھائیوں کو جاتے اور اپنی اس حالت کو دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام بہت روئے۔

اور پھر مالک نے ایسا ہی کیا یعنی انہیں رسیوں میں جکڑ لیا۔

مالک نے کنعان کی سرزمین سے جب کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت یوسف

علیہ السلام نے مالک سے کہا۔

أَيْهَا التَّاجِرُ لِي إِلَيْكَ حَاجَةٌ — کہ اے سوداگر میری تجھ سے ایک

درخواست ہے کہ مجھے اپنے بھائیوں سے ملنے کی اجازت دیدیں شاید پھر کبھی ان سے ملنے کا موقعہ نہ ملے۔

فَقَالَ مَالِكٌ "مَا أَكْرَمَكَ مَمْلُوكًا" — کہ تو کیسا شریف اور بزرگ ذات غلام ہے کہ جن تیرے بھائیوں نے تجھ پر اتنا ظلم کیا۔ اتنا برا سلوک کیا اور چند کھوٹے سکوں کے عوض تجھے فروخت کر دیا اور تو پھر ان سے ملنا چاہتا ہے۔

قَالَ — كُلُّ أَحَدٍ يَفْعَلُ مَا بِهِ — حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی لیاقت اور حیثیت کے مطابق کام کرتا ہے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا؟ اس لئے کہ وہ نبی بننے والے تھے اور انہیں نبوت عطا ہونے والی تھی اور ہر نبی اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی حسن سیرت، حسن اخلاق اور حسن کردار کا مالک ہوتا ہے اور شرافت و انسانیت کی دولت سے اس کا دامن بھر پور ہوتا ہے اور لطف و کرم کے قیمتی موتی اور رحمت و شفقت کے گرانقدر گوہر اس کی جھولی میں ہر وقت بکھر رہتے ہیں۔ مالک نے حیران ہو کر انہیں بھائیوں سے ملاقات کرنے کی اجازت دیدی۔

بھائیوں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف آتے دیکھا تو تیز تیز قدم اٹھانے لگے کہ شاید یہ مالک کو فریب دیکر دوڑ آیا ہے اور کہیں سودا واپس نہ ہو جائے۔ گلے میں طوق تھا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور پاؤں میں بیڑیاں۔ لیکن پھر بھی شوق ملاقات میں وارفتہ ہو کر اٹھتے بیٹھتے گرتے اور آوازیں دیتے بھائیوں کی طرف چلے جا رہے تھے۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے اس دردناک لمحہ کی یوں منظر کشی کی ہے۔

طوق گلے ہتھکڑیاں ہتھیں بیڑیاں پیریں پیاں

یوسف دوڑے دوڑے نہ ہووے اڈیاں اچڑگیاں

یوسف کرے بلند پکاراں اٹک ذرا مل جاؤ
 اے فرزند و باپ میرے دیو رحم میرے پر کھاؤ
 حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ درد بھری پکار اور سوز بھری آواز سن کر یہودا کو رحم
 آ گیا اور رک گئے اور اپنے بھائی کا انتظار کرنے لگے۔
 حضرت یوسف علیہ السلام آگئے — ملاقات کی اور ہر بھائی کے گلے لگ کر
 روئے — اور فرمایا

رَحِمَكُمُ اللّٰهُ وَاِنْ لَّمْ تَرْحَمُوْنِيْ — اَعَزَّكُمُ اللّٰهُ وَاِنْ
 خَذَلْتُمُوْنِيْ — حَفِظَكُمُ اللّٰهُ وَاِنْ بَعَيْتُوْنِيْ وَيَنْصُرْكُمْ اللّٰهُ
 وَاِنْ لَّمْ تَنْصُرُوْنِيْ —

کہ اگر چہ تم نے مجھ پر رحم نہیں کیا پھر بھی اللہ تم پر رحم کرے — اور اگر چہ تم نے
 مجھ کو ذلیل کیا پھر بھی اللہ تمہیں عزت بخشے اور اگر چہ تم نے مجھے فروخت کر دیا پھر بھی
 اللہ تعالیٰ تمہیں ہر بلا سے محفوظ رکھے۔ اور اگر چہ تم نے میری مدد نہیں کی پھر بھی اللہ
 تمہاری مدد کرے۔

ظلم کے مقابلہ میں کرم — جبر کے مقابلہ میں صبر اور ستم کے مقابلہ میں پیار
 دیکھ کر بھائی شرمندہ ہوئے اور رونے لگے۔

باپ میرا پیغمبر رب دا اس دی خدمت کریو
 بہن میری نون رون نہ دینا ہتھ شفقت دا دھریو
 اور پھر

باہوں پکڑ گیا لے تده نون مالک یوسف تائیں
 ڈیرا پٹ لیا کرواناں چھوڑ چلے سب جائیں

☆☆☆!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!☆☆☆

وادیِ کنعان سے مصر تک

احسن القصص صفحہ ۶۹، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید کر اور انہیں قیدی بنا کر یمن کا سوداگر مالک بن زغر وادیِ کنعان سے شہر مصر کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ماں مرحومہ حضرت راحیل کی قبر مبارک آئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بے خودی کے عالم میں اپنے آپ کو ماں کی قبر پر گرا دیا۔ اور نہایت ہی درد بھری آواز اور پرسوز لہجہ میں فریاد کی۔ اور روتے ہوئے پکارنے لگے۔

يَا مَاهُ — يَا رَاحِيلُ فَرَّقُوا بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي — يَا مَاهُ لَوْ رَأَيْتَنِي
لَبَكَيْتَ رَحْمَةً لِي — کہ اے میری پیاری ماں — اے راحیل۔ میرے بھائیوں
نے مجھے باپ سے جدا کر دیا ہے — اے ماں اگر تو مجھے دیکھتی تو بہت روتی۔

يَا مَاهُ — لَوْ رَأَيْتَنِي حِينَ نَزَعُوا قَمِيصِي وَفِي الْوَتَاقِ وَتَقَوْنِي فِي
الْحُبِّ فَرِيداً وَالْقَوْنِي بِالْحِجَارَةِ —

اے ماں — اگر تو مجھے اس وقت دیکھتی کہ جب میرے بھائیوں نے میرے
بدن سے میری قمیص اتار کر مجھے ننگا کیا — اور مجھے رسی سے باندھ کر اندھیرے اور
گہرے کنوئیں میں ڈالا اور اوپر سے مجھ پر پتھر برسائے۔

وَفِي الْحَرِّ الشَّدِيدِ اَمْشَوْنِي — اور سخت گرمی میں مجھے پیدل چلایا —
وَعَلَى النَّاقَةِ حَمَلُونِي كَمَا يَحْمِلُ الْاَسِيرُ — اور مجھے قیدیوں کی طرح اونٹنی

پر سوار کرایا۔

اے میری ماں — تو نے مجھے پیار کی لوریاں دے کر پالا — تیری آغوش
میرے لئے جنت کی بہار اور تیری چادر میرے لئے خدا کی رحمت کا سایہ تھی لیکن آج
میں قیدی بن کر مصر جا رہا ہوں۔ خدا جانے پھر تیری قبر پر آنا نصیب ہو کہ نہ ہو۔ میرا
بولیا چالیا معاف کر دے۔

بیٹے کی یہ درد بھری فریاد اور سوز بھری پکار سن کر ماں کی قبر تھرا اٹھی اور پھر تربت
سے آواز آئی۔

فَسَمِعَ اٰنِيْنَا مِنَ الْقَبْرِ وَ صَوْتًا — پس پھر بیٹے نے ماں کی قبر سے دکھ بھری
آواز سنی — وَاَقْرَبَ عَيْنَاهُ — وَأَوْلَادَهُ — وَثَمَرَ فَوَادِهِ — کہ اے میرے
فرزند میری آنکھوں کی ٹھنڈک — میرے لخت جگر اور میرے دل کے باغ کے
پھول۔ صبر کے دامن کو تھام لے اور ہر مصیبت کو حوصلہ سے برداشت کر اللہ تعالیٰ تجھے
اس کا اچھا اجر دے گا۔

اور بیٹا — میں جانتی ہوں کہ تو قیدی بن کر جا رہا ہے — اور میں دیکھ رہی
ہوں کہ تیرے گلے میں طوق — ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں لوہے کی
زنجیریں ہیں۔

لیکن — بیٹا

اس مقام پر دائم مرحوم کہتا ہے۔

باجھ مشکلات حل نہ ہوں نکتے حل کرے گا مشکل کشا بچہ
تیرے دادے خلیل نون ویریاں نے بلدی بچے اندر دتا پاپچہ
رب صبر دا اجر عطا کیتا بچہ دتی گلزار بنا بچہ
اسمعیل دی گردن تے چھری چلی رب اوہنوں وی لیا بچا بچہ

توں وی حضرت خلیل دا پوترا ایں من رب دی جینویں رضا پچہ
 کیہہ ہو یا جے بھائیاں نے دکھ دتے مہربان ہے آپ خدا پچہ
 اک روز توں مصر دا شاہ بن سیں جا ایہو آمیری دعا پچہ
 تینوں جنناں بھراواں نے ویچیا اے بن کے اون اکدن گدا پچہ

☆☆☆!!☆☆☆☆

عظمتِ ماں

ماں کی زیارت — خدا کی عبادت

ماں کے قدم — جنت کی دہلیز

ماں کے قدموں کا دھوؤں — آپ کوثر!

ماں کا دامن — خدا کی رحمت کا خزانہ!

ماں کی رضا — اللہ ورسول کی رضا!

حضرت امام حسن علیہ السلام نے ساری زندگی اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صلوٰۃ علیہا کے ساتھ کبھی کھانا نہ کھایا — خاتونِ جنت نے پوچھا۔

بیٹا — میری تمنا ہے کہ تو میرے ساتھ کھانا کھائے مگر تو نے کبھی میری اس خواہش کو پورا نہیں کیا۔ اس کا سبب کیا ہے۔

فاطمہ کے نورِ نظر نے جواب دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں آپ سے پہلے لقمہ کو اٹھالوں اور بے ادبوں میں سے ہو جاؤں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۰ و ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۲ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا — اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام — أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ! — مجھ سے ایک گناہِ عظیم سرزد ہو گیا ہے، کیا میرے لئے توبہ کی کوئی

گنجائش ہے؟

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا — هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ — کہ کیا تیری ماں زندہ ہے؟
عرض کی نہیں —

فرمایا۔ هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ — کہ کیا تیری خالہ ہے؟
جواب دیا — ہاں!

حکم ہوا — کہ خالہ کی اطاعت — فرماں برداری اور اس سے نیکی و بھلائی کر — تیرا عظیم گناہ معاف ہو جائے گا۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ارشاد نبویؐ سے ثابت ہوا کہ ماں ہی اطاعت و فرمانبرداری کرنے اور اسے خوش رکھنے اور اس کے ساتھ نیکی و بھلائی کرنے سے انسان کے گناہ کبیرہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔

نزہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۱۹۸، باب بر الوالدین حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھنے کی تمنا کی — حکم ہوا کہ پہاڑ کی طرف دیکھو!

کیوں اس لئے — کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جانے لگے تو ماں نے پوچھا کہ اگر تیرے جانے کے بعد مجھے تیری ضرورت پیش آ جائے تو — اَيْنَ اَطْلُبُكَ — میں تجھے کہاں تلاش کروں؟

قَالَ عَلِي الْجَبَلِ — جواب دیا کہ پہاڑ پر! موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ میرا سوال تو تجھے دیکھنے کے متعلق ہے اور تو نے حکم دیا ہے کہ پہاڑ کی طرف دیکھو اس کا سبب کا ہے؟

جواب ملا — کہ ماں کو کیا کہہ کے آئے ہو!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ قرآن کریم کے اس مقدس واقعہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ماں کو یہ کہنا کہ اگر میری ضرورت پڑے تو مجھے پہاڑ پر تلاش

کر لینا سے ثابت ہوتا ہے۔۔۔ کہ۔۔۔ جس طرف ماں کا دھیان ہوتا ہے اللہ کریم بھی اسی جانب اپنی ذاتی تجلی کو مرکز بنا لیتا ہے۔

جیسا کہ۔۔۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اپنے سینہ۔۔۔ مبارک کو ننگا کر کے اور یمن کی طرف منہ کر کے فرمایا۔۔۔

اِنِّی لَا جِذْرِیْخَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبْلِ الْیَمٰنِ۔۔۔ کہ آج مجھے یمن کی طرف سے رحمن یعنی دوست کی خوشبو آ رہی ہے۔

غلاموں نے عرض کی۔۔۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔۔۔ وہ کون ہے؟ فرمایا۔۔۔ اویس قرنی ہے۔

پوچھا گیا۔۔۔ اگر وہ آپ کا اتنا ہی عاشق ہے تو آپ کی زیارت و ملاقات کے لئے ابھی تک کیوں نہیں آیا؟

ارشاد فرمایا۔۔۔ اپنی بوڑھی اور نابینا ماں کو چھوڑ کر نہیں آنا چاہتا!

گویا کہ ماں کے اطاعت گزار خدمت گزار اور فرمانبردار بیٹے کو (رحمان) فرمایا ہے اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ماں کی اطاعت و خدمت کا انعام یہ عطا فرمایا کہ قیامت کے دن لاکھوں گنہگار بندے ان کی شفاعت سے بخشے جائیں گے۔

اور پھر اپنا جبہ مبارک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دے کر فرمایا کہ تم میں سے جو بھی اویس قرنی سے ملاقات کرے میرا یہ جبہ انہیں پہنا دینا۔

اعظم چشتی نے خوب ترجمانی کی ہے۔ کہ

جس دے پلے عمل نہ کوئی او کرے زیارت ماں دی

رب رسول نہ اوس تے راضی جیہڑا کرے نہ عزت ماں دی

ماں دی قدر اویس پچھاتی جس سمجھی عظمت ماں دی

اعظم نہیں اصحابی بنیا مھڈ کے خدمت ماں دی

یعنی اگر حضرت اویس قرنی ماں کی خدمت چھوڑ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جاتے تو اصحابی کے مرتبہ پر فائز ہو جاتے لیکن انہوں نے اصحابی نہ بننا منظور کر لیا مگر ماں کی خدمت ترک کرنی منظور نہ کی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی ترتیب دی ہوئی حدیث کی کتاب بخاری شریف صحیح بخاری کے نام سے پکاری جاتی ہے ایک دفعہ آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے۔

علاج کئے مگر بینائی واپس نہ آئی تو آپ کی والدہ مرحومہ نے تہجد کے نوافل پڑھ کر باہگاہ رب العزت میں التجا کی کہ اے خالق کائنات میرا بیٹا تیرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح مستند اور مقدس کتاب احادیث مطہرہ کو جمع کر رہا ہے اس کی بینائی واپس لوٹا دے۔

بس پھر کیا تھا ادھر ماں کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے اور ادھر امام بخاری کی بینائی واپس آگئی اور آنکھیں روشن ہو گئیں۔

اور آپ کی والدہ کو دعا کرنے کی بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دی۔

تفہیم البخاری شیخ الحدیث علامۃ العصر اور میرے استاذی المکرم جناب مولانا غلام رسول صاحب جامعہ رضویہ فیصل آباد۔

ماں کی شان اور عظمت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسے حافظ الحدیث امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الحاوی للفتاویٰ صفحہ ۲۳۳ میں نقل کیا ہے۔

لَوْ اَدْرَكْتُ وَاَصْبَحُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاَنَا فِي الصَّلَاةِ الْعِشَاءِ وَقَدْ

قَرَأْتُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ تَنَادَى يَا مُحَمَّدُ اَلَا جَبْتَهَا لِيْكَ

کہ اگر میرے والدین زندہ ہوتے یا میں ان سے ایک اور عشاء کی نماز پڑھ رہا

ہوتا اور اس میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کر رہا ہوتا اور میری ماں اگر مجھے یا محمد کہہ کر آواز دیتی تو میں اسے جواب دیتا کہ اماں میں حاضر ہوں۔

حضرات غور فرمائیں کہ کہاں اللہ کی نماز اور کہاں — ماں کی آواز — اور کہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب۔

قارئین کرام — میری بھی ماں تھی — شب بیدار ماں — تہجد گزار ماں — ہر وقت تسبیح کے دانے شمار کرنے والی ماں اور ہر دم اور ہر گھڑی میرے لئے دعا کرنے والی ماں۔ میں جلسہ کے لئے باہر جاتا تو سجدہ ریز ہو کر میری واپس کی دعا کرنے والی ماں — آج میری عزت، میری شہرت اور میری خطابت کا شہرہ میری ماں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

وہ صرف ایک پارسا عورت ہی نہیں تھیں بلکہ عالمہ فاضلہ اور فقیہہ پر پوری طرح عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ عورتوں کے خصوصی مسائل پر بھی انہیں دسترس حاصل تھی۔

اور شاید ان کی عبادت و طہارت اور مرشد لائٹانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت ہی کا یہ صلہ انہیں ملا کہ ان کی موت ایسے ہوئی جیسے خاتونِ جنت کی۔ اور وفات کی تاریخ بھی وہی ملی جو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملی یعنی تیسرا روزہ۔

جمعرات کا دن تھا۔ لباس تبدیل کیا۔ غسل کیا۔ وضو کیا اور قبلہ رخ ہو کر سجدہ ریز ہو گئیں اور روح پرواز کر گئی۔

حضرات گرامی! — ماں کے متعلق صاحبزادہ سید افتخار الحسن کا ایک ذاتی نظریہ یہ بھی ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کی بھی ماں ہوتی تو وہ ماں کے قدم چھوڑ کر اللہ کی جنت کبھی قبول نہ کرتے اس لئے کہ جنت تو ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ یہ ٹھیک ہے اور قرآن پاک اس پر گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت عطا کی مگر دو چار مہینوں کے بعد انہیں جنت سے نکال بھی دیا لیکن بیٹا کتنا بھی نافرمان ہو ماں کبھی نہیں کہتی کہ میرے گھر سے نکل جا۔

سردار حسین سردار شاعر اہل سنت و جماعت نے ماں کے متعلق خوب کہا ہے۔
— کہ

لکھاں ساک نے بندے دیوچہ دنیا پر ساک نہیں کوئی ماں دے ساک ورگا
پتر بھانویں زمانے دا ولی ہووے نہیں ماں دے پیراندی خاک ورگا
اور پروفیسر موہن سنگھ موہن نے بھی ماں کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے کیا ہی
اچھا کہا ہے — کہ

ماں جیہا گھن چھانواں بوٹا کدھرے نظر نہ آوے
جس تھیں چھاں ادھاری لے کے رب نے سرگ بنائے
دنیا دا ہر بوٹا یارو جڑ سکیاں سک جائے
پر ایہہ ماں دا بوٹا لوکو پھل سکیاں سک جائے
سرگ — یعنی جنت — اور پھل — یعنی بیٹا — ہر جوان — ہر بچہ اور
ہر انسان کو میری نصیحت ہے کہ

چھاں جنتاں دی جیکر مانی آسائے ماں دے دامن وچہ جی لیا کر
اور آب کوثر دامزہ جے چکھناں ای پیر ماں دے دھوکے پی لیا کر
سوداگر اور دوسرے قافلہ والوں کو جب حضرت یوسف علیہ السلام نظر نہ آئے تو
تاجر نے بیچ اسود نامی اپنے ایک غلام کو تلاش کرنے کے لئے کہا — کیونکہ حضرت
یوسف علیہ السلام اسی کی سپردداری میں تھے۔
اسود تلاش کرتے کرتے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا تو غصہ
سے کہنے لگا —

أَخْبَرُونَا مَوَالِيكَ بِأَنَّكَ سَارِقٌ كَذَّابٌ

کہ تیرے آقاؤں نے ہمیں بتایا تھا کہ تو چور ہے — جھوٹا اور بھاگنے والا ہے
مگر ہم نے ان کی بات پر یقین نہیں کیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ نہیں میں بھاگا نہیں ہوں —
 وَلَكِنَّكُمْ مَرَرْتُمْ عَلَىٰ قَبْرِ أُمِّي رَاحِيلَ — ہوا یہ کہ تمہارا گزر میری ماں راحیل کی
 قبر سے ہوا تو میں ماں کی قبر کو دیکھ کر بے اختیار ہو گیا اور ماں کی قبر سے لپٹ گیا۔

ثُمَّ أَنَّ الْأَسْوَدَ غَضِبَ عَلَيْهِ فَلَطَمَهُ، وَجْهَهُ، — اور پھر اسود حضرت
 یوسف علیہ السلام پر غضب ناک ہو گیا اور چہرہ اقدس پر طمانچے مارے اور ان کے
 پاؤں پکڑ کر گھسیٹا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بے ہوش ہو گئے اور بارگاہ رب العزت
 میں سجدہ ریز ہو گئے۔ اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی — کہ اے رب دو جہان اگر
 مجھ سے کوئی لغزش ہو گئی ہے تو میرے آباؤ اجداد کے صدقے مجھے معاف کر دے۔

بس پھر کیا تھا — حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے ادھر یہ الفاظ
 نکلے اور ادھر قافلہ پر ایک تباہ کن طوفان اٹھ آیا — کہ شتر مرغ کے انڈوں کے برابر
 اولے پڑنے لگے اور سیاہ بادل گرجنے لگے۔ یہ خطرناک اور ہلاکت خیز طوفان دیکھ کر
 — قَالَ الْمَالِكُ يَا قَوْمُ إِنْ كَانَ مِنْكُمْ مُذْنِبٌ فَلْيَتُبْ إِلَى اللَّهِ — کہ اے
 قوم — اگر تم میں سے کسی نے گناہ کیا ہے تو ہلاک ہونے سے پہلے اسے اللہ کی بارگاہ
 میں توبہ کرنی چاہئے۔

اس پر اسود نے کہا کہ یہ گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے اور میں نے ہی اس غلام یعنی
 حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم کیا ہے۔

پس پھر مالک حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا اور نہایت ہی عجز و انکساری
 سے عرض کی — يَا غُلَامُ أَظُنُّ بَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ رَبِّ السَّمَاءِ قُرْبَةً

کہ اے جوان میں جانتا ہوں کہ تیرے اور رب کے درمیان قربت و نزدیکی ہے
 قَالَ نَعَمْ — فرمایا ہاں —

قَالَ فَارْحَمْنَا — التجا کی — ہم پر رحم کر

فَتَبَسَّ يَوْسُفُ — حضرت یوسف علیہ السلام مسکرائے اور طوفان کے ہٹ

جانے کی دعا فرمائی ادھر ان کے لب ہلے اور ادھر سیاہ بادل چھٹ گئے، اولے پڑنے بند ہو گئے، بارش رگ گئی، طلعت الشمس۔ اور سورج نکل آیا۔ اس کے بعد مالک کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی عزت بڑھ گئی اور محبت پیدا ہو گئی اور پھر اس نے طوق اتار دیا۔ بیڑیاں توڑ دیں اور ہتھکڑیاں کھول دیں۔ بہترین لباس پہنایا اور سارے قافلہ سے کہہ دیا کہ تم میں سے کوئی بھی یوسف سے آگے نہ چلے۔

☆☆☆.....☆☆☆

شہر تابستان میں داخلہ

وَكَانَ أَهْلُهَا كُفْرَةً — اس شہر کے تمام لوگ کافر تھے اور بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا مَنْ خَلَقَكَ — قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَالُوا أَمَّا بِالذِّئْبِ خَلَقَكَ —

جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگے۔
کہ تجھے کس نے پیدا کیا۔

فرمایا — اللہ کریم نے — جو وحدہ لا شریک ہے جو دلوں کے بھید جانتا ہے جو زمین و آسمانوں کو پیدا کر نیوالا ہے جو معبود برحق ہے اور جو شکم مادر میں ہی صورتوں کا خالق ہے شہر کے تمام بتوں کے پجاری پکاراٹھے کہ ہم اس اللہ پر ایمان لائے جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ بتوں کو توڑ دیا اور وحدہ لا شریک کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔
مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے اس حیرت انگیز واقعہ کو یوں نظم کیا ہے۔

جاں یوسف نون ڈٹھا لوکاں حیرانی وچہ آئے
زن مرداں سبھ نکل کے شہروں یوسف طرف سدھائے
سیس جھکا کے عرضاں کردے اے نوری سلطاناں
حد بشریت تھیں ودھ گیاں حسن تیرے دیاں شانان

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ہر نبی کا فرض منصبی یہی ہوتا ہے کہ وہ کفر و شرک کے اندھیروں میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں اور اپنے کردار اور حسن و اخلاق کے ذریعہ توحید و اسلام کی شمع روشن کرے اور بتوں کے پجاریوں کو ایک معبود برحق کے آگے جھکائے۔

شہر قدس میں ورودِ مسعود

مالک بن زغر کی قیادت میں اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پیشروئی میں یہ قافلہ دن رات سفر کرتے ہوئے شہر قدس میں پہنچے تو اس شہر کے امیر کو پہلے ہی خواب کے ذریعہ بتا دیا گیا تھا کہ تیرے شہر میں آج کی دنیا کا بہترین اور خوبصورت انسان آرہا ہے۔ کل اس کا استقبال پوری شان و شوکت سے کرنا اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنا۔

صبح ہوئی تو امیر قدس نے استقبال اور پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا اور خود قافلہ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکل آیا۔

ثُمَّ سَأَلَ أَهْلَ الْقَافِلَةِ أَيُّكُمْ الْأَمِيرُ — پھر اس نے قافلہ والوں سے پوچھا کہ تمہارا امیر کون ہے۔

فَأَشَارُوا إِلَى مُالِكِ بْنِ زَعْرٍ — انہوں نے مالک بن زغر کی طرف اشارہ کیا۔ — قدس شہر کا امیر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ شخص تو ہر سال دو دفعہ میرے شہر میں تجارت کے لئے آتا ہے اور مجھے اس کا استقبال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ — آج کیا بات ہے؟

ابھی امیر یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک — نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَارِسٌ — آسمان سے ایک سوار نازل ہوا جو حضرت یوسف علیہ السلام کی حفاظت پر مامور تھا — اور وہ ایک فرشتہ تھا! اس سوار نے امیر قدس کے کان میں کہا۔

يَا أَمِيرَ الذِي أَمِرْتُ بِاسْتِقْبَالِهِ فِي الْمَنَامِ ذَالِكَ الْغُلَامَ — کہ اے امیر شہر جس کے استقبال کے لئے حکم دیا گیا ہے وہ یہ غلام ہے۔

قافلہ کے تمام مسافر جب شہر میں داخل ہو گئے تو امیر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا — مَنْ أَنْتَ — تو کون ہے؟

جواب دیا — أَنَا الَّذِي أَمِرْتُ بِاسْتِقْبَالِي — کہ میں وہی ہوں جس کے استقبال کے لئے تجھے خواب میں حکم دیا گیا ہے۔

قَالَ مَنْ أَخْبَرَكَ — امیر نے پوچھا تجھے کس نے بتایا

قَالَ الَّذِي أَمِرْتُ — فرمایا جس نے تجھے میرے استقبال کا حکم دیا ہے۔

امیر نے کہا کہ مجھے تیرے حکم کی تعمیل کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ بتا تیرا حکم کیا ہے؟

فرمایا — أَمْرُكَ أَنْ لَا تَعْبُدَ الْأَصْنَامَ — کہ میرا حکم یہ ہے کہ تو بتوں کی پرستش چھوڑ دے تاکہ تو دوزخ کی آگ سے نجات پا جائے!

امیر نے کہا — مجھے تیرا حکم اس شرط پر منظور ہے — إِنْكَ إِذَا دَخَلْتَ عَلَيْهِ سَجَدَ لَكَ صَنَمِي — کہ توجب میرے بت کے پاس جائے تو وہ تجھے سجدہ کرے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے منظور ہے!

فَلَمَّا دَخَلَ يُوسُفُ فِي الْأَدْبِ سَجَدَ لَهُ الصَّنَمِ فَتَحَرَّكَ وَتَقَطَعَ —

پس جب حضرت یوسف علیہ السلام پھاٹک میں داخل ہوئے تو امیر کے بت نے انہیں سجدہ کیا — پھر وہ حرکت میں آیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

فَأَمَّنَ الْأَمِيرُ بِاللَّهِ — امیر اللہ پر ایمان لے آیا۔

مالک بن زغر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ کہ اے اللہ کریم کے حسین و جمیل بندے اور اے خدا کی خوبصورت مخلوق میں نے سفر کے ہر موڑ پر تمہارے معجزات دیکھے ہیں — میں فرشتوں کی تسبیح بھی سنتا رہا ہوں

— اور تیرے سر پر بادلوں کا سایہ بھی دیکھتا رہا ہوں اور ہر منزل پر تیری حفاظت کے لئے ملائکہ کا لشکر بھی دیکھتا رہا ہوں۔

اس لئے — فَأَحْبُّ أَنْ تَدْعُو اللَّهَ لِي —

کہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے لئے لڑکے کی دعا کرے کیونکہ میری کوئی اولادِ نرینہ نہیں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ کریم نے اسے بارہ لڑکے عطا فرمائے — بیوی کو چھ حمل ہوئے اور ہر حمل میں دو لڑکے پیدا ہوتے تھے۔

☆☆☆.....☆☆☆

مصر شہر میں ورود مسعود

خزاں وگی کنعان ولایت رس چلیاں گلزاراں
 اجڑ شہر مصر دے اندر لکیاں آون بہاراں
 یمن کا تجارتی قافلہ نفع بخش سودا لیکر سود مند سامان لے کر اور بہترین مال و متاع
 لے کر یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید کر مصر شہر کی حدود میں جب داخل ہوا اور
 دریائے نیل کے کنارے پہنچا تو مالک نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنا
 لباس اتار کر دریائے نیل میں غسل کر لو تا کہ تمہارے بدن سے سفر کا گرد و غبار دور ہو
 جائے اور تھکاوٹ بھی جاتی رہے۔

جمعہ کا دن تھا اور محرم پاک کی دس تاریخ تھی جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی
 وادی مصر میں آمد ہوئی۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پوتے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے لخت
 جگر نے نہانے کے لئے اپنے بدن سے جب لباس اتارا تو بقول مولوی غلام رسول
 رحمۃ اللہ علیہ کیفیت یہ ہو گئی

— کہ

اٹھ یوسف وچہ نیل ندی دے لاه جامہ چا وڑیا
 فرشوں عرش گیا چکارا نور فلک جا چڑھیا

تر تر تاریاں لایاں یوسف نیل خوشی وچہ آیا
 آب صفا وچہ مچھلیاں تر تر گردوں جوش رچایا
 کر کے غسل ندی دے وچوں یوسف باہر آیا
 سورج وانگ بدن دی چمکوں نور جگت وچہ چھایا

حضرت یوسف علیہ السلام سفری لباس اتار کر جب دریائے نیل میں اترے۔

فَجَعَلْتُ الْحِثَّانُ تَيْمَزَ عَنْ ظَهْرِ يُوسُفَ يَلْمُسُهُ، — تو دریا کی مچھلیاں
 بدن سے میل اتارنے لگیں اور پیٹھ مبارک ملنے لگیں۔

فَلَمَّا اغْتَسَلَ يُوسُفَ زَادَ اللَّهُ حُسْنًا وَجَمَالًا —

حضرت یوسف علیہ السلام غسل سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حسن و
 جمال کو اور بھی زیادہ کر دیا۔ مالک نے جب یہ ایمان افروز نظارہ دیکھا تو حضرت
 یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنے لگا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے سجدہ نہ کر سجدہ اسی کو لائق
 ہے جو معبود حقیقی اور خالق فرش و عرش ہے۔ مالک نے حضرت یوسف علیہ السلام کو
 زرق برق لباس پہنایا، سچے موتیوں کا ہارنگلے میں ڈالاسر پر سونے کا تاج رکھا۔ کمر میں
 لعل و جواہرات سے جڑی ہوئی پٹی باندھی اور سونے کے خوبصورت کنگن ہاتھوں میں
 پہنائے۔ فَأَجْلَسَهُ عَلَى نَاقَةٍ — اور پھر انہیں خوبصورت اور بچی سجائی اونٹنی پر سوار
 کر دیا۔

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ اس دل کش اور دلچسپ منظر کو یوں پیش
 کرتے ہیں

بیوسف گفت مالک کای دل آرائے
 تو ہچوں خود کنارے نیل جائے
 زخود کن گرد راہ راشست و موئے
 زخاکت نیل را وہ آبروئے

مالک نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اٹھو اور اپنے آپ کو دریائے نیل میں ڈال دو تا کہ تمہارے بدن سے راستے کا گرد و غبار مٹ جائے اور تو اپنی خاک بدن سے دریائے نیل کو عزت دو۔

بحکم مالک آں خورشید تاباں

بسوئے نیل شد عالی شتاباں

اور پھر مالک کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام بہت ہی معزز اور عالی نسب لوگوں کی طرح نیل کی طرف چل دیئے۔

اور پھر جب وہ نہا کر نکلے۔

نمود آں دوش را براز عطف دامن

چناں کز دورِ گردوں صبح روشن

اور پھر جب ان کا سینہ مبارک ننگا ہوا تو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے صبح روشن ہو گئی۔ یعنی جیسے کالی رات میں سورج نکل آیا ہو۔ اور ظلمت شب سے نور بکھیرتی ہوئی صبح تاباں نمودار ہو گئی ہو

کشاد از ہم مسلسل گیسواں را

پا زنجیز بست آب رواں را

اور جب انہوں نے گھنگھریالی زلفوں کو کھولا تو دریائے نیل کا پانی چلنے سے رک گیا۔ اور پھر جب مالک نے انہیں بنا سنوار کر اور کمر بند مرصع بدن پر لپیٹی۔ اور

فرد آویخت زلفیں دلاویز

ہوائے مصر زان شد عنبر آمیز

اور پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دل لبھانے والی سیاہ زلفیں شانوں پہ بکھریں تو پورے مصر کی ہوا عنبر و کستوری کی خوشبو میں ڈوب گئی۔

فَلَمَّا بَلَغَ يُوْسُفَ بَابَ مِصْرَ نَادَىٰ فِي مِصْرٍ .

اور پس جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے شہر کے دروازے پر پہنچے تو غیب سے منادی کرنے والے نے ندا دی جسے شہر کے ہر آدمی نے سنا۔ — يَا أَهْلَ مِصْرَ قَدْ جَاءَ كُمْ فَتَى لَا يَلْقَاهُ أَحَدٌ إِلَّا سَعِدَ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا فَرِحَ —

کہ اے مصر میں رہنے والے لوگو تمہارے پاس ایک نوجوان آیا ہے کہ جو بھی دیکھے گا نیک بخت ہو جائے گا اور جو بھی اس سے ملاقات کرے گا وہ ہر مقصد میں کامیاب و کامران ہوگا۔ اٹھو اور اس کی زیارت سے فیضیاب ہو کر نہ صرف دنیا میں سکون و راحت حاصل کر لو بلکہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سے بھی نجات پا جاؤ۔

فَلَمَّا دَخَلَ يُوسُفُ الْبَلَدَ تَرَنَّمَتِ الْأَطْيَارُ!

پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام شہر میں داخل ہوئے تو پرندے خوشی میں چہچہانے لگے سوکھے ہوئے درخت ہرے ہو گئے۔ بے پھل درختوں کو پھل لگ گیا۔ خزاں بہار میں بدل گئی۔ گلشن مہلک اٹھے۔ لوگوں کے دلوں میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ اٹھی۔ غمگین و ادس دلوں کو سکون قلب حاصل ہو گیا۔ عوام الفت و محبت کے نشہ میں سرشار ہو گئے اور ہر ایک کو حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھنے کی تمنا پیدا ہو گئی۔

چنانچہ مصر کے سارے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کی خواہش لے کر مالک ابن زغر کے کمپ میں پہنچ گئے۔

مالک نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ اکٹھے کیوں ہوئے ہو۔

لوگوں نے بے قراری کے عالم میں جواب دیا!

قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَنْظُرَ إِلَى الْغُلَامِ الَّذِي آتَيْتَ!

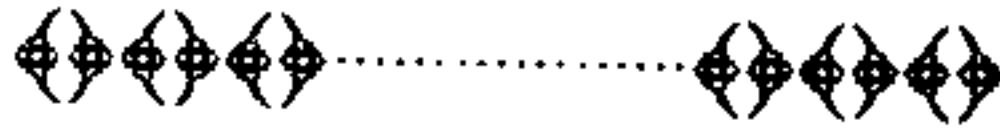
کہ ہم اس غلام کو دیکھنا چاہتے ہیں جسے تو خرید کر لایا ہے۔

فرشتہ نے مالک کے کان میں کہا کہ تو ان لوگوں سے کہہ دے — مَنْ أَرَادَ أَنْ

يَنْظُرَ إِلَيْهِ فَلْيَأْتِنَا بِدِينَارٍ۔

کہ جو شخص اس غلام کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ایک دینار اپنے ساتھ لائے۔
مطلب یہ کہ میں کسی کو اس حسین و جمیل غلام کو مفت میں نہیں دکھاؤں گا۔
مصر کے تمام لوگ راضی ہو گئے اور بڑی بے تابی سے حسن یوسف کا نظارہ کرنے
لگے۔!

اس طرح سے مالک بن زغر کو چھ لاکھ دینار موصول ہوئے اور دوسرے دن دو
دینار کے عوض مالک کو دس لاکھ دینار حاصل ہوئے۔



مصر کا بازار اور یوسف کا سودا

دوسرے جمعۃ المبارک کو مالک نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اور بھی زینت بخشی — چمک دار دیبا کا لباس پہنایا — گیسوؤں میں موتی اور پاقوت پروئے شاہانہ تاج پہنایا اور مشک و کافور سے ان کے بدن مبارک کو معطر کیا — اور پاؤں میں سونے کی جوتیاں پہنائیں جن پر زمرہ عقیق کے ٹکڑے جڑے ہوئے تھے۔ ایک گھوڑا تیار کیا جس کی رکابیں سونے کی تھیں — مالک نے گھوڑے پر سوار کرا کے خود رکاب پکڑی اور ایک سنہری تخت پر بٹھایا اور پھر مالک نے منادی کرا دی — کہ

آج دیدار بناں مل مل دا کر توج نظرے

پھر مڑ دخل ملے یا ناہیں دلبر دے دربارے

وَإِنَّمَا أَرَادَ مَالِكُ بِذَلِكَ لِيُعْظِمَ شَانَ يُوسُفَ وَيَعْلُوَ مَكَانَهُ

وَيَشْهُرُهُ فِي النَّاسِ —

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اس قدر بنانے سنوارنے سجانے اور زیب و زینت بخشنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ انہیں محض غلام ہی نہ سمجھ لیں بلکہ یہ جان جائیں کہ یہ بہت سی کرامات و کمالات کا مالک اور بڑی ہی شان و عظمت کا وارث اور بلند مقام رکھنے والا ایک خوبصورت شہزادہ بھی ہے اور پھر مالک نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خود ان الفاظ میں تعارف کرایا۔

كُنْتُ أَسَافِرُ إِلَى الشَّامِ فَأَجِدُ فِي سَفَرِي تَعْبًا وَخُسْرَانًا فِي مَالِي
 کہ میں اس سے پہلے بھی شام کا سفر تجارت کے لئے کیا کرتا تھا لیکن دوران سفر
 مجھے بہت سی مصیبتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور مجھے مال میں کافی نقصان
 اٹھانا پڑتا تھا۔ مگر جب سے میں نے یہ غلام خریدا ہے نہ مجھے سفر میں کوئی مشکل
 پیش آئی نہ ہی مال میں کوئی نقصان ہوا ہے۔ وَهَذَا كُلُّهُ بِبِرِّكَةِ يُونُسَفَ — اور یہ
 سب کچھ اس غلام یوسف علیہ السلام کی برکت سے ہوا۔

اس تعارف سے مالک کا مطلب یہ تھا کہ لوگوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو
 خریدنے پر اکسایا جائے اور عوام میں اشتیاق بڑھے اور مصر کے شہری اس کے حسن و
 جمال کو دیکھ کر اور عنبریں زلفوں میں گرفتار ہو کر اس کی قیمت بڑھانے سے دریغ نہ
 کریں۔

بالآخر مالک نے تمام پردے جو لٹکار کھے تھے ہٹا دیئے جس سے حسن یوسف اپنی
 پوری رعنائیوں و لفریبیوں اور خوبیوں کے ساتھ جلوہ ریز ہو گیا۔

فَلَمَّا رَأَاهُ النَّاسُ غَشِيَتْ أَبْصَارُهُمْ مِنْ نُورِ يُونُسَفَ وَخَرُّوا لَهُ
 سَاجِدِينَ وَهُمْ يَقُولُونَ مَا رَيْنَا مِثْلَكَ يَا غُلَامَ.

جب لوگوں نے جمال یوسفی کا نظارہ کیا تو غشی میں آ گئے اور بے اختیار ہو کر سجدہ
 میں گر گئے اور پکاراٹھے۔

کہ اے غلام ہم نے آج تک تیری مثل کوئی نہیں دیکھا!

فَاضْأَوْجُهُهُ يُونُسَفَ كَمَا يَضِي الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ —

اور حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مبارک ایسے چمک رہا تھا جیسے سورج اور
 چاند روشن ہوتے ہیں۔

وَذَالِكَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى رَفَعَ الْحِجَابَ الَّذِي بَيْنَ الْخَلْقِ وَبَيْنَ
 يُونُسَفَ — اور اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ کریم نے یوسف اور مخلوق کے درمیان جو

پردے حائل تھے وہ اٹھادیئے گئے۔

حَتَّىٰ رَأَوْهُ كَمَا كَانَ عَلَىٰ صُورَةِ الَّذِي خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَىٰ — اور لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس اصلی صورت پاک میں دیکھا جس صورت پر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا تھا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو بھی ان کی اصلی صورت دکھادی جاتی۔ اور انہیں بھی ان کے چہرے اور حسن و جمال کا مشاہدہ کروادیا جاتا تو شاید وہ ظلم و ستم نہ کرتے اور حضرت یوسف علیہ السلام بعد میں پیش آنے والے حادثات و مصائب سے بھی محفوظ رہتے۔

مگر نوشتہ تقدیر یہی تھا کہ یوسف ان دردناک حالات — پریشان کن واقعات اور خوفناک حادثات سے گزر کر مصر کے تخت تک پہنچے۔



بازغہ شہزادی

حجتہ الاسلام امام ابو حامد محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احسن القصص میں بازغہ شہزادی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ اسطالون عمالقہ کی بیٹی تھی اور حسن و جمال میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی اور اپنی قوم پر حکمرانی کرتی تھی۔ جس شہزاد نے باغ ارم بنایا تھا اس کی نسل سے تھی! اور مصر کے قریب ہی کسی علاقہ کی شہزادی تھی جس کے حسن و جمال کا تذکرہ اور اس کی ناز بھری اداؤں کا نقشہ مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احسن القصص میں یوں بیان کرتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ مولوی غلام رسول کی احسن القصص امام غزالی کی احسن القصص کا نظم میں لفظی ترجمہ ہے

بازغہ نام دسے اک عورت سرور مصر نواجی

عادیاں دی سی قوم او سے دی سرداری تے شاہی

جدوں نقابوں اکھیں کھولے تیر چھٹن وچہ غمزے

بھواں کماناں چشم دونا وک آب نشروچہ رمزے

مال جمال جوانی خوشیاں پر دل کتے نہ ٹکدا

اس نے سنیا آج وچہ مصرے دلبر شامی وکدا

جناب مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب یوسف زینجا میں

بازغہ شہزادی کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

بملک مصر زیبا دختری بود
کہ نسل عادیاں را سروری بود

سونے اور چاندی کے بھرپور خزانے لعل و جواہرات کے ڈھیر اور دیبا و کنخواب
کے لباس ایک ہزار خچروں پر بھر کر حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے اور خریدنے کا مصمم
ارادہ سے مصر کی اس جوالا نگاہ کی طرف روانہ ہو گئی جہاں غلام فروخت ہوا کرتے تھے۔
فَلَمَّا دَنَتْ مِنْ يُوْسُفَ — جب حضرت یوسف علیہ السلام کے قریب پہنچی —
طَمَسَتْ بَصْرُهَا وَتَحَيَّرَ عَقْلُهَا — اور حسن یوسف دیکھا، بھرپور اور پرکشش
جوانی کا نظارہ کیا، دل فریب شباب کا مشاہدہ کیا اور قدرت کے اس حسین و جمیل شاہکار
کی طرف نگاہ اٹھائی تو آنکھیں چندیا گئیں اور عقل حیران رہ گئی۔ ہوش و خرد گنوا بیٹھی
اور دیوانوں کی طرح لڑکھڑانے لگی۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بازغہ نے کڈھ پردے وچوں جاں دوین وگائے
اگو وار نگاہ پئی پھر ہتھوں ہوش گوائے
کوئی نقاب نہیں کوئی حجاب نہیں
وہ سامنے ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

ہوش آیا تو پکار اٹھی۔

مَنْ أَنْتَ وَمَنْ خَلَقَكَ — تو کون ہے؟ — اور تجھے کس نے پیدا

کیا؟ —

وَإِنِّي قَدْ جِئْتُ بِمَالِي حَتَّى اشْتَرِيكَ فَرَايْتُ الْآنَ إِنَّ مَالِي
يُقَوْمُ بِبَعْضِ ثَمْنِكَ

اور میں تو اتنا مال و متاع — لعل و جواہرات کے خزانے اور ہزاروں دیبا کے
لباسوں کے عوض تجھے خریدنے آئی تھی لیکن تیرے حسن و جمال کو دیکھ کر میں سمجھ گئی

ہوں کہ دنیا کے سارے قیمتی خزانے بھی تیرے حسن کی ایک چمک کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔

حدیث یوسف و صفش چو بشنید
بماہ روئے او مہرش چو بشنید
پیاپو کاراں گرد نواحی ہر جا شہر گرامیں
لے اموال و ہاجن چلی بازغہ یوسف تائیں

بازغہ شہزادی نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا شہرہ سنا اور پتہ چلا کہ مصر کے بچے جوان بوڑھے اور عورتیں اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر بے خود و بے ہوش ہو جاتے ہیں تو اس کے دل میں بھی انہیں دیکھنے اور خریدنے کا شوق پیدا ہوا۔

جائی

نصابِ قیمتش معلوم خود ساخت
ز ترتیب نصابش دل پر اشت

کہ بازغہ شہزادی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کے مطابق اور ان کی جوانی و خوبصورتی کے پیش نظر خود ہی ان کی قیمت لگالی کہ اگر مال و دولت کے علاوہ مجھے دل بھی قربان کرنا پڑا تو کر دوں گی۔

ہزار اشتر ہمہ پاکیزہ گوہر
پراز دیبا و مشک و گوہر و زر
ہزار اونٹوں پر قیمتی موتی، ریشمی لباس، کستوری، لعل و سونا بھر کر مصر لی جانب روانہ ہوئی۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مال متاع خزانے سارے شتریں کڈھ لدائے
گھت و ہیر چلی دل مصرے دل وچہ شوق سوائے

یوسف دے اوفیر مقابل آپے آن کھلوی
 پنچھیاندے پر ستر دے جتھے تے اسنوں کد ڈھوی
 مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سوہنیاں سوہنیاں زلفاں والیا کس استاد بنا یوں
 ناز لٹایا شاہ حسن دیا اتھے کیوں کر آیوں
 کس نے سازی صورت تیری سوہنی حد بیانوں
 ہیں پیدائش خاک زمینوں یا کاشے آسمان

قَالَ لَهَا يُوسُفُ إِنِّي خَلَقْتُ مِنْ خَلْقِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الَّذِي صَوَّرْتَنِي
 — حضرت یوسف علیہ السلام نے شہزادی بازغہ سے فرمایا کہ میں بھی رب العالمین کی
 مخلوق میں سے ایک مخلوق ہوں اور میری صورت بھی اسی نے بنائی ہے۔

قَالَتْ اٰمَنْتُ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ الَّذِي صَوَّرَكَ — بازغہ پکاراٹھی کہ جب
 رب العالمین نے تیری صورت بنائی ہے میں اس پر ایمان لاتی ہوں۔

وہ ایمان لے آئی اور اپنا سارا مال و متاع جو حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے
 کے لئے لائی تھی فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا اور خود ایک جھونپڑی میں
 بیٹھ کر یاد خدا کرنے لگی اور پھر ساری عمر عبادت الہی میں گزار دی۔ ایمان لانے کے
 بعد اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دوبارہ دیکھنے کے بعد جب واپس جانے لگی تو خوشی و
 مسرت میں جھوم جھوم کر یہ پکاراٹھی۔

توں ملیوں رب میل دتو ای بہت احسان کیتوئی
 وچہ گریباں جان میری دے زاد مراد سیتوئی
 تیں جیہا میں مرشد ملیا ڈبڈیاں تار گیوئی
 ایس راہوں جو بھلیا پھر دا مفت خوار گیوئی

☆-----☆-----☆-----☆

بی بی زینخا

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ — مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں اپنی اپنی تحقیق و تلاش کے مطابق بی بی زینخا رحمۃ اللہ علیہا کی زندگی اور حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کی محبت کی مقدس داستان اپنی واردات قلبی کے پیش نظر اور پورے ذوق و شوق طبع کے موافق پوری شرح و بسط سے لکھی ہے۔

اور قرآن مجید بھی یوسف زینخا کے پاک قصہ کو احسن القصص کا نام دیتا ہے — یاد رہے کہ اگر حسن و عشق کی اس ایمان افروز داستان میں دونوں میں سے کسی ایک میں بھی لغزش کا شائبہ تک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس قصہ کو سونا قصہ نہ فرماتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام تو نبی تھے ان کی طرف تو کسی وقت بھی ٹھوکر کھا جانے پر یقین کرنا کفر ہے زینخا سے بھی کسی فحاشی کو تسلیم کرنا گمراہی ہے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احسن القصص میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ — زَلِيخَا اِنَّهَا كَانَتْ بِنْتُ مَلِكٍ " مِنْ مَلُوكِ الْمَغْرِبِ وَ كَانَ اِسْمُهُ طِيْمُوْسُ — کہ مغرب کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ طیموس نامی گزرا ہے زینخا اس کی بیٹھی تھی — وَ لَمْ يَكُنْ فِي زَمَانِهَا اَحْسَنَ مِنْهَا — اور اس زمانہ میں زینخا سے بڑھ کر اور کوئی حسین نہیں تھا — نہ عورت اور نہ ہی مرد — وَ اِنَّهَا رَاَتْ صُوْرَةَ يُوْسُفَ فِي مَنَامِهَا وَ هُوَ قَائِمٌ " عِنْدَهَا —

اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت پاک خواب میں دیکھی کہ وہ اس کے پاس کھڑا ہے۔ فَذَهَبَ عَاقِلَهَا مِنْ حُسْنِهِ وَجَمَالِهِ — پس حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھتے ہی عقل جاتی رہی۔ اور بی بی زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو گئی۔ دن رات ان کی صورت کا تصور کر کے روتی رہتی۔ ہوش و خرد کھو بیٹھی۔ رنگ زرد ہو گیا۔ ہجر و فراق میں آہیں بھرتی۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ بھلا ایک نو سال کی نوخیز اور پاک دامن لڑکی اللہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر پر فریفتہ و عاشق ہو کر اپنی عمر کے چالیس سال اپنے محبوب کی یاد میں گزارتی ہے اور وصل و وصال کی امید میں ساری ساری رات تارے گن گن کر بسر کرتی ہے اور شب وصال اگر محبت میں وارفتگی کے عالم میں اپنے محبوب کا دامن پکڑ لیتی ہے تو اس پر فحاشی کا الزام کیوں؟

دامن بھی کسی آوارہ انسان کا غلیظ دامن نہیں بلکہ ایک نبی کا پاک دامن —
 وَزَلِيخَا كَانَتْ مِنَ الْمُحِبَّةِ يَوْسُفَ نَسِيَتْ كُلَّ شَيْءٍ سِوَاهُ وَلَمْ تَسْمَعْ
 سِوَاهُ — وَلَمْ تَنْظُرْ إِلَىٰ أَحَدٍ — وَكَانَتْ لَا تَنَامُ إِلَّا لِحِظَةِ —
 وَلَا تَنْفَسُ إِلَّا بِذِكْرِهِ —

کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام یعنی ایک نبی کی محبت میں سب کچھ بھول گئی تھی — سوائے یوسف کے کسی کی بات نہ سنتی۔ نہ کسی کی طرف دیکھتی تھی۔ نہ سوتی تھی۔ اس کے ذکر کے سوا اور کوئی بات نہ کرتی تھی۔

وكانت تسمى كل شي بيوسف — ہر شے کو یوسف کہہ کر پکارتی تھی —
 وَإِذَا أَفْصَدَتْ يَقْطُرُ دَمُهَا عَلَى الْأَرْضِ فَيَقُولُ يَوْسُفُ — اور جب
 فصد کرواتی تو خون کا قطرہ زمین پر گرتا اس میں سے یوسف کی آواز آتی تھی — وَإِذَا
 رَفَعَتْ رَأْسَهَا إِلَى السَّمَاءِ تَرَاهُ تَرَاهُ يَوْسُفُ مَكْتُوبًا بِالْكَوَاكِبِ — اور
 جب رات کو آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتی تو تاروں میں یوسف کا نام لکھا ہوا دیکھتی تھی۔

جَنَّتْ فِي مُحَبَّتِهِ — اس کی محبت کی دیوانی ہو گئی تھی اپنی خوبصورت بیٹی کی یہ حالت دیکھی تو باپ طیموس نے پوچھا — بیٹی تیرا یہ حال کیوں ہوا؟
جواب دیا — ابا میں نے خواب میں صورت دیکھی ہے جس کی مثل و مثال زمانہ بھر میں نہیں ہے وہ سوئی اور دلفریب صورت میرے دل میں سما گئی ہے اور اسی کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہوں۔

دوسری بار پھر خواب میں حسن یوسف علیہ السلام کا مشاہدہ کرتی ہے تو —
پوچھتی ہے۔ کہ جس صورت گرنے تجھے یہ صورت عطا کی ہے تجھے اس ذات کی قسم بتا تو کون ہے؟

قَالَ اَنَا اِنْسَانٌ وَ اَنَا لَكَ وَاَنْتَ لِي — یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ایک انسان ہوں اور میں تیرے لئے ہوں اور تو میرے لئے ہے۔
زلیخا پھر عقل و ہوش گنوا بیٹھی اور دیوانوں کی طرح دن رات محبوب کی یاد میں تڑپنے لگی باپ نے بیٹی کو پاگل سمجھ کر قید کر دیا۔ وہ ایک سال تک قید میں رہی۔
ثُمَّ رَأَتْ زَلِيخَا يُوسُفَ فِي مَنَامِهَا فِي السَّنَةِ الثَّالِثَةِ — پھر زلیخا نے تیسری بار حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ اور یوسف علیہ السلام کا دامن پکڑ کر پوچھا — اخبرنی ابن اطلبک — بتا میں تجھے کہاں تلاش کروں؟
قَالَ لَهَا اُطَلِّبُنِي بِمِصْرٍ وَاَنَا مَلِكٌ مِصْرَ — جواب دیا کہ مجھے مصر میں تلاش کرنا کیونکہ میں مصر کا بادشاہ ہوں۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بی بی زلیخا کا ذکر کچھ اس طرح سے کرتے ہیں۔

شاہ طیموس بڑا سدا دے مغرب وچہ دیارے
مشرتی ورے فلک دے خادم اوسدی ٹہل گزارے
اک دختر اس نام زلیخا پر انوار صفائی
حوراں اسدیاں خدمتگاراں پریاں چیز نہ کائی

آگے مولوی صاحب زینا کے حسن و جمال کی تشبیحات و استعارات کے ذریعہ عجیب و غریب تعریف کرتے ہوئے اور اس کے بدن مبارک کے ایک ایک عضو کی رنگینی و خوبصورتی کو اپنے دل کی گہرائیوں اور جگر کے زخموں پر پٹی باندھنے کے لئے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ —

پئی زینا نیندر اندر دل دے پردے کھلے
جھل دلا کجھ ہوون لگا زخم و بے تن ڈلے
اچن چیت جوان ڈٹھا سو واہ قربان جوانی
لٹکے زلف زنجیراں والی نور ورھے پیشانی

پھر آگے حسن یوسف کو لعل و جواہرات سے مزین کرتے اور سچے مہوتیوں کی جھال سے زینت بخشے اور زینا کی حالت زار اور محبوب کی جدائی میں دن رات رونے اور عشق سے پیدا ہونے والی بے تابیوں کا ذکر کرتے ہوئے تیسری بار خواب میں دیکھنے کا دل کش منظر یوں پیش کرتے ہیں کہ آخر زینا نے اپنے محبوب اور خدا کے نبی محبوب — اللہ کے رسول محبوب اور رب کے پیغمبر محبوب کا ٹھکانہ پوچھ ہی لیا۔

پہلے نام ٹھکانہ مینوں اپنا دس شیبانی
پڑھ پڑھ نام تیرا دم کرساں دلوں چکی بے تابی
ہیں توں کون کتھے گھر تیرا جگ وچہ کی سدا ویں
دے جواب سوال میرے دا پھیر متاں چھل جاویں

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا۔

فرمایا جے تده زینا ایہا دل دا بھاناں
میں ہاں آپ عزیز مصر دا میرا مصر ٹکاناں

بس پھر کیا تھا زینا کو ہوش آ گیا، دکھ مٹ گئے۔ دیوانگی جاتی رہی، رونا ہنسی میں بدل گیا، زنجیریں کٹ گئیں۔ قید سے رہائی مل گئی، زندگی کی خزاں میں بہا آ گئی۔ اداسی

دور ہوگئی اور چہرہ پر رونق برسنے لگی۔

باپ طیموس کو اطلاع دی کہ میری مرض دور ہوگئی ہے اور مجھے صحت حاصل ہوگئی ہے۔ باپ نے پوچھا یہ اداس اور غمگین دل پہ خوشی و مسرت کی لہریں کیوں اور تیری زندگی کے گلشن میں چلنے والی بادِ خزاں پر موسم بہار کا تسلط کیسے اور تیری خطرناک بیماری کا علاج کس نے کیا؟

بی بی زینخا نے جواب دیا— کہ

نیل ندی دے کندھے وسدا مصر نصیباں والا

نہر بہشتوں نازل ہوئی جگ وچہ نیل او جالا

کہ میرے ہر درد و الم کا علاج کرنے والا مصر کا والی ہے۔

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ اس خوش گوار موقعہ کے نشیب و فراز کے متعلق

یوں رقم طراز ہیں! کہ دنیا کے سنخوری کے مطابق یوں کہتے ہیں کہ

کہ در مغرب زمیں شاہی نباموس

ہمیزد کوس شاہی نام طیموس

زینخا نام زیبا دختری داشت

کہ بار او از ہمہ عالم سری داشت

کہ دیار مغرب میں طیموس نامی ایک شہنشاہ گزرا ہے۔ جس کی ایک لڑکی تھی۔ نام

اس کا زینخا تھا اور باپ کو بہت ہی پیاری تھی۔ آگے جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زینخا کے

حسن و جمال کو اپنی پسندیدہ تشبیحات و اپنے دلفریب استعارات میں اس کی تعریف

کرتے ہوئے آگے چل کر کہتے ہیں کہ زینخا نے حسن یوسف کا نظارہ خواب میں کیا تو

عشق و محبت کی آگ سینہ میں بھڑک اٹھی او پھر تیسری بار دیکھنے اور پتہ پوچھنے تک اس

آگ میں جلتی رہی اور جمال محبوب کے تصور میں دن رات اداس و غمگین رہنے لگی۔

اور جب تیسری بار دیکھا تو پوچھا۔

کہ اندوہ مرا تو تاہم وہ

زنامِ شہرِ خویش آگاہ ہم وہ

کہ مجھے غم و اندوہ کے ظلمت کدہ میں لانے والے مجھے اپنے شہر کے نام سے تو
آگاہ کر دے تاکہ میں تیرے شہر اور ٹھکانے کو یاد کر کے سارے غم و اندوہ بھلا کر خوشی و
مسرت کی روشنی پیدا کر سکوں!

محبوب نے جواب دیا۔

بگفتا گر بدیں کارت تمام ست

عزیز مصر و مصرم مقام ست

کہ اگر تیرا یہی مقصد ہے تو یاد رکھ میں عزیز مصر یعنی مصر کا بادشاہ ہوں اور مصر شہر

ہی میرا ٹھکانہ ہے۔

جمالِ یوسف علیہ السلام کا سودا

بی بی زینحارضی اللہ تعالیٰ عنہا اگرچہ والہی مصر کی بیوی تو بن چکی تھی مگر اسے سکونِ قلب نہ مل سکا تھا۔ اور اگرچہ وہ مصر کے تخت و تاج کی وارث تو ہو چکی تھی لیکن اسے قرارِ دل حاصل نہ ہو سکا تھا اور اگرچہ اسے مصر کے شاہی خزانوں پر پوری گرفت تو مل چکی تھی لیکن اس کے دل کا خزانہ وصالِ یوسف علیہ السلام کے سنہری موتیوں سے خالی تھا۔ اور اگرچہ وہ مصر کے سدا بہار باغات اور خوبصورت چمنستانوں میں سیر تو کرتی تھی لیکن اس کے قلب کا گلشن اس بہار کو ترستا تھا جس کی تمنا میں اس نے چالیس سال گزار دیئے تھے۔ اسے نہ دن کو آرام تھا نہ رات کو چین، صبح ہوتے ہی صحرا و بیابانوں میں یوسف کی تلاش میں نکل جاتی اور شام ہوتی تو اپنے محبوب کی زلف سیاہ کی تاریکی میں ٹھوکریں کھاتی ناکام واپس لوٹ آتی تھی۔ اور کبھی دریائے نیل کے کنارے کھڑی ہو کر یوسف کا انتظار کرتی اور کبھی پہاڑوں پر جا کر بے خودی کے عالم میں بلند آواز سے یوسف کا نام پکارتی تو گنبد کی آواز میں یوسف علیہ السلام کا نام سن کر تڑپ اٹھتی تھی۔

وہ ڈار سے پچھڑی ہوئی کونج کی طرح کرلاندی اور گلاب کے پھولوں پر چہلنے والی بلبل کی مانند روتی

آتشِ ہجر و فراق کو آنسوؤں کے قطروں سے بھانے کی کوشش کرتی تو وہ اور بھی بھڑک اٹھتی تھی۔

ادھر بی بی زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے انتظار میں صبح و شام تڑپتی رہتی تھی اور ادھر بقول مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔

یوسف آن مصر وچہ وڑیا تے اوہ لہدی وچہ اجاڑاں
 ہاتھ قرارون فرقت یاروں روندی وچہ پہاڑاں
 لوگ رہے قربان مصر وچہ یوسف دے دیداروں
 او بے خبر پھرے وچہ جنگل مصر آبادی پاروں
 ایہہ ویرا آن آبادی مصرے ایہہ روندی جگ ہسدا
 بے مقصود پھرے ایہہ بھوندی اجڑی دا گھر وسدا

آخر کار ایک دن زلیخا کنیزوں کے ہمراہ اپنی مخصوص عماری پر سواڑ ہو کر مصر کے چمن کی سیر کر کے واپس لوٹی تو شہر کے بازار میں مصریوں کا ہجوم دیکھا تو کنیزوں سے پوچھا — یہاں کیا ہو رہا ہے؟ اور لوگ یہاں کیوں جمع ہیں۔

حال پچھے اتھے کیا اچبہ بانڈیاں راز وسائے

یوسف نام بندہ کنعانی وکدا ہے ات جائے

پوچھا — بکنے والا غلام اتنا ہی حسین ہے کہ مصری لوگ اسے خریدنے کے لئے

مال و دولت لے آئے ہیں اور اس کا نظارہ کرنے کی خاطر ایک دوسرے پر گرتے جا رہے ہیں۔ بی بی زلیخا حیران تھی کہ پہلے بھی اس جگہ پر غلام بکتے رہے ہیں لیکن کبھی اتنی خلقت دیکھنے اور خریدنے کے لئے نہ آئی تھی اس غلام میں کون سی خوبیاں ہیں کہ مصر کے لوگوں کو جس نے اپنا دیوانہ بنا دیا ہے اور ہر مصری کے دل میں خریدنے کی تمنا پیدا کر دی ہے۔

اور پھر اپنی پرانی خدمت گزار اور وفادار دائی سے کہا کہ ذرا عماری کا پردہ تو اٹھا

تا کہ میں بھی اس بکنے والے غلام کو دیکھ لوں۔

دائی نے پردہ اٹھایا — تو

کرے وچار نظر کر ویکھاں ڈٹھس گھت نظارا
پئی نظر چھٹ گیاں آہیں لیا پھمن پیارا

توپکارا ٹھی —

شہر وکیں میں جنگل ڈھونڈاں ستے مل دکاویں
سائی جان جہان نہ قیمت ارزاں اچے دیا ویں

احسن القصص میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس پر کیف نظارے کو یوں بیان کرتے ہیں — فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْبَيْعِ أَرْسَلَهَا الْمَلِكُ — کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بکنے کا دن آیا تو والئی مصر نے زلیخا کو بھی وہاں بھیج دیا کہ غلام کو دیکھ آئے جس کے حسن و جمال کا شہرہ سارے شہر میں پھیل گیا ہے۔

فَرَاهَا عَبْدٌ وَهِيَ لَا تَدْرِي مَنْ ذَا لِكَ الْعَبْدِ.

پس پھر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو حیران رہ گئی — اور وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ غلام کون ہے۔

پس پھر — حسن یوسف کا مشاہدہ کیا تو — فَغَشِيَتْ عَلَيْهَا سَاعَتَهُ — زلیخا بے ہوش ہو گئی اور اس پر غشی طاری ہو گئی، ہوش آیا تو دائی نے پوچھا — مالک — زلیخا — تجھے کیا ہو گیا؟

قَالَتْ هَذَا زَوْجِي أَخْتَرْتَهُ مِنْ الْعَالَمِينَ —

زلیخا نے جواب دیا۔

کہ یہی میرا حقیقی شوہر ہے جس کو میں نے دونوں جہانوں میں سے پسند کیا اور جس کے انتظار میں میں نے چالیس سال بے قراری میں آنسو بہاتے ہوئے گزارے ہیں۔

مولوی صاحب مرحوم

لے مائی جو خواہے ڈٹھا اوہ وکدا ای مصر بازارے

میرا ہو کے لوکاں تائیں دیندا پیا نظارے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — ثُمَّ نَادَى الْمُنَادِي مَنْ يَشْتَرِي
هَذَا لُغْلَامًا پھر پکارنے والے نے پکارا — اس غلام کو کون خریدنے گا؟
فَارْسَلْتُ زُلَيْخَا إِلَى الْعَزِيزِ — زلیخا نے ندا سنی تو عزیز مصر کی طرف پیغام
بھیجا کہ جلدی آؤ اور اس غلام کو جتنی قیمت پر ہو خرید لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسا
خوبصورت غلام کوئی اور خرید لے۔

فَلَمَّا سَمِعَ التَّجَارُ رَغْبَةً زُلَيْخَا فِي الْغُلَامِ اَمْتَعُوْ مِنْ الزِّيَادَةِ
پس جب سوداگروں کو پتہ چلا کہ دوسرے گاہوں کی طرح مصر کی زلیخا بھی اس
غلام کو خریدنے کی خواہش رکھتی ہے تو وہ قیمت بڑھانے سے رک گئے۔
مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر کے بازار میں حضرت یوسف علیہ السلام کے
بکنے کی کیفیت یوں بیان کی ہے۔

چو یوسف نشد بخوبی گرم بازار
شدندش مصریاں یکسر خریدار

کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنی تمام خوبیوں، رعنائیوں اور دلفریبیوں کے
ساتھ جلوہ افروز ہوئے اور ان کے حسن و جمال کا بازار گرم ہوا تو مصر کے تمام لوگ
یکدم ان کے خریدار بن گئے! لیکن جب مالک نے فرشتہ کے کہنے پر حضرت یوسف
علیہ السلام کی قیمت سنائی تو۔

خریداران دیگر لب بہ بستند
پس زا نوی نو میری نشند

دوسرے تمام خریداروں نے خاموشی اختیار کر لی اور ناامید ہو کر بیٹھ گئے۔

اور اسی لئے مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے — کہ

جس نون یارو کیندا لہے قیمت ہووس پلے

اسدے جیہا نہ طالع والا اسدے کرم سولے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ — ثم ان الملك قال لمالک ابن زغر بکم

تبيع هذا الغلام؟

پھر والئی مصر نے مالک ابن زغر سے کہا کہ تو اس غلام کو کتنے میں فروخت کریگا

— مالک نے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت سنائی۔

بِوزْنِهِ ذَهَبًا. وَبِوزْنِهِ فِضَّةً. وَبِوزْنِهِ دُرًّا. وَبِوزْنِهِ يَاقُوتًا. وَبِوزْنِهِ عَنَبْرًا

وَ أَفْرِيشًا وَبِوزْنِهِ كَافُورًا.

کہ غلام کے ہم وزن برابر تول کر سونا، چاندی، موتی، یاقوت، ابریشم، عنبر اور

کستوری، هموزن تول کر لوں گا۔

صوفی راقب رحمۃ اللہ علیہ جو پرانے زمانے کا نعت خواں شاعر تھا وہ تو کہتا ہے کہ

محبوب کو خریدنے کے لئے یہ سونا و چاندی، یہ لعل و جواہرات اور یہ عنبر و کستوری تو کوئی

حقیقت نہیں رکھتے — بلکہ

جے سردتیاں مل جائے راقب او پیارا

بڑا ستا سودا خریدار نوں اے

قَالَ الْمَلِكُ قَدْ رَضِيتُ بِذَلِكَ — پھر مالک مصر نے ابن زغر سے کہا

کہ میں اس قیمت پر اس غلام کو خریدنے کے لئے تیار ہوں۔

اور پھر ترازو کے ایک پلے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بٹھا دیا گیا اور

دوسرے پلے میں مصر کا شاہی خزانہ تلنے لگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام زیر لب مسکرائے اور حیران ہوئے اپنی قیمت دیکھ

کر — کہ کہاں بیس روپے کھوٹے اور کہاں مصر کا خزانہ۔

جواب دیا — وہاں قیمت دینے والے تیرے بھائی تھے اور آج قیمت ڈالنے

والا تیرا خدا ہے۔

پھر لوگ حیران رہ گئے یہ دیکھ کر — کہ

شاہ مصر واکل خزانہ تے تل گئی دولت ساری

پر نور نبوت والا پلا اے وی دسدا بھاری

والٹی مصر نے ابن زغر سے کہا کہ میں اس غلام کی قیمت ادا نہیں کر سکتا۔

مالک ابن زغر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے حوالے کر دیا۔

فَكَانَ مَالِكُ لَمْ يَرِ أَيُّسُفَ عَلَى صُورَةِ التِّي خُلِقَ عَلَيْهَا — حتى

باعه — مالک ابن زغر نے بیچنے سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا تھا۔

فَكَشَفَ اللَّهُ تَعَالَى الْحِجَابَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ حُسْنِهِ وَجَمَالِهِ — پس اللہ

کریم نے ان زغر اور یوسف کے حسن و جمال کے درمیان سے پردے اٹھادیئے مالک ابن زغر قیمت دیکھ کر اور مال و دولت کے خزانے لے کر تو بہت ہی خوش ہوا لیکن جب اس نے یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا تو چلانے لگا۔ وخر منغشیا — اور بے ہوش ہو کر گر پڑا کہ لوگوں نے سمجھا کہ مر گیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا۔

مالک — کہ تجھے کیا ہو گیا۔

جواب دیا کہ اگر میں نے فروخت کرنے سے پہلے تجھے اصلی صورت میں دیکھ لیا

ہوتا — تو تجھے کبھی نہ بیچتا۔

اے یوسف تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ کسی وقت میں تجھے بتاؤں گا کہ میں کون

ہوں۔ آج اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے مجھے بتا دے کہ تو کون ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا:

أَنَا الَّذِي رَأَيْتَنِي بِمِصْرَ فِي مَنَامِكَ فِي خَالِ صِفْرِكَ — کہ میں

وہی ہوں جسے تو نے لڑکپن میں خواب میں دیکھا تھا کہ آسمان سے سورج اتر کر میری

جھولی میں آ گیا ہے۔ اور معبروں نے تجھے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی تھی کہ ایک

خوبصورت غلام تیرے ہاتھ آئے گا جس کی معرفت تیری تقدیر بدل جائے گی اور لعل و جواہرات کے خزانے تیرے دامن میں بھر دیئے جائیں گے اور توبے بہا مال و دولت اور بیشمار متاع و ثروت کا مالک بن جائے گا۔ اور جہنم کی آگ سے بھی نجات پائے گا۔ میں وہی غلام ہوں۔ میرا نام ”یوسف“ ہے! اور تو میری قیمت بیس درہم کھوٹے دیکر بہت خوش ہوا تھا۔ اور پھر تو نے مجھے قیدی بنا کے رکھا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دیں اور پاؤں میں لوہے کی زنجیریں پہنا دیں اور پھر تیرے نوکر نے مجھے طمانچے مارے اور میری ماں کی قبر پر مجھے فاتحہ بھی نہ پڑھنے دی۔

وائم مرحوم:

کول رکھ کے قدر نہ جاتیا اوہن و تچ کے لگان پچھتان یارا
میرے باپ تھیں پچھدوں مل میرا بن دوں نفر نالے دربان یارا

مولوی صاحب مرحوم:

عہد جوانی گھر وچہ سٹے تینوں سفنہ آیا
جھڑ سورج اسمانوں تیری وچہ آستین سما یا
جو تعبیر معبر کولوں کچھن گیوں کنعانے
اوبا عبد ایہی میں یارا سمجھیں نال دھیانے

مالک ابن زغر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھا کہ تجھے میرے پاس

بیچنے والے کون تھے؟

جواب دیا میرے بھائی تھے۔

مالک نے پھر سوال کیا۔ انہوں نے تجھے کیوں فروخت کیا؟

فرمایا۔ لَاتَسْئَلْ عَنْهُمْ فَإِنِّي لَا أَخْبِرُكَ بِهِمْ۔ کہ تو سوال نہ کر۔

کیونکہ میں اپنے بھائیوں کا بھید ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر ایک ایمان افروز نکتہ بیان کرتے ہیں۔ کہ

حضرت یوسف علیہ السلام جو کہ اپنے آپ کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان کے پیش نظر کریم کہتے تھے تو جب انہوں نے اپنے بھائیوں کا راز افشاء نہیں کیا، حالانکہ بھائیوں نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی تو پھر اللہ جو کریموں کا بھی کریم ہے وہ اپنے گنہگار بندوں کا بھید کیوں کھولے گا۔

جیسا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مشکوات شریف صفحہ ۲۲۲ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں — کہ نبی

کریم علیہ السلام نے فرمایا — وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — اور جو کسی مسلمان کے عیب چھپائے گا۔ اللہ کریم اس کے گناہوں کو چھپائے گا۔

۴ (متفق علیہ)

القرآن — اور مصر کے جس شخص نے انہیں یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا وہ اپنی عورت سے بولا کہ انہیں عزت سے رکھو۔ شاید ان سے ہمیں کوئی نفع پہنچے یا ان کو ہم اپنا بیٹا بنا لیں۔ اور اس طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین پر جمادیا۔

اور اس لئے کہ اسے باتوں کا انجام سکھائیں۔ یعنی خوابوں کی تعبیر کا علم۔

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ — اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔ مگر اکثر آدمی

نہیں جانتے

تفسیر کبیر، تفسیر کشاف، تفسیر روح البیان، تفسیر خازن، تفسیر نسفی اور ترجمہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

قِيلَ هُوَ قُطْفِيرٌ. وَهُوَ الْعَزِيزُ الَّذِي كَانَ عَلَىٰ خَزَائِنِ مِصْرَ وَالْمَلِكُ

يُومِنِدُ الرِّيَّانُ بْنُ الْوَلِيدِ.

لِأَمْرَاتِهِ. قِيلَ زُلَيْخَا. یعنی عزیز مصر کی بیوی کا نام زلیخا تھا۔

اَكْرَمِي مَثْوَاهُ — اچھا لباس، اچھی خوراک، نفیس قیام گاہ، ستھرا ماحول اور معطر

بستر اس کے لئے تیار کیا جائے

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ ان دنوں سترہ سال کے خوبصورت بچہ تھے لیکن ان کے رخ انور سے جمال الوہیت اور سن ربی جلوہ ریز تھا حکمت و دانش کی تمام خوبیاں ان کی پیشانی پر رقصاں تھیں اور عقل و فراست کے تمام کمالات ان کے حسین چہرہ پر نمایاں ہونے کے ساتھ ساتھ امور مملکت اور رموز سلطنت کو بہترین انداز میں سلجھانے کی تمام صفات ان کے پاکیزہ دل کی ہر دھڑکن خبر دے رہی تھی اور انہیں کمالات کو عزیز مصر نے پہچان لیا تھا اور بی بی زلیخا سے کہا تھا کہ —

عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعُنَا — کہ شاید ان سے ہمیں نفع حاصل ہو۔

أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا — یا ان کو ہم اپنا بیٹا بنا لیں۔

کیونکہ عزیز مصر کا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عزیز مصر زلیخا پر قادر نہ ہوتا تھا اور کئی سالوں کے بعد بھی زلیخا کنواری تھی۔

احسن القصص صفحہ ۱۰۲ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ — وَكَانَ يَنَامُ مِنْ جَانِبِهِ وَلَمْ يَقْدِرْ أَنْ يَصِلَ إِلَيْهَا فَإِنَّهَا خُلِقَتْ لِيُوسُفَ وَيُوسُفُ خَلِقَ لَهَا. کہ زلیخا کا خاوند عزیز مصر ایک طرف ہو کے سوتا تھا اور زلیخا پر نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لئے قدرت نہ رکھتا تھا۔ کیونکہ بی بی زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے پیدا کی گئی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۳۱-۱۳۲ — وَوَجَدَهَا عَذْرًا — کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نکاح کے بعد زلیخا کے پاس گئے تو اسے کنواری پایا۔

احسن القصص صفحہ ۲۳۰ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — حضرت یوسف و بی بی زلیخا دونوں کی تمنا و خواہش اور دونوں کی دعا سے اللہ کریم نے زلیخا کا بڑھا پا دور کر دیا اور پھر وہی خوبصورتی وہی شباب وہی جوانی وہی رنگینی اور وہی ناز و ادا پیدا کر دیئے۔

فَمَسَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهَا فَصَارَتْ أَحْسَنَ زَمَانِهَا حُسْنًا وَجَمَالًا وَ
هِيَ بَكْرَةٌ —

حضرت جبریل علیہ السلام نے زینخا کے بوڑھے بدن کو چھوا تو وہ اس زمانہ کی
حسین ترین جوان لڑکی بن گئی۔ اور وہ کنواری تھی۔

صفحہ ۲۳۱ حضرت یوسف علیہ السلام نے بی بی زینخا یعنی اپنی زوجہ محترمہ سے جب
اس کا حال پوچھا تو۔

فَقَالَتْ إِنَّ قَطْفِيرًا إِذَا تَقَدَّمَ إِلَيَّ لَأَخْذَمَنِي وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيَّ — زینخا
نے جواب دیا کہ قطفیر یعنی عزیز مصر جب میرے ساتھ مباشرت و خواہش نفسانی پورا
کرتے کا ارادہ کرتا تو ایسے معلوم ہوتا کہ اسے کسی نے پکڑ لیا ہے اور مجھ پر قادر نہیں
ہوتا تھا۔ مطلب یہ کہ زینخا کنواری تھی۔

تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۱۷۵ — ووجدھا عذرا — یعنی زینخا کو کنواری پایا —!

تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ علامہ محمد بن عمر الزمخشری ووجدھا عذرا — اور
حضرت یوسف علیہ السلام جب نکاح کے بعد اس کے قریب گئے تو حضرت بی بی زینخا
کو کنواری پایا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن اپنے مرشد لائٹانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس نگاہ اور اپنی
والدہ مرحومہ کی متبرک دعا کی بدولت کہتا ہے کہ زینخا چونکہ ایک نبی یعنی حضرت یوسف
علیہ السلام کی شریک حیات بننے والی تھی اس لئے اللہ کریم نے کسی اور کے ہاتھ سے
اس کے بدن کو محفوظ رکھا تو وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جو کہ امام المرسلین
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریک حیات تھیں ان کے جسم مبارک پر کسی
غیر کا ہاتھ کیسے لگ سکتا ہے

اور پھر جسے اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کیلئے خود پسند فرمایا ہو۔
اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بہتان عظیم کے نام سے یاد

فرمایا ہے قرآن حکیم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات کو ام المؤمنین فرمایا ہے

وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتِكُمْ —

اس حقیقت کے بعد بھی اگر کوئی آدمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کسی قسم کی طعنہ زنی و بدگمانی کرتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنی ماں پر طعنہ زنی کرتا ہے۔

قارئین حضرات! یاد رہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج میں سے صرف حضرت عائشہ ہی کنواری تھیں۔

ایک ایمان افروز نکتہ

قارئین کرام — ذرا قرآن مجید کے اسلوب بیان اور طرز خطاب پر غور فرمائیں کہ وہ بات جو عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے معجذب کہی تھی کہ اس بچے سے ہمیں نفع حاصل ہوگا اور یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔

عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا —

تو وہی بات فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہی۔ پارہ ۲۰ سورۃ القصص، آیت ۹

وَقَالَتْ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتْ عَيْنٌ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسَىٰ اَنْ يَّنْفَعَنَا
 اَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا — اور فرعون کی بیوی نے فرعون سے کہا کہ یہ خوبصورت بچہ میری
 اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے — اسے قتل نہ کر شاید یہ ہمیں نفع دے یا اسے ہم بیٹا
 بنالیں!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن اپنے مرشد لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس نگاہ اور اپنی
 ماں مرحومہ کی متبرک دعا کی بدولت کہتا ہے کہ دونوں کے اقوال میں فرق یہ کہ یوسف
 علیہ السلام کو بیٹا بنانے کا اظہار کرنے والا ایک مرد تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
 متعلق یہی الفاظ کہنے والی ایک عورت تھی۔

سوال: کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بیٹا بنانے کی آرزو کے سبب عزیز مصر کو تو

ایمان نصیب ہو گیا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سبب فرعون کو ایمان حاصل نہ ہو سکا؟ —

جواب: اس لئے کہ حضرت آسیہ نے کہا تھا کہ اے فرعون یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے لیکن فرعون نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا تھا اس لئے وہ ایمان کی دولت سے محروم رہا۔ اور اگر فرعون بھی اپنی بیوی حضرت آسیہ کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی زبان سے یہ کہہ دیتا کہ ہاں یہ بچہ میری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو دین و ایمان کے خزانہ سے مالا مال ہو جاتا۔

اگرچہ عزیز مصر کے تمام لعل و جواہرات کے خزانے خالی ہو چکے تھے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدنے کے شوق کے باعث اور ان کی برکت کے سبب خزانچی نے جب خزانوں کے دروازے کھولے تو حیران رہ گیا کہ تمام خزانے اسی طرح موجود ہیں جس طرح پہلے تھے۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ:

برکت نال نگا ہے یوسف اویں بھرے خزانے
خازن دیکھ رہیا متعجب کیتا فضل خدا نے
اونویں آن عزیزے تائیں خازن خبر سنائی
شاہا یوسف برکت والا اسدے جیہا نہ کائی

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ — ثُمَّ قَالَ لِخَزَائِنِهِ إِذْ هَبْ أَنْظُرْ هَلْ بَقِيَ فِي
الْخَزَائِنَةِ شَيْءٌ مِنَ الْمَالِ۔

کہ عزیز مصر نے اپنے خزانچی سے کہا کہ جاؤ خزانوں کو دیکھو مال و متاع میں کوئی
شے باقی رہ گئی ہے کہ نہیں —

فَذَهَبَ وَفَتَحَ أَبْوَابَ الْخَزَائِنِ فَوَجَدَ مَرَّةً — خزانچی نے تمام خزانوں
کے دروازے کھولے تو سب کے سب بھرے ہوئے تھے۔

ایسا کیوں ہوا—

تاکہ مصر کا بادشاہ یہ نہ کہہ سکے کہ میں نے حضرت یوسف کو قیمت ادا کر کے خریدا ہے اور اس طرح نبوت کی سبکی اور تذلیل نہ ہو۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ گرامی حضرت بی بی ہاجرہ، حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت حوا کے ساتھ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بھی دائی بن کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ پاک میں آئی۔ اور اس مسلمہ حقیقت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آسیہ کو یہ شرف ایک انعام کی صورت دیا گیا۔ کیوں کہ اس نے فرعون کے ظلم و ستم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا تھا اور انہیں قتل ہونے سے بچانے کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہا تھا۔

سوال: کہ عزیز مصر نے اپنی بیوی زلیخا سے کیوں کہا کہ اسے یعنی یوسف کو عزت و احترام سے رکھنا۔

انگریزی مثنویٰ—

جواب ۱: اس لئے کہ مصر کے بادشاہ اپنے تمام خزانے برابر تول کر یہ سمجھ چکا تھا کہ ایک سترہ سال کے بچہ کا وزن میرے سینکڑوں خزانوں کے ہموزن نہیں ہو سکتا یہ کوئی اعجاز اور خدائی راز ہے۔

جواب ۲: زلیخا نے عزیز مصر سے کہا کہ تو نے سارے خزانے خالی کر دیئے ہیں اور تو فقیر اور محتاج ہو گیا ہے تو عزیز نے جواب دیا تھا کہ اسے عزت سے رکھ کیوں کہ جس کے پاس ایسا خوبصورت غلام ہو وہ کبھی فقیر اور محتاج نہیں ہوتا۔

انگریزی مثنویٰ— کہ اسے اچھی طرح اور عزت سے رکھ— آئی— اجعل لہ اشرف المکان من دارنا— یعنی ہمارے مکانوں میں جو سب سے اعلیٰ سب

سے بہتر اور سب سے خوبصورت مکان ہے اس میں اسے رکھ۔

وَمَا وَجَدَتْ زُلَيْخَا مَكَانًا أَشْرَفَ مِنْ قَلْبِهَا — اور زلیخا نے اپنے دل کے مکان سے بہتر۔ اچھا خوبصورت اور اعلیٰ کوئی اور مکان نہ پایا اس لئے زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے دل میں ہی رکھا۔

اور پھر بی بی زلیخا نے اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے ایک علیحدہ خوبصورت محل بنوایا اور پھر اسے فانوسوں سے روشن کروایا — مہکتے ہوئے پھولوں کی پرکیف خوشبو سے معطر کروایا اور درود یوار کو رنگین اور دلکش نقش و نگار سے مزین کروایا۔

وَاتَّخَذَتْ لِكُلِّ يَوْمٍ نَوْعًا مِنَ الثِّيَابِ! — اور ہر روز نیا لباس بدلنے کے لئے تین سو ساٹھ کپڑوں کے جوڑے بنوائے۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۴۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ محمود بن عمر الحشری رحمۃ اللہ علیہ — وَاشْتَرَاهُ الْعَزِيزُ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِ عَشْرَ سَنَةٍ وَقَامَ فِي مَنْزِلِهِ ثَلَاثَ عَشْرَ سَنَةً —

کہ جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تو اس وقت ان کی عمر شریف سترہ برس کی تھی اور پھر وہ تیرا سال تک عزیز کے شاہی محلات میں رہے!

وَقَدْ آمَنَ بِيُوسُفَ وَمَاتَ فِي حَيَاتِهِ — اور عزیز مصر حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد ان کی زندگی ہی میں وفات پا گیا۔

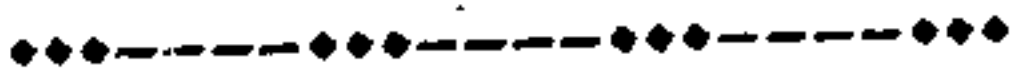
القرآن الحکیم — اور جب اپنی قوت کو پہنچا تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا — اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کا —

یعنی۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب اپنی بھرپور جوانی اور اپنے پورے شباب پر پہنچے تو اللہ کریم نے انہیں حکم اور علم عطا فرمایا۔ اور ان کی عمر شریف ان دنوں تیس سال کی تھی۔

حکم سے مراد مصر کا تخت اور اس کی حکومت **يَا اَلْحٰكِمُ هُوَ النَّبُوَّةُ** — کہ حکم سے مراد نبوت ہے **لَاِنَّ النَّبِيَّ يَكُوْنُ حَاكِمًا عَلٰى الْخَلْقِ** — کیونکہ ہر نبی مخلوق پر حاکم ہوتا ہے یہی انعام انہیں الفاظ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی ہیں۔ آئینہ حکما و علماء —

اور علم سے مراد صرف علم دین ہی نہیں ہے اس لئے کہ دین کا علم تو ہر عالم — ہر محدث اور ہر مفسر اور ہر امام کو بھی ہوتا ہے اور یہاں علم نبوت ہے اس لئے علم دین کے ساتھ ساتھ خوابوں کی تعبیر کا علم حکمرانی و پاسبانی کا علم۔ اقتصادیات و معاشیات کا علم عدل و انصاف کا علم۔ رعایا سے حسن سلوک کا علم اور عوام کے مطالبات کو پورا کرنے کا علم بھی مراد ہے۔

اس لئے — کہ ایک حکمران کیلئے ان تمام علوم کا جاننا ضروری ہوتا ہے۔ اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کوئی پاکستان کے حکمران تو نہیں تھے بلکہ سلطنت مصر کے تاجدار تھے اور وہ صرف بادشاہ ہی نہیں تھے بلکہ نبوت کے اعلیٰ منصب پر بھی فائز تھے۔ اور یہ حکم و علم حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم انعام تھا جو انہیں مصائب و آلام اور مشکلات و ابتلاء میں صبر و شکر کرنے پر عطا کیا گیا۔



عصمتِ حضرت یوسف علیہ السلام

تمام اہل ایمان مفسرین و محدثین کرام اور کل اہل دین اور حق پرست علماء عظام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر نبی اعلان نبوت سے پہلے بھی اور اعلان نبوت کے بعد بھی معصوم من الخطا ہوتا ہے یعنی ہر قسم کی ناپسندیدہ لغزش اور ہر طرح کے فحش خطا سے پاک و مبرا ہوتا ہے۔

اسلئے کہ فحاشی و لغزش کا تعلق شیطان کے بہکانے سے ہے اور شیطان کسی نبی و رسول کے قریب نہیں آ سکتا۔ مثلاً

پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل — اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ —
اللہ کریم نے جب فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو تمام فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سر بسجود ہو گئے لیکن اِلَّا ابْلِیْسُ کہ شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

پارہ ۱۴۔ سورۃ الحجر آیت ۳۵-۳۶ — قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْ اِلٰی يَوْمٍ يُعْتَدُوْنَ — اور دربار ایزدی میں درخواست پیش کر دی کہ مجھے اے رب قیامت تک مہلت دے اور مجھے قیامت تک زندہ رکھنا۔

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ — فرمایا کہ تجھے مہلت دی — کہ تو قیامت تک زندہ رہے گا۔

إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ — کہ قیامت تک تجھے موت نہیں آئے گی۔

فرمایا — قیامت تک زندہ رہ کر تو کرے گا کیا؟

شیطان نے جواب دیا۔

وَلَا غُورِيْنَهُمْ أَجْمَعِيْنَ — کہ تیرے بندوں کو آگے اور پیچھے سے اور دائیں

اور بائیں سے گمراہ کروں گا — أَجْمَعِيْنَ — تمام کو۔ سب کو اور تیرے سارے

بندوں کو پھر غیرت خداوندی جوش میں آئی تو قہر و غضب کی نگاہ سے شیطان کو دیکھا۔

(دلیل ۲) اور فرمایا — إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ — کہ

میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں چل سکے گا یعنی تو میرے مخلص و فرمانبردار بندوں کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔

اور پھر شیطان کو بھی یہ اقرار کرنا پڑا — إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلِصِيْنَ

— کہ۔ مگر تیرے مخلص و اطاعت گزار بندے گمراہی کے جال میں نہ پھنسیں گے۔

پارہ ۲۳- سورۃ ص — قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غُورِيْنَهُمْ أَجْمَعِيْنَ إِلَّا عِبَادَكَ

مِنْهُمُ الْمُخْلِصِيْنَ —

قارئین کرام! یاد رہے کہ جب قرآن مجید کی روشنی میں یہ مسلمہ حقیقت کھل کر

سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص فرمانبردار بندوں پر شیطان کا داؤ نہیں چل سکے گا

اور وہ خدا تعالیٰ کے نیک و اطاعت گزار بندوں کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔ جن سے مراد

اولیائے کرام ہیں تو پھر انبیاء علیہم السلام پر اس کا جادو کس طرح چل سکتا ہے اور جب

ابلیس اہل ایمان اور اولیائے عظام کو ضلالت و گمراہی کے جال اور فحاشی و عیاشی کے

اندھیروں میں نہیں پھنسا سکتا تو پھر وہ کسی نبی — کسی رسول اور کسی پیغمبر کے مقدس

دامن پر کسی لغزش و معصیت کا داغ کیسے لگا سکتا ہے۔

اور یاد رہے — کہ اللہ کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی اپنے مخلص

بندوں میں شمار کر رکھا ہے۔

(دلیل ۳) پارہ ۱۲ سورۃ یوسف آیت ۲۳ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ — کہ حضرت یوسف علیہ السلام میرے مخلص و برگزیدہ و فرمانبردار بندوں میں سے ہیں۔ اور پھر مخلص بندوں پر شیطان کا جادو نہیں چل سکتا تو پھر اللہ کریم کے مخلص بندہ پر کسی قسم کی لغزش اور کسی طرح کے برا ارادہ کرنے کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کرنی صاحبزادہ سید افتخار الحسن کے نزدیک خود ایک لغزش ہے اس لئے کہ کوئی بھی نبی کسی معمولی سی لغزش کا بھی مرتکب نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس سے زنا جیسا گناہ سرزد ہو۔

(دلیل ۴) وَرَأَوْتُهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَقَتِ الْاَبْوَابِ وَقَالَتْ هَيْتْ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْ اَحْسَنُ مَثْوٰى اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ —

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهٗ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ! اور جس عورت کے گھر میں حضرت یوسف علیہ السلام قیام پذیر تھے اس عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے لہانے اور راہِ حق پر سے ہٹانے کی بہت کوشش کی۔

اور اس عورت نے محل کے دروازے بند کر دیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہنے لگی — میری طرف آ — جلدی کر — حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا — اللہ کی پناہ — عزیزِ مصر نے تو مجھے عزت و اکرام سے اچھی طرح رکھا اور ظالم اور بے انصاف لوگوں کا بھلا نہیں ہوتا۔

اور البتہ اس عورت نے اس کا ارادہ کر لیا اور وہ بھی اس عورت کا ارادہ کر لیتا اور وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔

حضرات محترم! قرآن مجید کی سورۃ یوسف کی یہی آیات ہیں جن کے تحت بے ادب اور گستاخ لوگ بی بی زلیخا کے کردار پر طعنہ و تشنیع کے تیر برساتے رہتے ہیں اور

برہان کیا تھی؟

(۱) تفسیر کبیر، جلد ۵ صفحہ ۱۲۰ — وغلقت الابواب کے تحت — عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ — اَنَّهُ تَمَثَّلَ لَهُ، يَعْقُوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَأَاهَا غَاضًا أَصَابِعَهُ وَيَقُولُ لَهُ، أَنْتَ مَكْتُوبٌ "فِي زُمْرَةِ الْأَنْبِيَاءِ" — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی جو دلیل یعنی برہان دیکھی تھی وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت پاک تھی جو انگلیاں منہ میں دبائے فرما رہے تھے کہ — اے میرے فرزند! جہند انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس گروہ میں تیرا نام لکھا جا چکا ہے لہذا برائی سے بچ جا! اور پھر ابن عباس کی تصدیق و موافقت کرنے والے مندرجہ ذیل حضرات گرامی بھی ہیں۔

حضرت عکرمہ، حضرت مجاہد، حضرت حسن، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم۔

(۲) تفسیر فتح البیان یعنی ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جلد ۳ صفحہ ۲۲ — وَقِيلَ رَأَى صُورَةَ يَعْقُوبَ — اور یہ بھی کہا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت پاک دیکھی تھی۔

عَلَى الْجِدَارِ غَاضًا — دیوار پر انگلیاں منہ میں دبائے ہوئے تھے۔

(۳) تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ جاد اللہ محمود بن عمر الزمخشری رحمۃ اللہ علیہ — حتیٰ

مثل له يعقوب عليه السلام —

(۴) تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۱۵۴ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ — اِنَّہٗ رَاٰی

صُوْرَةَ يَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَهٗ، يَا يُوسُفَ تَعْمَلْ عَمَلْ

السُّفَهَاۗءِ وَاَنْتَ مَكْتُوْبٌ " فِی الْاَنْبِیَاءِ

کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نورانی

صورت دیکھی تھی۔ جو یہ فرما رہے تھے کہ اے بیٹا یوسف احمقوں کا عمل کرنے لگا

ہے حالانکہ تیرا نام انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں لکھا جا چکا ہے۔

غرضیکہ — ہر تفسیر میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ زلیخا کے محل

کے ساتویں بند اور مقفل کمرہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے والد گرامی کی

صورت پاک دکھادی۔

(۵) اب صاحبزادہ سید افتخار الحسن ان بے ادب اور گستاخ مولویوں سے پوچھتا ہے

کہ تم کہتے ہو کہ اگر یعقوب علیہ السلام کو علم ہوتا کہ میرا بیٹا یوسف کہاں ہے تو

چالیس برس تک روتے کیوں رہتے — کہ اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو

اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر نہ تھی تو مصر کے شہر — زلیخا کے

محل اور مقفل کمرہ میں آگئے تو کیسے!

(۶) جاہل اور بے ادب لوگو! — حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم حضرت

یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند کے باپ بھی تھے اور پیر و مرشد بھی اور اسی مقام پر

حضرت سلطان العارفين حضرت باہو علیہ الرحمۃ کہہ گئے ہیں کہ:

سے کوہاں تے طالب و سے مرشد و چہ نگاہ در کھے ہو

اور مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی سلسلہ کے متعلق فرما گئے ہیں —

کہ

”دست پیر از غائبان کوتاہ نیست“ —

کہ پیر کامل کا دست مبارک اپنے دور کے مریدوں کے لئے دور نہیں ہے۔
اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ
اللہ علیہ نے اپنی کتاب اخبار الاخیاء میں لکھا ہے کہ غوث اعظم نے فرمایا کہ میرا دست
حمایت اپنے مریدوں پر ایسا ہے جیسا کہ آسمان زمین پر۔

اور اگر مشرق میں میرے کسی مرید کا پردہ عفت گر رہا ہو اور میں مغرب میں ہوں
تو یقیناً اس کی پردہ پوشی کروں گا۔ اردو صفحہ ۴۹

(۷) احسن القصص صفحہ ۱۳۸ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ — وَقِيلَ إِنَّهُ رَأَى
يَعْقُوبَ عَاثًا — اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت
یعقوب علیہ السلام کو انگلیاں کاٹتے ہوئے دیکھا۔

(۸) وہو يقول يا يوسف الاتراني — اور وہ فرما رہے تھے کہ اے میرے بیٹا کیا
تو مجھے نہیں دیکھتا!

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دوسرے مفسرین نے
بھی یہ کہا ہے کہ — تَمَثَّلَ لَهُ يَعْقُوبُ فَضْرَبَ فِي صَدْرِهِ فَخَرَجَتْ
شَهْوَتُهُ مِنْ أَنَامِلِهِ —

(۹) امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — آتَاهُ مَلَكٌ وَمَسَحَ جَنَاحِيهِ عَلَى ظَهْرِهِ
فَخَرَجَتْ شَهْوَتُهُ مِنْ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ — کہ ایک فرشتہ حضرت یوسف علیہ
السلام کے پاس آیا اور اس نے اپنے پروں کو یوسف علیہ السلام کی پیٹھ مبارک پر
ملا تو ان کے پاؤں کی انگلیوں کے راستہ ان کی شہوت خارج ہو گئی۔

قارئین کرام — ہمارے صاحب علم و معرفت مفسرین نے اپنے اپنے ذوق۔
اپنے اپنے مزاج اور اپنے علم کے مطابق برہان کے تیس کے لگ بھگ معانی و
مطالب لکھے ہیں۔ سب درست سب ٹھیک اور سب صحیح لیکن صاحبزادہ سید افتخار الحسن
یہ بات تسلیم نہیں کرتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قوت شہوت سلب کر دی گئی تھی۔

اسلئے کہ اگر کسی انسان میں قوتِ شہوت اور طاقتِ مردی نہیں ہے تو پھر اس کا کون سا کمال ہے کہ وہ فحاشی سے بچ گیا۔ بلکہ کمال تو یہ ہے کہ پوری طرح کسی انسان میں قوتِ شہوت موجود ہو اور شیطان نے بھی اپنا رنگین جال اسے پھنسانے کے لئے بچھا دیا ہو اور ایک خوبصورت عورت بن سنور کر اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ ایک مزین محل کے ساتویں اور مقفل کمرہ میں موجود ہو تو پھر ایسی صورت میں کسی انسان کا فحاشی و بدکرداری سے بچ جانا ایک کمال ہے!

سید افتخار الحسن مزید کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے گناہ نہیں کرتے تو ان کا یہ کوئی کمال نہیں ہے بلکہ کمال تو یہ ہے کہ عیاشی کرنے کے تمام مواقع موجود ہوں اور زلیخا کہے

هَيْتَ لَكَ

اور یوسف کہے — مَعَاذَ اللّٰهِ

ابن ماجہ شریف صفحہ ۲۹۱، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۰

(۱۰) سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الْمُؤْمِنُ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ مِنْ بَعْضِ الْمَلَائِكَةِ — کہ مردِ مومن بعض فرشتوں سے اللہ کریم کے نزدیک زیادہ تکریم والے اور افضل ہیں۔

تحقیق یہ ہے کہ بعض مومنین سے مراد اولیاء کرام ہیں اور بعض فرشتوں سے مراد عام فرشتے ہیں اور خاص فرشتوں سے مراد حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام اجمعین ہیں اور خاص مومنین سے مراد انبیاء کرام ہیں۔

جیسا کہ مثال بیان کر دی گئی ہے!

اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کمال ہے کہ زلیخا کے جال سے بچ نکلے مگر صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ یہ تو کوئی کمال نہیں ہے۔

اسلئے — کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو اللہ کے رسول ہیں — نبی ہیں اور پیغمبر ہیں انہوں نے تو بچنا ہی تھا۔

کمال تو یہ ہے کہ ان کا دامن پکڑ کر زلیخا بچ گئی!

سبحان اللہ۔ میرے مرشد لاثانی کا کمال۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی پور سیداں شریف۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۸ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و پاکدامنی کو انوکھے دلائل سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱۱) إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مَتَىٰ صَدَرَتْ مِنْهُمْ زِلْمَةٌ وَ اتَّبَعُوهَا بِأَظْهَارِ النَّدَامَةِ وَ التَّوْبَةِ وَ التَّوَاضِعِ — وَ لَوْ كَانَ يُوسُفُ أَقْدَمَ هُنَا عَلَىٰ هَذِهِ الْكَبِيرَةِ الْمُنْكَرِ لَكَانَ مِنَ الْمُحَالِ أَنْ لَا يَتَّبِعَهَا بِالتَّوْبَةِ وَ الْأَسْتِغْفَارِ —

کہ اگر بفرض محال کسی نبی سے کوئی اجتہادی لغزش جسے نبی اپنی طرف سے اجتہادی غلطی سمجھ لے سرزد ہو جائے تو وہ ندامت، توبہ اور استغفار کا کھل کر اظہار کرتا ہے۔

اور پھر اگر حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی کوئی ایسی ہی لغزش ہو گئی ہوتی تو وہ بھی ضرور توبہ و استغفار کا اظہار ضرور کرتے کیونکہ ایسا کرنا محال ہے۔

اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے توبہ و استغفار کا اظہار نہیں کیا تو ثابت ہوا — مَا صَدَرَ عَنْهُ فِي هَذِهِ الْوَاقِعَةِ ذَنْبٌ وَ لَا مَعْصِيَةٌ! کہ اس واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام سے کوئی لغزش، کوئی غلطی، کوئی معصیت اور کوئی فحاشی سرزد نہیں ہوئی۔

(۱۲) تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ محمود بن عمر الزمخشری، تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۸، تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۱۷۶۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مقام پر خوب لکھا ہے کہ اگر کسی

نبی ورسول سے کوئی معمولی سی اجتہادی لغزش ہو جاتی تھی تو وہ فوراً توبہ و استغفار کا اظہار کرتے تھے!

كَمَا كَانَ لِآدَمَ وَ نُوحَ وَ ذِي النُّونِ وَ دَاوُدَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ — جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ ربوبیت میں عرض کی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ایک قبیلے کو قتل کر دیا تو انہوں نے اس فعل کو ترک اولیٰ کے طور پر اپنی ذات کے لئے معمولی سی کمزوری سمجھ کر دربار ایزدی میں عرض کی۔

سورۃ القصص۔ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ — اور یا حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ کے اندر جو اللہ تعالیٰ کو پکارا تھا — سورۃ الانبیاء۔ کہ

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔

حضرت گرامی یاد رہے کہ امام اہل سنت جناب مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر کنز الایمان میں ایک تقریر کی ہے — کہ انبیاء علیہم السلام کا اپنے آپ کو ظالم کہنا بطور تواضع و انکساری اور کسر نفسی کے طور پر ہوتا ہے کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا نہ ہی اعلان نبوت سے پہلے اور نہ ہی اعلان نبوت کے بعد اور یہ نفوس قدسیہ ترک اولیٰ کو اپنی طرف نسبت کر کے خداوند کریم سے معافی و استغفار طلب کرتے ہیں۔

ترک اولیٰ — کیا مطلب و کیا معنی؟

یعنی بہتر تھا کہ ایسا نہ ہوتا اور نہ کیا جاتا۔ اسی طرح اگر حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی کوئی لغزش پیدا ہو گئی ہوتی یا ارادہ میں کوئی برائی کا تصور پیدا ہو گیا ہوتا اور یا ان کی نیت میں کوئی فتور آ گیا ہوتا تو وہ بھی دوسرے انبیاء کی طرح کسی ظلم و لغزش کی نسبت

اپنی طرف کر کے اللہ کریم سے توبہ و استغفار طلب کرتے۔

امام فخر الدین زاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر گمراہ کن تبصرہ کرنے والوں — واہیات تنقید کے تیر برسوں والوں اور بی بی زینخار رضی اللہ عنہا کی مقدس چادر پر فحاشی کا بد نما داغ لگانے والوں اور ایک رسول و نبی کی زوجہ محترمہ پر بد کرداری کا الزام لگانے والوں کو دندان شکن اور مسکت جواب دے کر جس انداز سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دامن عصمت کو تارتا رہنے سے محفوظ رکھا ہے وہ حقیقت افروز بیان گمراہی کے اندھیروں میں گم ہو جانے والوں کے لئے ایک مشعل راہ ہے۔

(۱۳) تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۵ — وَإِنَّ ابْلِيسَ اقْرَبَ بِطَها رَتِهٖ فِلاَنَهٗ "فِلاَنَهٗ" قَالَ

فَبِعِزَّتِكَ لَا غُورِيْنَهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِيْنَ — کہ

شیطان نے جب یہ اقرار کر لیا ہوا ہے کہ اے اللہ میں تیرے تمام بندوں کو گمراہ

کروں گا لیکن جو تیرے مخلص بندے ہیں ان کو میں گمراہ نہیں کر سکوں گا!

گویا کہ شیطان کا یہ اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو گمراہ کرنا اور انہیں

سیدھی راہ سے ہٹانا یہ میرے لئے ناممکن ہے۔

وَيُوسُفُ مِنَ الْمُخْلِصِيْنَ — اور حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے مخلص

بندوں میں سے ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید کہتا ہے۔

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلِصِيْنَ — کہ حضرت یوسف علیہ السلام میرے مخلص

بندوں میں سے ہیں۔

وَعِنْدَهٗذَا نَقُولُ هَلْاِءِ الْجُهَالِ الَّذِيْنَ نَسَبُوْا اِنِّيْ يُوسُفُ هٰذِهٖ

الْفَضِيْحَتِهٖ اِنْ كَانُوْا مِنْ اَتْبَاعِ الدِّيْنِ اللّٰهِ فليَقْبَلُوْا الشَّهَادَةَ اللّٰهِ

عَلٰى طَهَارَتِهٖ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ اَتْبَاعِ ابْلِيسَ فليَقْبَلُوْا الشَّهَادَةَ

ابليس.

اور ہم اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ جاہل لوگ جو لغزش کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی کرتے ہیں تو پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت۔ پاکیزگی اور پاک دامنی کو تسلیم کر لیں۔

اور وہ لوگ جو شیطان اور اس کے لشکر کی پیروی کرتے ہیں وہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت کو مان لیں گے کیونکہ شیطان نے اقرار کر لیا ہوا ہے کہ اللہ کے مخلص بندوں کو میں گمراہ نہیں کر سکوں گا اور ان پر میرا زور نہیں چلے گا تو— حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے مخلص بندوں میں سے ہیں

إِنَّهُ رَأَى مَكْتُوبًا فِي سَقْفِ الْبَيْتِ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً
وَسَاءَ سَبِيلًا!

کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مکان کی چھت میں یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی — کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ یہ ایک فحاشی ہے اور یہ ایک برا راستہ ہے۔

(۱۵) إِنَّهُ النَّبِيُّ الْمَانِعَةَ مِنْ اِرْتِكَابِ الْفَوَاحِشِ کیوں کہ نبوت کے لئے فحاشی و بری راہ پر چلنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کو اس لئے اس خطہء ارضی پر مبعوث کیا جاتا ہے کہ وہ نسل انسانی کو کفر و باطل کی ظلمتوں سے نکال کر حق و اسلام کی روشنی میں لے آئیں اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے بندوں کو رشد و ہدایت کی نوری قندیل سے سرفراز کر دیں۔ اور خلق خدا کو عیاشی و فحاشی اور ہر قسم کی قباحت و بد اخلاقی سے محفوظ رہنے کی تبلیغ کرے اور گناہ و معصیت — زنا و شراب — گمراہی و بد کرداری کے برے راستے سے ہٹا کر نیکی و شرافت، طہارت و پاکیزگی اور عبادت و ریاضت کے سیدھے راستے پر چلانے کی کوشش کرے! اور اگر ایسا کرنے والے حضرات گرامی یعنی انبیاء علیہم السلام خود ہی ان قباحتوں میں مبتلا ہو جائیں تو پھر وہ قرآن حکیم کی ان آیات کے مصداق بن جائیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ - کہ اے ایمان والو جو تم نہیں سکتے وہ کہتے کیوں ہو؟ اور — اتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ — کہ اے علماء یہود — تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو لیکن اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ یعنی خود نیکی نہیں کرتے!

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

وَمَا يَكُونُ عَيْبًا فِي حَقِّ الْيَهُودِ كَيْفَ يُنْسَبُ إِلَى الرَّسُولِ — کہ جب یہ عیب یہودی علماء کے حق میں برائی ہے تو پھر کسی رسول کی طرف اس برائی کی نسبت کیسے کی جاسکتی ہے۔

(۱۶) تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۰۔ تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۔ حسن القصص صفحہ ۱۳۸۔

قَامَتِ الْمَرَاةُ إِلَى صَنِمٍ كَانَ هُنَاكَ فَسْتَرَتْهُ، وَقَالَتْ اسْتَجِبْ مِنْهُ — أَنْ يَرَانَا —

کہ بی بی زینخابت کے پاس کھڑی ہو گئی جو اس مکان میں تھا اور اس پر پردہ ڈال دیا اور چھپا دیا تاکہ یہ ہمیں دیکھ نہ لے۔

فَقَالَ يُوسُفُ اسْتَحْيَتْ مِمَّنْ لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا اسْتَحْيِي مِنْ السَّمِيعِ الْبَصِيرِ الْعَلِيمِ بِذَاتِ الصُّدُورِ —

پس حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

کہ زینخابتجھے اس پتھر کے پت سے حیا آتی ہے کہ جو نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے تو پھر میں اس خدا سے حیا کیوں نہ کروں جو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے اور دلوں کے بھید بھی جانتا ہے۔

تفسیر کبیر کے الفاظ یہ ہیں:

قالوا ان المرأة قامت الى صنم مكل بالدر والياقوت في زاوية البيت فسترته بالثوب فقال يوسف لم فعلت ذلك قالت

استحفی من الہی هذا ان یرانی علی معصیۃ —
 کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عورت یعنی زلیخا ایک بت کے پاس گئی جو لعل و جواہرات
 سے جڑا ہوا تھا اور سچے موتیوں سے مزین تھا — زلیخا نے اپنی چادر سے بت کو
 ڈھانپ دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟
 زلیخا نے جواب دیا کہ مجھے اپنے خدا سے حیا آتی ہے کہ یہ مجھے گناہ کرتے ہوئے
 دیکھ نہ لے!

فقال یوسف استحین من صنم لا یعقل ولا یسمع ولا استعی
 من الہی القائم علی کل نفس بما کسبت فواللہ لا افعل
 ذالک ابدا۔

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زلیخا تجھے نہ دیکھنے اور نہ سننے والے
 پتھر سے تو حیا آگئی اور کیا میں اپنے اس خدا سے حیا نہ کروں جو ہر وقت ہر جگہ حاضر و
 موجود اور ہر انسان کے ہر عمل کو دیکھتا اور جانتا ہے۔

پس اللہ کی قسم ہے میں ایسا فحش عمل کبھی نہیں کروں گا۔

فہذا ہوا برہان —

پس یہی برہان تھی —

جتنے منہ اتنی باتیں والی بات ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مکان کی دیوار شق ہوئی تو ایک
 خوبصورت شکل نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا:

یا رسول اللہ لک العصمتہ لا تفعل فانک معصوم

کہ اے اللہ کے رسول یہ کام نہ کر کیوں کہ تو معصوم ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ جنت کی ایک حور ایک حسین عورت کی شکل میں اس مکان

میں آئی تو حضرت یوسف علیہ السلام اس کی صورت دیکھ کر حیران رہ گئے اور پوچھا

لِمَنْ أَنْتَ — کہ تو کس کے لئے ہے؟

اس نے جواب دیا!

لِمَنْ لَا يَزْنِي — کہ میں اس کے لئے ہوں جو زنا نہ کرے — وغیرہ اور جب زلیخا نے دیکھا کہ میرا محبوب یعنی حضرت یوسف علیہ السلام میری طرف دیکھتا بھی نہیں اور میری طرف مائل بھی نہیں ہوتا اور میرے دل کی وصل و ملاقات کی خواہش پوری کرنے پر آمادہ بھی نہیں ہوتا اور اپنے مضبوط ارادہ میں ہلکی سی لچک بھی پیدا کرنا نہیں چاہتا اور میرے حسن و جمال کو دیکھ کر بھی اس کی نیت میں فتور پیدا نہیں ہوتا اور میری ساری رنگینیوں اور رعنائیوں کو ملاحظہ کرنے کے باوجود بھی میری طرف جھکنے کو تیار نہیں ہوتا تو پھر اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشامد اور ان مجے کے بدن مبارک کے ہر ایک عضو کی تعریف کرنی شروع کر دی۔

اور یاد رہے کہ کسی کو اپنی طرف جھکانے، مائل کرنے اور کسی کے مضبوط ارادہ کو توڑنے کے لئے یہ آخری حربہ ہوتا ہے۔

لیکن زلیخا نہیں جانتی تھی کہ کنعان کا یہ جوان اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ حسین و جمیل شہزادہ حسن خداوندی اور جمال ایزدی میں اتنا گم ہو چکا ہے کہ کسی اور کے حسن و جمال کو پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احسن المقاص میں یوں لکھا ہے کہ زلیخا نے اس خاص اور خوبصورت محل میں ڈیرا جما لیا جو اس نے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے تیار کروایا تھا — دوستوں بنوائے ایک شیشہ کا اور دوسرا سنگ مرمر کا۔

”ورکنار من العقیق ودرکنار من الفیر وزج“

ایک ستون عقیق کا اور دوسرا فیروزہ کا۔ اور سونے اور چاندی سے محل کے صحن کو آراستہ کیا۔

”وَجَعَلْتُ ابوابَ الْبَيْتِ مِنَ الصَّنَدَلِ وَالْعَاجِ“

اور محل کے دروازے صندل اور ہاتھی دانت کے بنوائے اور پھر فرش پر خوبصورت رنگوں کے قالین بچھائے۔ دروازوں پر سونے کے تاروں سے منقش پردے لٹکائے۔ پھر اپنی لونڈی سے کہا۔

إِنِّي قَدْ غَرَقْتُ فِي حُسْنِهِ الْغُلَامَ الْعِبْرَانِي! — کہ میں اس عبرانی غلام کے حسن لازوال کو دیکھ کر اس کی محبت میں گم ہو گئی ہوں!

کنیز نے کہا — کہ تو ہر قسم کی زیب و زینت سے آراستہ اور اپنی پوری ناز و ادا سے لبریز ہو کر اور اپنے حسن و جمال کو اور بھی دو بالا کر کے محل کے ساتویں کمرہ میں چلی جا۔

حَتَّىٰ ادْعُوهُ — پھر میں اسے بلا لاتی ہوں۔ چنانچہ زلیخا بن سنور کر اور اپنے آپ کو دلفریب انداز میں آراستہ کر کے اور مسحور کن اداؤں کے ساتھ کمرہ میں چلی گئی۔ فَجَاءَ يُوسُفَ وَقَتَ الظُّهْرِ — پھر حضرت یوسف علیہ السلام ظہر کے وقت زلیخا والے کمرہ میں داخل ہوئے — وَغَلَقَتِ الْاَبْوَابَ — زلیخا نے فوراً تمام دروازے بند کر دیئے۔

فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهَا قَالَ يَا اِلٰهِي مَا يَنْجُو مِنْهَا اِلَّا الْمَعْصُومُ فَاَعِصْمِنِي — کہ یا الہ العالمین سوائے معصوم کے اس خوبصورت جال سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اے ارحم الراحمین مجھے اس فتنہ سے محفوظ رکھ!

فَقَالَتْ يَا حَبِيبِي — زلیخا نے کہا۔

اے میرے محبوب۔ اے میرے دل آرزو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک! بِنِيَّتِ هٰذَا الْبَيْتِ مِنْ اَجْلِكَ — کہ میں نے یہ خوبصورت مکان تیرے ہی لئے بنوایا ہے

قال — يَا زُلَيْخَا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَنٰى لِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَحْسَنَ مِنْ هٰذَا لَا يَخْرُبُ اَبَدًا!

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا!

اے زلیخا اللہ کریم نے میرے لئے جنت میں ایک خوبصورت محل بنا کے رکھا ہے جو اس مکان سے بھی زیادہ مزین ہے اور وہ کبھی خراب نہیں ہوگا!

قَالَتْ يَا يُوسُفُ مَا أَطْيَبُ رَائِحَتِكَ!

زلیخا نے کہا۔ کہ اے یوسف تیری خوشبو کیسی دل و دماغ کو معطر کرنے والی ہے۔

اور میں تیرے رب کو ان تمام خزانے دے کر تجھے پالوں گی۔ — حَتَّىٰ يَرْضَا

— یہاں تک کہ خدا تجھ پر راضی ہو جائے گا۔

فرمایا — اللَّهُ رَبِّي لَا يَقْبَلُ الرِّشْوَةَ!

کہ میرا رب رشوت قبول نہیں کرتا!

قَالَتْ مَا أَحْسَنَ صُورَتِكَ!

زلیخا نے کہا کہ تیری صورت کس نے خوبصورت بنائی ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ صَوَّرَنِي —

فرمایا — میری یہ حسین صورت اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں۔

خدائے من کہ نتواں حق گزاریش

برشوت کے شود آمرزگاریش

بجاں دادن چو مزدا نہ کس نگیرد

در آمرزش کجا رشوت پذیرد

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، میرا خدا ہمیشہ حق کہتا ہے اور وہ کسی سے

رشوت طلب نہیں کرتا۔

معاذ اللہ کہ راہ کج روم من

زتو ایں حیلہ دیگر بشنوم من

فرمایا— کہ اللہ مجھے اپنی پناہ میں رکھے کہ میں غلط راستہ پر چلوں اور اگر تو ہزار حیلے بھی کرے گی تو میں کبھی قبول نہیں کروں گا۔

سوالش کرد کاں پس پردہ چیست

در آں پردہ نشسته پردگے کیست

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے پوچھا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے اور پردے کے پیچھے کون بیٹھا ہے۔

بگفت آں کس کہ تا من زندہ ہستم

برسم بندگانش می پرستم

زلیخا نے جواب دیا—

کہ یہ میرا خدا ہے جس کی میں ابتدائے عمر سے ہی پوجا کرتی آ رہی ہوں! اور میں نے اس پر اس لئے پردہ ڈال دیا ہے تاکہ یہ مجھے دیکھ نہ لے۔ یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا!

من از بینامی دانا چوں نترسم

زقیوم تو انا چوں نترسم

کہ میں اپنے رب سے کیوں نہ ڈروں جو ہر وقت ہر گھڑی ہر ساعت اور ہر مکان و ہر زمان میں ہر کسی کو دیکھتا رہتا ہے اور جو دانا و بینا اور حی و قیوم ہے۔!

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کو یوں بیان کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ مولوی غلام رسول مرحوم کی احسن القصص حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی احسن القصص کا پنجابی نظم و ترجمہ ہے۔

یوسف چھپے دس زلیخا پردیوں پار کیائی

کہے زلیخا نکلیں باتیں توں کیوں دیر لگائی!

پردیوں پار ایہی رب میرا میں پوجاں جس تا میں

پردہ پایا مت رو دیکھے میرا عمل اتھائیں

آہ بھری سن رویا یوسف سگوں سنگ تسائیں
 دانا بینا تھیں میں غافل شرم میرے وچہ ناتیں
 کہے زلیخا یوسف تیری واہ صورت نورانی
 یوسف کہے جیویں رب بھانی اکدن ہوسی فانی
 کہے زلیخا یوسف تیرے وال عجب ایہہ کالے
 یوسف کہے انہاں نوں اکدن خاک قبر دی گالے
 کہے زلیخا تیریاں زلفاں گرد چندے جوں حالا
 یوسف کہے نہ زلفاں رہسن نہ ایہہ زلفاں والا
 کہے زلیخا ایہو ای ویلا دل دے راز کھلن دا
 یوسف کہے او لوکھا ویلا وقت اعمال تلن دا
 توں آکھیں میں بدل گناہاں دیواں مال خزانے
 دولت مال سبھی شے اسدا ہر شے ہر زمانے
 تے اورشوت لے نہ مولے حاجت اوس نہ کائی
 اوہ خود مال خزانے ونڈ دا ہر تھاں تے ہر جائی

امام رازی اور دوسرے مفسرین نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت و پاکدامنی اور زلیخا کے ساتھ برا ارادہ کرنے کی تردید کرتے ہوئے قرآن حکیم میں سے ہی دلائل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو اپنی برأت و معصومیت بیان کرتے ہوئے کہہ دیا تھا۔

هِيَ رَاوَدْتَنِي عَنْ نَفْسِي — کہ اس نے مجھے درغلا یا پھسلا یا اور لبھایا کہ
 میں اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکوں۔

اور — رَبِّ السَّجِنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ — اے
 میرے رب مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف یہ مصر کی عورتیں مجھے

بلائی ہیں۔

اور پھر زلیخا کے خاوند عزیز مصر نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے کہہ دیا تھا۔ اِنَّهُ مِنْ كَيْدِ كُنَّ اِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيْمٌ
— کہ یہ تم عورتوں کا مکر اور چلتر ہے اور بے شک تمہارا مکر ایک عظیم فتنہ ہے!

اور پھر عزیز مصر نے زلیخا کے برے ارادہ کو تسلیم کرتے ہوئے اسے یہ کہہ دیا تھا۔

وَاسْتَغْفِرِيْ لِدُنْبِكَ اِنَّكَ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ

کہ اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔، شک تو ہی خطا کاروں میں سے

ہے!

اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا!

يُوسُفُ اَعْرَضَ عَن هٰذَا — کہ اے یوسف تو اس کا خیال مت کرنا —

اور پھر ایک شیر خوار بچہ کی گواہی!

وَشَهِدَ شَٰهِدًا مِّنْ اٰهْلِهَا — اور عورت کے ہی خاندان کے ایک شیر خوار

بچہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت بیان کرتے ہوئے یہ کہا تھا —

کہ اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو پھر زلیخا سچی ہے اور یوسف جھوٹا ہے

اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو یوسف سچا ہے اور زلیخا جھوٹی ہے۔ پس جس

قمیص دیکھی گئی تو وہ پیچھے سے پھٹی تھی —

اور پھر زلیخا نے بھی اقرار کر لیا تھا —

وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ — کہ میں نے ہی اس کا دل

لبھانے اور اسے سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی تھی مگر اس نے زنا و حرام کاری

کے تمام اسباب و مواقع ہونے کے باوجود بھی اپنی جوانی کو داغدار نہیں ہونے دیا۔

اور ایک بار پھر زلیخا نے اقرار کر لیا تھا۔

قَالَتْ اَمْرَاةُ الْعَزِيْزِ الثَّنِ حَصَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّ لِمَنْ

الصّٰدِقِیْنَ!

کہ عزیز مصر کی بیوی نے کہا کہ اب اصلی بات کھل گئی ہے اور اصل حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ میں نے ہی یوسف کو راہ حق و صداقت سے ہٹانے کی کوشش کی تھی اور میں اس کی پاک دامنی کی گواہی دیتے ہوئے اقرار اور تصدیق کرتی ہوں کہ یہ یوسف بے شک سچے ہیں۔

اور اللہ کریم کا خود وار شاد پاک:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءِ

کہ ہم نے یوں ہی اس سے برائی اور فحاشی کو پھیر دیا کیوں کہ یوسف علیہ السلام ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے!

قارئین کرام!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ قرآن مجید کے ان روشن دلائل کے باوجود — بھی اگر کوئی انسان حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف برائی کی نسبت کرتا ہے اور ان کی معصومیت و پاک دامنی پر اعتراض کرتا ہے تو پھر یہ ضلالت و گمراہی کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے بلکہ کفر ہے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن — حیران ہے کہ تمام مفسرین کرام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و طہارت پر خوبصورت اور روشن دلائل دے کر اس کے مقدس دامن کو برائی کا داغ لگنے سے تو محفوظ رکھا ہے لیکن بی بی زینحٰا کی طرف کسی نے کوئی توجہ نہیں دی حالانکہ وہ خدا کے ایک برگزیدہ رسول کی زوجہ محترم بننے والی ہے! تو اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہے۔

پہلی یہ — کہ زینحٰا ایک عورت ہے اور عورت محبت میں بہت کچھ کر گزرتی ہے اور اس نے بھی ہجر و فراق کے ہزاروں دکھ جھیلے تھے — مال و دولت قربان کئے تھے۔ لعل و جواہرات کے خزانے نچھاور کئے تھے اور ایک نبی کے عشق میں فنا ہو کر وصل کے

شوق کی آرزو کر بیٹھی تھی۔

دوسری وجہ یہ کہ ہمارے حق پرست علماء کرام اور حق میں مفسرین عظام نے یہ ضروری سمجھا اور درست سمجھا کہ وہ جاہل اور بے ادب و گستاخ لوگ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف برائی کی نسبت کر کے عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں انہیں پتہ چل جائے کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کی چادر ہر قسم کی برائی و فحاشی کے داغ سے پاک ہے!

کیونکہ وہ تہی تھے اور ہر نبی معصوم من الخطاء ہوتا ہے اور وہ کسی برائی کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔

اور قرآن مجید کے الفاظ پر ہی تھوڑا سا غور کیا جائے تو بی بی زینحہ کو نعوذ باللہ فاحشہ کہنے والوں کے لئے حقیقت افروز مطالب و معانی سمجھ آسکتے ہیں۔

اسلئے! کہ لفظ فاحشہ نہیں فحشا ہے جو مصدری معنی میں آتا ہے۔ فاحشہ کا معنی فاعل کے معنی میں بدکاری کرنے والی عورت ہوگا۔ اور یہ سچ ہے کہ بدکاری نہیں ہوئی۔ اور فحشا کا معنی۔ بدکاری۔ بمعنی مصدر! یا تفسیر کشاف میں علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ — وَقِيلَ رَأَى تِمْثَالَ الْعَزِيزِ!

کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی مثل یعنی صورت دیکھی تو ایسی صورت حال میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عزیز مصر کی مثال صرف حضرت یوسف علیہ السلام ہی کو نظر آئی ہو اور زینحہ کو اپنے شوہر کی مثال دکھائی نہ دی ہو۔

زینحہ کو بھی ضرور عزیز مصر یعنی زینحہ کا خاوند نظر آیا ہوگا۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک عورت اپنے شوہر کے سامنے برائی، فحاشی اور بدکاری کے لئے مصر ہو!

یا بہت سی تفاسیر کے حوالوں سے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو زینحہ کے بند کمرہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت پاک نظر آئی جسے قرآن مجید نے برہان فرمایا ہے۔

تو زلیخا کو بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت مبارک دکھائی گئی ہوگی تو ایسی صورت میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک منکوحہ عورت کسی غیر انسان کی موجودگی میں برائی کی طرف راغب ہو۔

اور پھر علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کشاف میں — وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا كِتَابٌ تَحْتِ اِيْمَانِ افروز نکتہ بیان کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے اللہ کی برہان آئی ہے اسی طرح بی بی زلیخا کے لئے بھی وہی برہان تسلیم کر لینی چاہئے۔

اس عجیب و غریب اور حقیقت افروز نکتہ سے یہ ثابت ہوگا کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے رب کی برہان دیکھ کر برائی کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا اسی طرح اگر زلیخا کو بھی برہان نظر نہ آتی تو وہ بھی برائی کا ارادہ کر لیتی۔

جلد ۲ صفحہ ۴۵۶ — لِأَنَّ الْهَمَّ لَا يَتَعَلَّقُ بِالْجَوَاهِرِ وَلَكِنْ بِالْمُعَانِي —
کہ ارادہ کا تعلق حقیقت پر مبنی نہیں ہے بلکہ محض معانی پر مشتمل ہے۔

وَالْمُخَالَطَةُ لَا تَكُونُ إِلَّا مِنْ اثْنَيْنِ مَعًا۔

کیونکہ مرد اور عورت کی مخالطت تب پیدا ہوتی ہے جب دونوں اکٹھے ایک ہی معنہ میں ارادہ کر لیں۔

اور یہاں دونوں کے ارادہ میں لفظ و معنہ میں فرق ہے۔ زلیخا کے ارادہ میں لام اور قد دونوں حروف تاکید کے مگر حضرت یوسف علیہ السلام کے ارادہ میں نہ لام ہے اور نہ قد — یعنی کے ارادہ میں تاکید نہیں ہے!

فَكَأَنَّهُ قِيلَ وَلَقَدْ هَمَّا بِالْمُخَالَطَةِ لَوْلَا مَنَعُ مَانِعٍ "أَحَدُهُمَا —

پس اسی لئے کہا گیا ہے کہ دونوں مخالطت کر لیتے۔ اگر کوئی چیز دونوں کے درمیان مانع نہ ہوتی یعنی رب کی برہان!

اور پھر عزیز مصر اتنا ہی بے غیرت تھا کہ اس کی اپنی بیوی ایک غیر مرد کے ساتھ

بدکاری کے لئے ابھارتی ہے اور وہ خاموش رہتا ہے اور اپنی آنکھوں سے اپنی بیوی کی فحش حرکات دیکھتا ہے اور اسے قتل نہیں کرتا۔

جب عزیز مصر، مصر کا حاکم تھا۔ شہنشاہ تھا اور صاحب اختیار تھا تو پھر زلیخا کی ناپسندیدہ حرکات دیکھ کر اسے قتل کرنے میں کون سی چیز مانع تھی وہ یہ تو جانتا تھا کہ میری بیوی زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرتی ہے اور اس کے عشق کی آگ میں جلتی رہتی ہے اور اس کی یاد میں آہیں بھرتی رہتی ہے!

اور وہ اتنی فتانی ایوسف ہو چکی ہے کہ رات کے تاروں، گلشن کی بہاروں اور دنیا کے پر کیف نظاروں میں اسے یوسف ہی کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ اور ہجر و فراق کے جانگداز لمحات میں تڑپتی رہتی ہے اور جب فصد کرواتی ہے تو خون کے ہر قطرہ سے یوسف کی آواز سنائی دیتی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ زلیخا یوسف کے ساتھ بے راہ روی اور بے حیائی تک پہنچ چکی ہے۔

ورنہ زلیخا کو اس کھلی بے حیائی سے پہلے ہی قتل کر دیتا۔

سورۃ یوسف آیت نمبر ۲۵:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ

قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ

أَلِيمٌ (سورۃ یوسف)

القرآن المجید — پھر دونوں دروازہ کی طرف دوڑے اور زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص مبارک پیچھے سے پھاڑ دی۔

اور پھر زلیخا بولی اس انسان کی کیا سزا ہے جو تیری گھبر والی سے برائی کا ارادہ کرے! مگر یا تو اسے قید کیا جائے اور یاد رکھ کی مارا اور دردناک عذاب —

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ زلیخا پوری طرح نفسانی خواہش سے مرعوب ہو کر مجھے درغلانے اور پھسلانے کے لئے انتہائی کوشش کر رہی ہے اور کہیں

ایسا نہ ہو کہ شیطان کے اس پھیلائے ہوئے جال میں میرا دامن بھی الجھ جائے اور میرے نبوت کے خاندان کی عزت و آبرو خاک میں مل جائے اور پھر میری شرافت و پاکیزگی کی سفید چادر پر کوئی بے حیائی کا سیاہ داغ لگ جائے تو انہوں نے دوڑ کر اپنی عزت بچانی چاہی اور وہ دوڑ پڑے۔

اور زلیخا بھی ان کے پیچھے پیچھے دوڑ پڑی تاکہ انہیں پکڑ کر بے حیائی کی طرف راغب کرنے کی اور کوشش کرے۔ مکان کے سات دروازے تھے اور مقفل تھے مگر حضرت یوسف علیہ السلام دروازہ کو ہاتھ لگاتے تو دروازہ کھل جاتا اور قفل ٹوٹ جاتا تھا۔

اور جب زلیخا دروازہ پر پہنچتی ہے تو دروازہ بند ہو جاتا تھا۔

اور پھر چند لمحوں کے بعد کھل جاتا تھا تاکہ دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہو جائے اور حضرت یوسف علیہ السلام ان ابلسی مجال سے نکل جائیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک بڑی ہی ایمان افروز بات کہی ہے

وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ الْحَبُّ لِلَّهِ يَنْبَغِي أَنْ يَهْرَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَ يَتَعَلَّقُ

بِعِصْمَتِهِ الرَّحْمَنِ!

کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے پھیلائے ہوئے شیطانی پھندے سے نکلنے کے لئے دوڑے اسی طرح خدا سے محبت کرنے والے بندوں کو بھی چاہئے کہ شیطان کے پھیلائے ہوئے جال سے نکلنے کیلئے اللہ ورحمان ورحیم کی طرف بھاگے اور عصمت کے دامن کو تھام لے۔

سَيِّدَهَا — یعنی زلیخا کا سردار۔ زلیخا کا مالک۔ زلیخا کا آقا۔ حضرت یوسف

علیہ السلام کا نہیں۔

وَإِنَّمَا لَمْ يَقُلْ سَيِّدَهَا لِأَنَّ يُوسُفَ مَا كَانَ مَمْلُوكًا۔ اور اسی لئے سیدھا

یعنی دونوں کا سردار نہیں کہا گیا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کسی کے غلام نہیں تھے!

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی نبی کسی کا غلام نہیں ہوتا
قرآن حکیم میں ہے کہ — وَمَا أَرْسَلْنَاكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ
اللَّهِ — کہ ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسے کسی کا مطیع بنا کر نہیں بھیجا بلکہ ساری دنیا کا
مطاع یعنی پیروی کروانے والا بنا کر مبعوث فرمایا۔

مرزا قادیاتی۔ کذاب و دجال و کافر و مرتد کی طرح نہیں کہ ساری زندگی
انگریزوں کی غلامی میں رہا!

امام غزالی نے احسن القصص میں کیا ہی اچھا لکھا ہے۔ احسن القصص صفحہ ۱۴۰
مَزَقْتُ عَلَيْهِ الْقَمِيصُ الْفُوقَانِي وَهُوَ الْبَسَهُ اِيَّاهُ وَالتَّحْتَانِي الْبَسَهُ، يَعْقُوبُ!
کہ زلیخا نے جو قمیص حضرت یوسف علیہ السلام کی پھاڑی تھی وہ اوپر کی قمیص تھی
اور وہ زلیخا نے خود پہنائی تھی اور نیچے والی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہنائی
ہوئی تھی۔

سید افتخار الحسن — بھلا ایک عظیم پیغمبر کی پہنائی ہوئی قمیص کوئی بے حیائی و برائی
کے لئے کیسے پھاڑ سکتا ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ:

چنین زوخامہ نقش این فسانہ

کہ چوں یوسف بروں آمد زخانہ

بیرون خانہ پیش آمد عزیزش

گروہی از خواص خانہ نیزش

کہ عشق و محبت کے اس حقیقی و مقدس اور قرآن پاک کے سوہنے قصہ کے مطابق
حضرت یوسف علیہ السلام جب زلیخا کے پرفریب مکان سے باہر آگئے تو زلیخا کا شوہر
عزیز مصر دونوں کو مکان سے باہر مل گیا۔

زلیخا نے دیکھا تو بدنامی کے خوف سے کانپنے لگی اور اپنی کمزوری، اپنی خفت اور اپنی

خطا کو چھپانے کی خاطر فوراً بول اٹھی۔

کہ اے عزیز مصر جو انسان تیری بیوی کیساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے۔ اور پھر خود ہی سزا تجویز کر دی۔ کہ یا عمر بھر کی قید اور یا کوئی اور دردناک عذاب۔

ہمارے بعض مفسرین نے اس مقام پر لکھا ہے کہ زلیخا نے یہ سزا اس لئے تجویز کی تھی کہ اسے چوں کہ اسے ڈرتھا کہ کہیں عزیز مصر طیش اور غصہ میں آ کر یوسف کو قتل نہ کرے۔ بس ایک دو دن جیل میں رہے گا اور یا ایک دو کوڑے کھالے گا تو پھر وہی ذوق و شوق اور وہی محبت کی دلفریبیاں جاری رہیں گی۔ کیونکہ زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام سے انتہائی محبت تھی اور اس نے نہ چاہا کہ میرا محبوب قتل ہو جائے لیکن صاحبزادہ سید افتخار الحسن یہ بات تسلیم نہیں کرتا کہ زلیخا نے قتل کے ڈر سے یوسف کے لئے یہ سزا تجویز کی تھی۔

اس لئے کہ کوئی محبت بھی اپنے محبوب کے لئے یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ اس کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے جیسا کہ حضرت خنیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آخر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ غار ثور میں ایک زہریلے اژدھا کے ڈنگ پر ڈنگ کھا رہے لیکن ایڑی نہیں ہٹاتا اور جنبش تک نہیں کرتا کہ کہیں محبوب کے آرام میں فرق نہ آئے۔

اور ادھر عمر بھر قید اور یا کوڑے زلیخا نے کس طرح اور کیوں قبول کر لئے اور اس سزا کو خود ہی تجویز کیا۔

امام نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر نسفی جز ۲ صفحہ ۱۶۷ — اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَهُوَ

الضَّرْبُ بِالسَّبَاطِ۔ کوڑے مارنا

فَلَمَّا رَا قَمِيصَهُ قَدْ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ

(سورۃ یوسف آیت نمبر ۲۷)

القرآن حکیم — حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ زلیخا نے مجھ سے چسایا نہیں اپنے نفس پر قابو نہ پاسکوں — اور پھر زلیخا کے گھر والوں سے ایک گواہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دی — کہ اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو یوسف سچا ہے اور عورت یعنی زلیخا جھوٹی ہے۔

اور جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص مبارک دیکھی تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی یہ کہ عزیز مصر بول اٹھا کہ یہ تم عورتوں کا مکر اور چلتر ہے اور تمہارا مکر و چلتر بہت بڑا ہے۔

الغرض — حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ زلیخا اپنی بدنامی کے ڈر سے اور اپنی بے حیائی پر پردہ ڈالنے کی خاطر سارا الزام مجھ پر لگا رہی ہے اور میرے لئے قید یا کوڑوں کی سزا خود ہی تجویز کر رہی ہے تو انہوں نے بھی اپنی برأت اور بے تعلقی کا اظہار کرنا اور عزیز مصر کو ساری حقیقت حال سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتے ہوئے فرمایا کہ:-

هِيَ رَاوَدْتَنِي عَنْ نَفْسِي — کہ اس عورت یعنی زلیخا نے مجھے ورغلا یا اور مجھے حرام کاری کے لئے ابھارا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس پاکیزہ بیان کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ تیرا مکر و چلتر ہے۔ اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا —

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا — کہ یوسف اس واقعہ سے درگزر کر اور اس کا خیال نہ کر — اور اپنی بیوی سے کہا۔

وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ — کہ اے عورت

یعنی اے زلیخا تو اپنے اس گناہ سے معافی مانگ اس لئے کہ تو ہی خطا کاروں میں سے ہے اور تو ہی نے ہی یوسف کو بدکاری پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور اسے راہِ حق و صداقت سے ہٹانے کی سعی کی —

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے اپنا دامن چھڑانے۔ شیطانی جال سے نکل جانے اور نبوت کی آبرو بچانے کی خاطر بھاگ جانے کا پورا واقعہ سنایا تو عزیز مصر نے پوچھا —

یوسف تیرا کوئی گواہ!

فرمایا — ہے؟

اچھا اس کا فیصلہ کل عدالت میں ہوگا!

سید افتخار الحسن کو تعجب ہے کہ عزیز مصر کی اس کارروائی پر — کہ جو کچھ ہوا — اسے دیکھنے والا صرف وہی تھا — کسی دوسرے انسان کو پتہ نہیں تھا کہ اندر کیا ہوا اور باہر دروازہ پر کیا ہوا۔ بہتر تو یہی تھا کہ بات یہیں ختم کر دی جاتی اور اپنی بیوی کو سر میدان عدالت میں رسوا نہ کیا جاتا!

مگر اس نے ایسا کیوں کیا؟

میں سمجھتا ہوں کہ محض اس لئے کہ وہ دنیا کے حکمرانوں کو بتانا چاہتا تھا کہ اگر کسی جرم میں اس کی اپنی بیوی ہی مجرم کیوں نہ ہو تو اس پر یونہی پردہ نہ ڈال دیا جائے بلکہ اسے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر کے باقاعدہ سماعت ہونی چاہئے!

شہزادہ سلیم المعروف جہانگیر نے بھی اپنی محبوب بیوی نور جہاں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔

اگر دھوبی معاف نہ کرتے تو نور جہاں کا سر بھی قلم کر دیا جاتا۔

چنانچہ اگلے ہی روز مصر کے حکمران نے شاہی آداب کے مطابق عدالت لگوائی اور خود عدل و انصاف کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

مصر کے عوام اصل حقیقت سے آگاہ ہونے اور اصل واقعہ کو سمجھنے کے لئے اور اپنے فرمانروا کا انصاف دیکھنے کو اُٹا اُٹا کر کچہری میں آئے۔

یوسف اور زلیخا کو عدالت میں طلب کیا گیا تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی پاک دامنی کا کوئی گواہ پیش کر سکیں۔

عزیز مصر نے خود پکارا۔

ہاں — یوسف — تو نے کل اپنا گواہ پیش کرنے کو کہا تھا۔

تجھے اجازت ہے — اپنے معصوم اور بے گناہ ہونے پر کوئی گواہ ہے تو پیش کر

— حضرت یوسف علیہ السلام نے نگاہ اُٹھائی اور عوام کے ہجوم پر نظر کی تو ایک بچہ کو دیکھا جو اپنی ماں کی آغوش میں دودھ پی رہا تھا تو بولے اُٹھے۔

ہاں — میرا گواہ مجھے مل گیا۔

پوچھا گیا — کون؟

جواب دیا — وہ بچہ جو اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا ہے!

مصر کا شہنشاہ سن کر حیران ہوا اور کہنے لگا کہ یوسف تو نے عجیب بات کہی ہے۔

کبھی دودھ پینے والے بچے بھی بولتے ہیں اور کلام کرتے اور کسی کی گواہی دیتے ہیں؟

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ عزیز مصر کو پتہ نہیں تھا کہ جب کبھی نبوت کی توہین ہوتی

ہو اور کسی نبی کے مقدس دامن پر کوئی دھبہ لگنے والا ہو تو پھر معصوم بچے تو کجا جنگل کے

جانور بھی بول اُٹھتے ہیں۔ پتھر بھی پکار اُٹھتے ہیں اور درخت بھی گواہی دینے لگتے ہیں!

مصر کے فرمانروا نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس معصوم بچہ کو اُٹھا کر میرے سامنے میز

پر لٹا دو!

ایسا ہی کیا گیا۔

عزیز مصر نے اس بچے سے پوچھا کہ یوسف پر برائی کا الزام ہے میں نے یوسف

سے گواہ طلب کیا تھا۔ اس نے اپنی صفائی کا گواہ تجھے بنایا ہے!

کیا تو بولے گا اور گواہی دے گا؟

بچہ لیٹا تھا — حرکت میں آ گیا —

اور بول اٹھا — ہاں!

تو پھر کہہ!

بچہ نے جواب — کہ یوسف کی قمیص مبارک دیکھ لو۔

وہ بچہ کون تھا۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ نمبر ۱۲۲، احسن القصص صفحہ ۱۲۳۔ تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۵۹

— وَكَانَ ابْنُ عِمِّ لَهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و پاک دامنی کی گواہی دینے والا بچہ زلیخا کا چچا زاد بھائی تھا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بچہ صرف چار ماہ کا تھا۔

علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نزہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۳۹

میں حضرت یوسف علیہ السلام کی گواہی دینے والے اس چار ماہ کے بچہ کے متعلق ایک عجیب بات لکھی ہے۔

إِنَّهُ لَمَّا تَوَلَّى يُوسُفُ الصِّدِّيقُ مَلِكَ مِصْرٍ أَرَادَ أَنْ يَتَّخِذَ وَزِيرًا

فَأَمْرَهُ جَبْرِئِيلُ أَنْ يَتَّخِذَ الصَّبِيَّ الَّذِي شَهِدَ لَهُ

کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے والی اور حکمران بن گئے تو انہوں نے

اپنے لئے ایک وزیر بنانے کا ارادہ کیا — تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یوسف

علیہ السلام کو کہا کہ اپنی گواہی دینے والے بچہ کو اپنا وزیر بنا لو —

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس اچھا نہ سمجھا مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے

پھر کہا —

إِنَّ لَكَ عَلَيْكَ حَقَّ الشَّهَادَةِ — کہ اے یوسف علیہ السلام اس کی گواہی

کا اس کے لئے تجھ پر حق ہے۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے اپنا مقرب وزیر بنا لیا۔

اس کے بعد علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

فَهَذَا شَهِدٌ لِمَخْلُوقٍ فَاسْتَحَقَّ الْوُزَارَةَ فَكَيْفَ لِمَنْ شَهِدَ لِلْمَخْلُوقِ
بِالْوَأْحِدِيَّةِ أَفَلَا يَسْتَحَقُّ الْكِرَامَةَ — کہ جس بچہ نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں
سے ایک فرد کی عصمت و پاک دامنی کی گواہی دی وہ تو وزارت کے عہدہ پر فائز ہونے کا
مستحق بن گیا اور جو خالق یعنی خدا تعالیٰ کی توحید کی گواہی دے گا وہ کرامت و بزرگی کا
حق دار کیوں نہیں ہو سکتا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی گدائے کوچہ مرشد لاٹانی کہتا ہے کہ عزیز مصر کو
چاہیے تھا کہ جس طرح اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے گواہی طلب کی تھی
اسی طرح وہ اپنی بیوی یعنی زلیخا سے بھی اس کی برأت کی گواہی طلب کرتا مگر اس نے
ایسا کیوں نہیں کیا۔ اس لئے کہ وہ تو پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ زلیخا جھوٹی ہے اور اب اسے
عدالت میں رسوا کروں گا تو لوگ کیا کہیں گے۔

اور پھر بی بی زلیخا ہی اصرار کرتی کہ اے عزیز مصر جس طرح تو نے حضرت یوسف
علیہ السلام سے گواہی طلب کی ہے اسی طرح مجھے بھی اجازت دے کہ میں بھی اپنی
بدنامی کا داغ دھونے کے لئے اپنا کوئی گواہ پیش کروں! مگر اس نے بھی ایسا نہیں کیا۔
کیونکہ وہ جانتی تھی کہ میرا گواہ تو میرا پتھر کا تراشا ہوا بت ہے جس پر میں نے پردہ
ڈال دیا تھا۔ اور وہ تو گونگا بہرہ ہے گواہی کیا دے گا۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کا نقشہ یوں بیان کرتے ہیں۔

در آں مجمع زنِ خویش زلیخا

کہ بودے روز و شب پیش زلیخا

کہ ایک عورت جو زلیخا ہی کے خویش و اقارب میں سے تھی اور دن رات زلیخا

کے پاس رہتی تھی۔

سہ ماہ کود کے بردوش خود داشت
چو جان نگرفته در آغوش خود داشت
کہ وہ عورت اپنی آغوش میں تین ماہ کا ایک بچہ لئے ہوئے تھی۔

فغاں زد اے عزیز آہستہ تر باش
نہ تعجیل عقوبت الحذر باش

یعنی وہ بچہ پکارا اٹھا کہ اے عزیز مصر یوسف کو سزا دینے میں جلدی نہ کر —!

سزا وار عقوبت نیست یوسف

کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام سزا کے سزاوار نہیں ہیں۔

بلطف مرحمت اولی ست یوسف

بلکہ یوسف تو زیادہ لطف و کرم کا مستحق ہے۔

اور تین ماہ کا بچہ پھر پکارا اٹھا — کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ دیکھ لیا جائے۔

گر از پیش ست در پیرا بنش چاک

زینجا را بود دامن ازاں پاک

کہ — اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو زینجا کا دامن اس بدنامی

سے پاک ہے!

در از پس چاک شد پیرا ہن او

بود پاک از خیانت دامن او

اور اگر یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو پھر یوسف کا دامن اپنے مالک کی

امانت میں خیانت کرنے سے مبرا ہے۔

حاشیہ کتاب — گوئند کہ اس پر عم زینجا بود — کہتے ہیں کہ وہ بچہ زینجا کا

چچازاد بھائی تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں — کَانَ يَنْظُرُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ حَتَّى سَمِعَ نِدَا الشَّقِّ الْقَمِيصِ لَهَا — یہاں تک کہ اس چالیس دن کے بچہ نے دروازہ کے درزوں میں سے دیکھ لیا تھا اور اس نے زینخا کا یوسف کی قمیص پھاڑنے کی آواز بھی سن لی تھی!

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اس صورتحال کی منظر کشی یوں بیان فرماتے ہیں کہ! جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے گواہ طلب کیا تو انہوں نے مجمع کے چاروں طرف نگاہ اٹھائی — اور ادھر ادھر دیکھا تو

اک عورت اتھ خولیش زینخا کھڑی قرابت والی

گود اودھی اک بال ایانا عمر جدھی دن چالی

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا کہ وہ بچہ جو اپنی ماں کی گود میں کھیل رہا ہے۔ میری گواہی دے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ بات سن کر عزیز مصر حیران رہ گیا — اور کہا —

یہ چالیس دن کا بچہ کیسے کلام کرے گا۔

فرمایا — تو پوچھ تو سہی!

بادشاہ نے پوچھا —

بچہ گواہی دے گا۔

بچہ — ہاں

بادشاہ — تو پھر کہو!

بچہ نے حقیقت حال واضح کرتے ہوئے ان الفاظ میں گواہی دی۔

جے پیرا ہن پچھوں پھٹیا جھوٹی ہوگ زینخا

یوسف سچا تے ایہہ فتنہ بھارا روگ زینخا

دائمِ رحمۃ اللہ علیہ یہاں اپنی ذوق کے مطابق یوں لکھتے ہیں — کہ
 گواہی گواہ نے آن دتی مولا مہر دا مینہ برسایا ای
 شاہد خاص زلیخا دے خویش وچوں جس ماجرا سب سنایا ای
 ابن عم زلیخا کوئی آکھدے نیں کھول حال احوال بتایا ای
 کڑتہ چرن دی سنی آواز میں بھی ایہہ زلیخا نے زور لگایا ای
 لگا کہن اے شاہ گواہ ہیں میں بے شک شبہ دا نام مٹایا ای
 اگلے پاسیوں پھٹی قمیض جے کر عیب یوسف دی گردنے آیا ای
 پچھلے پاسیوں پھٹی قمیض جے کرتاں زلیخا نے ظلم کمایا ای
 اکھیں کھول کے دیکھ لے آپ شاہا طفل سچ دا سخن الایا ای

مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق جب سات سالہ قحط شروع
 ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انہوں نے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور
 غلہ کی تقسیم کرنا شروع کر دیا تو ایک آدمی جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک
 دامنی کی گواہی دی تھی غلہ لینے کے لئے حاضر ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا دامن بھر دیا لیکن وہ تھوڑی دیر کے بعد پھر
 واپس آ گیا — حضرت یوسف علیہ السلام نے پھر اس کی بھر پور کر دی! مگر چند لمحوں
 کے بعد وہ آدمی پھر آ پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ غلہ صرف تیرے لئے ہی نہیں ہے
 دوسرے فاقہ کشوں کے لئے بھی ہے!

حضرت جبرائیل علیہ السلام فوراً حاضر ہوئے اور عرض کی یا یوسف! اگر تجھے معلوم
 ہو جائے کہ یہ سوالی کون ہے تو اپنا تخت و تاج اس کے حوالے کر دے۔

پوچھا — جبرائیل؟

یہ کون ہے؟

جواب دیا — یہ وہی بچہ ہے جس نے تیری پاک دامنی کی گواہی دی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا تاج اُتار کر اس سوالی کے سر پر رکھنا چاہا — تو — جبرائیل علیہ السلام نے بازو پکڑ لیا — اور عرض کی — کہ بتانا تو یہ ہے کہ جس نے تیری پاک دامنی کی گواہی دی تو تو اپنا تاج اس کے حوالے کرنے کو تیار ہو گیا ہے اور جو انسان اللہ کی توحید اور رسول کی رسالت کی گواہی دے گا قیامت کے دن خدا کی طرف سے اسے کیا کچھ نہیں ملے گا۔

تمام مفسرین کی اس قضیہ پر لمبی چوڑی بحث کے بعد حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک حسین انداز اور حقیقت افروز بیان کے ساتھ ختم کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ — **وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا** — سے مراد اس قصد کی طرف اشارہ ہے جو زلیخانے پہلے پہل خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تھا اور اس کی طرف قصد کیا تھا۔

مثلاً — بی بی زلیخانے خواب میں جب حضرت یوسف علیہ السلام کو تیسری

بار دیکھا تو پوچھا:

”اے مجھے اپنے حسن پر فریفتہ کرنے والے حسین جوان“ — **مَنْ أَنْتَ**

وَمِنْ أَيْنَ أَطَلْبُكَ وَلِمَنْ أَنْتَ؟؟

تو کون ہے اور میں تجھے کہاں تلاش کروں اور تو کس کے لئے ہے؟

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا تھا

قَالَ أَنَا إِنْسٌ وَقَالَ أَنَا لَكَ وَأَنْتِ لِي — کہ میں ایک انسان ہوں

اور میں تیرے لئے ہوں! اور تو میرے لئے ہے! میرے سوا کسی کو پسند نہ کرنا!

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں!

زلیخانے تیسری بار جب حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو — کہا

کہ اے تاراج تو ہوش و قرارم

پریشاں کردہ می تو روزگارم

غمِ داوی و غمِ خواری نکر دی

دلِ بردی و دلِ داری نکر دی

کہ اے میرے ہوش و قرار کو برباد کرنے والے تو نے میری زندگی کو پریشان
حال کر دیا ہے اور تو نے مجھے غمِ عشق تو دیا ہے لیکن غمِ خواری نہیں کی — اور تو نے میرا
دل تو لے لیا ہے مگر دلداری نہیں کی۔

کہ اندوہِ مرا تو تاہیم وہ

زنامِ شہرِ خویش آ گاہیم وہ

کہ کب تو مجھے اس جدائی کے غم میں مبتلا رکھے گا۔ اور آج مجھے اپنا اور اپنے شہر کا
نام تو بتادے!

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب میں اپنا پتہ یوں بتایا تھا۔

بکفۃِ گر بدیں کارت تمام است

عزیزِ مصرم، مصرم مقام است

کہ اے زلیخا اگر تیرا یہی ارادہ ہے تو پھر سن لے کہ میں مصر کا بادشاہ ہوں اور میرا
مقام بھی مصر کا شہر ہے۔

ندانم نامِ تو تا سازمش ورد

نیابم جائے تو تا گردش گرد

کہ — اے حسن و جمال کے پیکر! اگر مجھے تیرا نام معلوم ہوتا تو میں تیرے
نام کا وظیفہ کرتی اور اگر مجھے تیری جائے قیام کا پتہ ہوتا تو میں اس جگہ کا طواف کرتی

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

دیکھ زلیخا پیریں ڈگے کر کر گریہ زاری

واہ واہ سچیاں قولوں والیا عشق تیرا ہے بھاری

پہلے نام ٹکاناں اپنا مینوں دس شتابی

پڑھ پڑھ نام تیرا دم کرساں جاوے دلوں بیتابی

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ جواب دیا —

فرمایا جے تد زلیخا ایہو دل دا بھاناں

میں ہاں آپ عزیز مصر دا میرا مصر ٹکاناں

غزالی رحمۃ اللہ علیہ — وَلَا تَخْتَارِي عَلَيَّ سِوَانِي — کہ میرے علاوہ

کسی اور کو پسند نہ کرنا — کسی اور کو گلے نہ لگانا اور کسی اور کی محبت میں گرفتار نہ ہونا۔

مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یاد رکھیں مت میرے باہجوں ہور کے دل جاویں

عشقوں ہرگز بل نہ جائیں ثابت قدم ٹکانیں

میں تیرا توں میری ہو کے تن من خاک رلائیں

تے غیراں دل جھات نہ پائیں غیروں جان چھڑائیں

باہجہ میرے کوئی لکھیں ناہیں لہجہ پواں گاتینوں

میں وی یاد رکھاں گاتینوں یاد رکھیں توں مینوں

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ — وَهَذَا وَجْهٌ "حَسَنٌ" لِأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ كَانُوا

مَعْصُومُونَ لَا يَقْصِدُونَ الْمَعَاصِي — کہ اس آیت کے یہ معانی بہت ہی

عمدہ اور اچھے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور کبھی گناہوں کا ارادہ نہیں

کرتے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ جب یوسف وزلیخا بچپن سے ہی ایک

دوسرے کی محبت کے سچے موتی کی طرح اپنے اپنے پاک و صاف دل میں صدف میں

چھپائے بیٹھے تھے اور دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کا عشق شمع فروزاں کی طرح

روشن تھا اور دونوں ہی ایک دوسرے کا وصل چاہتے تھے اور جب دونوں ہی ایک

دوسرے پر جان و دل سے فدا تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام بی بی زلیخا سے اور بی بی زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام سے اُلفت و پیار کے مقدس رشتہ سے منسلک تھے تو پھر ان کا تنہائی میں ملنا کون سا گناہِ عظیم ہے!

لیکن ————— کچھ بے ادب و گستاخ لوگ جن میں اہل حدیث و یوبندی اور جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے شامل ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے نکاح کا ہی انکار کر دیتے ہیں!

بلکہ ————— مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تو اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں تو یہاں تک لکھ دیا ہوا ہے کہ:

”بھلا حضرت یوسف علیہ السلام ایک ایسی عورت سے کس طرح نکاح کر سکتے تھے جس کی فحاشی و بے حیائی کا انہیں ذاتی طور پر تجربہ ہو چکا تھا۔“
نَعُوذُ بِاللّٰهِ —————

☆☆☆.....☆☆☆

حضرت یوسف علیہ السلام اور

حضرت زلیخا کا نکاح

حالانکہ — ہمارے تمام حق پرست مفسرین، حق گو علمائے دین اور حق بین مجتہدین نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت زلیخا کا آپس میں نکاح پوری وضاحت — پوری وضاحت اور پوری تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔

مثلاً —

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۳۲، امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر نسفی جز ۲ صفحہ ۱۷۵
امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ —

إِنَّ الْمَلِكَ تَوَجَّهَ "يُوسُفُ وَخَتَمَهُ بِخَاتَمِهِ وَرَدَّاهُ بِسَيْفِهِ وَضَع
لَهُ سَرِيرًا مِنْ ذَهَبٍ مُكَلَّلًا بِالذُّرِّ وَالْيَاقُوتِ.

کہ — مصر کے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف توجہ دی — اور اپنی حکومت کی انگٹھی اور تلوار انہیں عطا کر دی — اور ان کے لئے سونے کا ایک تخت بنایا جس پر سچے موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے سونے کے تخت کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی شاہی تاج میرے لباس میں شامل ہے اور نہ ہی میرے آباء و اجداد کے لباس میں!

فَجَلَسَ عَلَى السَّرِيرِ وَدَانَتْ لَهُ الْقَوْمُ وَفَوَّضَ الْمَلِكُ إِلَيْهِ
أَمْرَهُ —

وہ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام لکڑی کے تخت پر رونق افروز ہو گئے اور بیٹھ گئے
اور پھر ساری مصری قوم نے انہیں جھک کر سلام کیا!

وَعَزَلَ قَطْفِيرٌ —

قطفیر معزول ہو گیا!

اور حکومت کا سارا کاروبار ان کے سپرد کر دیا!

ثُمَّ مَاتَ بَعْدُ!

پھر قطفیر مر گیا —

فَزَوَّجَهُ الْمَلِكُ امْرَأَتَهُ!

پھر مصر کے بادشاہ ریان نے قطفیر کی بیوی بی بی زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ
السلام کے ساتھ کر دیا۔

فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا قَالَ أَلَيْسَ هَذَا خَيْرًا مِمَّا طَلَبْتَ فَوَجَدَهَا
عُذْرًا —

پس جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنی منکوحہ بیوی حضرت زلیخا رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کے قریب گئے تو فرمایا — اے زلیخا — اس طرح اچھا ہے یا جس طرح
تو مجھے بلاتی تھی —

فَوَلَدَتْ لَهُ وَلَدَيْنِ افْرَائِيمَ وَمَيْشَا — پھر ان کے ہاں دو صاحبزادے

پیدا ہوئے! ایک کا نام افرائیم اور دوسرے کا نام میشایا منشا تھا۔

تفسیر روح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ — فقالت

لی حوانج — حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کا جب ملاپ ہوا تو زلیخا نے
کہا کہ میری چند حاجتیں ہیں!

فرمایا — کہو!

عرض کی —

الْأُولَى أَنْ تَسَاءَ اللَّهُ أَنْ يَرَدَّ عَلَيَّ بَصْرِيَّ وَشَبَابِيَّ وَجَمَالِيَّ — کہ پہلی حاجت۔ خواہش اور تمنا یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر —

میرا حسن — میرا جمال — اور میرا شباب واپس لوٹ آئے اور میری آنکھوں کی بینائی بھی واپس آ جائے تاکہ میں تجھے ایک بار پھر جی بھر کے دیکھ لوں!
وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ عُمْرُهَا تِسْعِينَ سَنَةً! — اور بعض کہتے ہیں کہ ان دنوں زلیخا کی عمر نوے برس کی تھی۔

فَدَعَا لَهَا يُوسُفُ فَرَدَّ اللَّهُ عَلَيْهَا بَصْرُهَا وَشَبَابُهَا وَجَمَالُهَا — پس حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی تو زلیخا کا حسن و جمال اور جوانی و شباب دوبارہ واپس آ گئے اور بینائی بھی واپس لوٹ آئی!

وَالْحَاجَةُ وَالثَّانِيَةُ أَنْ تَزَوِّجَنِي! — اور میری دوسری تمنا یہ ہے کہ تو میرے ساتھ نکاح کر لے!

فَسَكَتَ يُوسُفُ! — حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر خاموش ہو گئے!
فَاتَاهُ جِبْرَائِيلُ — حضرت جبرائیل خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے!

وَقَالَ لَهُ — يَا يُوسُفُ إِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُكَ السَّلَامَ — اور عرض کی — اے یوسف علیہ السلام اللہ کریم تمہیں سلام کہتا ہے۔

وَيَقُولُ لَكَ لَا تَبْخُلْ عَلَيْهَا مَا طَلَبَتْ! — اور تمہیں حکم دیتا ہے کہ زلیخا جو کچھ طلب کرتی ہے۔ اس میں بخل نہ کر — یعنی زلیخا کے ساتھ نکاح کر لو!
— فَتَزَوِّجُ بِهَا فَإِنَّهَا زَوْجُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ — پس اس کے

ساتھ نکاح کر لو کیونکہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تیری بیوی یہی ہے!

تفسیر ابن کثیر اردو پارہ ۱۳ صفحہ ۳ مطبع نور محمد اصح المطابع

الغرض ——— شاہِ مصر ریان بن ولید نے سلطنتِ مصر کی وزارت آپ کو دے دی!

پہلے اس عہدہ اس عورت یعنی زلیخا کا خاوند فائز تھا جس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی۔

اس نے آپ کو خریدا! — آخر شاہِ مصر آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا! — حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ آپ کو خریدنے والا الحضر تھا — یہ انہیں دنوں انتقال کر گیا تو اس کے بعد مصر کے بادشاہ نے اس کی زوجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا — پھر اس کے لطن سے دو لڑکے افراتیم اور میشا پیدا ہوئے! تفسیر محمدی — منزل ۳۰ صفحہ ۱۲۲ مطبع محمدی حافظ محمد لکھو کے وائے اہل حدیث حضرات کے امام و مجدد

عزیز ہو یا معذور اس کموں یوسف حاکم ہو یا
تاں اور قطفیر عزیز بے چارہ انہاں دناں وچہ مویا
پھر یوسف نال نکاح زلیخا بدھا شاہ زمانے
جاں پاس زلیخا یوسف آیا سخن الایا دانے
آکھے ایہہ کم نیک یا اوہو طلب کیتا توں جنہوں
زلیخا آکھیا اے صدیقانہ کرین ملامت مینوں

تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۴۸۳ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر والی عبارت!
تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۸۶:

سُئِلَ عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ يَوْمُ نِكَاحِ وَنِكَاحِ فِيهِ آدَمُ وَ حَوَّاءُ
وَيُوسُفُ وَ زُلَيْخَا.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جمعۃ المبارک کی فضیلت کے متعلق پوچھا گیا
تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نکاح کا دن ہے اور اسی دن حضرت آدم

علیہ السلام اور حضرت مائی حوا علیہا السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت زلیخا
رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا!

نزہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ —

وَتَزَوَّجَ مُوسَى بِصُورَا بِنْتِ شَعِيبَ وَ مُحَمَّدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِعَائِشَتِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَيُوسُفَ بِزُلَيْخَا وَ تَزَوَّجَ عَلِيَّ
بِفَاطِمَةَ كُلُّ ذَلِكَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ

جلد ۱ صفحہ ۵۰ میں بھی ہے!

تفسیر خازن امام العلامة علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی —

المعروف بالخازن ثم ان قطفیر ہلک فی تلک اللیانی فزوج الملک
لیوسف راعیل — یعنی زلیخا کیوں کہ بعض مفسرین نے زلیخا کا نام راعیل بھی لکھا
ہے اِمْرَاةٌ قَطْفِيرٌ — قطفیر کی بیوی سے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا
نکاح کر دیا۔

فَقَرَّبَ مِنْهَا فَوْجَهَا عَذْرًا — حضرت یوسف علیہ السلام جب زلیخا کے

قریب گئے تو اسے کنواری پایا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت صورا

سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور حضرت

یوسف علیہ السلام کا نکاح بی بی زلیخا سے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت

خاتون جنت جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا یہ سب نکاح جمعۃ المبارک کے دن ہوئے۔

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۱۶

باب نکاح بستن یوسف بازلیخا بفرمان خدا (صفحہ ۱۱۶)

چوں فرماں یافت یوسف از خداوند

کہ بندد بازلیخا عقد پیوند

کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے خداوند کریم کی طرف سے یہ فرمان پایا کہ زلیخا کے ساتھ نکاح کر لو— تو

بقا قون خلیل و دین یعقوب

برآئین جمیل و صورت خوب

تو حضرت خلیل علیہ السلام کی شریعت کے قانون کے مطابق اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے دین کے موافق۔

زلیخا را بعقد خور رآورد

بعقد خویش یکتا گوهر آورد

بی بی زلیخا کو اپنے رشتہ نکاح میں لے آئے، گویا کہ ایک بے مثال موتی اپنے نکاح میں لے آئے۔

نزہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۵۰— لَمَّا تَزَوَّجَتْ زُلَيْخَا بِيُوسُفَ لَمْ تَنْظُرْ إِلَيْهِ— جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح کر لیا تو اس نے ان کی طرف دیکھنا نہ— فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ— حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا زلیخا سے سبب پوچھا—

فَقَالَتْ مِنْ وَجَدَ حُبَّ اللَّهِ فَكَيْفَ يَجِدُ غَيْرَهُ— تو زلیخا نے جواب دیا کہ اللہ سے محبت کرنے والا کسی غیر سے محبت نہیں کرتا!

احسن القصص صفحہ ۲۳۰، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت یوسف علیہ السلام سے زلیخا نے جب ملاقات کی— تو

زلیخا نے کہا— اَنَا زُلَيْخَا الَّتِي خَدَمْتُكَ بِرُوحِي وَبَدْنِي— کہ میں وہی زلیخا ہوں جس نے دل و جان سے تیری خدمت کی ہے۔

فَتَحَيَّرَ يُوسُفُ مِنْ ضَعْفِهَا وَعَجْزِهَا وَكِبَرِ سِنَّهَا— حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کا بڑھا پاپا— عاجزی اور مسکینی کو دیکھ کر حیران رہ گئے!

قَالَ جِبْرِيلُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيَقُولُ أَقْضِ حَاجَتَهَا — تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ زلیخا کی حاجت پوری کرو!
قَالَ يُوسُفُ مَا حَاجَتِكَ — فرمایا۔ زلیخا تیری کیا تمنا ہے؟ — قَالَتْ
إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَكُونَ لَكَ زَوْجَةً“ وَأَنْتَ لِي زَوْجٌ — زلیخا نے کہا کہ میری
خواہش ہے کہ میں تیری بیوی بنوں اور تو میرا شوہر!

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا — کہ میں تجھ سے کیسے نکاح کروں جب
کہ تو ایک فقیرنی — بڑھیا — اندھی اور کافرہ عورت ہے۔

جبریل علیہ السلام پھر حاضر ہوئے! اور عرض کی

يَا يُوسُفُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ إِنَّ كَانَتْ عَجُوزَةً“ فَأَنَا أَجْعَلُهَا
صَبِيَّةً“ وَأَنْ كَانَتْ فَقِيرَةً“ وَأَنْ أَجْعَلُهَا غَنِيَّةً“ وَإِنْ كَانَتْ كَافِرَةً“ أَنَا
أَجْعَلُهَا مُؤْمِنَةً“

کہ اے یوسف اللہ کریم تمہیں حکم دیتا ہے کہ اگرچہ وہ یعنی زلیخا بوڑھی ہے مگر ہم
اسے لڑکی بنا دیں گے اور اگرچہ وہ فقیرنی ہے تو ہم اسے غنی و تو نگر کر دیں گے اور اگرچہ
وہ کافرہ ہے لیکن ہم اسے مومن و مسلمان کر دیتے ہیں!

لَإِنَّهَا تُحِبُّ مَنْ يُحِبُّنَا بِلَا وَاسِطَةٍ — کیونکہ مجھ سے بلا واسطہ محبت
کرنے والے سے محبت کرتی ہے!

پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے زلیخا کے بدن کو چھوا تو وہ اس زمانہ کی حسین
عورتوں سے بھی زیادہ حسین ہو گئی۔

وَهِيَ بَكْرٌ — اور وہ کنواری تو تھی ہی!

فَعَقَدَ بَيْنَهُمَا يِعْقُوبُ! — پس پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے دونوں
یعنی یوسف و زلیخا کا نکاح کر دیا۔

فَلَمَّا خَلَّابَهَا وَجَدَهَا بَكْرًا“ وَ عَذْرًا — پس جب حضرت یوسف علیہ

السلام نے بی بی زلیخا سے خلوت کی تو اسے کنواری پایا!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن اپنی شب بیدار تہجد گزار عالمہ فاضلہ اور فقیہا ماں کی دعاؤں کے طفیل اہل ایمان کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ ایسے روشن دلائل اور کھلے ہوئے حقائق کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی انسان حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کے نکاح کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ زندگی بھر ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا اور اسے رشد و ہدایت کی روشنی نظر نہیں آئے گی۔

حضرات محترم — ان دونوں کے نکاح سے انکار ایک ایسی دلدل ہے کہ جس میں آہستہ سے بھی پاؤں رکھنے سے آدمی ایسا پھنس جاتا ہے کہ زور لگانے سے بھی باہر نہیں نکل سکتا بلکہ اگلا پاؤں اور بھی گہرا چلا جاتا ہے — انکار کرنے والے پاکستانی نام نہاد مفسرین اور گستاخ مولوی اتنا بھی نہیں جانتے کہ ایسا کرنے سے نہ صرف خدا کے ایک پیارے رسول اور عظیم نبی کی توہین ہوتی ہے بلکہ اس کی زوجہ محترمہ کے دامن پر بھی فحاشی کا دھبہ لگ جاتا ہے اور کفار و مشکربین کو موقع مل جاتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کی مقدس چادر کو پھاڑنے کی ناکام کوشش کرتے رہیں اور سادہ و بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

آخر — ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین کی طرف سے لگائے گئے الزامات کے جوابات دے کر ہم لوگ ان کی عزت و آبرو اور عفت و عصمت کے دامن کو دلائل کے آب کوثر سے دھو کر پاک و صاف کرنے کی کوشش صرف اس لئے کرتے رہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے توہین رسول نہ ہو۔

تو — کیا حضرت زلیخا کے نکاح اور پھر اس کی عفت کے دوپٹے پر کسی قسم کی برائی کا داغ لگا کر کیا ہم اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ پیغمبر کی توہین نہیں کرتے۔

قَالَتْ فَذَلِكَ الَّذِي لَمْتَنِي فِيهِ وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ
فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونَا مِنَ

الصَّغِيرَيْنِ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا
تَصْرِفَ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ
فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ، فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۗ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ (سورة یوسف: آیت نمبر ۳۱-۳۲-۳۳)

القرآن المبین — اور شہر کی کچھ عورتوں نے کہا کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے جوان
کا دل بھاتی ہے! پس اس جوان کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے تو ہم اسے یعنی
زلیخا کو اس جوان کی محبت میں خود رفته پاتی ہیں — تو جب زلیخا نے ان عورتوں کی ایسی
گفتگو سنی تو ان عورتوں کو بھلا بھیجا اور ان کے لئے مسدیں تیار کیں اور ان میں ہر ایک کو
چھری دی — اور یوسف علیہ السلام سے کہا کہ ذرا اپنے حجرہ سے نکل کر انہیں اپنا حسن
و جمال دکھا دو — جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اس کی بڑائی
بیان کرنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں کہ یہ تو بشر نہیں ہے بلکہ کوئی معزز
فرشتہ ہے۔

زلیخا نے کہا کہ یہی وہ جوان ہے جس کی محبت کے جال میں میں گرفتار ہوں اور تم
مجھے ملامت کرتی ہو۔

اور میں نے اسے پھسلانے کے لئے ہزاروں جتن کئے لیکن اس نے اپنے آپ کو

بچایا۔

اور اب بھی اگر اس نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو پھر یہ معصہ کے قید خانہ کی ہوا
کہائے گا اور اس طرح وہ نعوذ باللہ ذلیل ہو جائے گا۔

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ اے میرے رب
جس گناہ کی طرف مجھے یہ مصری عورتیں بلا رہی ہیں اس سے مجھے جیل پسند ہے اور اگر تو
مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف پھر جاؤں گا اور نادان بن جاؤں گا۔

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ، — پس اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان

عورتوں کا مکر پھیر دیا!

سید افتخار الحسن — زلیخا کی حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کا چرچا ہونے لگا اور آہستہ آہستہ سارے شہر میں یہ پیار کا احسن القصص یعنی سوہنا قصہ پھیل گیا تو مصر کے کچھ معزز گھرانوں کی پر وقار عورتوں نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکیں — اس لئے زلیخا اپنا محبوب کسی اور کو دکھانا نہیں چاہتی تھی! جب مصر کی ان عورتوں نے دیکھا کہ زلیخا نے ہماری تمنا کو ٹھکرا دیا تو انہوں نے مکر و چلتراکی یہ چال چلی کہ زلیخا کو ملامت اور طعنہ زنی کرنی شروع کر دی کہ زلیخا نے جس جوان کو خریدا تھا اسی کی محبت کے جال میں پھنس کر اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش دن رات کرتی رہتی ہے! شرم و حیا گنوا بیٹھی ہے اور پردہ کا بھی خیال نہیں رکھتی! اور وہ پانچ عورتیں تھیں۔

تفسیر کشاف، تفسیر نسفی، تفسیر کبیر اور ترجمہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ — وَكُنَّ
خَمْسًا — اِمْرَاةَ السَّاقِي — وَ اِمْرَاةَ الْخَبَاز — وَ اِمْرَاةَ
الْحَاجِبِ!

بادشاہ کو شراب پلانے والے کی بیوی — بادشاہ کے باورچی کی بیوی — بادشاہ کے گھوڑوں کی رکھوالی کرنے والے کی بیوی — جیل کے داروغہ کی بیوی اور پہرے دار کی بیوی!

زلیخا کو بدنام کرنے کی مہم اور اس کے عشق کے باعث اسے رسوا و ملازمت کرنے اور اس کے خلاف زہریلا اور گمراہ کن پراپیگنڈا کرنے کی جنگ کی یہ پانچ عورتیں سرغنہ اور پیش پیش تھیں۔

قرآن پاک نے ان عورتوں کے اس کردار کو مکر سے تعبیر کیا ہے — اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کے لئے انہوں نے یہ چال چلی تھی!
اور دوسری جن عورتوں کو زلیخا نے دعوت پہ بلایا تھا ان کی تعداد چالیس تھی —

وَأَمْرًا الْعَزِيزِ عَشَقْتُ عَبْدَهَا الْكِنَعَانِي — کہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا اپنے کنعانی غلام پر عاشق ہو کر اسے ورغلانے کے درپے ہے! مگر وہ جوان بھی ایسا مستقل مزاج اور ارادہ کا مضبوط انسان ہے کہ زلیخا کی طرف محبت و پیار کی نظر سے دیکھنا تو درکنار اس کی طرف عام نگاہ بھی نہیں اٹھاتا۔

جب زلیخا نے ان عورتوں کے مکر و فریب سے تو اپنی کنیز کو ان کی طرف بھیجا کہ دعوت کر آئے!

احسن القصص امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۵۴ — وَزَيَّنَتْ بِأَنْوَاعِ الزَّيْنَتِہِ — اور خود طرح طرح کی زینت و زیبائش سے آراستہ ہو گئی اور ان کے لئے ریشمی فرش بچھایا — چاندی کی کرسیاں رکھیں خوبصورت دسترخوان بچھائے اور زرق برق پردے لٹکائے — اور ہر ایک ہاتھ میں ایک ایک چھری پکڑادی۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بنایا۔ سنوارا اور پھبایا

وَضَعْتُ عَلَيَّ رَأْسِي تاجًا —

سر پر سچے موتیوں سے جڑا ہوا تاج رکھا!

وَالْبَسَهُ قَمِيصًا مَرصَعًا بِالذَّرِّ وَالْيَاقُوتِ —

لعل و جواہرات سے مرصع قمیص پہنائی — وَنَعْلَيْنِ مِنْ دُرِّ — اور موتیوں

سے بنی ہوئی جوتیاں پہنائیں۔

وَإِحْسَنَ طَيِّبَةً — اور اچھی خوشبو لگائی — وَأَرْسَلْتُ زَوَائِيہِ الْخَصْرِ

عَلَيَّ عَاكِفِيہِ — اور سیاہ گیسو کندھوں پر لٹکائے۔ اور پھر حضرت یوسف علیہ

السلام کے پاس گئی اور کہا — کہ اے یوسف آج تک تو تو میری بہ تمنا کو ٹھکراتا رہا ہے

اور میری ہر خواہش کو پانہمال کرتا رہا ہے لیکن آج میں مہصر کے پر وقار گھرانوں کی معزز

خواتین کو دعوت پر مدعو کر بیٹھی ہوں جن میں شہر کی بلند مرتبت عورتوں کے علاوہ شاہی

دربار کے عہدہ داروں کی بیویاں بھی ہیں اس لئے میری آج یہ تمنا تو پوری کر دے کہ

انہیں اپنا حسن و جمال دکھلا کر یہ ثابت کر دے کہ میری محبت صرف ایک کنعانی غلام ہی سے نہیں بلکہ قدرت کے ایک حسین شاہکار سے بھی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے تو انکار کر دیا مگر پھر یہ سوچ کر کہ کہیں زلیخا مجھے کسی اور مصیبت میں گرفتار نہ کروادے رضامند ہو گئے۔

اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام پوری آب و تاب کے ساتھ اس بزمِ لاجواب میں جلوہ افروز ہو گئے۔ اور جوٹہی انہوں نے اپنے رخ انور سے نقاب اٹھایا اور جوٹہی زنانِ مصر کی نگاہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف اٹھی اور انہوں نے حسن و جمال یوسفی کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے بے خودی کے عالم میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور اللہ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد پکار اٹھیں۔

مَا هَذَا بَشَرًا — کہ یہ بشر کی جنس میں سے نہیں ہے —

إِنَّ هَذَا مَلَكٌ كَرِيمٌ — کہ یہ تو کوئی معزز و مکرم فرشتہ ہے!

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر یوں لکھتے ہیں۔

لَا نَهْنَنَّ رَائِنَ عَلَيْهِ نُورَ النَّبُوَّةِ وَسِيمَا الرِّسَالَةِ وَ أَسَارَ الْخُصْنُوعِ

وَ الْإِحْتِشَامِ وَ شَاهِدُنَ مِنْهُ مَهَابَتِهِ النَّبُوَّةِ وَ هَيْئَةِ الْمَلَكِيَّةِ —

کہ ان زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرہ پر نبوت کے انوار اور رسالت کے آثار اور نبوت کی ہیبت اور فرشتوں کی سی سیرت پاک دیکھی تو پکار اٹھیں کہ یہ بشر نہیں ہے بلکہ ایک مکرم فرشتہ ہے۔

سوال: مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مکرم فرشتہ کیوں کہا اور ان کی بشریت کی نفی کیوں کی؟

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کا بہت ہی اچھا جواب لکھا ہے۔

ان الملائکته مطهرون عن بواعث الشهوة و جواد الغضب و نوازع

الوهم و الخيال — کہ فرشتے قوتِ شہوت کی آلائشوں اور قہر و غضب اور وہم و

خیال کے فسادات سے پاک ہوتے ہیں اور ان کا طعام توحیدِ باری تعالیٰ اور ان کا مشروب اللہ کریم کی حمد و ثناء کرنا ہوتا ہے۔

ثم ان النسوة لما رأين يوسف عليه السلام لم يلفت اليهن —
اور پھر جب زنانِ مصر نے دیکھا کہ یہ جوان تو ہماری طرف دیکھتا بھی نہیں —
قلن ما رأينا فيه اثر من اثار الشهوة ولا شياً من البشرية — اور ان معزز
خواتین نے کہا کہ یہ عجیب جوان ہے کہ اس میں قوتِ شہوت کا کوئی آثار نظر نہیں آتا اور
نہ ہی اس کی بشریت پر کوئی دلیل دکھائی دیتی ہے تو پکار اٹھیں۔ کہ یہ بشر نہیں ہے بلکہ مکرم
فرشتہ ہے!

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے اعتنائی،
بے نیازی، بے پرواہی اور مستقل مزاجی سے سمجھ لیا تھا کہ اگر یہ بشر ہوتا تو اس میں قوت
شہوت ضرور ہوتی اور یہ قوت شہوت سے مرعوب ہو کر ضرور ہماری طرف دیکھتا اور جب
کوئی انسان قوتِ شہوت جو کہ — شر اور بدی کی بنیاد ہے اپنی قوت اور اک کو جو کہ خیر و
نیکی کی بنیاد ہے کے ماتحت کر لے تو وہ انسان پھر — دخل فی الملكية —
فرشتوں کے خصائل میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس پر انہوں نے حضرت یوسف علیہ
السلام کی بشریت کی نفی کی اور ان کو مکرم فرشتہ کہہ دیا!

سوال: کہ مصر کی خواتین کے ہاتھ کیوں کاٹے گئے اور خون کیوں جاری کیا گیا۔

جواب: تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۶۵۔ تفسیر جز ۲ صفحہ ۱۶۸۔ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ

۱۲۳۔ احسن القصص ۱۵۴۔ الانھا بالحیض!

اَكْبَرُنَّهُ نَظْرُنَ اِلَىٰ حُسْنِهِ حَضَنَ —

کہ جب زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی من موعنی صورتِ پاک
دیکھی تو انہیں حیض آ گیا اور یہ حیض نبوت کا جلالِ رسالت کا دبدبہ اور پیغمبری کا رعب
ان پر طاری ہونے کے باعث جاری ہوا۔ جیسا کہ قیامت کے زمانہ کی ہیبت سے

عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔

اور ہاتھ اس لئے کٹوائے گئے اور خون اس لئے بہایا گیا تا کہ ہاتھوں کا خون ان کے حیض کے لہو میں مل جائے اور مصر کی معزز خواتین رسوا ہونے سے بچ جائیں۔

سوال: حسن یوسف علیہ السلام دیکھ کر خواتین مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے مگر زلیخا کے پاس تو ہر وقت رہتے تھے۔ اس کے ہاتھ نہ کاٹے!

جواب: اِنَّهَا تَعُوْذُ لِقَاءِہ — اس لئے کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو بار بار دیکھنے کی عادی ہو چکی ہے۔

سید افتخار الحسن — کہتا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ایک دو بار تجلی خداوندی دیکھ کر اور بے ہوش ہو کر ہوش میں آتے ہی پھر دیکھتے — بہوش ہوتے اور پھر دیکھتے تو نظر ٹھہر جاتی اور حسن خالق کا نظارہ کر لیتے!

فرعون تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب میوان میں عصا مبارک پھینکا تو وہ خوف زدہ نہیں ہوئے اس لئے کہ فرعون نے عصائے موسیٰ پہلی بار دیکھا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے عصا مبارک کو اڑدھا بنا دیکھ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز بھی سن چکے تھے — لَا تَخَفْ!

کہ میرے کلیم علیہ السلام گھبراؤ نہیں اور خوف نہ کرو!

کلیم اللہ نے عرض کی —

یا اللہ ایسا کیوں کیا گیا ہے؟

فرمایا — حَتَّىٰ تَعُوْذَ

تا کہ تجھے دیکھنے کی عادت ہو جائے۔

ولم تفرح اذا فرغ العدو —

اور جب ہمارا اور تمہارا دشمن فرعون اس عصا مبارک کو سانپ بنتے ہوئے دیکھ کر

گھبرا جائے اور خوفزدہ ہو جائے تو تو نہ گھبرائے اور نہ ہی خوف کھائے۔

المتكاء النمرق الذی يتكاء علیہ!

ایسی جگہ جہاں کھڑے ہو کر کھانا کھایا جاتا ہے!

صاحب تفسیر کشاف کہتے ہیں کہ زنان مصر کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ یہ بھی یہی تھی کہ وہ کھڑے ہو کر دعوت کھا رہی تھیں اور جمال یوسفی کو دیکھتے ہی ان کے پاؤں لڑکھڑا گئے اور چھریاں ہاتھوں پر چل گئیں۔

اگر وہ بیٹھ کر دعوت کھا رہی ہوتیں تو ایسا نہ ہوتا۔

وَكَذَلِكَ نَهَى أَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ مَتَكِّتًا — اور اسی لئے منع کیا گیا

ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر کھانا نہ کھائے۔

حضرت عبدالمالک بن حضرت سلیمان عن ابی زبیر عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ —

قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْكُلَ أَحَدُنَا بِشِمَالِهِ وَبِأَنْ يَأْكُلَ مَتَكِّتًا — کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھائے اور کھڑے ہو کر کھائے!

تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۱۶۸ — لان المتكى اذا بهت لشي وقعت يده

علی یدہ — کہ جب متکی کی صورت میں کھانا کھایا جائے تو ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر جا پڑتا ہے۔ ان خواتین کا دایاں ہاتھ تو کھانا میں مشغول تھا اور بائیں ہاتھوں میں چھریاں تھیں جو ہیبت و جلال کے باعث دوسرے ہاتھوں پر چل گئیں!

جب حضرت یوسف علیہ السلام باہر نکل گئے تو ان عورتوں میں سے ہر ایک نے

اپنی تمناؤں اور خواہشوں کا اظہار کیا کہ اے حسن و جمال کے پیکر اگر زلیخا تمہیں پسند نہیں ہے تو کیا ہوا۔

ہم جو بن ٹھن کر پوری دلفریبیوں اور رعنائیوں کے ساتھ تمہارے سامنے موجود

ہیں جو تو چاہے گا ہم انکار نہیں کریں گی!

حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کی گفتگو ناگوار گزری اور ان کی بے ہودہ روش پسند نہ آئی تو بارگاہ رب العزت میں دعا و التجا کی کہ مجھے جس طرف یہ زنان مصر بلاتی ہے اے میرے رب اس سے تو مجھے قید خانہ پسند ہے۔

قَالَ — رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي!

قرآن مجید کی یہ آیات ہمیں ان تمام پراگندہ حالات کی خبر دیتی ہیں اور مصر کی بے حیائی و عریانی کا عجیب سا نقشہ پیش کرتی ہیں جن میں حضرت یوسف علیہ السلام گرفتار تھے!

قارئین کرام — غور فرمائیں کہ بیس بائیس سال کا ایک خوبصورت جوان اپنے ہی بھائیوں کے بغض و حسد کا شکار ہو کر اور کئی طرح کے مصائب برداشت کرتا ہوا اور صبر و تحمل کے نشانات صحراؤں اور بیابانوں میں نقش کرتا ہوا کنعان کی سرزمین سے چل کر مصر کے مہذب اور متمدن شہر میں داخل ہو کر مصر کی سلطنت کے بہت بڑے حکمران کے شاہی محلات میں رونق افروز ہوتا ہے تو پہلے تو اس جوان کو دیکھ کر شاہ مصر کی اپنی بیوی اس پر عاشق ہو کر اسے اپنی طرف مائل کر کے۔ درغلا کے اور پھسلا کے فحاشی کے لئے آمادہ کرنے کی شب و روز کوشش کرتی رہتی ہے مگر وہ شرافت و نیکی کا پیکر اس عورت کی طرف پیار کی نظر سے دیکھتا تو کجا ایک غام اور سرسری نگاہ بھی نہیں اٹھاتا۔

اور جب اس نوجوان کے حسن و جمال کے ساتھ ساتھ اس کی معصومیت و پاکدامنی کا چرچا پوری سلطنت میں پھیل جاتا ہے تو پھر شہر کے معزز اور شاہی افسران کی عورتیں اس پر فریفتہ ہو کر اس جوان کو اپنی اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے اپنی طرف کھینچنے کی سر توڑ سعی میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال ہے اور دوسری طرف شہر کے امیر گھرانوں کی عورتوں کے خوبصورت جال ہیں۔ جو ہر طرف سے ان کو پھانسنے کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ کہ جب بھی کبھی اس کے مضبوط ارادہ کی رسی ڈھیلی ہو اور جس وقت بھی اس کی بھرپور جوانی

کی لہر میں بے حیائی کی طرف معمولی سا بھی رجحان پیدا ہو تو مصر کی سینکڑوں خوبصورت جوانیاں اس کے پاؤں کی ٹھوکریں میں قربان کر دی جائیں!

اور جب بھی کبھی اس کی مستقل مزاجی کی بندش کمزور ہو اور ضبطِ نفس کی دیوار میں معمولی سی دراڑ پیدا ہو تو اس کے لئے گناہ و معصیت کے ہزاروں دروازے کھول دیئے جائیں گے تاکہ جس دروازے سے اس کا دل چاہے داخل ہو جائے۔

الغرض— مصر کی خوبصورت عورتیں اپنی تمام تر رعنائیوں، لفریبیوں اور کمالِ ناز و ادا کے ساتھ کنعان کے خوبصورت جوان پر فدا کرنے کو تیار تھیں۔

مگر ایک حق و خدا پرست انسان، خواہشاتِ نفسانی سے مبرا شہزادہ اور عصمت و عفت کا پیکر جوان کسی کی طرف مسکرا کر بھی نہیں دیکھتا کہ کہیں اس مسکراہٹ کو میری کمزوری سمجھ کر مصر کی کوئی عورت مجھے اپنے حسن کے پھندہ میں پھنسانے میں کامیاب نہ ہو جائے۔

ایسے خطرناک حالات سے صاف طور پر بچ نکلنے سے نہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت و پاکیزگی کا سورج پوری آب و تاب سے طلوع ہوتا نظر آتا ہے بلکہ اس وقت کے مصر کے شاہی دربار کے عہدہ داروں کی بیگمات کی اخلاقی پستی بھی کھل کر سامنے آتی ہے۔

عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ مفلسی کی لعنت اور غربت کی پینٹکار انسان کو فحاشی و عیاشی کی طرف لے جاتی ہے اور غریب عورتیں ہی اپنی غربت کو چھپانے اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کی خاطر عصمتِ فروشی کے گھناؤنے کاروبار میں مبتلا ہو جاتی ہیں مگر آج سے چار ہزار سال پیشتر کی دنیا اور پھر مصر جیسے مہذب و متمدن شہر کے شاہی دربار کے افسران اور امیر گھرانوں کی عورتوں کی عیاشی و فحاشی اور بے حیائی کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس مکروہ و حرام کاروبار میں صرف غریب عورتیں ہی ملوث نہیں ہوتیں بلکہ اس حرام کاری کے گندے کھیل میں امیرزادیاں بھی برابر کی شریک ہوتی ہیں اور پھر

مفلس عورتیں تو کہیں چھپ چھپا کر اپنی آبرو کی چادر کو پھاڑتی ہیں مگر امیر گھرانوں کی عورتیں تو فیشن کے طور پر کلب گھروں، ہوٹلوں اور عشرت کدوں میں اس سنگین جرم میں مبتلا ہوتی ہیں۔

اور دوسری حقیقت جو کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ملحد و بے دین حکمرانوں، مکار و عیار بادشاہوں، عوام کو دھوکا فریب دینے والے فرمانرواؤں اور بد فطرت و بے ایمان سلطانوں کی ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ عدل و انصاف کی کرسی کی توہین کرتے ہوئے کسی بے گناہ کو جیل میں ڈال دیتے ہیں! بلکہ پھانسی کے تختہ پر بھی لٹکانے سے دریغ نہیں کرتے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ملاحظہ ہو مصر کے شہنشاہ کی بے انصافی کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے گناہ ہیں اور قصور سارا اس کی بیوی زلیخا کا ہے مگر سزا یوسف علیہ السلام کو۔

اور یہ بری اور ذلیل عادت آج کے حکمرانوں میں بھی پائی جاتی ہے!

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہاں ایک عجیب نکتہ بیان کرتے ہیں کہ عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں بھیجا ان کے کسی جرم کی سزا کے طور پر نہیں تھا بلکہ وہ تو زلیخا کو سزا دینا چاہتا تھا۔

قَالَ لَهُ الْوَزِيرُ فَمَا غَرَضُكَ —

وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ یوسف کو بغیر کسی جرم کے جیل کی سزا سے تمہاری غرض کیا ہے؟

قَالَ أُرِيدُ أَنْ أَعَذِّبُ زُلَيْخَا.

بادشاہ نے جواب دیا کہ میرا ارادہ زلیخا کو عذاب دینے کا ہے۔

کیونکہ زلیخا یوسف سے بے پناہ محبت کرتی ہے اور میں یوسف کو اس لئے قید خانہ میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ کِنَيْلًا تَرَاهُ — تاکہ وہ یوسف علیہ السلام کو نہ دیکھے اور

عاشقوں کے لئے سخت عذاب معشوق کو نہ دیکھنا ہے۔

اور تیسری بات جو اس محبت آمیز اور الفت انگیز واقعہ سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ زنان مصر کو چاہئے تو یہ تھا کہ ہاتھ کٹ جانے پر ہائے ہائے! پکارتیں — واویلا کرتیں — زخموں پر پٹی باندھتیں اور جس کے باعث ان کو یہ تکلیف پہنچی اس کی مذمت کرتیں اور اس کو برا بھلا کہتیں لیکن یہاں تو بجائے مذمت کے اس کی تعریف کی جا رہی ہے کہ یہ بشر نہیں بلکہ مکرم فرشتہ ہے۔

تو صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ حسن یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصر کی خواتین کی عقل و ہوش جاتی رہی تھی اور وہ محو جمال یوسف ہو کر اتنی بے خود اور وارفتہ ہو گئی تھیں کہ انہیں پتہ ہی نہ چل سکا کہ چھریاں چل گئی ہیں اور ہاتھ کٹ گئے ہیں! جیسا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

أَشْهِيدُ لَا يَجِدُ أَلَمَ الْقَتْلِ —

کہ میدان جہاد میں شہید ہونے والے کو دشمن کی تلوار کے زخم کا احساس نہیں ہوتا — صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ چیونٹی کے کاٹنے کی! کیوں کہ — اس لئے کہ محبوب حقیقی کا جلوہ سامنے ہوتا ہے۔ میرا اپنا ہی ایک شعر ہے۔

نہ احساس ایذا کچھ بھی ہوا وقت ذبح مجھ کو

یہ خنجر لگی تھی آنکھ اپنی چشم قاتل سے

زنان مصر کی آنکھوں کے سامنے جلوۂ جمال یوسف تھا پھر احساس کیسا، تکلیف

کیسی اور واویلا کس لئے —

یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر جب مصر کی معزز خواتین نے اپنے ہوش و حواس کھو دینے کی صورت میں جب بے خودی و وارفتگی کے عالم میں اپنے ہاتھ بھی کالے لئے تو زلیخا بڑے ہی فخر سے بول اٹھی۔

قالت هذا الذی ریتموه هو ذالک العبد الکنعانی لمتنی — ک
 اے میری محبت کا مذاق اڑانے والیو میرے عشق کے مقدس رشتہ کو بدنام کرنے اور مجھ
 پر طعنہ زنی کرنے والیو زنان مصر — یہ ہے میرا محبوب جسے تم دیکھ رہی ہو اور یہی ہے
 وہ کنعانی غلام جس کے حسن و جمال کا تم تصور بھی نہ کر سکیں لَمْ تَتَّصَوَّرْتَهُ! — اور
 اسے ہی میں نے اپنی طرف مائل کرنے اور ورغلانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن آفرین ہے
 اس کے حوصلہ پر اور تحسین ہے اس کے ضبط نفس پر قربان اس کی خدا پرستی پر کہ آج تک
 اس نے میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا!

اب بتاؤ مجھے کہ کیا میں اس کے عشق و محبت کے پھولوں کا ہارا اپنے گلے میں
 ڈالنے میں حق بجانب ہوں کہ نہیں؟ اور تمہاری لگائی گئی تہمت اور ملازمت سے کیا میں
 بری نہیں ہوں؟

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اسی مقام پر یوں لکھتے ہیں

زنانِ مصر ازاں آگاہ گشتند
 ملازمت را حوالت گاہ گشتند
 کہ فارغ شد زہر ننگی و نامے
 دلش مفتون عبرانی غلامے

کہ جب مصر کی عورتوں نے زلیخا کی عشق و محبت کی داستان سے آگاہی پائی تو
 طرح کی ملازمت زلیخا کے حوالے کر دی۔

کہ یہ عجیب عورت ہے کہ شاہ مصر کی بلکہ ہو کر ایک عبرانی غلام کی محبت میں غرق
 ہو کر اپنا ننگ و ناموس بھی گنوا بیٹھی ہے!

اور پھر جب وہی زنان مصر حسن حضرت یوسف علیہ السلام دیکھ کر اپنے ہوش
 حواس گنوا بیٹھیں اور چھریوں سے اپنے ہاتھ بھی کاٹ لئے اور ہر ایک یوسف علیہ السلام
 پر فریفتہ ہو کر زلیخا جیسی ہی خواہش کرنے لگی تو زلیخا پکار اٹھی۔

زلیخا گفت ہست ایں آں یگانہ
 کزویم سرزنش ہا از آں نشانہ
 ملامت کز شما برجان من بود
 ہمہ از عشق ایں نازک بدن بود

یعنی زلیخا نے زنان مصر سے کہا کہ یہی ہے وہ میرا محبوب جس کی وجہ سے تم نے
 مجھ پر ملامت کے تیر برسائے اور طعنہ زنی کے خنجر سے میرے تن بدن کو زخمی کیا!
 مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اپنے ذوق محبت کا اظہار یوں کرتے ہیں (

جاں او حال زلیخا والا راز کھلا وچہ لوکاں
 کرن زناں گھر بیٹھیاں زخمی لاطعنے دیا نوکاں
 کہن زلیخا عقل حیاؤں لاون عشق نہ جانے
 عشق غلام کر چھڈی گھائل ہوش نہ رہی ٹکانے
 نگ نموسوں نس کھلوتی طیمو سے دی پیاری
 نال غلاماں عشق کماوے عقلوں ہوشوں ہاری

اور ہر دم اس کے قریب رہنے کی کوشش کرتی اور ہر روز اس غلام کو نیا زرق برق
 لباس پہناتی اور خود اس کی زلفوں میں کنگھی کرتی ہے اور اسے کھانا خود کھلاتی ہے!
 مگر وہ غلام بھی عجیب انسان ہے کہ جو ابھرتی ہوئی جوانی — ہر ادا مستانی اور
 قوت شہوت کی فراوانی کے باوجود بھی وہ زلیخا کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔

اور ایسی تعریف و تکریم صرف مصر کی عورتوں تک ہی محدود نہ رہی تھی بلکہ ان کی
 عصمت و پاکدامنی کے قصے زبان زد خاص و عام ہو گئے اور شہر کے ہر فرد کو پتہ چل گیا
 کہ یہ کنعان کا خوبصورت جوان کتنا بلند اخلاق — بلند کردار اور بلند اطوار کا مالک ہے۔
 مصر کے شاہی دربار کے افسران کی بیویوں سے لیکر شہر کی دوسری حسین عورتیں اس پر
 مرتی ہیں لیکن وہ کسی کو جگہ ہی نہیں دیتا۔ اور یہ جو اسے قید خانہ کی سزا دی گئی ہے یہ کسی

جرم اور قصور کے بدلہ میں نہیں بلکہ شاہی عہدیداروں نے اپنی بیویوں کی عیاشیوں اور بے حیائیوں اور فحش کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے ایسا کیا ہے!

اور پھر جب زینخانے ملامت کرنے والی عورتوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی ایک چھوٹی سی جھلک دکھائی تو ان کے عقل و ہوش جاتے رہے اور وہ تمام کی تمام وارفتگی کے عالم میں اپنے ہاتھ کٹوا بیٹھیں۔ تو بی بی زینخانے آواز دی۔

طعنے مارن والیو ظالم ویکھ لوؤ زخ نوری

ایہہ محبوب میرا جس کھوئی میری عقل حضوری

عقلاں والیو صاحب شرموں شرم کجھ عقلاں

کیونکر وسدیاں وچہ دلاندے محبوب دیاں شکلاں

ایہہ اوہا میں جس دہے دردوں دامن لیراں کیتے

محویت دے مھر عمیقوں زہر پیالے پیتے

سوال: کہ زینخانے اپنے محبوب کو قید خانہ میں کیوں ڈلوایا؟

جواب: میرے استاذی المکرم صدر الافاضل حضرت علامہ شیخ القرآن والحدیث

والنفسیر کنز الایمان میں اس کا جواب یوں بیان فرماتے ہیں۔

کہ زنان مبصر نے زینخا کو یہ مشورہ دیا تھا کہ دو تین دن کے لئے اسے قید خانہ میں ڈال دے تاکہ شاید جیل کی تکالیف دیکھ کر اور بد بودار مچھر سے بھرے ہوئے کمرے میں اور تیری طرف مائل ہو جائے اور تیری وصل کی خواہش پوری کر دے۔

زینخانے اپنے شوہر سے یہ بات کہی تو عزیز مصر نے یہ تجویز منظور کرتے ہوئے ان کو قید خانہ میں ڈال دیا۔

زینخا کا خیال تھا کہ شاہی محل میں ریشمی بستر اور پھولوں کی بیج پر سونے والا جب

جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں کانٹے دار بستر پہ سوئے گا اور ہر صبح شام لذیذ اور عمدہ

کھانے کھانے والا جب قید خانہ کی باسی وال کھائے گا تو ضرور میری بات مان لے گا

اور معافی مانگ کر اور باہر آ کر میری تمنا پوری کر دے گا لیکن نہ مصر کی عورتوں کو پتہ تھا اور نہ ہی زلیخا جانتی تھی کہ ایک حق پرست حق گو اور حق بین انسان اپنی خدا پرستی اور حق گوئی کے بدلہ میں تختہ دار پر تو چڑھ جاتے ہیں لیکن کسی بڑے سے بڑے ظالم حکمران سے معافی طلب نہیں کرتے اور تو رہے اور حضرت یوسف علیہ السلام تو نبی و رسول تھے۔ صاحبزادہ سید افتخار الحسن جیسا کمزور آدمی حق گوئی کے جرم میں کبھی میانوالی کی جیل میں اور کبھی گوجرانوالہ کے قید خانہ میں! اور کبھی ملتان جیل کی بد بودار کوٹھڑی میں نظر بند اور کبھی لاہور کے شاہی قلعہ کی مضبوط دیواروں اور قید خانہ کی آہنی سلاخوں میں پابند! مگر کبھی کسی سے معافی مانگنے کا خیال تک بھی نہ آیا! خواجہ ناظم الدین مرحوم اور ممتاز دولتانہ سے لیکر سید حسین شہید سہروردی تک اور پھر سکندر حیات سے لیکر نواب آف کالا باغ تک اور پھر پولیس کی نگرانی میں اٹھارہ سال رہنے کے باوجود ظلم بڑے ہی صبر و تحمل سے برداشت کرتا رہا۔



جیل

کیا ہے؟ اس دنیا میں جہنم کا گڑھا — اس جہان میں عذاب کا گھر۔ اس عالم میں دوزخ کی غار! اور اس خطہ زمین پر جزا و سزا کا ترازو!
 وحشت و بربریت کا مسکن۔ نخوست و بیوست کا مرکز اور گندگی و غلاظت کا کوڑا خانہ۔ کوڑا اسٹینڈ اور اس کی دنیا زانی اس کی حکومت علیحدہ! اس کے قوانین انوکھے اور اس کا ماحول پراگندہ! باہر کی دنیا سے بالکل علیحدہ — شہری آزادی سے بالکل محروم اور خویش اقارب سے بالکل جدا۔ قید و بند۔ ظلم و ستم۔ تنہائی و خاموشی، جبر و تشدد — اور چکی کی مشقت!

آہ و فغاں کرو تو سننے والا کوئی نہیں — نالہ و فریاد کرو تو پوچھنے والا کوئی نہیں اور اگر مرتے ہو تو پانی وینے والا کوئی نہیں۔

اور نہ کوئی دکھ درد کا ساتھی، نہ کوئی رنج و الم کا سنگتی۔ نہ کوئی مصیبت و مشکل میں مددگار اور نہ کوئی رونے چلانے میں غم خوار۔

اونچی اونچی دیواروں کے مہیب سائے۔ تنگ و تاریک کوٹھڑیاں۔ لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں۔ اور نظام آباد کے بنے ہوئے مضبوط تالے! جلی ہوئی روٹیاں اور تلو کے سے کترا ہوا ساگ!

حکام ظالم و سفاک! افسران بے رحم و جابر عملہ پیٹ پرست اور رشوت خور باہر

سے قیدیوں کیلئے آنے والا آدھا سامان دفتر میں ہی گم ہو جاتا ہے۔ جہاں ایک سیرگھی کے عوض ناجائز ملاقاتیں کرائی جاتی ہیں اور جہاں سے بیمار قیدیوں کی دوائیں باہر کسی دکان پر فروخت کر دی جاتی ہیں۔

مولانا حسرت موہانی مرحوم کہتے ہیں کہ جو ایک مذہبی رہنما اور سیاسی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم شاعر بھی تھے کہ

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی

اک طرفہ تماشا ہے حُرت کی طبیعت بھی

جو چاہو ستم کر لو تم اور بھی کھل کھیلو

پر ہم سے قسم لے لو کی ہو جو شکایت بھی

کیونکہ ۱۹۳۳ء سے پہلے جیل خانوں میں سیاسی و اخلاقی قیدیوں میں کوئی فرق نہ

تھا۔ ایک ہی لباس۔ ایک ہی خوراک اور ایک ہی سلوک۔

چکی پسوائی جاتی۔ منج کٹوائی جاتی اور اور کئی طرح کی مشقت لی جاتی تھی بھلا ہو

بھیم سین سچر کا جو اپنی جان تو دے گیا مگر سیاسی قیدیوں کے لئے 'اے بی' اور 'سپیشل

کلاسیں' بنوا گیا! مگر بھٹو کے سیاہ دور حکومت میں یہ امتیاز پھراٹھا دیا گیا۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی کی لنگی کا دو فٹ لمبا طرہ ہو یا شورش کاشمیری مرحوم کی

گرج یا کسی صاحبزادہ کا عربی مصلیٰ ہو یا کسی نوابزادہ کی کوٹھی کے قالین۔ سب برابر۔

جھکڑیاں، بیڑیاں اور لوہے کی زنجیریں۔ ایک ایک بدبودار کوٹھڑی میں تین تین چار چار

قیدی وہیں کھانا وہیں بول و براز بے پردگی، عریانی اور بے حیائی۔

کوئی اخلاقی قیدی اگر جیل کے قوانین کی کوئی خلاف ورزی کر دے یا جیل کے

حکام کی توہین کر دے تو لال ٹوپوں والے نمبردار اسے مار مار کر تباہ کر دیتے ہیں! پھر

کوڑے برسائے جاتے ہیں کہ جیل کی دیواریں تک کانپ اٹھتی ہیں۔

اور بید مارنے والے جلاد کی خوراک تو بہترین ہوتی ہے مگر قیدیوں کے لئے وہی

غلیظ اور بد بودار ساگ اور رات کو چھروں سے بھرے ہوئے گندے کمبل!

پاکستان بن جانے کے بعد ہر حکومت نے جیلوں کی اصلاح اور قیدیوں کی فلاح و بہبود اور ان کے دل و دماغ اور افعال و کردار کو سنوارنے کے لئے کئی منصوبے بنائے لیکن آج تک کسی حکومت سے بھی یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ کیوں؟

اس لئے۔۔۔ کہ جیل خانوں کی اصلاح اور سزا یافتہ قیدیوں کی فلاح و بہبود کے لئے انسپکٹر۔ ناظم اعلیٰ اور وزیران لوگوں کو بنایا جاتا ہے جنہوں نے کبھی جیل نہیں دیکھی ہوتی اور جو جیل کے گندے ماحول سے ناواقف ہوتے ہیں! بھلا فیصل آباد کا مرغ پلاؤ کھانے والا انسپکٹر جیل کا بد بودار اور گندے تیل میں ابلا ہوا ساگ کیا جانے! اور رات کو ریشمی بستر پر سونے والا داروغہ جیل، جیل کے غلیظ اور چھروں سے بھرے ہوئے کمبل کو کیا سمجھے اور خوبصورت اور رنگین کونٹھی میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے والا وزیر کا جیل کی تنگ و تاریک کونٹھیوں سے کیا واسطہ!

یہ تو۔۔۔ اگر مجھ جیسے فقیر و درویش اور خطیب و ادیب کو جیل خانہ جات کا نگران یا وزیر بنا دیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ نہ صرف جیلوں کی اصلاح ہو جائے اور عقوبت خانے انسانیت و شرافت کے مرکز بن جائیں بلکہ بڑے بڑے مجرم اور خوفناک قسم کے ڈاکو۔ راہزن اور بد معاش قیدی بھی معاشرہ کے شریف شہری بن جائیں۔

قارئین کرام۔۔۔ جیل خانہ کا یہ مختصر سا نقشہ! قید خانہ کی مختصر سی تصویر اور عقوبت خانوں کا مختصر سا خاکہ جو میں نے پیش کیا ہے یہ سب کچھ میرے ذاتی تجربہ میں آچکا ہے!

فیصل آباد کی جیل سے لیکر ملتان، گوجرانوالہ، میانوالی اور پھر آخر میں شاہی قلعہ لاہور کے قید خانہ تک تین سال کی سزا کے دوران میں یہ سب کچھ دیکھ چکا ہوں۔
آخر۔۔۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی جیل کے گھناؤنے اور گندے ماحول کو

دیکھ کر ہی جیل سے رہا ہونے کے بعد فرمایا تھا —

وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ — کہ میرے رب نے مجھ

پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا۔

حالانکہ — مصر کے قید خانہ میں فرشتے ان کی نگہبانی کرتے تھے اور جبریل علیہ السلام ان کا دل بہلایا کرتا تھا اور ان کی طہارت کی پاکیزگی کا خیال رکھا جاتا تھا۔ اور خود زینخارات کو ان کی ملاقات کے لئے جاتی اور شاہی محل کا بہترین کھانا کھلاتی تھی اور ان کے لئے سفیر اور نرم و خوبصورت بستر بھی بچھا دیا گیا تھا اور پورے عملہ کو حکم دیا گیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو عام قیدیوں کی طرح نہ سمجھا جائے۔ اور ایک اس کے ساتھ دوسرے اخلاقی قیدیوں کا سا سلوک نہ کیا جائے۔

وَكَانَ يُوسُفُ عِنْدَ أَهْلِ السِّجْنِ مُحَبُّوسًا وَعِنْدَهَا لَا — اور حضرت

یوسف علیہ السلام قید خانہ کے عملہ کے نزدیک تو قیدی تھے لیکن زینخا کے نزدیک وہ قیدی نہ تھے۔

لِأَنَّهَا كَانَتْ تُبْعَثُ إِلَيْهِ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ وَاللَّبَاسَ! — کیونکہ زینخا

حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے قید خانہ میں اچھا کھانا — اچھا پانی اور اچھا لباس بھیجا کرتی تھی۔

ان تمام سہولتوں، آرائشوں اور گنجائشوں کے باوجود بھی وہ کہتے ہیں کہ —

میرے رب نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھ کو قید خانہ سے نکالا۔

تو جب ایک نبی و رسول کا تجربہ و نظریہ قید خانہ کے متعلق یہ ہے تو دوسرے عام

قیدیوں کا حال کیا ہوگا!

اس بناء پر اگر یہ کہا جائے کہ جیل خانوں کی اصلاح کرنے۔ قیدیوں کے اخلاق و

کردار سنوارنے۔ ان کے عادات و خصائل درست کرنے اور ان کو نیکی و شرافت کا سبق

دینے اور انہیں کفر و شرک کی ظلمتوں سے نکال کر اسلام و توحید کی روشنی کی طرف لانے

اور ایک خدا کی پرستش پر ابھارنے اور جہنم کے عذاب سے ڈرا کر جنت کے باغات کی سیر کرانے کی ابتداء حضرت یوسف علیہ السلام نے کی تھی تو یہ کوئی مبالغہ اور حاشیہ آرائی نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کے پیارے بیان کے مطابق ایک روشن حقیقت ہے!

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقْنِيهِ إِلَّا نَبَاتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيكُمَا ۚ ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۗ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ (سورة یوسف آیت ۳۷)

القرآن الحکیم — اور اس کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان، بھی داخل ہوئے! ان

میں سے ایک بولا میں نے خواب دیکھا ہے کہ نچوڑتا ہوں! اور دوسرا بولا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھاتے ہیں۔ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتادے۔

بے شک ہم آپ کو نیکی کرنے والا۔ بھلائی کرنے والا اور احسان کرنے والا دیکھتے ہیں۔

صاحبزادہ! والی مصر نے اپنی بیوی زلیخا کے جرم کی پردہ پوشی کرتے ہوئے اراکین سلطنت کی بیویوں کے برے ارادوں کو چھپانے کے لئے اور مصر کی دوسری حسین عورتوں کی بے حیائی کو شہر بھر میں بدنام ہونے سے بچانے کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کے لخت جگر — کنعان کے خوبصورت جوان یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو ناکردہ جرم — بے حقیقت الزام اور احمقانہ نظریہ کے تحت مصر کے قید خانہ میں ڈال دیا اور ان کے ساتھ جو دو جوان قید خانہ میں گئے ان میں سے ایک تو شاہی باورچی خانہ کا مہتمم تھا اور دوسرا شاہ مصر کو شراب پلانے والا ساتھی تھا۔ ایک کا نام شہر ہتیا تھا اور دوسرے کا نام برہیا تھا۔

تفسیر نسفی۔ سورة یوسف ۱۷۱۔ تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ فتیان عبد ان

للملک خبازة و شرابیہ بتہمتہ السم۔

کہ وہ دونوں جوان شاہ مصر کے غلام تھے اور ان پر بادشاہ کو زہر پلانے کا الزام

تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں جاتے ہی تمام قیدیوں میں اپنے علم کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر یہ اعلان بھی کر دیا کہ میں خوابوں کی تعبیر کا علم بھی جانتا ہوں۔

اسی اعلان کے بعد ہی ان دونوں نے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔ تو آپ نے فرمایا تھا کہ تمہارے کھانا کھانے سے پہلے ہی تمہیں تعبیر بتا دوں گا انالزک من المحسنین — کہ ہم تجھے احسان کرنے والا۔ نیکی کرنے والا اور بھلائی کرنے والا دیکھتے اور سمجھتے ہیں!

حضرت یوسف علیہ السلام کا قید خانہ میں احسان یہ تھا — اِنَّهٗ كَانَ اِذَا مَرَضَ رَجُلٌ مِنْهُمْ قَامَ عَلَيْهِ وَاِذَا اَصَابَ وَسْعَ لَهٗ وَاِذَا اِحْتٰجَ جَمْعَ لَهٗ وَاِنَّهٗ كَانَ يُعْطٰى الْفَقِيْرَ مِنْهُمْ وَيَعُوْذُ الْمَرِيْضَ وَيَسْقٰى الْعَطْشَانَ.

کہ جب کوئی قیدی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت و بیمار پرسی کرتے — اور جب کوئی تنگ دست ہوتا تو اس کی تنگ دستی کو دور کر دیتے اور جب کوئی قیدی محتاج ہو جاتا تو اس کی دستگیری کرتے تھے — اور فقیر کو کچھ عطا کرتے — بیمار کی عیادت کرتے اور پیاسوں کو پانی پلاتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھیوں کو فتیان اس لئے کہا گیا ہے۔ بھنبہ یوسف — کہ ان دونوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی رفاقت و صحبت حاصل تھی!

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں جیل کے ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر بتانے سے پہلے اپنے علم کا اظہار کرنا مناسب سمجھتے ہوئے یہ اعلان کر دیا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّيْ — کہ مجھے یہ علم میرے رب نے بطور معجزہ کے عطا فرمایا ہے۔

حضرات محترم! — یہ یاد رہے کہ علم تعبیر تو ایک ظنی علم ہے، لیکن اللہ کریم جب

کسی نبی کو معجزہ کے طور پر علم غیب عطا فرماتا ہے تو وہ یقینی اور حتمی ہوتا ہے۔ جیسا کہ —
محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رب تعالیٰ نے فرمایا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَعْلَمُ — کہ اے میرے محبوب پاک اللہ کریم نے آپ کو
ہر اس چیز کا علم عطا فرما دیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

اور — ذَالِكَ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِي الْيَك — کہ — یہ غیب کی
خبریں ہیں جو آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہیں۔

مثلاً — سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — لَا نَبِيَّ بَعْدِي — کہ
میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا — تو یہ علم قطعی ہے یقینی اور حتمی ہے!

یا — فرمایا — سَيَكُونُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ كَذٰبُوْنَ حٰجَا لُوْنَ — کہ
میرے بعد میری امت میں تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے اور ہر ایک یہ گمان کرے گا
کہ میں نبی ہوں!۔

حالانکہ — اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّنَ — کہ میں نبیوں کی فہرست کا آخری نبی
ہوں۔

اور پھر انہوں نے اپنے برگزیدہ اور عظیم خاندان کا تعارف بھی ان الفاظ میں کرا
دیا تا کہ یہ جیل کے ساتھ جن کی تعداد بارہ سو کے قریب ہے اور دوسرے عوام بھی جان
لیں کہ مصر کے قید خانہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا مبلغ کوئی معمولی انسان نہیں ہے بلکہ اس
خطہء ارضی پر اس وقت کی دنیا کا افضل و اعلیٰ ترین خاندان نبوت سے تعلق رکھنے والا
ایک فاضل نوجوان — واعظ خوش بیان اور خطیب مصر و کنعان ہے۔

”وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اَبَائِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَاسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ“ کہ میں نے اپنے
آباء و اجداد اور اپنے باپ دادا ابراہیم۔ اسحق اور یعقوب علیہم السلام کا دین اختیار کر رکھا
ہے۔

سوال: کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نبی و رسول تھے تو پھر انہوں نے یہ

کیوں کہا کہ میں نے ابراہیم اسحاق اور یعقوب کا دین اختیار کر رکھا ہے! جب کہ ہر نبی اپنی شریعت نافذ کرتا ہے۔

جواب: کہ اس اتباع سے مراد تو حید باری تعالیٰ پر قائم رہنا ہے جو کبھی بھی کسی نبی کے زمانہ میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

جواب ۲: یا یہ — کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تو تھے۔

إِلَّا أَنَّهُ كَانَ عَلَىٰ شَرِيعَتِهِ إِبْرَاهِيمَ!

لیکن ابھی تک وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کی اتباع پر تھے!

سوال: کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں جانے سے پہلے اپنے خاندان نبوت کا تعارف کیوں نہ کرایا۔

جواب: تا کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ شاید حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ لخت جگر اور کنعان کا یہ خوبصورت شہزادہ مصائب و مشکلات میں حوصلہ ہار بیٹھا ہے اور اس کی قوت برداشت جواب دے چکی ہے اور اب اپنے خاندان نبوت کی عظمت کا واسطہ دے کر چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اور جب حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے قید خانہ میں اپنے خاندان نبوت کا تعارف کرایا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ عَظْمُوهُ وَتَوَفَّرُوا وَنَظَرُوا إِلَيْهِ بِعَيْنِ الْأَجْلَالِ — کہ جیل کے تمام قیدی ان کی عزت و تکریم کرنے لگے اور ان کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں محبت و عقیدت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

یہاں تک — فَقَالَ لَهُ عَامِلُ السِّجْنِ لَوْ اسْتَطَعْتُ خَلَيْتُ سَبِيلَكَ — کہ جیل کے داروغہ نے انہیں کہا کہ میں تمہارے لئے دروازے کھول دیتا ہوں جس راستہ سے تم چاہو نکل جاؤ!

ولکن احسن جوارک —

لیکن تمہارے ساتھ رہنا کتنا اچھا ہے۔

تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۴۷۰۔ تفسیر نسفی جز ۲ صفحہ ۷۰، اِمَّمَا عَلَّمَنِي رَبِّي
وَالْاٰخْبَارُ بِالْمُغِيْبَاتِ — یعنی اس علم سے مراد غیب کی خبریں ہیں۔ اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ملت سے
مراد — ہی الملتہ الحنفیۃ — کہ یہ حنفی ملت ہے۔

اور فرمایا — کہ یہ جو میں تمہیں غیب کی خبریں بتا رہا ہوں۔ علمنی ربی
سے تو یہ کوئی کاہنوں اور نجومیوں کی طرح نہیں ہے بلکہ خاص علم غیب کی بدولت
ہے جو اللہ کریم نے مجھ پر وحی کے ذریعہ عطا فرمایا ہے۔

اور خاندان نبوت کا تعارف کرانے کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ تمام قیدیوں — دونوں
ساتھیوں کے ساتھ جیل کے داروغہ نے بھی کہہ دیا۔

کشاف صفحہ ۴۶۹، القصص صفحہ ۱۶۷ — اِنَّا نَحْنُ لِنُحِبُّكَ — کہ اے
یوسف ہم تم سے محبت کرتے ہیں — حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ انشد کم
باللہ ان لا تحبونی — کہ اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے — مجھ سے محبت نہ کرو
فواللہ ما حبنی احد قط الا دخل علی من حبه بلاؤ — کہ اللہ کی قسم
ہے جب بھی کسی نے مجھ سے محبت کی تو مجھ پر کوئی نہ کوئی بلا و مصیبت نازل ہوتی رہی
— لقد حبنی ابی فدخل علی من حبه بلاء ثم اجتنی زوجة صاحبی
فدخل علی من جها بلاء — کہ مجھ سے میرے والد گرامی حضرت یعقوب
علیہ السلام نے محبت کی تو مجھے اپنے ہی بھائیوں کے حسد و بغض کا شکار ہونا پڑا اور پھر مصر
کے بادشاہ کی بیوی زلیخانے مجھ سے محبت کی تو اس کا انجام تم دیکھ رہے ہو کہ بغیر کسی جرم
اور قصور کے قید خانہ میں آن پہنچا ہوں۔

اور اگر آپ لوگ بھی مجھ سے محبت کرو گے تو خدا جانے میں اور کہاں کہاں اور
کیسی کیسی مشکلات میں گرفتار ہو جاؤں۔

قارئین محترم! صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ داروغہ جیل کا یہ کہنا۔

انسی اچک یا یوسف — کہ یوسف میں تجھ سے محبت کرتا ہوں عجیب سی بات ہے اور یہ تو حضرت یوسف علیہ السلام کا اعجاز نبوت اور ان کے حسن و جمال کا کمال ہی ہو سکتا ہے ورنہ کہاں جیل کا داروغہ اور کہاں کسی قیدی سے محبت و عقیدت اور کہاں قید خانہ کا ناظم اور کہاں کسی نظر بند کے لئے رحم و کرم۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجھے ایک سال کی سزا ہوئی اور لاکپور کی جیل سے مجھے میانوالی جیل میں منتقل کر دیا گیا جو پاکستان کا کالا پانی کہلاتا ہے۔ میرے ایک بہترین دوست اور میرے ہر دکھ درد کا ساتھی جناب مولانا تاج محمود مرحوم کو تو شاہی قلعہ لاہور میں بھیج دیا گیا اور مجھے میانوالی کی گھنٹیا اور منحوس جیل میں پہنچا دیا گیا! صبح کی نماز جیل سے باہر گھاس پر مصلیٰ بچھا کر ادا کی جیل کے داروغہ کو اطلاع دی گئی کہ شمع ختم نبوت کا ایک پروانہ فیصل آباد جیل سے منتقل ہو کر یہاں لایا گیا ہے اور اس کے ساتھ مولانا محمد یعقوب صاحب نورانی۔ کشمیر ہوٹل والا محمد رفیق بٹ اور خواجہ محمد حسین بھی ہیں۔

بس پھر کیا تھا — سویرے سویرے جیل کا داروغہ چوہدری فضل دین بڑے ہی گھناؤنے انداز میں کوٹھی سے باہر نکلا۔ اور آتے ہی حکم دیا کہ دوسرے مولویوں کو تو فلاں احاطہ میں لے جاؤ اور افتخار الحسن کو پھانسی کی فلاں کوٹھڑی میں بند کر دو۔ پوچھا گیا — جناب پھانسی کی کوٹھڑی تو قاتلوں — ڈاکوؤں اور بڑے بڑے مجرموں کے لئے ہوتی ہے اور میں نے کوئی نہ قتل کیا ہے اور نہ میں ڈاکو ہوں اور نہ ہی کوئی خطرناک مجرم ہوں پھر میرے لئے پھانسی کی کوٹھڑی کیوں؟ اور یہ کوٹھڑی تو ۳۰۲ کے مجرموں کے لئے ہوتی ہے مگر میرا جرم تو ۲۰۳ دفعہ کے تحت آتا ہے! ساتھیوں نے بھی التجا کی — واویلا! کیا — فریاد کی اور دہائی دی مگر اس ظالم داروغہ نے ایک نہ سنی اور مجھے پھانسی کی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔

جون کا مہینہ شدت کی گرمی میانوالی کی سخت جیل، کالا پانی اور پھر بد بودار اور

اندھیری پھانسی کی کوٹھڑی!

پانی کا ایک ٹوٹا ہوا مٹی کا پیالہ — صدیوں پرانی کالی سی لوہے کی پلیٹ۔ بوسیدہ
 سی ایک دری بول براز کے لئے ایک پاٹ اور آہنی دروازے پر کوئی دو سیر وزن کا تالا۔
 پورا ایک ہفتہ صبر شکر، حوصلہ و ہمت اور مضبوط ارادہ اور مستقل مزاجی سے گزارا۔
 سوچا — کہ ختم نبوت کی شمع کا پروانہ ہوں اگر جل بھی گیا تو پھانسی کی اس
 ہولناک کوٹھڑی سے جب جنازہ نکلے گا تو رحمت کے فرشتے اپنے نورانی پروں پر اٹھا کر
 سیدھے جنت کے پر بہار باغات میں لے جائیں گے اور وہاں کسی خوبصورت مکان!
 خوش نما کوٹھی اور رنگین محل میں مجھے رکھا جائے گا

لاہور کے چند جوان جو کبڈی کے مشہور کھلاڑی بھی تھے انہوں نے دوسرے علماء
 کرام کے ہمراہ تعاون سے مجھے پھانسی کی کوٹھڑی سے رہا کرانے کے لئے باقاعدہ
 تحریک چلانے کا فیصلہ کر لیا جس میں کچھ اخلاقی قیدی بھی شامل ہو گئے۔

احتجاجی جلسہ ہوا — جیل کے داروغہ اور دوسرے افسران کے خلاف تقریریں
 ہوئیں اور بھوک ہڑتال کی دھمکی بھی دے دی۔ اور معراج دین عرف ماجھا قصائی
 لاہوری زبان میں بول اٹھا۔

اے جناب جی — بے ساڈے پیر بادشاہ نوں پھانسی دی کوٹھڑی چوں اج نہ
 کڈھیاتے فیرا سیں تہاڈی جیل نوں اگ لادیاں گے تے ایڈیاں کندھیاں ڈھادیاں
 گے۔ تے اسیں پھوہڑیاں لویٹ دیاں گے — جناب جی! — اسیں تے اپنے نبی
 دی عزت تے ختم نبوت توں قربانی دے بکرے بن کے آئے آں۔

جیل کا داروغہ چوہدری فضل دین تھا تو بڑا بددماغ اور ذلیل لیکن اسے سمجھ آگئی
 اور موقع کی نزاکت کو بھانپ کر بمعہ عملہ کے چلا گیا اور اس طرح مجھے پھانسی کی کوٹھڑی
 سے نجات مل گئی۔ پھر بعد میں پتہ چلا کہ میرے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک اس لئے کیا گیا
 افتخار الحسن معانی مانگ لے! اور یہ بھی پتہ چلا کہ یہ وہی پھانسی کی کوٹھڑی ہے جس میں
 غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کو رکھا گیا تھا!

جیل میں ایک طرف شہتوت کے درخت کے سایہ میں کپڑے دھونے اور قیدیوں کے نہانے کے لئے نلکہ تھا اور پکا فرش میں نے ایک گتہ پر لکھا — ڈیرہ بابا نلکے شاہ — درخت سے لٹکا دیا اور سبز رنگ کے کپڑے کا ایک جھنڈا بلند کر دیا۔ عشاء کی نماز کے بعد میں وہاں بیٹھ جاتا۔ لاہور یئے بھی آجاتے۔ لوہے کے پتروں کی بنی ہوئی چار پائی سے ایک پترا کاٹ کر چمٹا بنایا۔ لاہور یئے گھڑا بجاتے۔ قوالی ہوتی حال کھیلے جاتے! — اور یا علی علیہ السلام — حق باہو کے نعرے لگتے اور یا ”داتا“ اور دامام مست قلندر کے نام کی تھا پ پر ”دھمال“ پایا جاتا!

علمائے کرام — تھے تو معزز و محترم لیکن تھے بے ذوق و بے کیف — انہیں پیتہ نہیں تھا کہ جیل کیسے کاٹی جاتی ہے — مجھے پیتہ چلا کہ مولوی حضرات میرے اس رویئے پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور میں دیکھتا کہ علماء عظام کی حالت بہت ہی پریشان کن ہے۔ ٹھنڈی آہیں بھرتے۔ آنسو بہاتے! ہائے ہائے کرتے اور تحریک چلانے والوں کو برا بھلا کہتے اور رہائی کے لئے سورۃ یوسف کی تلاوت کرتے۔

ایک مولوی حضرات کو حوصلہ دینے — ان کی ڈھارس بندھانے اور ان کے دل مضبوط کرنے کے لئے میں نے فرش پر کھڑے ہو کر پورے خطابت کے انداز میں تقریر شروع کی تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سنت پوری ہو جائے!

اے میرے جیل کے بہادر ساتھیو! عظمت اسلام کے رکھوالو — ناموس رسالت کے سرفروش غاز یو اور شمع ختم نبوت کے پروانو! ہم لوگ اسلام کی عزت حق و صداقت کی سر بلندی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کی آبرو کی خاطر قید ہوئے ہیں — آج ہمیں سزا ہوئی ہے اور کل قیامت کے روز اچھی جزا ملے گی۔ میرے دوستو۔ یہ قید خانہ ہے۔ یہ جیل ہے اور یہ پاکستان کا کالا پانی ہے — یہ مصائب کا مرکز ہے۔ رنج و غم کا مسکن ہے اور مشکلات کا گھر ہے۔ حوصلہ سے دن گزارو — ثابت قدمی سے مقابلہ کرو! دل مضبوط کر کے مصائب کے دن گزارو اور عزم و

استقلال سے جیل کاٹو۔ آپہں بھرنے — فکر و غم میں ڈوبے رہنے اور سورۃ یوسف کی
وظیفہ کرنے سے رہائی نہیں ملے گی۔ بھلا جس نے خود مصر کے قید خانہ میں سات سال
تک بڑے حوصلہ سے ہنستے کھیلتے اور یاد الہی کرتے ہوئے گزارے ہیں اس کے نام کا
مقدس وظیفہ پوری سزا کاٹنے سے پہلے آپ کو کیسے رہائی دلا سکتا ہے!

حضرات محترم! اپنے اسلاف کی زندگیوں پر نظر کرو — ان کے عظیم کارناموں
پر نگاہ ڈالو اور ان کے صبر و حوصلہ کا مطالعہ کرو کہ ان پر کیسے کیسے مظالم ڈھائے گئے مگر وہ
ثابت قدم رہے۔ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے مگر انہوں نے اف تک نہ کی اور
انہیں جبر و تشدد کی چکی میں پسایا گیا لیکن انہوں نے حوصلہ نہیں ہارا —

حضرت امام حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ پر کوڑے برسائے گئے۔ حضرت امام شافعی کو
سات سال جیل میں رکھا گیا! حضرت امام مالک کو جلا وطن کیا گیا اور حضرت امام ابو
حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کا جنازہ جیل سے نکالا اور یاد رہے کہ ان حضرات کو سزائیں دینے
والے مسلمان حکمران تھے اور آج ہمیں قید خانہ میں لانے والے بھی مسلمان فرمانروا
ہیں!

آؤ — ہم جیل کے دن ہنستے، کھیلتے اور یا اللہ و یا مصطفیٰ کے نعرے لگاتے ہوئے
کاٹیں ورنہ یہ نوجوان ہمیں کیا سمجھیں گے۔

تقریر اثر کر گئی — اور مولوی حضرات کا محترم گروہ آہستہ آہستہ بابا نلکے شاہ کے
ڈیرے آنے لگا!

لائل پوڑ کے ایک معزز اور بااثر چودھری علی اکبر صاحب مرحوم جو ایوبی دور میں
وزیر داخلہ رہ چکے ہیں ان دنوں وزیر جیل تھے انہیں پتہ تھا کہ لائل پور کے شمع ختم نبوت
کے پروانے میانوالی جیل میں نظر بند ہیں — ان سے شناسائی بھی تھی — وہ
دورے پر میانوالی جیل کے معائنہ پر آئے تو ہم نے ان سے جیل کے حکام کے غلط
رویہ اور ظالمانہ طرز عمل کی شکایت کی تو انہوں نے دونوں حکام کا تبادلہ کر دیا۔

قارئین کرام! — یہ ہے ایک اسلامی مملکت کی ایک جیل کی گھناؤنی تصویر اور اس کے حکام و عملہ کا بازاری خاکہ!

— جو قیدیوں کے لئے گوشت جو باہر سے آتا ہے کھا جاتے ہیں — چاول — چینی اور چائے تک ہڑپ کر جاتے ہیں — ظالم — سفاک! بے رحم اور جلاد

مگر یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ مصر کے قید خانہ کا داروغہ کہتا ہے۔

الی احبک یا یوسف — کہ اے یوسف مجھے تجھ سے محبت ہے جیل کا داروغہ اور ایک قیدی سے محبت — جیل کا حاکم اور اسیر کے لئے رحم دل۔ قید خانہ کا افسر اور نظر بند کے لئے شفیق۔ حیران ہوں!

یہاں تک — کہ نچلے درجہ کے ملازموں اور دوسرے قیدیوں نے جب داروغہ سے یہ کہا کہ تم بادشاہ کے حکم کے خلاف کرتے ہوئے یعنی اس یوسف کے ساتھ حسن سلوک سے کیوں پیش آتے ہو اور اس قیدی پر اتنے مہربان کیوں ہو؟ تو داروغہ نے جواب دیا — کہ تم خاموش رہو۔

اسلئے — کہ تم لوگ تو کسی نہ کسی جرم کے باعث قید خانہ میں سزا کاٹ رہے ہو لیکن یوسف علیہ السلام کی مقدس پیشانی بتلا رہی ہے کہ اس نے کوئی جرم نہیں کیا کوئی گناہ نہیں کیا اور کسی لغزش کا مرتکب نہیں ہوا۔

قرآن حکیم میں سورۃ یوسف علیہ السلام کے علاوہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر پاک کیا گیا ہے جس میں ان کی عظمت کو نہایت ہی حسین پیرایہ میں بیان فرما کر ان کی نبوت و رسالت کے منصب کی تصدیق کی گئی ہو۔

مثلاً — پارہ ۲۴۔ سورۃ المؤمنون

☆-----☆-----☆-----☆

درسِ توحید

غور و فکر اور دل و دماغ کے پردے کھول کر اگر قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے ہر نبی۔ ہر رسول اور پیغمبر نے اس خطہ ارضی پر اللہ کی طرف سے مبعوث ہو کر نسل انسانی کو توحید باری تعالیٰ ہی کا درس دیا اور خدا کے ان بندوں کو جو کفر و شرک کی ظلمتوں میں ڈوبے ہوئے تھے انہیں اسی درس کے ذریعہ ایمان اسلام کی روشنی عطا کی اور ہزاروں معبودانِ باطل کے آگے جھکنے والوں کو ایک معبود برحق کے سامنے سجدہ ریز کر دیا!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد نبوت میں لوگ ستاروں کی پوجا۔ چاند کی پرستش اور سورج کی بندگی کرنے کے ساتھ اس وقت کی دنیا کا اکیلا حکمران نمرود کو بھی خدا مانتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تشریف لا کر نہ صرف قوم کو ستاروں۔ چاند اور سورج کی پوجا سے نفرت دلا کر نہ صرف اپنی نبوت اور اللہ کی توحید کو تسلیم کروایا بلکہ اس زمانے کی بہت بڑی طاقت کے مقابلہ اور خدائی کا دعویٰ کرنے والے نمرود کو شاہی دربار میں حق و صداقت کی آواز کو بلند کر کے اسے شکست دی۔

اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رسالت کے زمانہ میں بنی اسرائیل کبھی گائے کے پھٹڑا کی پرستش کرتے تھے اور کبھی فرعون کے جبر و تشدد سے ڈر کر اسے خدا سمجھ کر سجدہ ریز ہو جاتے تھے۔

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے مقابلہ میں اللہ کی

توحید کا درس دینے کے لئے جب کھلے میدان میں فرعون کے جادوگروں سے نبرد آزما ہوئے تو عصائے موسوی نے ان کے جادو کو معجزانہ طور پر فتح کر کے نہ صرف انہیں ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا جب کہ پوری قوم کو دریائے نیل کی طوفانی لہروں سے پار لگا کر معبود حقیقی کے مقابلہ میں اَنَارِبُکُمْ اَلَا عَلٰی کا دعویٰ کرنے والے فرعون کو انہیں لہروں میں غوطے دیکر غرق کر دیا اور پھر ہمارے نبی کریم۔ سید المرسلین امام النبیین محبوب رب کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے تو پورا عرب کفر و شرک کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کے بت بنا کر ان کی پوجا کرتا تھا۔

اور اہل مکہ نے تو خصوصاً خانہ کعبہ میں بھی تین سو ساٹھ بت آویزاں کر رکھے تھے جن کی وہ پرستش کیا کرتے تھے۔ لیکن کوہِ فاران کی چوٹی سے ایک پیاری پیاری صدا اور حق و صداقت پر مبنی ایک ایمان افروز آواز مکہ مکرمہ کی فضاؤں میں گونجی — کہ —
”خدا ایک ہے۔ اللہ واحد“

لا الہ الاہو — وهو رب العرش العظیم — وهو رب العالمین — فاعبدوه —

افتعبدون من دون اللہ — کیا تم اللہ کے سوا ایسے بتوں کو پوجتے ہو۔ جو نہ نفع کسی کو دیں اور نہ کسی کو نقصان پہنچائیں۔

اور ایسے پتھروں کو خدا مان کر ان کے آگے سر جھکاتے ہو کہ جو نہ سنتے ہیں۔ نہ دیکھتے ہیں اور جو اپنی جگہ سے اٹھ بھی نہیں سکتے۔

حق و صداقت کی آواز سن کر قریش مکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمن ہو گئے کہ آخر حضور علیہ السلام کو مکہ مکرمہ کی مقدس بستی سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانا پڑا۔

ان انبیاء علیہم السلام کے علاوہ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام۔ حضرت شعیب علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام بھی اپنی اپنی قوم کو توحید کا ہی درست دیتے ہیں مگر ہر نبی کی قوم نے اپنے نبی کی دعوت کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا۔ ما انت بشر الا مثلها — کہ تو تو ہماری مثل ایک بشر ہے۔ ہم تمہارے پیغام کو کیسے تسلیم کر لیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے سے پہلے اور اپنے سے بعد میں آنے والے انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے جیل کے دونوں ساتھیوں اور دوسرے عام قیدیوں اور قید خانہ کے پورے عملہ کو درس توحید دیتے ہوئے فرمایا:

ء اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرًا مِّنْ اللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ — کہ کیا جدا جدا

اور علیحدہ علیحدہ بہتر ہیں یا ایک ہی اللہ جو ہر شے پر غالب ہے!

مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ — کہ ایک اللہ تعالیٰ کے علاوہ تم لوگ جن اشیائے فانی کی پوجا کرتے ہو ان کے خدا اور معبود حقیقی ہونے کی دلیل اور کوئی سند اللہ کریم نے نازل نہیں فرمائی۔

اور ان کے مقابلہ میں اللہ کریم نے اپنی الوہیت کے دلائل اپنی ربوبیت کے براہین اور اپنے معبود حقیقی ہونے کے کئی ثبوت دیئے ہیں۔

(۱) مثلاً — وَالْهٰكِمِ اللّٰهِ الْوَاحِدِ — لا اِلهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ

(۲) اللّٰهُ لَا اِلهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

(۳) وَمَالِكُمْ مِنَ اللّٰهِ غَيْرُهُ

(۴) اِلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ

(۵) فَلَا تَعْبُدِ الدِّينَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدِ اللّٰهَ —

وغیرہ!

ان الحکم الا اللہ — امر الا نعبد الا اياه — اور حکم دینے کا

اختیار صرف اللہ کریم ہی کو ہے یا اس خدائے مبین پر اللہ ہی کا حکم چلتا ہے کیوں کہ —

الارض لله والحکم لله — زمین بھی اللہ کی ہے اور اس پر حکم بھی اللہ کا ہے۔
 صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان کی
 زمین اللہ کی اور حکم کبھی محمد علی جناح کا اور کبھی سکندر مرزا کا۔ کبھی محمد ایوب کا اور کبھی
 ذوالفقار علی بھٹو کا اور کبھی آجکل جنرل محمد ضیاء الحق کا — اور اسی نے ہی حکم فرمایا ہے
 کہ — اس کے سوا کسی اور کو نہ پوجو۔

مصر کے قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے درس توحید دینے کا اثر یہ ہوا
 — فَاَمِنَ السَّاقِي وَالْخَبَّازُ وَامَنَ مَنْ كَانَ فِي السِّجْنِ بِرُكْنِهِ — کہ
 سباتی اور باورچی اور ان کے علاوہ جتنے لوگ بھی قید خانہ میں تھے سب کے سب ایمان
 لے آئے اور یوسف کی برکت سے معبودانِ باطل کی عبادت کرنے کی بجائے ایک اللہ
 کی بندگی کرنے لگے۔

امام غزالی — فَقَالَ لَهُمْ بَعْدُ مَا امِنُو — ایمان لانے کے بعد حضرت
 یوسف علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرتے ہو یا رہا ہو کر
 قید خانہ سے باہر جانا؟ وَكَانُوا اَلْقَا وَارِبِعَمَاتِيه — اور وہ چودہ سو افراد تھے۔ ان
 میں سے ایک ہزار نے کہا کہ ہم یہاں سے آزاد ہونا پسند کرتے ہیں۔

فَقَالَ — اُخْرَجُوا — فرمایا تو پھر نکل جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم کیسے
 نکلیں جب کہ ہماری گردنوں میں لوہے کے طوق — پاؤں میں آہنی زنجیریں اور
 ہاتھوں میں مضبوط جھکڑیاں ہیں۔

فَاَشَارَ اِلَى اَغْلَالِهِمْ وَقِيُوْدِهِمْ فَاَنْتَشَرَتْ مِنْ اَيْدِيهِمْ وَاَرْجَلِهِمْ
 كَالْتَرَابِ —

پس حضرت یوسف علیہ السلام نے اشارہ فرمایا تو لوہے کی طوق ٹوٹ گئے۔ آہنی
 زنجیریں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ اور جھکڑیاں کھل کر مٹی کی طرح گر گئیں۔ لیکن — چار
 سونے کہا۔

نَحْنُ لَعْنُكَ فِي السِّجْنِ — وَهُوَ أَحَبُّ وَخَيْرٌ مِنْ الْخُرُوجِ
 — کہ اے یوسف علیہ السلام تمہارے ساتھ قید خانہ میں رہیں گے — کیونکہ رہا
 ہونے سے بہتر ہے کہ ہم قید خانہ میں تمہارے ساتھ رہیں۔

توحید کا درس دینے اور قیدیوں کو ایمان کے خزانہ سے بھر پور کرنے کے بعد خواب
 کی تعبیر بتانے کی طرف رجوع فرمایا۔

اور فرمایا — کہ اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیوں اپنے اپنے خواب کی
 تعبیر سن لو — کہ

”تم میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ اور دوسرا سولی دیا جائے گا۔
 تو پرندے اس کا سر کھائیں گے۔“

باورچی نے جب اپنی خواب کی تعبیر سنی کہ تجھے سولی دی جائے گی تو وہ پکاراٹھا کہ
 میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا اور میں نے تو جھوٹ بیان کیا ہے۔

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا بزبانِ قرآن — قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي
 فِيهِ تَسْتَفْتِينَ — کہ جو کچھ تم سوال کرتے تھے اس کا فیصلہ اب ہو چکا ہے —
 مطلب یہ کہ تو نے اگر خواب دیکھی ہے یا نہیں اور تو نے اگر سچ کہا ہے یا جھوٹ یہ تو تو
 جانتا ہے لیکن میری زبان سے جو تعبیر بتائی گئی ہے اور جو تیری خواب کی تعبیر کا فیصلہ میں
 نے سنا دیا ہے اب وہ ٹل نہیں سکتا۔ اور جو کچھ میں نے کہہ دیا ہے، ہو کے ہی رہے
 گا! چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ساتی رہا ہونے کے بعد بادشاہ کو پھر شراب پلانے لگا۔ اور باورچی کو پھانسی دے
 دی گئی اور پرندے اس کے جسم کو نوچ نوچ کر کھاتے تھے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن — اپنی ماں کی دعاؤں اور مرشد پاک کی نگاہ کے طفیل
 کہتا ہے کہ ثابت ہوا کہ نبی کے زبان حق ترجمان سے نکلی ہوئی ہر بات نوشتہ تقدیر ہوتی
 ہے۔ خصوصاً — خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو ارشادِ ربانی ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ — إِنَّ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ
 کہ میرا محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مرضی و خواہش سے کوئی بات نہیں
 کرتے مگر وہی کہتے ہیں جو اللہ فرماتا ہے۔

اشارہ کیا تو چاند ٹوٹ گیا۔ حکم دیا تو سورج واپس آ گیا۔ پتھر بول پڑے —
 درخت چلنے لگے — جانور کلام کرنے لگے اور شجر و حجر سلام کہنے لگے — کیوں؟
 کہ —

یا رسول اللہ

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
 اور تمہارے کہنے سے ہماری نجات ہو کے رہی
 اور — کہا جو شب کو کہ دن ہے تو دن نکل آیا
 اور — کہا جو دن کو کہ شب ہے تو رات ہو کے رہی

اور — یا حبیب اللہ

تیرے منہ ہوں گل جیہڑی نکلے او تیر
 جیہڑا توں اشارہ کریں اوہو تقدیر

حضرات محترم! — ادھر حضرت یوسف علیہ السلام تو قید خانہ میں بڑے ہی
 سکون و صبر اور پورے عزم و حوصلہ سے دن گزار رہے تھے اور قیدیوں کو درس توحید و
 رسالت دے کر انہیں ایمان کی دولت سے سرفراز کر رہے تھے اور اپنے خاندانِ نبوت
 کی طہارت و پاکیزگی۔ شان و عظمت اور اپنی شرافت و دیانت — خوش خلقی و خوش
 مزاجی، بیماروں کی عیادت — محتاجوں کی دستگیری اور قیدیوں کے حزن و ملال کو اپنی
 رسالت کی بصیرت سے دور کرنے کے باعث تمام قیدیوں اور جیل کے عملہ کے محبوب
 بن کر فرشتوں کے پروں کے سایہ میں قید کاٹ رہے تھے!

اور ادھر بی بی زلیخا کا اپنے محبوب کے بغیر اور جدائی کے صدمہ میں نہ دن کو چین

تھا اور نہ رات کو آرام۔ صبر و قرار کا دامن چھوڑ بیٹھی۔ دل کا سکون گنوا بیٹھی، ہجر و فراق کی آگ کو سرد کرنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے سچے موتیوں سے جڑے ہوئے پیرا، ہن کو بوسہ دیتی اور اس کا پنکھا بنا کر ہوا لیتی۔ اور اپنے کئے پر افسوس کرتی۔ پچھتاتی کہ چلو وصل کی لذت سے تو محروم تھی دیدار تو کر لیتی تھی اور مصر کی ان امیر زادیوں کو کوستی جنہوں نے شاہی دسترخوان پر پر تکلف دعوت کھا کر اور اپنی آرزوں کو پامال ہوتا دیکھ کر اسے یہ مشورہ دیا تھا کہ اپنے دلبر جانی یوسف کو چند دنوں کے لئے قید خانہ میں ڈال دے۔

مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زلیخا کی اس بے قراری اور اداسی و افسردگی کو اپنی کتاب احسن القصص میں یوں سپرد قلم کیا ہے۔

بندی خانے یار زلیخا ہتھیں ٹور دگایا!
غش کھا جھڑی زمین دئے اتے جاں گھر نظر نہ آیا
خالی صحن نہ اندر برکت خانیاں وچہ اندھیرا
کرسیاں تخت پٹے سب خالی لگا سو درد و دھیرا

اور دائم مرحوم اس پر درد کیفیت کو اس طرح لکھتا ہے۔

کملی ہو گئی مغرب دی شاہ زاوی گیا صبر تے رہیا قرار وی ناں
دسے شاہی محل اندھیر خانہ او شمع منیر چمکار وی ناں!
ہوئی بی بی زلیخا کنگال خستہ زینٹ زیب تے ہار سنگار بھی ناں
اوہ رونق بھی ناں تے اوہ رنگ بھی ناں خریدار بھی نہ تے بازار بھی ناں

اور

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ اس غم ناک واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

چوں در زندان مغرب یوسف مہر
نہاں کرد از زلیخائی فلک چہر

کہ جب مصر کے قید خانہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خوبصورت چہرہ کو
زیلخا سے چھپا لیا۔

زیلخا را غم یوسف چناں کرد
کہ از اشک شفق گوں خونفشاں کرد
اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے ہجر و فراق کے غم نے زیلخا کی یہ حالت کر دی
کہ اس کی آنکھوں سے بہنے والے سفید آنسو خون بن کر ٹپکنے لگے۔

.....

کنعان کا سپردل تاجر

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ — کتاب احسن القصص صفحہ ۱۶۹ — ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ کے ایک جھروکہ میں اداس بیٹھے وطن اور باپ کو یاد کر کے پھولوں پر شبینم کے قطروں کی طرح آنسو بہا رہے تھے کہ اچانک کنعان کا ایک تاجر سپردل اس طرف آ نکلا۔ اور یہ قافلہ شام کے ملک کنعان کے راستہ سے ہوتا ہوا مصر کے قید خانہ کے قریب سے گزرا۔

وَمَعَهَا رَجُلٌ وَمَعَهُ نَاقَةٌ عَمِنُ نَاحِيَتِهِ الْكِنْعَانِ وَعَلَيْهَا اِعْرَابِي
يُقَالُ لَهُ سَيْرٌ دِلٌّ

کہ اس تجارتی قافلہ میں ایک آدمی تھا جس کا نام سپردل تھا اور اس کے پاس کنعان کے علاقہ کی ایک ڈاچی تھی!

فَلَمَّا دَنَّتِ النَّاقَةُ مِنَ الْكُوَّةِ رَأَتْ يُوسُفَ! — اور جب وہ ڈاچی اس جھروکے کے قریب آئی تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا۔

فَنَادَتْ بِلِسَانٍ فَصِيحٍ يَا يُوسُفُ أَبُوكَ قَدْ نَحَلَ جِسْمَهُ مِنْ
الْإِشْيَاقِ إِلَيْكَ!

تو فصیح اور بلند آواز سے پکار اٹھی — کہ اے یوسف علیہ السلام تمہارا باپ حضرت یعقوب علیہ السلام تیرے فراق میں کمزور ہو گیا ہے۔

وَأَنَا مِنْ أَرْضِكَ — اور میں تیرے وطن عزیز کنعان سے آئی ہوں۔

فَبَكَىٰ يُوسُفَ — ڈاچی کی یہ پکار اور وطن اور باپ کا حال سن کر حضرت یوسف علیہ السلام رونے لگے۔

سپردل تاجر کی وہ ڈاچی مصر کے قید خانہ کے دروازے پر یوسف علیہ السلام کے جھروکے کے سامنے دوڑا نو ہو کر بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ بیٹھ گئی! اور اس ڈاچی کا مالک سپردل اسے مارنے کے لئے لاٹھی لے کر آگے بڑھا۔

ثُمَّ دَنَىٰ مِنْهَا أَخَذَتْ الْأَرْضَ إِلَىٰ سَاقِيَةٍ — توجہ وہ اونٹنی کے قریب پہنچا تو پنڈلی تک زمین میں دھنس گیا۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اس دردناک واردات کو یوں لکھتے ہیں — کہ

اک دن یوسف بندی خانے غماں ستایا ہویا
 باہر نظر جھروکے بیٹھا برقعہ پایا ہویا
 کرداناں دا ڈیرا اتول شام دیاروں آیا
 وطنی لوگ نظر وچہ آئے یوسف دل اچھلایا
 نام سپردل وجہ انہاں دے اک بندہ کنعانوں
 اس دے پاس آہی اک ڈاچی تیز قدم پرشانوں
 ڈاچی نے جاں یوسف ڈٹھا دوڑ زنداں ول آئی
 یوسف اگے حاضر ہو کے گردن آن جھکائی

جناب دائم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس سوزناک واقعہ کو اپنے تخیل کی بلند پروازی

کے ذریعہ یوں بیان کرتے ہیں

اک دن بیٹھا جھروکے دے وچہ یوسف آئے شام ولوں کاروان یارو
 اجن چیت اٹھا کے نظر ڈٹھا لگا وچہ کلیمڑے بان یارو
 ڈاچی نے اسواراک مار نعرہ آئی دوڑ کے کول زندان یارو
 بیٹھی یوسف دے سامنے ادب سیتی گردن اپنی لگی جھکان یارو

قَالَ يُوسُفُ وَيْلَكَ أَلْقِيَ عَصَاكَ مِنْ يَدِكَ!

حضرت یوسف علیہ السلام نے سپردل سے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے عصا پھینک دے۔ زمین نے اسے چھوڑ دیا!

حضرت یوسف علیہ السلام اور سپردل کے درمیان ایک دیوار حائل تھی اور ریشمی پردے لٹک رہے تھے۔ اس طرح کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تو کنعان کا تاجر نظر آتا تھا مگر سپردل کو یوسف علیہ السلام دکھائی نہیں دیتے تھے۔ سپردل یہ اعجاز اور حیرت انگیز نظارہ دیکھ کر حیران ہوا اور پوری عقیدت و ارادت کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے قریب آیا۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ سپردل نے پورے ادب و احترام سے سلام عرض کی اور پوچھا —

مصر کے قید خانہ کے قیدی تو کون ہے؟ اور تو کس جرم کی سزا بھگت رہا ہے؟
جواب دیا — میں ایک پھلدار درخت کی ایک شاخ ہوں جو کٹ گئی ہوئی ہے۔
اور میں کسی جرم کی سزا میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ اپنے دامن میں گناہ و معصیت کے داغ سے بچانے کے بدلہ میں! — اور — اے اعرابی —

هَلْ تَعْرِفُ بِكِنْعَانَ شَجْرَةَ لَهُ، اِثْنِي عَشْرَةَ غُصْنًا —

کیا تو کنعان کے اس بلند اور پھلدار درخت کو جانتا ہے جس کی بارہ ٹہنیاں تھیں — اور ان میں سے ایک ٹوٹ گئی ہے۔

وَالشَّجْرَةُ لَا تَبْكِي عَلَيْهِ — اور وہ درخت اس ٹہنی کے ٹوٹنے کے غم میں روتا رہتا ہے۔

وَكَانَ أَحْسَنُ الْأَغْصَانِ — اور وہ ٹہنی سب ٹہنیوں سے زیادہ خوبصورت تھی
اعرابی حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دردناک گفتگو سن کر بہت رویا۔ اور عرض کی
— ہاں — میں اس درخت کو جانتا ہوں! وہ حضرت یعقوب علیہ السلام بن حضرت

اٰخٰقِ عَلِيهِ السَّلَامِ بِنِ حَضْرَتِ اِبْرَاهِيْمَ عَلِيهِ السَّلَامِ هِيْنَ!

فَبِكَيْ يُوسُفَ وَالْاَعْرَابِيَّ — پھر حضرت یوسف علیہ السلام اور اعرابی

دونوں رونے لگے۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا تو کنعان سے مصر کیوں آیا ہے؟

جواب دیا — سوداگری کرنے!

فرمایا — کتنا نفع چاہتا ہے؟

عرض کی — دِينَار " اَوْ دِينَارَيْنِ — ایک دینار یا دو۔

ارشاد ہوا — یہ لے سرخ یا قوت کا کنگن اس کی قیمت بیس ہزار دینار ہے۔

اے کنعان کے سوداگر میرا پیغام اس درخت تک پہنچا دے اور کنعان واپس جا کر

رات کے کسی حصہ میں اس غمگین واداس کے گھر جا کر کہنا۔

اِنَّ غُلَامًا غَرِيْبًا مَّحْبُوْسٌ " فِي السِّجْنِ يَقْرَاكَ السَّلَامَ! — کہ مصر

کے قیدخانہ میں ایک غریب قیدی آپ کو سلام کہتا ہے۔

خوش نصیب سوداگر نے نام پوچھا۔

جواب دیا — ابھی اجازت نہیں۔

سپردل خوشی و مسرت کی دولت اپنے دامن میں لیکر اور تجارت میں بڑا نفع حاصل

کرنے کے بعد کنعان کو واپس لوٹا اور وہ ڈاچی جو اپنی کمزوری و ناتوانی کے باعث ست

رفتاری میں مشہور تھی ہوا سے باتیں کرتی ہوئی اور راستہ کی فضاؤں کو چیرتی ہوئی خطہ

کنعان تک آن پہنچی۔

آخر یہ مہینوں کا سفر چند ساعتوں میں اس لئے کٹ گیا کہ مدت کے بعد پھڑے

ہوئے فرزند کا پیام و سلام غم فراق میں دن رات رونے والے باپ تک پہنچانا مقصود

تھا۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ اَتَىٰ مَنْزِلَ يَعْقُوْبِ فَنَادَاهُ!

پس جب رات کی زلف سیاہ پوری طرح کنعان کے درود یوار پر چھا گئی تو سپردل

حضرت یعقوب علیہ السلام کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا — اور ان الفاظ سے آواز دی!

يَا اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ — کہ اے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی بہن نے آواز سنی تو یہ گمان کر کے کہ شاید میرا بھائی یوسف آ گیا ہے اٹھی اور پوچھا — ابراہیم کی اولاد کو آواز دینے والے تو کہاں ہے اور تو کون ہے! اور تو — مَاذَا تُرِيْدُ — کیا چاہتا ہے؟

اعرابی نے کہا — میں ایک قیدی کا پیام و سلام لے کر آیا ہوں۔

بہن پھر بولی — مَاذَا تُرِيْدُ — پیام و سلام لانے والے قاصد تو حضرت

یعقوب علیہ السلام سے کیا چاہتا ہے! فَاِنَّهٗ حَزِيْنٌ لَّيْلًا وَّنَهَارًا وَّلَا يَكْلِمُ اَحَدًا وَّمَا تَبَسَّمْ! — کیوں کہ وہ تو دن رات غمگین و اداس رہتا ہے اور نہ کسی سے کلام کرتا ہے اور نہ ہی کبھی اس کے لبوں پر تبسم آیا ہے۔

قارئین محترم!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ بھلا جس ضعیف باپ کا نوجوان — خوبصورت اور لاڈلا بیٹا گم ہو جائے اور کئی سالوں تک اس کا نشان نہ ملے تو پھر ایسے حالات میں اس بوڑھے باپ کی زندگی کے گلشن میں بہا کیسے آسکتی ہے۔ غم فراق کی تاریک راتوں میں خوشیوں اور مسرتوں کا سویرا ایسے ہو سکتا ہے — آنکھوں میں آنسو ہوں تو لبوں پر تبسم کیسے آسکتا ہے اور حزن و ملال کے بستر پر نیند کیسے آسکتی ہے۔

میری اپنی ہی غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں!

آنکھوں سے حسن عالم کے دلچسپ نظارے دور ہوئے

اے دل اب جینا مشکل ہے جینے کے سہارے دور ہوئے

ہمت تو لگا دی میں نے پر فطرت ہی ڈبونا چاہتی تھی

پہ کشتی جتنی تیز چلی اتنے ہی کنارے دور ہوئے

جیسے — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کی زندگی کا ایک اداس اور غمناک باب —
میرے لخت جگر — شہزادہ سید انوار الحسن مرحوم کے حسن کی جولانیاں۔ جوانی کی
دلفریبیاں اور شباب کی رعنائیاں پورے آب و تاب کے ساتھ اس کی معصوم زندگی پر
چھائی ہوئی تھیں۔ وہ میری ضعیفی کا سہارا اور میرے بڑھاپے کا آسرا تھا۔ وہ میرے دل
کا چین اور سینے کا قرار تھا۔ وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے کمزور بازوؤں کا عصا
تھا۔ اور وہ صرف میرا ہی شہزادہ نہیں تھا بلکہ پورے محلہ طارق آباد کا شہزادہ تھا — نہیں
نہیں بلکہ میرے لاکھوں عقیدت مندوں کا شہزادہ تھا۔

ادھر جمعۃ المبارک کے دن سواتین بجے اس کی اچانک موت واقع ہوتی ہے اور
ادھر ساڑھے تین بجے بی بی سی لندن سے ریڈیو پر اس کی موت کی خبر نشر ہوتی ہے اور ۲۵
ہزار سے زائد مسلمانوں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جس میں تمام مکاتب فکر کے
علماء کرام نے عوام نے شرکت کی۔

حضرات محترم!

یاد رہے کہ وہ صرف میرا ہی شہزادہ نہیں تھا بلکہ وہ اپنی بہنوں کا چاند بھی تھا! —
اور حضرت یوسف علیہ السلام صرف اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہی دل
کے چین و قرار نہیں تھے بلکہ اپنی پیاری بہن زینب کی آنکھوں کی ٹھنڈک بھی تھے جس
نے بھائیوں کے ساتھ جانے کی مخالفت کرتے ہوئے بھائی یوسف کا دامن پکڑ کر کہا تھا!
— کہ

میں اے ویر نہ جاؤں ویساں بھلا نہیں تدجاناں

باپ سنے میں روندی رہساں کرجا کجھ ٹکاناں

تیرے باجھوں میں مرجاساں تے کہہ باپ کریگا

بنیامین تیرے وچہ درداں میرے وانگ مرے گا

اور جب یوسف علیہ السلام نے بہن سے دامن چھڑا کر کہا تھا کہ بہن فکر نہ کر میں

اپنے بہادر بھائیوں کے ساتھ شکار کھیلنے جا رہا ہوں جلدی واپس آ جاؤں گا تو — بہن نے پھر — کہا تھا — کہ

ویر یوسف یہ تو ٹھیک ہے — مگر

بازاں نال جو اڈن کونجاں پھیر کدوں گھر آیاں

گرگاں نال جو چرن غزالاں اوہناں مار مکایاں

لَا أَفَارِكُ أَبَدًا — کہ میں تجھ سے کبھی جدا نہیں ہوں گی یا میں تجھے کبھی

جدا نہیں کروں گی!

ہاں — وہی بہن جسے اپنے بھائی یوسف کے فراق میں روئے ہوئے کئی سال

بیت گئے اور اس کے انتظار میں دن رات جاگتے ہوئے گزار دیئے — گھر کا دروازہ

کبھی ہوا سے بھی ہلتا تو بہن دوڑ کر دروازہ پر جاتی کہ شاید میرا ویر یوسف آ گیا ہے

اور آج بھی قاصد کی آواز سن کر دوڑتی ہوئی دروازہ پر آئی — اور پوچھا —

آواز دینے والے تو کون ہے؟ — کہاں سے آیا ہے؟ اور یعقوب علیہ السلام سے

تجھے کیا کام ہے؟ اور تو اس سے کیا چاہتا ہے؟

قاصد کا جواب سن کر — بہن اٹھی اور دوڑ کر باپ کے پاس گئی — وَنَادَتْ

يَا وَالِدِي — اور پکاری — کہ اے میرے باپ — وَكَانَ يَعْقُوبُ فِي

الصَّلَاةِ — فَسَلَّمَ وَقَالَ مَالِكُ! — اور حضرت یعقوب علیہ السلام نماز پڑھ

رہے تھے — بیٹی کی آواز سنی تو سلام پھیر دیا۔ اور بیٹی سے پوچھا — کیا ہوا؟ کیا

ہے؟ اور کون ہے؟

بیٹی نے جواب دیا — ابا حضور — کوئی قاصد کسی مسافر اور غریب قیدی کا

پیام و سلام آپ کی طرف لایا ہے؟

حضرت یعقوب علیہ السلام اٹھے۔ گر پڑے۔ پھر اٹھے، گرنے لگے تو بیٹی نے

سہارا دیا اور بازو پکڑ کر اٹھایا، دروازہ تک آئے — اور پوچھا

مَنْ أَنْتَ — تو کون ہے؟ اور مَنْ أَيْنَ جِئْتَ — اور تو کہاں سے آیا ہے؟ — وَإِنِّي قَدْ أَشَمُّ مِنْكَ رِيْحًا طَيِّبَةً — اور میں تجھ سے نہایت اچھی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ سپردل نے جواب دیا کہ میں ایک مسافر ہوں۔ اور ایک غمگین اور قیدی کا پیامبر ہوں اس نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔

بزبانِ دائم

اک قیدی اے مصر دے قید خانے حضرت تساں نوں بہت سلام کردا بہند امنہ کنعان دے ول کر کے رو رو کے صبح تھیں شام کردا دے وچہ جھرو کے دے بیٹھ روند راتیں نیناں دی نیند حرام کردا تے اوہ آپ دے دیکھن نوں ترس دا اے نہیں کسے دے نال کلام کردا حضرت یعقوب علیہ السلام نے پھر پوچھا — هل رایت وَجْهَهُ کہ کیا تو نے سلام و پیام دینے والے کو دیکھا ہے؟ — عرض کی — نہیں — پردے کے پیچھے سے گفتگو ہوئی — فرمایا — فَهَلْ ذَكَرَا اسْمَهُ! — کیا اس نے تجھے اپنا نام بتایا ہے۔ جواب دیا — نہیں۔ فرمایا — فَسَأَلُ حَاجَتَكَ — کوئی سوال کر اور اے قاصد کوئی تمنا ہو تو بیان کر اور کوئی حاجت ہو تو طلب کر۔

جواب ملا — نہیں مجھے کچھ نہیں چاہئے!

مصر کے قید خانہ کے قیدی نے — اَغْنَانِي — مجھے غنی کر دیا ہے۔ اور عرض کی

— يَا نَبِيَّ اللّٰهِ —

میںوں دنیا دے مال دی لوڑناہیں میرے لئی دعا دا دان ہووے

بارگاہ وچہ نظر منظور ہوواں نالے نزع دا وقت آسان ہووے

اور — پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کے لئے ان الفاظ میں دعا

فرمائی — هَوْنُ اللّٰهِ عَلَيْكَ سُكْرَاتِ الْمَوْتِ! — کہ اللہ کریم تجھ پر موت کی

سختیاں آسان فرمائے۔

سید افتخار الحسن بارگاہ ایزدی میں التجا کرتا ہے کہ اے اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کے وفادار قاصد اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس دعائے خیر کے صدقے ہر مسلمان پر نزع کے وقت کی سختیاں آسان کر دے۔ آمین!

حضرت یعقوب علیہ السلام کی دعا کو دائم مرحوم نے ان الفاظ میں لکھا ہے —

کہ

وقت نزع دے ملے نجات تینوں تیرا چمکدا نور ایمان ہووے

درد منداں دیا قاصدا بھلا ہووی تیرا وچہ بہشت مکان ہووے

القرآن الحکیم — اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں قیدیوں کے ساتھیوں میں سے جسے سمجھا کہ یہ رہا ہوگا۔ کہا کہ اپنے رب یعنی بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا کہ تیرے قید خانہ میں ایک بے گناہ اور مظلوم قیدی ہے اور اسے کئی برس گزر گئے ہیں۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام یہ کہنے پر اور کئی برس جیل میں رہے۔

وَقَالَ لِلْمَلِيّ ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا أَذْكَرُنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَانْسَاهُ

الشَّيْطَانُ ذَكَرَ رَبَّهُ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ۝

کیوں کہ — شیطان نے اس رہا ہونے والی ساتی کو بھلا دیا کہ اپنے رب یعنی بادشاہ سے یوسف علیہ السلام کا ذکر کرتا!

تفسیر کشاف، جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ — امام جاد اللہ محمود بن عمر الزمخشری رحمۃ اللہ علیہ

— وَيَكُونُ الظَّنُّ بِمَعْنَى اليَقِينِ وَظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ — کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جس کی رہائی پر یقین تھا یعنی ساتی —

فَانْسَاهُ الشَّيْطَانُ — یعنی شیطان نے ساتی یعنی بادشاہ کو شراب پلانے

والے کو بھلا دیا کہ وہ یوسف علیہ السلام کا اس سے ذکر کرے — اشراہی اوقیل

فَانْسَى يُوسُفُ ذِكْرَ اللَّهِ حِينَ وَكَلَّ أَمْرَهُ إِلَىٰ غَيْرِهِ — اور یہ بھی کہا گیا

ہے کہ شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ کا ذکر بھلا دیا تھا کہ جب انہوں نے

اللہ کے سوا کسی غیر یعنی ساقی کو اپنا وکیل بنایا۔

صاحب تفسیر کشاف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ اس بات پر تعجب کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو شیطان نے بھلا دیا اور انہوں نے غیر اللہ سے امداد طلب کی۔ لکھتے ہیں کہ جب قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ شیطان انسانوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کر کے اسے اللہ کے ذکر سے بھلا دیتا ہے۔ — الْخَنَاسِ الَّذِي يُوسُوسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ .

کہ شیطان نے جو کہ جنوں میں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی — تو اے میرے محبوب علیہ السلام آپ فرما دو کہ جنوں اور انسانوں کے شیطانوں سے اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں جو انسانوں کے سینوں میں وسوسے ڈال کر اللہ کا ذکر بھلا دیتے ہیں۔ — شِيَاطِينِ الْجِنَّةِ وَالْإِنْسِ — کہ شیطان کا گروہ جنوں میں سے بھی ہے اور انسانوں سے بھی۔ — جیسا کہ قرآن حکیم میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔

فَازْلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا — پس شیطان نے حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کو جنت میں لغزش دی۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کے استاد گرامی کی تقریر ملاحظہ ہو۔ جن کے درس قرآن کے نکات ابھی تک میرے پاس محفوظ اور انہیں نکات نے مجھے شہباز خطابت اور افتخار ملت بنا رکھا ہے۔

کہ — شیطان نے کس طرح حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہما السلام کے پاس جنت میں پہنچ کر کہا۔ — کہ کیا تمہیں میں ایک درخت کا پتہ نہ بتا دوں کہ جسے کھا کر تم ہمیشہ زندہ ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پہلے انکار کیا۔ مگر جب شیطان نے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے سمجھا کہ اللہ کریم کی جھوٹی قسم کوئی نہیں کھا سکتا اس خیال سے حضرت حوا علیہا السلام نے اس درخت میں

سے کچھ کھا لیا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام نے بھی تناول فرمایا۔ یہ خیال کر کے کہ لا تقربا کی نہی تزیہی ہے تحریمی نہیں کیونکہ اگر وہ اس نہی کو تحریمی سمجھتے تو کبھی نہ کھاتے کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ اور یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی اور اجتہادی غلطی معصیت نہیں ہوتی!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ کچھ بے ادب اور گستاخ لوگ تو یہاں تک گمراہ ہو چکے ہیں کہ آدم و حوا کے اس ابتدائی قصہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ دونوں نے گندم کا دانہ کھا کر گناہ کیا اور اس گناہ کی سزا میں دونوں کو جنت سے نکال دیا گیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ حضرت آدم و حوا کو اس جرم کے سزا میں جنت سے نکالا گیا۔ کہ انہوں نے گندم کا ایک دانہ کھا لیا تھا تو پھر اس آدم و حوا کی اولاد ہزاروں من گندم کھا رہی ہے یہ جنت کی امید وار کیسے ہو سکتی ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے کہ۔

پارہ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۱۹-۲۰-۲۱

وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ!

کہ اے آدم و حوا۔ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم حد سے بڑھنے والے ہو جاؤ گے!

مولانا احمد علی صاحب نے من الظالمین کا ترجمہ گنہگار کیا ہے! مگر ہمارے امام اہل سنت مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ظالمین کا ترجمہ حد سے بڑھنے والے کر کے یہود و نصاریٰ کے منہ بند کر دیئے ہیں اور عصمت انبیاء کے منکروں کے لئے ایک روشنی کا مینار کھڑا کر دیا ہے جو اس ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ — پس شیطان نے ان کے جی میں خطرہ ڈالا

— کہ ان پر ان کی شرم دستریں چیزیں کھول دیں جو انھوں نے اس سے پہلے نہ دیکھی

تھیں — اور شیطان نے ان سے کہا — کہ رب نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ — اَنْ تَكُوْنَ مَلَکِیْنَ اَوْ تَكُوْنَآ مِنَ الْخٰلِدِیْنَ — تم دونوں فرشتے نہ ہو جاؤ یا ہو جاؤ ہمیشہ جینے والے — وَقَاسَمُہِمَا اِنِّیْ لَکُمَا لَمِیْنَ النَّصِیْحِیْنَ — اور ان دونوں پر قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں معنی یہ کہ اس ملعون نے جھوٹی قسم کھا کر ان دونوں کو دانہ کھانے پر اکسایا۔ اور ان دونوں کو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ کوئی اللہ کی قسم کھا کر جھوٹ بول سکتا ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کی عصمت و طہارت اور بے گناہی کو قرآن مجید میں کھلے الفاظ میں تصدیق کرتے ہوئے فرمایا

پارہ ۱۶ سورۃ طہ آیت ۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷ — وَلَقَدْ عَہَدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلِ

وَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا

اور — البتہ ہم نے اس سے پہلے آدم علیہ السلام سے تقید عہد لیا تھا۔ تاکیدی حکم دیا تھا — پس پھر وہ بھول گئے۔ اور ہم نے آدم کے دل کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا اس کا تو دانہ کھانے کا ارادہ ہی نہیں تھا۔

اور جب ارادہ نہیں تھا تو پھر گناہ کیسا — فَنَسِیَ — پس وہ بھول گئے

تھے!

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ تمام فقہاء و علماء کا فیصلہ متفقہ ہے کہ اگر کوئی روزہ دار بھول کر کوئی شے کھالے تو روزہ نہیں ٹوٹتا تو اگر حضرت آدم علیہ السلام نے بھول کر دانہ کھا لیا تو — گناہ کیسا — لغزش کیسی اور معصیت کیسی — حیران ہوں کہ بے ادب لوگ اپنے ماں باپ کو تو گنہگار کہتے ہیں اور خود کو بڑے متقی۔ پرہیزگار۔ نیکو کار اور جنتی سمجھتے ہیں۔

قارئین کرام! — ایسے لوگ کیسے ہیں!

تو جس طرح شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو جھوٹی قسم کھا کر بہکایا اسی طرح

سے اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھلا دیا۔ ثابت ہوا کہ نہ حضرت آدم کا کوئی قصور تھا اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی کوئی غلطی۔

سوال: کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے نبی ہونے کے باوجود غیر اللہ سے استعانت طلب کیوں کی!

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی و روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہونے کے باوجود یہودیوں کی عداوت و مخالفت سے تنگ آ کر غیر اللہ سے استعانت طلب کی
مثلاً۔

فَلَمَّا أَحْسَسَّ عَيْسَىٰ مِنْهُمْ الْكُفْرَ قَالَ مِنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ
حَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ — کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کے
کفر کو جان لیا اور انہیں پتہ چل گیا کہ یہودی مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے پکارا

کہ اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہوتے ہیں تو آپ کے بارہ حواریوں نے
جواب دیا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور۔۔۔ یا

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب ہد ہد نے ملک سبا کی شہزادی بلقیس کی اطلاع
دی تو انہوں نے نبی و رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اور اس وقت کی دنیا کے واحد شہنشاہ
ہونے کے باوجود۔۔۔ اور جنوں، انسانوں اور ہواؤں اور فضاؤں پر حکمرانی کے باوجود
قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوا إِلَيْكُمْ يَا تِينِي بَعْرَشَهَا — سورة النمل آیت ۳۸ — فرمایا
کہ اے میرے وزیر و مشیر و اور سفیر و اور درباریو تم میں سے کون ہے جو بلقیس کا تخت
میرے پاس لائے۔ ان کے مسلمان ہونے سے پہلے۔۔۔ تو اگر حضرت یوسف علیہ
السلام نے نبی ہونے کے باوجود ساقی سے کہہ دیا کہ میرا ذکر بھی شاہ مصر سے کرنا تو کون
ساجرم ہو گیا ہے۔۔۔ بلکہ

فَلَا خَلَافَ فِي جَوَازِ أَنْ يَسْتَعَانَ بِالْكَفَّارِ فِي دَفْعِ الظُّلْمِ

وَالْغَرَقِ وَالْحَرَقِ —

کہ ظلم و تعدی کو روکنے غرق ہونے اور جل جانے سے بچنے کے لئے کافروں سے بھی طلب مدد جائز ہے اور کسی لحاظ سے بھی مخالف نہیں ہے مطلب یہ کہ اگرچہ مصر کا بادشاہ کافر تھا اور چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نا کردہ جرم اور نا کردہ گناہ پر ظلم کے طور پر قید خانہ کی سزا بھگت رہے تھے اس لئے اس ظلم و تعدی کے جال سے نکلنے کے لئے اس سے مدد طلب کر لی۔

جیسا کہ بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات سونے سے پہلے فرمایا —
رَجُلًا صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ — کہ آج رات جو میرے صحابہ کرام میں سے میرا پہرہ دیگا وہ میرا صحابی بھی ہوگا اور صالح بھی۔

فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ — حضرت سعد بن ابی وقاص نے عرض کی —
جِنْتُ أَحْرُسُكَ — کہ میں آپ کا پہرہ دوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں — حضور علیہ السلام بستر استراحت پر لیٹ گئے یہاں تک سَمِعْتُ غَطْبَطَهُ — کہ میں آپ کے مقدس خراٹوں کی آواز سن رہی تھی! کائنات ارضی و سماوی کے مختار دو عالم — سید المرسلین اور فخر آدم و نبی آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام کمالات کے ہوتے ہوئے بھی اپنی حفاظت کے لئے غیر اللہ کو اپنا پہرہ دار مقرر فرمایا تو اگر حضرت یوسف علیہ السلام نے ظلم و ستم کی دیوار کو پاش پاش کرنے رنج و الم کے جال کو توڑنے اور مصائب و مشکلات کی زنجیروں کو پاؤں سے اتارنے کے لئے غیر اللہ سے اپنی رہائی کے لئے استعانت طلب کر لی تو کون سا گناہ ہو گیا!

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۳۳ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ — **الْإِسْتِعَانَةُ بِغَيْرِ اللَّهِ فِي دَفْعِ الظُّلْمِ جَائِزَةٌ فِي الشَّرِيعَةِ لَا انْكَارَ عَلَيْهِ!** — کہ ظلم کو روکنے اور

دفع کرنے کے لئے غیر اللہ سے مدد طلب کرنی شریعت مطہرہ میں جائز ہے اور اس کا کسی کو انکار نہیں کرنا چاہئے۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۳۲ — اذْکُرْ عِنْدَ رَبِّکَ — کہ بادشاہ کے پاس میرا بھی ذکر کرنا — کیا مطلب؟

اِنَّهُ مَظْلُوْمٌ " مِنْ جِهَتِهِ اِخْوَتِهِ لَمَّا اُخْرِجُوْهُ وَبَاعُوْهُ " — کہ وہ قیدی یعنی حضرت یوسف علیہ السلام ایک مظلوم قیدی ہے۔ اس وجہ سے کہ بھائیوں نے اسے گھر سے نکالا۔ کنوئیں میں ڈالا اور پھر بیچ دیا اور دوسری وجہ مظلوم ہونے کی یہ ہے —

فِيْ هٰذِهِ الْوَاقِعَةِ الَّتِي لَا جَلِيْهَا حُسْبٌ — کہ جس واقعہ کے باعث اسے قید خانہ میں مقید کیا گیا ہے اس طرح سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ بے گناہ و بے قصور ہے!

تفسیر القرآن العظیم جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ — الحافظ عماد الدین ابی الفدا اسمعیل بن کثیر القرشی الاشبہقی۔ تفسیر مظہری، سورۃ یوسف صفحہ ۳۳، تفسیر القرآن جامع البیان جز نمبر ۱۱ صفحہ ۱۳۲، ابی جعفر محمد بن جزیر البطری، تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۳۲، تفسیر خازن جز ۲ صفحہ ۲۳۲، ابی محمد الحسین الفراء البغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

قَالَ الْحَسَنُ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللهُ أَخِيَّ يُوْسُفَ لَوْ لَمْ يَقُلْ اذْکُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّکَ — مَا لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلُ مَا لَبِثْتُ! کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بھائی یوسف علیہ السلام پر اللہ رحم فرمائے۔ اگر وہ اللہ کے سوا کسی انسان کو یہ نہ کہتے کہ میرا ذکر بھی بادشاہ سے کرنا تو اتنی مدت تک قید خانہ میں نہ رہتے!

تفسیر خازن، سورۃ یوسف صفحہ ۲۳۲ — اِنَّ جِبْرِیْلَ دَخَلَ عَلٰی یُوْسُفَ فِي السِّجْنِ فَلَمَّا رَاَ یُوْسُفَ عَرَفَهُ — کہ قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے — تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں

پہچان لیا۔ اور جبریل علیہ السلام سے فرمایا — يَا أَخَاءَ الْمُؤْمِنِينَ مَا لِي أَرَاكَ بَيْنَ
الْخَطِطِينَ! کہ اے اللہ کے نافرمان بندوں کو عذاب سے ڈرانے والوں کے سردار
— آج کیا ہے کہ میں تجھے خطا کاروں کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔ حضرت جبریل
علیہ السلام نے عرض کی۔ یا طاہر ابن طاہرین — کہ اے پاک باپ دادا کے پاک
بیٹے ربِ دو عالم تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے۔ أَمَا اسْتَحَيْتَ مِنِّي — کہ تجھ شرم
نہیں آئی کہ مجھے ہوتے ہوئے اسْتَشْفَتْ بِالْإِدْمِينِ — کس آدمی کی سفارش طلب
کرتا ہے۔ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں تیری قید کو طویل کروں گا۔

تفسیر مظہری میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا ہے! — مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی
طرف سے! — اور خواجہ حسن بھری کی طرف سے بھی یوں ہی مرقوم ہے! جب اللہ
کی طرف سے قید کی مدت میں اضافہ سنایا گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
يَا جِبْرِيلُ وَهُوَ فِي ذَالِكَ عَنِّي رَاضٍ — کہ اے جبریل علیہ السلام مجھ
سے راضی ہوگا۔

عرض کی — ہاں

تو پھر فرمایا — اِذْ لَا اَبَالِي — کہ اب مجھے کوئی افسوس نہیں۔ مجھے کچھ پرواہ

نہیں ہے!

تفسیر خازن۔ وابن جریر البطری۔ ومظہری قیلَ يَا يُوسُفُ اتَّخَذْتَ مِنْ ذُونِي
وَكَيْلًا — کہ اے یوسف تو نے میرے سوا کسی اور کو اپنی رہائی کے لئے وکیل بنایا ہے
میں تیری قید کی مدت میں اور اضافہ کروں گا۔

قَالَ يَا رَبِّ اَنْسِي قَلْبِي كَثْرَةَ الْبَلَوِ — عرض کی اے میرے رب

کثرت سے آنے والی بلاؤں! نے مجھے میرے دل نے بھلا دیا۔

وَلَا اَعُوذُ — پھر ایسا کبھی نہیں ہوگا

حضرت جبریل علیہ السلام نے پھر عرض کی — اے یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے۔

مَنْ خَلَقَكَ — کہ تجھے کس نے پیدا کیا؟

قَالَ اللَّهُ — جواب دیا اللہ نے!

ارشاد ہوا — فَمَنْ جَبَّكَ إِلَىٰ أَبِيكَ

کہ کس نے تجھے باپ کا محبوب بنایا؟

قَالَ اللَّهُ — عرض کی اللہ نے

فرمایا — فَمَنْ أَنْجَاكَ مِنْ كَرْبِ ابْنِءِ — کہ تجھے کس نے اندھیرے

کنویں سے نجات دلانی؟

جواب دیا — اللہ نے!

قَالَ فَمَنْ عَلَّمَكَ تَاوِيلَ الرُّيَا — فرمایا، خوابوں کی تعبیر کا علم تجھے کس

نے سکھایا بتایا — قَالَ اللَّهُ — عرض کی اللہ نے۔

قَالَ فَمَنْ صَرَّفَ عَنْكَ السُّوءَ وَالْفَحْشَا — ارشاد ہوا کہ — فحاشی

وہ برائی تیرے پاس سے کس نے پھیر دی؟ —

جواب دیا — اللہ نے — قَالَ اللَّهُ

پھر ارشاد ہوا — فَكَيْفَ اسْتَغِيثُ بِأَدَمِي — تو پھر تو نے میرے سوا

کسی آدمی سے امداد طلب کیوں کی؟

فَبِكَيْ يُوَسِّفُ — یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام بہت روئے اور پھر اللہ

کریم ہی سے اپنی رہائی کی التجا کی۔

تفسیر نسفی، تفسیر مظہری، روح المعانی اور خازن وغیرہ نے حضرت یوسف علیہ

السلام کی قید کی مدت سات سال لکھی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پانچ سال پہلے گزر چکے

تھے اور سات سال اور اضافہ ہو گیا۔

والی مصر کا خواب اور یوسف علیہ السلام کی رہائی

القرآن المجید — اور مصر کے بادشاہ نے دربار شاہی کے اراکین، وزیروں، مشیروں اور مشیروں اور سفیروں سے کہا کہ آج رات میں نے ایک عجیب و غریب اور پریشان کن خواب دیکھا ہے — کہ سات گائیں فر بہ دیکھی ہیں کہ انہیں سات گائیں دہلی کھا رہی ہیں۔

اے میرے درباریو! میری خواب کا جواب دو اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو۔ درباری بولے یہ پریشان خوابیں ہوتی ہیں اور ہم ایسی پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے! — اور بولا وہ جوان جس نے قید خانہ سے نجات پائی تھی دونوں میں سے — **وَإِذْ كَرَبْنَا نَسْتَدْعِيهِمْ بِأَنْبِيَاءِهِمْ فَاسْتَلَوْا**! — سورۃ یوسف آیت نمبر ۲۵ — **تفسیر خازن** سورۃ یوسف — **لَمَّا جَعَلَ اللَّهُ هَذِهِ الرَّؤْيَا سَبَابًا لِّخَلَاصِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السِّجْنِ وَذَلِكَ أَنَّ الْمَلِكَ لَمَّا رَأَاهَا قَلِقَ وَاضْطَرِبَ!** — کہ جب اللہ کریم نے والی مصر کی اس خواب کو حضرت یوسف علیہ السلام کا قید خانہ سے نکلنے کا سبب بتایا تو مصر کے بادشاہ نے جب یہ خواب دیکھا تو وہ پریشان مضطرب ہوا۔

تفسیر نسفی جز ثانی ص ۱۷۱ **لَمَّا دَنَا فَرَجَّ يُوْسُفَ رَأَى مَلِكَ مِصْرَ الرِّيَّانِ** بن ولید **رُؤْيَاءٍ عَجِيْبَةٍ!** کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا وقت آیا تو مصر

کے بادشاہ نے ایک عجیب خواب دیکھا اور اس کا نام ریان بن ولید تھا۔

تفسیر کشاف، سورۃ یوسف ص ۴۷۳، تفسیر نسفی والے الفاظ! تفسیر ابن کثیر سورۃ

یوسف ص ۴۸۰ — هَذِهِ الرُّؤْيَا مِنْ مَلِكٍ مِصْرَ مِمَّا قَدَّرَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْهَا

كَانَتْ سَبَبًا لِخُرُوجِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السِّجْنِ مَعْرُزًا مُكْرَمًا —

کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف سے مصر کے بادشاہ کے اس خواب کو حضرت یوسف

علیہ السلام کی قید سے نکلنے کا سبب بنا دیا گیا! باعزت اور باوقار طریقہ سے!

تفسیر مظہری۔ سورۃ یوسف ص ۳۴ — فَلَمَّا انْقَضَتْ سَبْعَ سِنِينَ وَدَنَا فَرَجٌ

يُوْسُفَ رَأَى مَلِكَ مِصْرَ الْاَكْبَرِ وَهُوَ رِيَانُ بْنُ وُلَيْدٍ — کہ جب حضرت

یوسف علیہ السلام کو مصر کے قید خانہ میں سات سال گزر گئے اور ان کی خموشی و مسرت اور

قید سے نکلنے کا وقت قریب آیا تو ریان بن ولید کو عجیب خواب آیا جو کہ مصر کا بادشاہ تھا!

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۳۳ — اِنَّهٗ تَعَالَى اِذَا اَرَادَ شَيْئًا هَيَّا لَهٗ اَسْبَابًا —

کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا سبب بنانے کا

ارادہ فرمایا تو مصر کے بادشاہ کو عجیب خواب آیا!

قارئین کرام!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی اپنے مرشد پاک کی نگاہ — اپنی ماں کی دعا اور

اپنے استاد گرامی حضرت صدر الافاضل کے فیض کی معرفت کہتا ہے کہ قرآن مجید ان

آیات سے دو حقائق کھل کر سامنے آتے ہیں!

اول — یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب نے ہی ابتلاء و امتحان میں ڈالا

تھا اور انہیں کئی طرح کی مشکلات و بلیات کے جال میں پھنسا دیا تھا اور پھر خواب ہی کو

ان کی رہائی کا سبب بنایا گیا۔

دوم — یہ تمام مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ شیطان نے یوسف علیہ السلام کو اللہ کا

ذکر بھلا دیا تھا مگر قرآن حکیم کے ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان نے حضرت

یوسف علیہ السلام کو نہیں بلکہ قید سے رہا ہونے والے ساتی کو بھلا دیا تھا کہ وہ یوسف علیہ السلام کی مظلومیت کا تذکرہ بادشاہ مصر سے کرتا۔

جیسا کہ کلام اللہ میں ہے!

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَدَكَّرَ بَعْدَ امْتِنَانِهِ — اور کہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے تعبیر بتانے پر رہائی پائی تھی ایک مدت کے بعد اسے یاد آیا کہ مجھے تو یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ میرا ذکر بھی اپنے بادشاہ سے کرنا!

قرآن مجید کی اس روشن حقیقت کے باوجود بھی ہمارے مفسرین کرام نے اللہ جانے شیطان کو بھلانے کی نسبت یوسف علیہ السلام کی طرف کیوں کر دی!

سوم — کہ ان آیات سے یہ بھی پتہ چلا کہ کسی بادشاہ کے درباری چاہے وہ امیر و کبیر ہوں یا تاجر و سوداگر اور چاہے سرمایہ دار دولت مند ہوں وہ مشکل کے وقت اپنے ہی بادشاہ کے کام نہیں آسکتے۔

اور کسی حکمران کے وزیر و سفیر و مشیر چاہے کتنے ہی دانشور و دانش مند کیوں نہ ہوں اور کتنے ہی بڑے زمیندار و مل مالکان ہی کیوں نہ ہوں اور کتنے ہی وفادار، نعرے باز کیوں نہ ہوں لیکن اپنے فرمانروا کی کسی پریشانی کو دور نہیں کر سکتے — اور کسی مصیبت کا حل نہیں بتا سکتے اور کسی بیماری کا علاج نہیں کر سکتے اور کسی بحران پر قابو نہیں پاسکتے۔ جیسا کہ والئی مصر کی پریشان کن خواب کی تعبیر کوئی درباری کوئی اس کا وزیر تک نہ بتا سکا۔ آخر کام آیا تو وہی حضرت یوسف علیہ السلام جن کو اسی مصر کے حکمران نے بیناہ قید میں ڈال رکھا تھا! اور آخر اسی نے مشکل کشائی کی جس نے قید خانہ میں اعلان کیا تھا — عَلِمْنِي رَبِّي.

کہ خوابوں کی تعبیروں کا علم مجھے اللہ کریم نے عطا فرمایا ہے — سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ آج پاکستان کے وزیر و مشیر بھی سیاستدان ہونے اور ملک و ملت کا وفادار ہونے اور ملک کے ہر مسئلہ کو سلجھانے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن یہ سب کچھ اس وقت

تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی ایسا وزیر و سفیر نہیں ملتا جو علمنی ربی کی زندہ تفسیر ہو۔
حضرات محترم — اب انہیں مفسرین کی الٹ پلٹ کو دیکھئے جنہوں نے سارا
زور اس بات پر پہلے لگا دیا تھا کہ شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ کا ذکر بھلا
دیا تھا! مگر اب وہی حضرات مکرم بتا رہے ہیں کہ نہیں بلکہ شیطان نے ساقی کو بھلا دیا
تھا۔

مثلاً — تفسیر مظہری، سورۃ یوسف ص ۳۵

وَقَالَ الَّذِي نَجَا — مِنَ السَّبْجِ — اور قید سے نجات پانے والے
نے کہا — وَهُوَ السَّاقِي — اور وہ ساقی تھا یعنی تذکرۃ الساقی یوسف — کہ وہ
ساقی جسے شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرنا بھلا دیا ہوا تھا۔ بعد مدت
کے اسے یاد آ گیا۔

تفسیر نسفی۔ سورۃ یوسف ص ۷۲ — وَقَالَ الَّذِي نَجَا أَيُّ مِنَ الْقَتْلِ مِنَ
صَاحِبِ السَّبْجِ — کہ جو قتل سے بچ گیا تھا اور جس نے جیل سے رہائی پائی تھی
اور وہ یوسف کا ساتھی تھا۔

تَذَكَّرَ يُوسُفَ وَمَا شَاهَدَ مِنْهُ! — یعنی اس ساقی نے حضرت یوسف
علیہ السلام کا ذکر کیا اور جو اس نے قید خانہ یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر کے علم
مشاہدہ کیا تھا وہ بھی بادشاہ کو بتایا!

تفسیر کشاف۔ سورۃ یوسف ص ۷۵

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهَا — اور نجات پانے والے نے کہا — ای تذکر
الذی نجا من القتل یوسف و شاهد منه۔

تفسیر ابن کثیر۔ سورۃ یوسف ص ۱۳۴

وقال الذی نجا منہما واذکر بعد امتہ ای وقال الذی نجا من القتل
من صاحب السجن اللذی استعبر یوسف الرؤیا — کہ جس نے قتل سے

نجات پائی تھی اور دونوں میں سے تھا جنہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتائی تھی۔

وتذکر ماکان نسی امر یوسف! — اور اس نے یعنی ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ بادشاہ سے کیا جو وہ بھول چکا تھا۔

تفسیر خازن۔ سورۃ یوسف ص ۲۳۲ — وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَذَلِكَ أَنَّ الْفَتَى السَّاقِي جَثَا بَيْنَ الْمَلِكِ وَقَالَ إِنَّ فِي السِّجْنِ رَجُلًا عَالِمًا يُعْبَرُ الرَّؤْيَا — اور اس جوان ساقی نے بادشاہ مصر کے آگے جھک کر کہا کہ قید خانہ میں ایک ایسا قیدی بھی ہے جو خوابوں کی تعبیر بھی جانتا ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۱۳۲ — وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا أَنَّ الْمَلِكَ لَمَّا سَأَلَ الْمَلَاءَ عَنِ الرَّؤْيَا — وَاعْتَرَفَ الْحَاضِرُونَ بِالْعَجْزِ بِالْجَوَابِ —

کہ جب والئی مصر نے اپنے درباریوں سے خواب کی تعبیر پوچھی اور جب ہر ایک نے جواب دینے کے لئے اپنے عجز کا اظہار کیا — تو

قَالَ الشَّرَابِيُّ إِنَّ فِي الْحَبْسِ رَجُلًا فَاضِلًا صَالِحًا كَثِيرَ الْعِلْمِ كَثِيرَ الطَّاعَةِ

شرابی۔ یعنی ساقی نے کہا — کہ جیل میں ایک آدمی بڑا فاضل۔ بڑا نیک۔ بڑا عالم اور اللہ کریم کی بہت زیادہ اطاعت کرنے والا ہے اور اسی نے ہی ہم دونوں کو خواب کی تعبیر بتائی تھی — فَصَدَّقَ فِي الْكُلِّ — اور جو کچھ اس نے کہا وہ مکمل طور پر سچ نکلا اور ایک حرف بھی غلط نہیں ہوا۔

تفسیر ابن کثیر۔ سورۃ یوسف ص ۲۸۰

كَانَ فِي السِّجْنِ مَعَ يُوسُفَ وَكَانَ الشَّيْطَانُ قَدْ أَنْسَاهُ مَا وَصَّاهُ يُوسُفُ — اور وہ دونوں یعنی ساقی اور باورچی جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھے اور اسے یعنی ساقی کو شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بات بھلا

دی تھی۔

تفسیر روح المعانی۔ سورۃ یوسف ص ۲۲۷

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا — أَيْ صَاحِبِي يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ
الشَّرَابِي — یعنی وہ سہا تھی تھا۔

احسن القصص صفحہ ۷۳۱ — وَخَرَّ السَّاقِي عَلَى وَجْهِهِ — اور ساقی منہ
کے بل گر پڑا — وبکی! — اور رونے لگا۔

بادشاہ نے پوچھا — مِمَّا بَكَاءُكَ — تو روتا کیوں ہے؟ ساقی کو مدت
کے بعد یاد آیا — قَالَ أَيُّهَا الْمَلِكُ — لَا يَعْلَمُهَا وَلَا يَعْرِفُ تَعْبِيرَهَا هُوَ
الصَّبِيُّ الْعِبْرَانِيُّ الْمَحْبُوسُ — کہ اے بادشاہ تمہارے اس پریشان کن
خواب کی سوائے ایک خوبصورت و جوان لڑکے کے کوئی نہیں جانتا جو عبرانی اور کنعانی
ہے اور مصر کے قید خانہ میں بند ہے۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

تاں اس ویلے ساقی تائیں یوسف یاد پیاسو
او پیغام زنداں وچہ اسدا اس نوں بھل گیا سو
سید افتخار الحسن — ساقی نے کہا۔

قید تیری وچہ یوسف بندہ دسدا اے خواب تعبیراں
جے اک نظر کرم دی کردا بدل جاون تقدیراں

مولوی صاحب!

ساقی نے عرض کی:

وڈی شان تے کمال وڈیرا کیا کہاں میں شاہا
تعبیراں دا علم تمامی اس نوں معلم آہا
دائم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں لکھا ہے۔

سج غفلتوں ساقی دی اکھ کھلی گلاں گزریاں سامنے آیاں نی
 قید یار قدیم دا یاد آیا جدوں مدتاں ڈھیر وہایاں نی
 حضرت یوسف دے علم تعبیر دیاں گلاں شاہ نوں آکھ سنایاں نی
 اک قیدی ہے آپ دے قید خانے حاصل اوسنوں شرف وڈایاں نی
 خاص علم جانے خواہاں سفینا دے پیاں وچہ زندان دہایاں نی
 شاہا بھیج میں پچھ تعبیر دساں عرضاں ادب دے نال سنایاں نی
 انا انبئکم — میں اس کی تعبیر بتا دوں گا۔

فارسلون — مجھے یوسف کے پاس بھیج دو!

کنز الایمان۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا — یعنی ساقی!

أَضْغَارُهُ، أَحْلَامُهُ — پریشان حالات۔ یاد دل کے وہم وگمان — اور یا گڑ

بڑ پیدا کرنے والے خواب! فَارُسَلُون! جب تمام درباری اور وزراء و امرا خواب کی
 تعبیر بتانے سے عاجز آ گئے اور سب نے کہہ دیا کہ ہم ایسی گڑ بڑ پیدا کرنے والی اور
 جھوٹی خواب کی تعبیر نہیں بتا سکتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے جیل کے ساتھی ساقی
 نے شاہ مصر سے کہا کہ مجھے قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جانے کی
 اجازت دے دو تا کہ میں اس سے پوچھ کر تمہارے خواب کی تعبیر بتا دوں —

والئی مصر ریان بن ولید نے ساقی کو اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ جیل میں

حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا — اور ان الفاظ میں
 یوسف علیہ السلام کو پکارا۔

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ — کہ اے یوسف اے سچے آدمی۔ ساقی نے

حضرت یوسف علیہ السلام کو اس لئے صدیق کہا کہ وہ اپنے اور اپنے دوسرے ساتھی
 باورچی کے بارے میں آپ کی سچی تعبیر کا تجربہ کر چکا تھا۔

ساتی نے قید خانہ میں جا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے بادشاہ کی خواب سنائی اور اس کی تعبیر پوچھی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی پوری تفصیل کے ساتھ تعبیر بتادی جسے سلطنت کے امیروں و ذریعوں اور دوسرے تنخواہ دار درباریوں نے پریشان خیالات کا مجموعہ کہا تھا اور ذہن و دماغ کی گڑبڑ بتائی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر کا لب لباب اور ما حاصل یہ تھا کہ مصر کی پوری مملکت میں سات سال تک قحط سالی، تنگ دستی اور معاشی بد حالی کا دور دورہ رہے گا۔ اور پھر

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يُعْصِرُونَ.. (سورۃ یوسف آیت ۴۹)

کہ پھر اس قحط سالی۔ تنگ دستی اور غلہ کی کمی کے بعد اور لوگوں کی معاشی بد حالی۔ بھوک و افلاس کے بعد ایک ایسا سال بھی آئے گا کہ خوب بارش ہوگی۔ غلہ کثیر پیدا ہوگا عوام کی آہ و فریاد بارگاہ ایزدی میں قبول ہوگی اور لوگ انگور نچوڑ کر اپنی پیاس بجھائیں گے۔

مطلب یہ کہ — وہ آئندہ آنے والا سال ملک کی خوشحالی کا سال ہوگا پیداوار وافر ہوگی اور غلہ کی فراوانی کے باعث لوگوں کی تنگ دستی دور ہو جائے گی۔

حضرات گرامی! حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے خوشحالی۔ آرائش پیداوار کی زیادتی۔ بارش کا برسننا اور بھوک و افلاس کے خاتمہ کی یہ بشارت خواب کی تعبیر کے سلسلے میں نہ تھی۔ بلکہ شاید انہوں نے وحی الہی کے ذریعہ یا اپنے نور نبوت اور یا اپنی فراست ایمانی سے سمجھ لیا ہو کہ قدرت کا قانون یہی ہے کہ تنگی کے بعد فراخی — قحط سالی کے بعد خوش حالی اور بھوک و افلاس کے بعد آرائش و کشادگی کا آنا یقینی امر ہے۔ مثلاً —

تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۷۷۷ — وَذَلِكَ مِنْ جِهَتِهِ الْوَحْيِ — کہ یہ

سب کچھ وحی الہی کی طرف سے تھا۔

تفسیر روح المعانی جز ۱۲ صفحہ ۲۳۰ — عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ ذَالِكَ بِلَوْحِي
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ وحی کے طور پر تھا اور کچھ
لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ — ان هذه ابشارة لم تكن عن الوحي — کہ یہ
بشارت وحی کے طور پر نہ تھی۔ بلکہ یہ فطرت کی عادت پر محمول ہے جو قیامت تک جاری
رہے گی۔ کہ تنگدستی کے بعد کشادگی۔

اولان السننته الايهته على ان يوسع على عباده سبحانه بعد ما ضيق
علیم — اور یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اپنے بندوں کو تنگی کے بعد وسعت عطا
فرماتا ہے۔

تفسیر مظہری۔ سورۃ یوسف ص ۳۷ — وَقَالَ الْيُصَاوِي لَعَلَّهُ عِلْمٌ ذَالِكِ
بالوحي اوبان السننته الايهته على ان يوسع على عباده ما ضيق عَلَيْهِمْ
ساتی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھتے وقت کہا تھا —
لَعَلِّي ارجع الى الناس لعلهم يعلمون — تاکہ میں اپنے ان لوگوں اور خصوصاً
والی مصر کے پاس واپس جا کر آپ کی بتائی ہوئی خواب کی تعبیر انہیں سناؤں — تاکہ
انہیں آپ کی قدر و منزلت کا علم ہو جائے۔

یاد رہے کہ ساتی نے دونوں دفعہ لعل کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی ہیں شاید
— یعنی اس نے شک کے طور پر کہا یقینی اور قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ خواب ہی
ایسا تھا عوام اور خواص درباری اور وزراء بھی اس کی تعبیر جاننے میں عاجز آ گئے تھے اور
بادشاہ خود بھی خوفزدہ ہو گیا تھا — اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کا یقین نہیں تھا۔

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ — میں بھی شاید اور شک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس لئے
کہ وہ لوگ اور خود بادشاہ آپ کے علمی کمالات اور نبوت کے معجزات کو مانتے ہیں یا
نہیں۔

ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جان لیا تھا کہ کنعان کا یہ خوبصورت شہزادہ بغیر کسی جرم و گناہ کے قید خانہ میں بند کر دیا گیا ہے کیونکہ اگر یہ گنہگار ہوتا تو ہمارے خوابوں کی تعبیر جو اس نے بتائی ہے وہ سچائی پر مبنی نہ ہوتی۔ کیوں کہ لوگ اپنی جہالت اور غفلت کے باعث کسی انسان کی علمی قابلیت و فضیلت اور کسی نبی کے نبوت کے کمالات و معجزات دیکھ کر بھی اس کی عظمت کو نہیں پہچانتے تو شاید مصر کے عوام اور درباری وزراء آپ کی شان و قدر و منزلت کو جان جائیں۔ مصر کے بادشاہ کا ساقی جب قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا تو اس نے اپنا منہ شرم کے مارے چھپا لیا کہ میرا جیل کا ساتھی یوسف پوچھے گا کہ اے دوست میں نے تجھے کہا تھا کہ اپنے بادشاہ سے میری مظلومیت و جس بے جا ذکر کرنا لیکن تو نے ایسا نہیں کیا تو میں اسے کیا جواب دوں گا۔

احسن القصص صفحہ ۱۷۴۔ امام ابو حامد۔ محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ — فَقَالَ يُوسُفُ لَهُ — اِرْفَعْ كَمْنَكَ — حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے فرمایا — ذرا چہرے سے چادر کا پردہ اٹھا — استین کا نقاب الٹ اور برقعہ کا حجاب ہٹا — فَإِنَّ الشَّيْطَانَ انْسَاكَ — کہ اگر تو نے بادشاہ سے میرا ذکر نہیں کیا تو تیرا قصور نہیں ہے بلکہ تجھے شیطان نے بھلا دیا ہوا تھا۔

فَسَجَدَ السَّاقِي — ساقی نے اسی وقت سجدہ کیا — فَرَضِي يُوْسُفُ عَنْهُ! — حضرت یوسف علیہ السلام ساقی سے راضی ہو گئے۔ فَقَالَ لِمَنْ سَجَدْتَ — اور پوچھا تو نے کسی کو سجدہ کیا ہے؟

قَالَ لِمَنْ اَرْضَاكَ عَنِي —

جواب دیا — جس نے تجھے مجھ سے راضی کیا ہے!

القرآن الحکیم — وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ — ساقی نے جب واپس جا کر حضرت یوسف علیہ السلام کی بتائی ہوئی خواب کی تعبیر والی مصر کو سنائی تو بادشاہ نے

یوسف علیہ السلام کے علمی کمال و مرتبہ کو سمجھ لیا۔ اور ان کی شان و عظمت کو جان لیا اور ساتی سے کہا کہ جاؤ اس قیدی کو میرے پاس لے آؤ۔ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ — پس بادشاہ کا قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا پیغام لے کر قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ کہہ کر رہا ہونے سے انکار کر دیا۔ کہ جب تک بادشاہ اور مصر کے عام ازگنوں کو یہ پتہ نہ چل جائے کہ مجھ پر جو بد چلنی کا الزام لگایا گیا تھا وہ بالکل غلط اور لغو تھا اور جب تک میری پاک دامنی و بے گناہی کو لوگ جان نہ لیں میں اس وقت تک قید خانہ سے نہیں نکلوں گا۔

قَالَ ارْجِعْ اِلَىٰ رَبِّكَ فَسَأَلُكَ — فرمایا اے قاصد اپنے بادشاہ کے پاس واپس لوٹ جا اور اسی سے پوچھ یعنی اس سے کہو کہ وہ میرے متعلق لگائے گئے الزامات کی تفتیش کر کے صحیح صورت حالات سے عوام کو آگاہ کرے۔

اور اگر بادشاہ میں اتنی عقل و فراست اور سوجھ بوجھ نہیں ہے کہ وہ کسی معاملہ کہ تہ تک پہنچ کر کوئی فیصلہ کرے تو اسے کہو کہ اپنے درباریوں اور عہدہ داروں کی ان بیویوں اور مصر کے امیر گھرانوں کی ان معزز عورتوں سے پتہ کرے جنہوں نے پر تکلف دعوت کھانے اور میرے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔

تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۱۳۷۔ تفسیر مظہری سورۃ یوسف ص ۳۷۔ کہ حضرت یوسف نے مصر کی عام عورتوں کا ذکر کیا خاص کر زلیخا کا نام نہیں لیا۔ اِنَّ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَاعِي جَانِبِ امْرَاةِ الْعَزِيْزِ — کہ حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کی بیوی بی بی زلیخا کی طرف سے رعایت کر گئے کہ ان کا نام نہیں لیا۔

مظہری میں ہے۔ — وَلَمْ يَصْرُحْ بِذِكْرِ امْرَاةِ الْعَزِيْزِ اَدْبًا وَاِحْتِرَامًا لَهَا — کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی یعنی زلیخا کا ادب و احترام کرتے ہوئے صراحتاً اور کھل کر اس کا نام نہیں لیا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ زلیخا کا ادب و احترام اس لئے بھی تھا کہ

حضرت یوسف علیہ السلام اس کے پاس ایک معزز مہمان کی حیثیت سے کئی بہال تک رہے تھے اور پھر زلیخا نے ان کے لئے ایک علیحدہ خوبصورت محل بنوایا تھا اور پھر ہر روز ان کا لباس تبدیل کرتی۔ زلفیں سنواری، آنکھوں میں سرمہ لگاتی تھی اور ہر وقت ان کی خدمت اقدس میں حاضر رہتی۔ ناز اٹھاتی اور ایسا حسین و جمیل محبوب پا کر اپنی قسمت پر فخر کرتی تھی۔ اور دوسری وجہ ادب و احترام کی یہ بھی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تھا کہ زلیخا مجھ سے اور میرے عشق کی آگ میں جلتی رہتی ہے اور صبح و شام میرے ذکر سے اپنا دل بہلاتی رہتی ہے تو اس محبت کا ادب اور اس عشق کا احترام کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام نے زلیخا کا نام نہیں لیا تھا۔

اور زلیخا کو بھی جب یہ پتہ چل گیا کہ یوسف علیہ السلام نے تعظیم کے طور پر اور میری محبت کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے میرا نام نہیں لیا اور مجھے مزید رسوا ہونے سے بچا لیا ہے تو زلیخا نے بھی فیصلہ کر لیا کہ بادشاہ مصر کی تفتیش کرنے کے دوران میں سارے شہر کو امیرزادیوں اور شاہی درباریوں کے سامنے اصل حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے اس بات کا کھلے لفظوں میں اعتراف کر لوں گی کہ میں نے ہی یوسف کو پھسلانے — فحاشی کے جال میں پھنسانے۔ اسے غلط راستہ پر چلانے اور اس کی مقدس پیشانی پر گناہ و معصیت کا داغ لگانے کی کوشش کی تھی۔ اور یوسف حق پرست ہے — سچا ہے — بے عیب ہے — بے قصور ہے اور اسے جس بے جا میں قید خانہ میں رکھا گیا ہے۔ اور میں یہ برملا کہوں گی —

بَانَ الذَّنْبِ كُلَّهُ، كَانَ مِنْ جَانِبِهَا — کہ ہر قسم کی خطا میری طرف سے ہوئی ہے! — وَأَنَّ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ مَبْرَأً عَنِ الْكُلِّ! — اور حضرت یوسف علیہ السلام پر عیب سے بری اور ہر خطا سے پاک ہے!

مظہری میں یوں ہے — فیہ دلیل علی انه ینبغی ان یجتهد الرجل فی نفسی التہمت عن نفسه — کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے جیل سے رہا

ہونے کے انکار سے یہ بات دلیل ہے اس بات کی کہ ہر انسان کو اپنے اوپر لگائی گئی تہمت کو مٹانے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے! — لَا سَيِّمًا مَنْ كَانَ مِمَّنْ يَفْتَدِي بِهِ! — خاص کر ان حضرات کو جن کی لوگ اقتدا کرتے ہیں مثلاً عالم دین۔ مسجد کے خطیب۔ حافظ قرآن اور مبلغ اسلام کو تو ضرور ایسا کرنا چاہئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ — اس سے معلوم ہوا کہ دفع تہمت کرنا ضروری ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قید خانہ سے رہا ہونے سے انکار کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی مقدس پیشانی پر فحاشی کا غلط دھبہ لے کر مصر کے عوام کے سامنے جانا نہیں چاہتے تھے اور اپنے پاک و مطہر دامن پر گناہ و معصیت کے داغ کے ساتھ لوگوں کو منہ دکھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور یہ وجہ ہے بھی عمدہ — اس لئے کہ اگر وہ اس لغو اور بے ہودہ الزام کے ساتھ ہی رہا ہو کر عوام کے سامنے آتے تو لوگ یہ کہنے میں حق بجانب ہوتے کہ یہ وہی قیدی ہے جو بادشاہ مصر کی بیوی کی عزت پر حملہ آور ہونے کے جرم میں بارہ سال سزا بھگت کے آیا ہے۔

إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِمْ عَلِيمٌ — فرمایا کہ میرا رب تو مصر کے امیر گھرانوں کی عورتوں اور سرکاری افسران کی بیویوں کے مکر و فریب کو تو جانتا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ والئی مصر کو بھی علم ہو جائے کہ یوسف کو قید خانہ میں بند کر دینے کا میرا فیصلہ غلط تھا اور میں نے کنعان کے خوبصورت جوان کو بارہ سال حبس بے بجائی رکھ کر اس پر ظلم کیا ہے!

حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کی شرط سن کر ریان بن ولید نے ان چالیس عورتوں کو شاہی دربار میں بلوایا اور پوچھا —

”بتاؤ تمہارا اس وقت کنعان کے اس حسین و جمیل نوجوان کے متعلق کیا خیال اور کیا کام و ارادہ تھا جب تم نے یوسف کو اپنی اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے لئے اس کا دل لہایا تھا اور اسے فحاشی کے جال میں پھنسانے کی کوشش کی تھی! تو ان تمام عورتوں

نے متفقہ طور پر جواب دیا۔۔۔ قلن حاش للہ ما علمنا علیہ من سوء۔۔۔ کہ اللہ کریم کی ذات پاک و مطہر ہے ہم نے یوسف میں کوئی تبدیلی نہیں پائی۔

اور پھر عزیز مصر کی بیوی زلیخا سے پوچھا کہ سچ اصل واقعہ کی تفصیل بیان کی جائے تاکہ اس جوان کے متعلق جو شکوک و شبہات پیدا ہو چکے ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔ تو عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے کھل کر بیان کیا کہ اب اصل حقیقت کھل گئی ہے اور راز ہائے بستہ کی نقاب کشائی ہو چکی ہے۔ تو میں اعتراف کرتی ہوں کہ میں نے ہی یوسف کو ورغلانے کی کوشش کی تھی اور میں نے ہی اس خوبصورت جوان کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر اور اس کی محبت میں بے خود و فنا ہو کر اسے غلط راستہ پر لانے کا ارادہ کیا تھا۔

وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ — اور یہ یعنی یوسف علیہ السلام سچا ہے۔

مولوی مرحوم

اوہ سچا میں جھوٹی، شاہا وچہ میرے بریائی

اوہ خود پاک فرشتہ نوری اس وچہ عیب نہ کائی

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے اس ایمان افروز واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب والئی مصر نے اپنی خواب کی صحیح تعبیر سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا حکم صادر کیا اور قاصد نے جب انہیں قید خانہ میں جا کر رہائی کا پیغام سنایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ فرما کر رہا ہونے سے انکار کر دیا۔

بگفتا من چه آئم سوئے شاہے

کہ چوں من بے کسی را بے گناہے

بزنداں سالہا مجبوس کر دست

ز آثار کرم مایوس کر دست

کہ میں قید خانہ سے کیوں کر اور کیسے رہا ہو کر بادشاہ کے پاس جاسکتا ہوں کہ جب اس نے مجھے بے خطا و بے گناہ کو کئی برسوں سے قید کر رکھا ہے۔

اور اگر مصر کا بادشاہ مجھے اس غم خانہ یعنی قید خانہ سے رہا کرنا ہی چاہتا ہے — تو پھر اسے یہ بتانا ہوگا۔

کہ جرم من چہ بود از من چہ دیدند

چرا ختم سوئے زنداں کشیدند

کہ میرا جرم کیا تھا جس کی سزا میں مجھے قید خانہ میں رکھا گیا اور مجھ میں کون سی خرابی دیکھی گئی تھی کہ جس کی پاداش میں مجھے جیل میں ڈال دیا گیا تھا!

اور پھر جب بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے یہ شرط پہنچی تو اس نے مصر کی ان چالیس عورتوں کو دربار میں بلوایا جنہوں نے زلیخا کی طرف سے دی گئی دعوت میں حسن یوسف کو دیکھ کر محویت کے عالم میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے — مصر جیسے مہذب و متمدن شہر کی امیر گھرانوں کی خوبصورت عورتیں حاضر ہوئیں جن میں شاہی دربار کے عہدہ داروں کی بیویاں تھیں!

شاہ مصر نے ان سے گزشتہ واقعہ کی تفصیل پوچھی تو سب نے جواب دیا۔

زناں گفتند کای شاہ جہاں بخت

بتو فرخندہ ترہم تاج و ہم تخت

کہ اے ہمارے بادشاہ سلامت آپ کا تخت و تاج ہمیشہ قائم و دائم رہے!

زیوسف ہیچ ناپاکی ندیدیم

بجز عزو شرفناکی ندیدیم

کہ ہم نے یوسف سے کوئی ناپاک حرکت نہیں دیکھی بلکہ ہم نے تو اس میں عزت و شرف و طہارت و پاکی کے سوا اور کچھ بھی نہیں دیکھا۔

نباشد در صدف گوہر چناں پاک

کہ بود از تہمت آں جان جہاں پاک

کہ اے سلطنت مصر کے بلند اقبال شہنشاہ کسی صدف یعنی ہسی میں کوئی موتی اتنا

پاک نہیں ہوتا جتنا کہ یہ یعنی یوسف تہمت سے پاک ہے۔ اور پھر بادشاہ نے زلیخا سے سوال کیا کہ یوسف کے بارے میں بیان کر اور اصل حقیقت سے آگاہ کر کہ یوسف کہاں تک سچا اور پاک دامن ہے۔ تو زلیخا نے بھی صحیح صورت حال بیان کرتے ہوئے بھری بزم میں اپنی غلطی و لغزش کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

بگفتا . نیست یوسف را گنا ہے

منم در عشق او گم کردہ سرا ہے

کہ یوسف کا کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ میں ہی اس کے عشق میں وارفتہ ہو کر راستہ بھول گئی تھی وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ — اور وہ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام سچا ہے۔ تفسیر مظہری۔ سورۃ یوسف ص ۳۸ فِی قَوْلِهٖ هِیَ رَاوَدْتَنِیْ عَنْ نَفْسِیْ —

کہ جب میں نے یوسف پر خیانت کرنے کا الزام لگایا تھا اور اس پر فحاشی کی تہمت لگائی تھی تو اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ اس یعنی زلیخا نے مجھے ورغلانے کی کوشش کی تھی اور مجھے فحاشی کے جال میں پھنسانے کا ارادہ کیا تھا تو اس نے سچ کہا تھا!

القرآن — ذٰلِکَ لَیَعْلَمُ اَنِّیْ لَمْ اٰخِنُهٗ بِالْغِیْبِ! — اور پھر حضرت

یوسف علیہ السلام نے کہا کہ یہ بات اور رہا ہونے کی یہ شرط میں نے اس لئے لگائی تھی کہ تا کہ عزیز مصر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی عدم موجودگی میں میں نے کوئی بھی خیانت نہیں کی تھی اور میں نے اس کی عزت و آبرو پر یعنی زلیخا پر اپنی طرف سے بری نیت کا اظہار نہیں کیا تھا اور مجھ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں میں ان سے پاک ہوں! حضرت یوسف علیہ السلام کو اس بیان میں جب اپنا کمال نظر آیا اور اپنی نیکی کا وصف دکھائی دیا تو خیال آیا کہ اس میں تو خود پسند کی جھلک پائی جاتی ہے اور خود پسند کا شائبہ نمایاں ہوتا ہے تو فوراً فرما دیا — اَلَا مَرَحِمٌ رَّبِّیْ اِنْ رَّبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ — کہ زلیخا کے جال سے بچ نکلنا اور بدی و فحاشی کے جال کو توڑ دینا اور اپنے آپ کو بدکاری سے محفوظ رکھنا یہ میرا ذاتی کمال نہیں ہے اور مجھے میری بے گناہی پر ناز نہیں

۔ اور میں اس بے حیائی سے بچ نکلنے کو اپنے نفس کی خوبی نہیں سمجھتا بلکہ یہ سب کچھ میرے رب کے رحم و کرم کی بدولت ہوا اور اسی کے لطف و کرم سے میں ہر قدم پر ہر لغزش سے دور رہا ہوں۔

والی مصر کو جب مصر کی عورتوں اور خصوصاً اپنی بیوی زلیخا کے بیان سے پتہ چلا کہ یوسف کا دامن ہر الزام سے پاک ہے اور اس نے کوئی خیانت نہیں کی اور نہ ہی اس نے میری آبرو لوٹنے کا ارادہ کیا تھا اور اس پر جتنے بھی الزامات لگائے گئے ہیں سب جھوٹے ہیں۔ لغو اور غلط ہیں تو دوسرا فرمان جاری کیا۔

القرآن المجید — وقال الملك اتوني به استخلصه لفسی —

کہ اس یوسف کو قید خانہ سے میرے پاس لاؤ تاکہ میں اسے اپنے خاص درباریوں میں شامل کر لوں!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا نے مصر کی عورتوں کی یوسف کے متعلق رائے عزیز مصر کو نہیں بتائی تھی کہ یہ یوسف بشر کی جنس سے نہیں ہے بلکہ یہ تو کوئی مکرم فرشتہ ہے! —

اگر زلیخا نے عزیز مصر کو مصر کی دانشور خواتین کی بیان کردہ یوسف علیہ السلام کی صفات بتا دیں ہوتیں تو بہت ممکن تھا کہ کنعان کے شہزادہ کے لئے مصر کے قید خانہ کا دروازہ نہ کھلتا

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و تحمل، عزم و استقلال اور حوصلہ و مضبوط ارادہ کی تعریف کرتے ہوئے جس حسین انداز میں تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کئے ہیں ان سے حضرت یوسف علیہ السلام کا مقدس دامن نہ صرف کسی گناہ کے داغ سے محفوظ ثابت ہو جاتا ہے بلکہ ان کے عالی مرتبت نبوت کے نشانات بھی کھل کر سامنے آ جاتے ہیں۔

مثلاً — بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۴۷۹ حضرت ابو ہریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا:

وَلَوْلَبَشْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثْتُ يَوْسُفَ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِي لَأَجَبْتُهُ —

کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کی جگہ مصر کے قید خانہ میں میں ہوتا اور پھر میرے پاس مصر کے بادشاہ کی طرف سے کوئی رہائی کا پیغام لے کر آتا تو میں فوراً اسے جواب دے دیتا یعنی بہت جلدی رہا ہو جاتا۔

(حاشیہ ۷) — اَمَى لَأَسْرَعْتُ الْاَجَابَةُ فِي الْخُرُوجِ مِنَ السِّجْنِ فَوَصْفَةُ

بِشِدَةِ الْبَصْرِ — اور جتنی مدت وہ قید میں رہے اتنی مدت میں رہا ہوتا۔

وَذَالِكَ عَنْهُ عَلَى سَبِيلِ التَّوَضُّعِ — اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا یہ فرمانا بطور تواضع کے تھا۔

مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں — لِسُنَّةِ الشُّوقِ إِلَى التَّبْلِيغِ

— کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا کہ تاکہ قید خانہ سے جلدی رہا ہو کر اسلام کی تبلیغ کرتا! مطلب یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی چاہئے تھا کہ قید خانہ سے جلدی رہا ہو کر آزاد ہو کر اور باہر جا کر پتھروں کی پوجا کرنے والوں میں توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ کرتے اور مصر کے گمراہ لوگوں کو رشد و ہدایت کا راستہ بتاتے۔ جس طرح کہ انہوں نے قید خانہ میں قیدیوں میں تبلیغ کی تھی!

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۸۰ حاشیہ ۸ لَأَجَبْتُ الدَّاعِي اَمَى لَأَسْرَعْتُ اِلَى

الْاَجَابَتُهُ اِلَى الْخُرُوجِ مِنَ السِّجْنِ.

کہ رہائی کا پیغام لانے والے کو میں فوراً جواب دیتا کہ میں رہا ہونے کو تیار ہوں

— وصف صلی اللہ علیہ وسلم یوسف علیہ السلام بِالْاَنَاةِ وَالصَّبْرِ — کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بردباری یعنی قوت برداشت اور ان کے صبر و حوصلہ کی صفت بیان کی ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۳۹ تفسیر سورۃ یوسف — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ فرمایا رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کریم بن کریم بن کریم بن الکریم بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ — ولو لبثت فی السجن مالبت یوسف ثم جاءنی الرسول اجبت — کہ اگر قید خانہ میں میں ہوتا جتنا عرصہ کہ یوسف علیہ السلام رہے ہیں اور پھر میری طرف رہائی کا پیغام لیکر کوئی قاصد آتا تو میں فوراً رہا ہو جاتا۔

حاشیہ مدارک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا — لَقَدْ عَجِبْتُ مِنْ يَوْسُفَ وَ كَرَمِهِ وَ صَبْرِهِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُ كَمَا عَجِبْتُ مِنْ يَوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا حَسَنَ كَرْدَارٍ أَوْ رَأْسَ كَمَا صَبَرَ عَلَى مَا فِيهِ مِنْ حَيْرَانٍ هُوَ كَمَا اللَّهُ كَرِيمٌ أَنْ كَمَا مَغْفِرَتٍ فَرَمَانِي كَمَا كَمَا عَزِيزٍ مِصْرَ نِي بِرِيشَانِ كَمَا خَوَابٍ دِي كَمَا تَحِي أَوْ رِيشَانِ هُوَ نِي كَمَا اس خَوَابِ كِي صَحِيحِ تَعْبِيرِ بَتَادِي تَحِي تَوَانِ هُوَ نِي يِه كَمَا كَر رِهَا هُوَ نِي سِي اَنْكَارِ كَر دِيَا تَحَا كَمَا كَمَا عَزِيزٍ مِصْرَ كُو مِيرِي بِي كَمَا هِي كَمَا يَقِينِ نِي هُوَ جَائِي أَوْ رِيشَانِ تَك مِصْرَ كِي اَمِيرِ كَمَا انُو كِي دَانْشُورِ خَوَاتِينِ مِيرِي پَاكِ دَامِنِي كِي كُوَاهِي نِي دِي لِيَسِ أَوْ رِيشَانِ تَك زِي نَخَا پِنِي جَرَمِ كَا اَقْرَارِ نِي كَر لِي مِيشَانِ قِيدِ خَانِهِي سِي رِهَانِي هُوَ كَا — وَلَوْ كُنْتُ مَا اخْبَرْتَهُمْ حَتَّى اشْتَرَطَ اَنْ يَخْرُوجُونِي مِنَ السَّجْنِ — أَوْ اَكْرِي يَوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي جَلَكِ قِيدِ خَانِهِي مِيشَانِ هُوَ تَوَانِ مِيشَانِ اَنْ كُو خَوَابِ كِي تَعْبِيرِ هَر كَر نِي بَتَا تَا كَمَا كَمَا مِيشَانِ قِيدِ خَانِهِي سِي رِهَا هُوَ نِي كِي شَرَطِ نِي لَكُوَا تَا۔

مطلب یہ کہ پہلے مجھے رہا کیا جائے تو بعد میں خواب کی تعبیر بتاؤں گا۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ — ولو لبثت فی السجن طول لبثت

یوسف علیہ السلام لا جبت الداعی!

قارئین کرام! امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کو ہمارے مفسرین کرام نے بھی اپنی اپنی تفسیر میں نقل کر کے کئی شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔

مثلاً — تفسیر نسفی جز ۲ ص ۱۷۳ — امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ۔ تفسیر مظہری جز ۲ صفحہ

۷۳ القاضی محمد ثناء اللہ کھنسی المظہری النقشبندی المجددی رحمۃ اللہ علیہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
عَجِبْتُ لِصَبْرِ أَخِي يُوسُفَ — کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و تحمل پر
مجھے تعجب ہے۔ اور میں حیران ہوں و کرمہ۔ اور ان کے کرم پر تعجب ہے۔ — اللہ کریم
ان کی بخشش فرمائے کہ جب ان کی رہائی کا پیغام آیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔
وَلَوْ كُنْتُ لَا أَفْعَلُ حَتَّى أَخْرُجَ — کہ اگر یوسف علیہ السلام کی جگہ میں
ہوتا تو میں انکار نہ کرتا۔

اور انہوں نے اپنا عذر بیان کر دیا۔

وَلَوْ كُنْتُ أَنَا لَبَادَرْتُ الْبَابَ — اور اگر یوسف علیہ السلام کی جگہ میں
ہوتا تو میں رہائی کا پیغام سن کر دروازہ کی طرف دوڑ پڑتا۔
وَلَوْ كُنْتُ فِي السِّجْنِ مَكَانَهُ، وَلَبِثْتُ مَا لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ يُوسُفُ
— کہ اگر قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کی جگہ میں ہوتا اور جتنی مدت وہ قید میں
رہے اتنی مدت اگر میں رہا ہوتا تو میں جلدی نکل جاتا۔ — وَبَادَرْتُهُمُ الْبَابَ —
اور آگے آگے دروازہ پر پہنچ جاتا۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
حضرت یوسف علیہ السلام کے حال پر تعجب کرنا اور یہ فرمانا کہ اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو
فوراً رہا ہو جاتا اور کوئی عذر پیش نہ کرتا۔

مبنی علی کمال نزولہ — کہ یہ آپ کے مرتبہ کمال نزول پر دلالت
کرتا ہے۔

ويقول السيد الافتخار الحسن النقشبندی المجددی بل مبنی
علی کمال اتواضع — اور سید افتخار الحسن نقشبندی مجدوی کہتا ہے کہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کہنا کہ میں اجابت قبول کر لیتا، آپ کے کمال اتواضع پر
دلالت کرتا ہے؟

تفسیر جامع البیان۔ سورۃ یوسف ص ۱۳۹ جلد ۱۱۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه نے فرمایا کہ — فرمایا رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یَرْحَمُ اللّٰهُ یُوسُفَ اِنْ كَانَ ذَا اٰنَاةٍ — کہ اللہ کریم یوسف علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ بڑے بردبار تھے —

لو كنت انا المحبوس — کہ اگر میں قید خانہ میں قید ہوتا تو اپنی رہائی کا پیغام سن کر فوراً رہا ہو جاتا — ان كان لحليما ذا اناة — وہ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام بڑے حلیم اور بردبار تھے۔ ابی جعفر محمد بن جریر البطری رحمۃ اللہ علیہ۔ تفسیر کشاف، سورۃ یوسف صفحہ ۲۷۸ — جَادَ اللّٰهُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو الزَّمَحْشَرِي رَحْمَةً اللّٰهُ عَلَيْهِ — وَلَوْ كُنْتُ مَكَانَهُ، لَأَسْرَعْتُ الْاٰجَابَةَ! وَبَادَرْتُهُمُ الْبَابَ — وَاِنْ كَانَ لِحَلِيْمًا ذَا اِنَاةٍ

تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ — الْمُسَمَّىٰ مَعَالِمَ التَّنْزِيلِ عِلَاءَ الَّذِيْنَ عَلِيَّ بْنِ مُحَمَّدَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ الْغَدَادِي الصُّوفِي الْمَعْرُوفَ بِالْخَازِنِ رَحْمَةً اللّٰهُ عَلَيْهِ — رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — لَوْلَبَثْتُ فِي السَّجْنِ طَوْلَ لَبَثِ يُوْسُفَ لَا جِبْتِ الدَّاعِي. هَذَا الْحَدِيثُ فِيهِ بَيَانُ فَضْلِ يُوْسُفَ وَبَيَانُ قُوَّةِ صَبْرِهِ وَثِيَابِهِ — کہ اس حدیث پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور ان کی قوت صبر اور ثبات قدمی کا بیان ہے۔

فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ يُوْسُفَ وَبَيَّنَّ فَضِيلَتَهُ وَحَسَنَ صَبْرِهِ عَلَيَّ الْمَحْنَةِ وَالْبَلَاءِ — کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی مدح و ثناء اور ان کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور مصائب و مشکلات میں ان کے صبر تحمل کی تعریف کی ہے!

تفسیر روح المعانی جز ۱۲ صفحہ ۲۳۳ — السَّيِّدُ مُحَمَّدُ الْوَسِيُّ رَحْمَةً اللّٰهُ عَلَيْهِ — عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ مَسْعُودٍ عَنْهُ — أَنَّهُ قَالَ لَقَدْ عَجِبْتُ مِنْ يُوْسُفَ وَكِرْمِهِ وَصَبْرِهِ وَاللّٰهُ تَعَالَى يَغْفِرُ لَهُ — کہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے لطف و کرم اور ان کے صبر تحمل پر تعجب ہوتا ہے کہ اپنی رہائی کا پیغام سن کر انہوں نے انکار کر

دیا۔

ولو كنت مكانه — اور اگر یوسف علیہ السلام کی جگہ میں ہوتا — کان
تواضعاً منہ — یعنی یہ بطور تواضع فرمایا تھا — اور حضرت یوسف علیہ السلام نے رہا
ہونے سے پہلے اس لئے بھی انکار کر دیا تھا — خَشِيَ أَنْ يَخْرُجَ سَاكِنًا عَنْ أُمَّرٍ
ذَنْبِهِ غَيْرُ بَرٍّ أَيْتِهِ — کہ انہیں یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خوف تھا کہ اگر
میں اپنے مقدس دامن پر گناہگاری کا داغ لے کر اور اپنی برات کا ثبوت نہ دیکر خاموشی
سے اسی حالت میں رہا ہو جاؤں تو حاسد لوگ مجھ پر اور بھی طعنہ زنی کریں گے۔

وَنظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ بِعَيْنِ الْإِحْتِقَارِ — اور مصر کے گرد و نواح کے لوگ مجھے
گنہگار سمجھ کر حقارت کی نظر سے دیکھیں گے۔

فلا يعلق كلامه في قلوبهم — اور میں ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کروں گا
اور انہیں خدا تعالیٰ کی توجید کا راستہ بتاؤں گا تو میری کلام ان کے دلوں میں گھر نہیں
کرے گی۔ اور میری دعوت کو یہ لوگ قبول نہیں کریں گے۔

جیسا کہ طبرانی صفحہ ۱۳۹ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل ہے
— لو خرج يوسف يومئذ قبل ان يعلم الملك بشانه ما ذالت في نفس
العزیز حاجته يقول هذا الذي راود امرته — کہ اگر حضرت یوسف علیہ
السلام اسی تہمت اسی الزام اور اسی بدنامی کا داغ اپنے دامن پر لئے اسی دن رہا ہو
جاتے تو نہ صرف مصری عوام کے دلائل میں ان کے متعلق شکوک و شبہات کے نقوش
ہمیشہ کے لئے ثبت ہو جاتے بلکہ عزیز مصر کے نزدیک بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی
وہ عزت و تکریم نہ رہتی جو اپنی خواب کی تعبیر سن کر ان کی شان و شوکت اس کے دل میں
پیدا ہو چکی تھی ا

اور جب بھی کبھی عزیز مصر کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہوتا تو وہ
فوراً کہہ دیتا کہ یہ وہی یوسف ہے جس نے میری بیوی کی عزت پر حملہ کیا تھا۔

قید سے رہائی

وَقَالَ الْمَلِكُ ائتُونِي بِهِ اَسْتَخْلِصُهُ لِنَفْسِي — اور بادشاہ بولا انہیں
یعنی یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنے خاص درباریوں میں
شامل کر لوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھی ساتی نے جب والئی مصر کی خواب کی تعبیر
یوسف علیہ السلام سے پوچھ کر اسے بتائی تو اس کے دل میں ان کی قدر و منزلت اور
عقیدت و محبت پیدا ہو گئی۔

اور امام رازی کے نزدیک اس کی کئی وجوہات تھیں! پہلی وجہ — حضرت یوسف
علیہ السلام کا علمی کمال دیکھ کر — وَذَلِكَ لِاَنَّهُ عَجَزَ الْقَوْمُ عَنِ الْجَوَابِ —
اور یہ اس لئے کہ جب مصر کے عوام اور دربار شاہی کے وزراء و امراء بادشاہ کے خواب
کی تعبیر بتانے سے عاجز آ گئے تھے تو اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ہی یہ
مشکل حل کر کے اس کی پریشانی کو دور کیا تھا۔ اس کمال کو دیکھ کر — مَا لَ الطَّبَعُ اِلَيْهِ
— بادشاہ کی طبیعت یوسف علیہ السلام کی طرف مائل ہو گئی۔

دوسری وجہ — اِنَّهُ عَظَمَ اِقْتِنَادَهُ فِي صَبْرِهِ وَثَبَاتِهِ — کہ بادشاہ نے
جب یوسف علیہ السلام کا صبر ملاحظہ کیا اور ان کی شان اور ثابت قدمی دیکھی تو اس کے
دل میں ان کی عقیدت و عظمت اور بڑھ گئی کہ یہ عجیب جوان ہے کہ قید خانہ کے مصائب
بڑے ہی صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرتا چلا آ رہا ہے۔

لَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ مَا أَسْرَعَ إِلَى الْخُرُوجِ بَلْ صَبَرَ وَتَوَقَّفَ
— اور جب میں نے اس کی رہائی کا حکم دیا تھا تو اس نے رہا ہونے میں جلدی نہیں
کی تھی بلکہ صبر و توقف کر کے اپنی رہائی کی یہ شرط لگا دی تھی کہ جب تک میرے دامن میں
لگائے گئے تہمت کے داغ نہ دھوئے جائیں گے میں رہا نہیں ہوں گا۔

تیسری وجہ — انہ عظم اعتقاده فی حسن ادبہ — یہ تھی کہ مصر کے
بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کا حسن ادب دیکھا تو ان کی محبت و عقیدت کے جال میں
پھنس کے رہ گیا۔ اور یہ ایسا اس لئے ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کی ان
عورتوں کے متعلق فرمایا تھا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے بی بی زلیخا کا نام نہیں لیا
تھا حالانکہ یہ تمام مصائب و مشکلات اور قید خانہ کی سزا صرف زلیخا کی طوف سے تھی۔

اور جب عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی۔ بے گناہی اور
طہارت کی و پاکیزگی کا پوری طرح یقین ہو گیا تو ان کی رہائی کا فرمان جاری کرنے
کے ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی کر دیا کہ گنغان کے اس خوبصورت شہزادہ کو مصر کے قید خانہ
سے بڑی شان و شوکت اور شاہی جلوس کے ساتھ شہر میں لایا جائے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ — و کان بَیْنَ مِصْرَ وَالسَّجْنِ اَرْبَعَةَ فَرَسَخٍ

— کہ شہر اور قید خانہ کے درمیان چار میل کا فاصلہ تھا۔

تفسیر مظہری۔ سورۃ یوسف صفحہ ۲۰ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۴۰ — فلما جاء

الرسول یوسف فقال له اجب الملك الآن — پس جب عزیز مصر کا
قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا تو اس نے کہا — کہ ابھی بادشاہ کے
فرمان کی تکمیل کرتے ہوئے قید خانہ سے رہا ہونے کی تیاری کرو۔

تفسیر کبیر کے الفاظ یہ ہیں — ان الرسول قال لیوسف قم الی الملك

— کہ بادشاہ کا پیام رساں جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا تو اس نے
کہا کہ اٹھیے اور عزیز مصر کے پاس چلئے اس نے آپ کو یاد کیا ہے۔

تفسیر کشاف۔ سورۃ یوسف صفحہ ۲۸۲۔ کنعان کا حسین و جمیل شہزادہ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام جو جرم و گناہ کئے بغیر مصر کے قید خانہ میں لمبی مدت کی سزا کاٹ رہے تھے بادشاہ کا پیغام سن کر اٹھے! ثم اغتسل وتنطف من دون السجن ولبس لباسا جدیدا۔ اور پھر غسل کیا اور جیل کے کپڑے اتارے اور نیا اور صاف ستھرا لباس پہنا اور قید خانہ سے باہر تشریف لے آئے! گویا کہ۔۔۔ شب تاریک کے بعد طلوع سحر ہو گئی اور بادخزاں کے بعد نسیم صبح بہاراں چلنے لگی اور دن رات چلنے والے مسافر کو منزل مقصود مل گئی اور کئی سال قید خانہ میں رہنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو رہائی حاصل ہو گئی۔

ادھر مصر کے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے استقبال کے لئے راستہ کے دونوں طرف خوبصورت محرابیں کھڑی کر دی تھیں! بلند و بالا دروازے سجا کر لگا دیئے تھے! اور ہزاروں غلام ہاتھوں میں رنگ برنگیاں جھنڈیاں لئے ادب و تعظیم کے ساتھ کھڑے تھے۔ اور سارے راستہ پر خوبصورت فرش بچھا دیئے گئے تھے اور موتیوں سے مرصع لباس انہیں پہنایا گیا اور مالک بن زغر کی طرح انہیں اور بھی حسین بنایا گیا۔

مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ اس دلچسپ منظر کو یوں بیان کرتے ہیں۔

دو رویہ تابہ زندان ایستادند
تخل ہائے خود را عرضہ داند
چہ از زریں کمر سرکش غلاماں
ہمد در خلعت زرکش خراماں
فراز مرکبش از پائے تا فرق
تو گوئی گشتہ در زر و گہر غرق

کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری کے لئے شاہی اصطلبل کے ایک گھوڑے کو سر سے پاؤں تک لعل و گہر کے زیورات پہنا کر قید خانہ بھیجا گیا! اور قید خانہ سے لیکر مصر

شہر تک ہر چوک میں مشک و عنبر کے فوارے لگا دیئے گئے تھے۔ اور اطلس و کنو اب کے ریشمی فرش بچھا دیئے گئے تھے اور خوشی و مسرت کے نعمات گانے والے شہر کے ہر موڑ میں کھڑے کر دیئے تھے۔ اور پر کیف و پرسرور اور مسحور کن ساز بجانے والے چنگ و رباب سنبھال کر شہر کے ہر بازار پر پورے ادب و احترام کے ساتھ منتظر کھڑے تھے! اور شاہی لشکر کا چاق و چوبند دستہ سلامی دینے کے لئے شہر کے بڑے دروازہ پر کھڑا کر دیا گیا تھا۔

چنانچہ — ان شان و شوکت اور عظمت و جلال کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے قید خانہ سے باہر نکلے تو دروازہ پر یہ عبارت لکھ آئے۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۴۰ تفسیر مظہری ص ۲۰ تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۲۳ کتب علی باب السجن هذا قبور الاحیاء و بیت الاحزان — کہ قید خانہ یعنی جیل۔

زندوں کا قبرستان اور غموں کا گھر ہے!

دوستوں کی آزمائش اور دشمنوں کے لئے خوشی کا مقام ہے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ رسول ہیں۔ ہزاروں مصائب کو بڑے حوصلہ و صبر سے برداشت کرنے والے خداوند کریم کے ایک پیارے نبی ہیں جن کے پاکدامنی کے طہارت و پاکیزگی اور عصمت و بے گناہی کی تعریف کرتے ہوئے اللہ کریم نے قرآن مجید میں ان کے قصہ کو احسن القصص یعنی سب سے سونہا قصہ قرار دیا ہے!

اور پھر مصر کے قید خانہ میں فرشتے ان کی دلجوئی کرنے والے قیدی ان کا ادب و احترام کرنے والے اور حضرت جبریل علیہ السلام ان کا دل بہلانے والے تھے لیکن پھر بھی انہیں یہ لکھنا پڑا کہ جیل۔ زندوں کا قبرستان اور دکھوں اور غموں کا گھر ہے تو پھر عام قیدیوں کا کیا حال ہوتا ہوگا!

جیل کی کہانی! میری اپنی زبان

قارئین کرام!

میری کئی تقریروں کو خلاف قانون اور باغیانہ قرار دیتے ہوئے مختلف مقدمات میں مجھے تقریباً ساڑھے تین سال مختلف جیلوں میں رہنا پڑا۔ اور کتنی مرتبہ مجھے حدود کمیٹی میں پابند کر دیا گیا اور کئی بار مجھے مکان میں نظر بند کر دیا گیا۔

اس لمبی داستان میں سے میں آپ کو ایک جیل کی کہانی اپنی زبانی سنانا چاہتا ہوں — سکندر مرزا کا دور حکومت تھا جو پاکستان کی تاریخ میں ایک مایوس کن اور سیاسی بحران کا دور تھا ہر طرف نحوست و بیوست چھائی ہوئی تھی اور ملک میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔

اور جہاں سیاسی طور پر ملک سینکڑوں خرابیوں کی خرابیوں میں جکڑا ہوا تھا وہاں مذہبی طور پر بھی انتظار و افتراق کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔

کیونکہ — پاکستان کا گورنر جنرل شیعہ۔ سکندر مرزا پنجاب کا گورنر اختر حسین شیعہ۔ نواب مظفر حسین شیعہ۔ انسپکٹر جنرل پولیس سید عنایت علی شاہ شیعہ۔ وزیر مالیات کرنل عابد حسین شیعہ! اور مقامی طور پر اس وقت کے لائل پور کا پولیس کپتان رمضان شاہ شیعہ۔ ڈپٹی اور سٹی انسپکٹر شیعہ۔ اس صورت حال کے پیش نظر ایک نامور صحافی۔

زندہ دل ادیب اور خوش مزاج شاعر اور تحریک پاکستان کا ایک عظیم رضا کار جناب خلیق قریشی مرحوم نے اپنے روزمانہ اخبار ”عوام“ میں ایک ادارہ — بعنوان ”پاکستان ایران کے نقش قدم پر“ لکھا تھا — اور کسی حد تک یہ ٹھیک بھی تھا اس لئے کہ عوام میں یہ افواہ پھیل چکی تھی کہ — ”پاکستان کو شیعہ اسٹیٹ بنانے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔“

چنانچہ لائل پور کے شیعہ رہنماؤں نے یہ سمجھ کر کہ اب تو حکومت ہی اپنی ہے پورے پاکستان میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بازاری اور غلیظ زبان استعمال کرنی شروع کر دی اور ان کی شان و عظمت کے خلاف سو قیانہ حملے کرنے کی ابتداء رکھ دی یہاں تک — مگر امین پور بازار کے امام باڑہ میں شیعہ مبلغ مولوی خادم حسین نے ناموس صحابہ کرام پر تنقید کرتے ہوئے بازاری زبان کی انتہا کر دی! شیعہ مولوی کی اس گستاخی پر شہر بھر میں غم و غصہ کی لہڑ دوڑ گئی اور عظمت صحابہ کرام کے رکھوالوں کے دل تڑپ اٹھے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

شہر میں کئی احتجاجی جلسے ہوئے اور بے ادب مولوی کو گرفتار کروانے کی کئی قراردادیں پاس ہوئیں مگر شیعہ حکام جانبداری کا ثبوت دیتے ہوئے اہل سنت کی اکثریت کے مطالبہ کو نظر انداز کرتے رہے۔

مستری محمد دین مرحوم و مغفور میرے ایک خاص عقیدت مند تھے اور منصور آباد کی جامع مسجد الفردوس کی بنیاد رکھنے والے پکے اور سچے دین پرست بھی تھے میں نے ان سے کہا کہ شیعہ مذہب کی چند کتابیں چاہئیں تو وہ مجھے لاہور لے گئے اور کتب خانہ اثنا عشریہ سے بڑی بڑی معتبر کتابیں لے دیں! جمعۃ المبارک کا دن تھا اور طارق آباد کی جامع مسجد نور میں ہزاروں کا اجتماع! شہر کی سی۔ آئی۔ ڈی افسران کو یہ پتہ چل گیا تھا کہ آج کے خطبہ میں صاحبزادہ سید افتخار الحسن ایک ایمان افروز حقائق پر مبنی اور دھماکہ خیز تقریر کرنے والے ہیں جو شیعہ مذہب کے خلاف ہوگی! لہذا انہوں نے رپورٹ لکھنے

کے لئے لاہور سے بھی پولیس والے بلا لئے تھے!

اور پھر میں نے ایسا ہی کیا اور شیعہ مذہب کے ان کی اپنی ہی کتابوں کے حوالوں سے پرچے اڑا دیئے کہ شیعہ مذہب کی دیواریں ہل گئیں۔ جس میں میں نے نہ صرف شیعہ مذہب پر تنقید کی بلکہ اس کے گورنر جنرل سکندر مرزا کے خلاف بھی دل کی بھڑاس نکالی۔ اور پر جوش لہجہ اور غضبناک انداز میں یہ کہا— کہ

سکندر مرزا اس غدار خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس نے بنگال کے آخری تاجدار سراج الدولہ کے خلاف سازش و غداری کر کے پلاسی کے میدان جنگ میں اس کی لاش کو خون میں ڈبوایا۔ اور سکندر مرزا بھی پاکستان کا دشمن اور غدار ہے۔

میری اس تقریر کو ملک کی سلامتی کے خلاف باغیانہ قرار دیتے ہوئے مجھے گوجرانوالہ جیل میں قید کر دیا گیا۔ ان دنوں گوجرانوالہ کی جیل ایک گھٹیا قسم کی اور بوسیدہ دیواروں والی اور بے ہودہ سی جیل تھی کہ جس میں نہ تو بی گلاس کا کوئی صاف ستھرا حاطہ تھا اور نہ ہی کسی معزز سیاسی قیدی کے لئے کوئی خوبصورت کمرہ! ضروری کاغذات کی خانہ پری کرنے کے بعد مجھے جیل کے ایک گندے سے کمرہ میں بند کر دیا گیا۔

صبح آٹھ بجے سے لیکر دوپہر تین بجے تک تو کسی نے نہ پوچھا کہ— کون ہو؟ — کہاں سے آئے ہو؟ اور کس جرم کی سزا میں آئے ہو؟ تین بجے کے بعد لوہے کی سلاخوں کا جنگل کھلا تو عجیب قسم کا کھانا پیش کیا گیا۔ گندے برتن۔ بدبودار ساگ۔ سیاہ رنگ کی روٹیاں اور سڑے ہوئے تیل میں جلی ہوئی اوجڑی۔ بہت کوشش کہ ایک آدھ لقمہ پیٹ کے اندر چلا جائے مگر میرے صاف ستھرے معدے نے اس غلاظت کو قبول نہ کیا۔

پھر جیل کا داروغہ سید جہانگیر شاہ۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پال اور ہیڈ وارڈر کمرہ میں داخل ہوئے۔ میرا وزن کیا گیا۔ جسم کے داغ دیکھے گئے، بدن کے نشانات لکھے گئے اور فوٹو ملایا گیا۔

پہلی رات تو خاموشی سے گزاری! اگلا دن ہوا تو پھر گھوڑوں کو دینے والے مسالے سے ملتی جلتی کوئی چیز کھانے کے لئے آئی۔ نمبردار کی معرفت پال صاحب کو پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ دفتر جانے کی اجازت مل گئی میں دفتر پہنچا تو پال صاحب بولے۔ شاہ صاحب آج اخباروں میں آپ کی گرفتاری کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے! فرماؤ— کیا بات ہے؟

جواب دیا— جناب میری ”بی“ کلاس ہے مگر میرے ساتھ عام قیدیوں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔

کہنے لگے۔ جی نہیں۔ بی کلاس نہیں سی کلاس ہے۔ میں نے انہیں اپنے وارنٹ گرفتاری دکھاتے ہوئے کہا۔ دیکھو پال صاحب! صاف لکھا ہے۔ سلوک۔ بی کلاس!

دفتر کے دوسرے ملازمین نے بھی میری بی کلاس کی تصدیق کی لیکن پال صاحب جیل کے افسر تھے جو قیدیوں کا باہر سے آنے والا سامان لوٹ لیتے تھے۔ گھی چٹ کر جاتے ہیں اور سگریٹ تک چوری چھپا لیتے ہیں وہ نہ مانے اور اتنا کہہ کر چلے گئے کہ میں آپ کے لئے اتنا کر سکتا ہوں کہ آپ کو کچا راشن دے دیا کروں اور آپ خود پکا کر کھالیا کرو۔ ایک آدمی اور لے لو۔ اور بس! یہ سوچ کر منظور کر لیا کہ چلو عام قیدیوں کی مضر صحت خوراک سے تو کچا راشن بہتر ہے۔

بیگ پور۔ ضلع شیخوپورہ کا ایک مشہور ڈاکو دارا جو سات سال کی سزا بھگت رہا تھا بطور نمبردار ایک اور لائگری مجھے دے دیا گیا۔ جو قیدیوں میں سے ہی ہوتا ہے کوئی تربیت یافتہ باورچی نہیں ہوتا! ٹوٹی ہوئی چھت والا کمرہ۔ تنگ سا احاطہ۔ تاریک باورچی خانہ۔ غیر قلعی شدہ کالے سیاہ برتن اور سلور کی صدیوں پرانی دیکھی مل گئی۔

صبح ہوئی تو جیل کا ٹھیکیدار کچا راشن لے کر آ گیا۔ یاد رہے کہ جیل کے ٹھیکیداروں کی افسران کے ساتھ گہری ساز باز ہوتی ہے اس لئے قیدیوں کو ملنے والا اچھا اور گل

جانے والا گوشت تو افسران کی کوٹھیوں میں پہنچ جاتا ہے اور پھنڈر اور دس بچے دینے والی بکری کا سرغ رنگ کا ایک تو تھڑا قیدیوں کے لئے جیل میں آ جاتا ہے!

گوشت دیکھا تو پہچان نہ سکا کہ کس جانور کا ہے لیکن ان گندے اور کالے برتنوں میں پکانے کو دل نہ چاہا! نمبردار سے ایک سوکھی سی روٹی لی اور شکر کے ساتھ کھالی! جیل کے قاعدہ کے مطابق سوموار کو صبح دس بجے سپرنٹنڈنٹ یا پھر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ قیدیوں کی پریڈ دیکھنے جیل کے ہر احاطہ میں چکر لگاتے ہیں اور ان سے پہلے جیل کا ہیڈ وارڈر ہر احاطہ کا معائنہ کرتا ہے۔

اگرچہ یہ قانون سیاسی اور بی گلاس والے قیدیوں پر لاگو نہیں ہوتا۔ لیکن افسران اپنی برتری ثابت کرنے اور قیدیوں پر اپنا رعب جمانے کے لئے ان کی پریڈ بھی دیکھتے ہیں!

پریڈ کیا ہے؟

احاطہ کی صفائی۔ برتنوں کی صفائی۔ کمرہ کی صفائی۔ کپڑوں کی صفائی اور برتنوں کو ایک قرینہ سے رکھنے کو پریڈ کہتے ہیں۔

اور پھر داروغہ جیل اپنے دوسرے افسران اور نمبرداروں کے درمیان پوری شان و شوکت کے ساتھ اور پورے جاہ و جلال کے ساتھ جیل کے ہر احاطہ میں داخل ہوتا ہے۔ سر پر چھتر کا سایہ۔ دونوں طرف پولیس کا پہرہ۔ ارد گرد سرخ پیٹیوں والے نمبرداروں کی حمایت اور باہر کی دیواروں پر کھڑے ہونے والے چوکیداروں اور گول چکر کا چکر لگانے اور جیل کی ہر صورت حال کو دیکھنے والے کی

سب اچھا کی آواز!

ہیڈ کوآرڈر میرے احاطہ میں بھی آیا۔ اس نے دیکھا کہ نہ احاطہ میں پوچھا۔

نہ کمرہ میں جھاڑو۔ نہ صاف ستھرے کپڑے اور نہ ہی برتنوں کی صفائی!

دبلا پتلا سا بدن۔ رنگ کالا۔ لمبی لمبی مونچھیں۔ بھیا تک صورت۔ ڈراؤنی شکل

اور منحوس چہرہ والا ہیڈ وارڈر۔

اگر کسی روتے ہوئے بچے کے سامنے کر دیا جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے۔ اور اگر کسی گلی سے گزر جائے تو لوگ کوئی خوفناک بلا سمجھ کر مکانوں کے دروازے بند کر لیں۔ جانور و حیوان رسے توڑ کر بھاگ جائیں اور جن بھوت بھی دیکھ کر حیران ہوں کہ یہ کون سی مخلوق ہے!

احاطہ میں آتے ہی غصہ میں کہنے لگا۔

مولوی جی! — پریڈ کیوں نہیں لگائی؟ اور برتن صاف کیوں نہیں کئے؟ اور احاطہ میں مٹی کا پوچا کیوں نہیں پھیرا؟

میرا پارہ تو پہلے ہی چڑھا ہوا تھا اور قصداً گڑ بڑ کرنی چاہتا تھا!

جواب دیا! جناب — پریڈ کرنی فوج اور پولیس کا کام ہے اور پوچا پھیرنا اور برتن صاف کرنا عورتوں کا۔ وہ پھر غضبناک لہجہ میں بولا۔

پریڈ لگانی پڑے گی!

میں نے تحمل سے جواب دیا — نہیں سرکار!

اس نے پوچھا — کیوں؟

میں نے کہا — اس لئے کہ میں کوئی چوہڑا چمار نہیں ہوں کہ ان گندے غلیظ اور کالے سیاہ برتنوں کو صاف کرتا پھروں۔ اور اگر پریڈ لگوانی ہے تو یہ برتن اپنے گھر لے جاؤ اور مجھے صاف ستھرے برتن گھر سے لا دو!

وہ اب جیل کے عملہ کے مخصوص عادات و خصائل اور مخصوص لب و لہجہ پر اتر آیا — اور کڑک کر بولا!

مولوی — توں تے انج گلاں کرناں ایں جیویں سوہرے آیا ہوئیاں ایں — میں نے بھی مزاحیہ رنگ میں جواب دیا!

جناب — رہن لئی کمرہ مفت۔ کھان لئی خوراک مفت! لانگری مفت — بیماری

لئی علاج مفت — حجامت بنوان اور خدمت لئی نو کر مفت — تے پھر ایہہ سوہرے
نہیں تے ہوہر کی اے — نوبت ہاتھ پائی تک پہنچنے والی تھی کہ پال صاحب آگئے!
پوچھنے لگے! — کیوں جھگڑتے ہو؟

میں نے شکایت کی — مگر ازالہ نہ ہوا — اپنی تند مزاجی میں یہ کہہ کر چلے گئے
کہ اگلے سوموار کو پریڈ لگانی ہوگی!

ادھر یہ گرما گرمی اور تلخ کلامی ہو رہی تھی کہ دوسرے ساتھ والے احاطہ سے ایک
گرج دار آواز آئی، خبردار — اوائے جیل دیو افسرو! جسے ساڈے پیرنوں کج آکھیا
تے اسی پھوہڑیاں ولیٹ دیاں گے — تے جیل دی ایٹ نال ایٹ و جا دیاں گے۔
لاہوری زبان۔ لاہوری لہجہ اور لاہوری انداز —

حیران ہوا — اور پوچھا — یہ ساتھ والے احاطہ میں کون ہیں؟ جواب ملا
— یہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مجاور اور ملنگ ہیں۔

بہترین کھانا آگیا — زردہ — پلاؤ — مرغ اور لاہوری نان —

تین دن کے بعد ساری جیل میں شور مچ گیا کہ اس جمعرات کو انسپکٹر جنرل جیل
خانہ جات کرنل سید بشیر احمد صاحب گوجرانوالہ جیل کا معائنہ کرنے آرہے ہیں۔ جیل
کے حکام و افسران اور دوسرے عملہ کے لئے ایک مصیبت بن گئی — چہروں کے رنگ
اڑ گئے۔ قدم ڈگمگانے لگے اور سب ادھر ادھر دوڑنے لگے — یہ کرو وہ کرو! چونالاؤ۔
گیری منگواؤ — گملے یہاں رکھو — راستہ بناؤ دفتر کی صفائی۔ میز کرسیوں کی
سجاوٹ۔ احاطوں میں جاڑوقیدیوں سے اچھا سلوک ہونے لگا۔

میں نے لانگری کو بتایا — کہ کرنل بشیر شاہ صاحب میرے رشتہ دار ہیں اس نے
پال صاحب کو بتا دیا۔ پال صاحب گھبرائے ہوئے میرے احاطہ میں آئے اور
پوچھا! شاہ صاحب سنا ہے کہ کرنل صاحب آپ کے رشتہ دار ہیں!
جواب دیا! — جی ہاں۔

پھر سوال کیا اور وضاحت چاہی!

میں نے تفصیل سے بتایا کہ ان کی صاحبزادی نسیم بیگم کی شادی پچھلے سال آٹھ مارچ کو سید محمد ظفر شاہ وکیل کے ساتھ ہوئی تھی اور سید ظفر شاہ وکیل میرے ماموں زاد بھائی ہیں۔ میں بھی اس شادی میں شریک تھا اور آپ بھی! بات بالکل ٹھیک تھی۔ تیر نشانہ پر لگا!

پال صاحب کارنگ اڑ گیا۔ لگا جی جی کرنے! شاہ صاحب ہم آپ کے خادم ہیں۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ اسے جیل نہ سمجھئے۔ اپنا گھر سمجھئے۔ بس پھر کیا تھا۔ اسی وقت بی کلاس مل گئی۔ ہر چیز مہیا ہو گئی۔ کمرہ صاف کر دیا گیا۔ بجلی کا انڈا لگا دیا گیا۔ ستر اساکمبل رکھ دیا گیا اور میز پر چند کتابیں رکھ دی گئیں اور قلعی شدہ برتن بھی مل گئے۔ اور پھر صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ صاحب اس کمرہ میں ایسے بیٹھ گئے جیسے کوئی بہت بڑا تاجر لاہور کے گلستان ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہو۔

تدبیر تو کام آگئی اور کام بھی میرا بن گیا مگر دعا کرنے لگا کہ اللہ کرنل صاحب نہ ہی آئیں تو اچھا ہے! اس لئے کہ۔۔۔ ان سے رابطہ تو ہے۔۔۔ تعارف نہیں ہے! قارئین کرام: جمعرات آگئی۔ اور ہیڈ وارڈر آیا۔ منت سماجت کرنے لگا۔ شاہ صاحب۔ اس دن تلخ کلامی ہو گئی تھی معافی چاہتا ہوں۔ کرنل صاحب سے کوئی شکایت نہ کرنا!

پال صاحب بھی آگئے۔ شاہ صاحب! میں نے آپ کے حساب میں پچاس روپے جمع کر دیئے ہیں جو اتنے پچھلے دنوں کے بی کلاس کے تھے! کرنل صاحب سے کوئی شکوہ نہ کرنا۔

دن کے گیارہ بجے جیل کے حکام و افسران اور ملازمین کرنل صاحب کا استقبال کرنے کے لئے باہر سیالکوٹ روڈ پر آگئے۔ رنگ برنگی پھولوں کا خوبصورت گل دستہ۔ ستاروں سے جڑا ہوا سنہری ہار اور نچھاور کرنے کے لئے گلاب کی پتیاں۔

تھوڑی دیر کے بعد پتہ چلا کہ — کرنل صاحب آئے تھے لیکن کسی اور دن آنے کا وعدہ کر کے سیدھے راولپنڈی چلے گئے ہیں۔ اچھا ہوا بھرم رہ گیا!

میری اس گرفتار پر شہر کی تمام مذہبی۔ سیاسی۔ سماجی اور علمی و ادبی جماعتوں نے احتجاج کیا! بڑے بڑے اشتہار شائع کئے گئے اور کئی طرح کی قراردادیں پاس ہوئیں! شہر میں ہڑتال ہوئی۔

اور اس سارے پروگرام کی قیادت مولانا تاج محمود صاحب اور مولانا عبید اللہ احرار (مرحومین) کر رہے تھے۔

ابوالکلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب نے جامع مسجد نور میں جمعہ پڑھایا اور ایک ولولہ انگیز اور ایمان افروز تقریر کی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی مصر کے قید خانہ میں قید کو اس دردناک اور پرسوز انداز میں بیان کیا کہ سامعین تڑپ اٹھے اور جمعہ المبارک کے بعد ایک پر جوش جلوس کی شکل میں لوگ سڑکوں پر حکومت کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے اور میری رہائی اور شیعہ مولوی کی گرفتاری کا مطالبہ کرتے ہوئے نکل آئے!

حضرات گرامی! — یہ ہے جیل خانوں کا بھیانک خاکہ اور قید خانوں کی خوفناک تصویر اور قیدیوں کی المناک داستان! پچھلے سال بارہ اگست ۱۹۸۷ء سے بارہ ستمبر ۱۹۸۷ء تک میں نے ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر اور صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب کی قیادت میں ناروے — ڈنمارک اور سویڈن کا دورہ کیا۔

جیل کے کمرے بنگلوں کی مثل۔ احاطے کوٹھیوں کی مانند کبل نئے اور خوبصورت فرش پر خوش نما قالین — اور قیدیوں کی تفریح طبع اور دلچسپی کے لئے ٹیلی ویژن کا انتظام — کیوں؟ —

اس لئے کہ وہ ملک قیدیوں کو انسان جانتے ہیں اور اس اسلامی ریاست پاکستان والے قیدیوں کو وحشی! حیوان اور جانور سمجھتے ہیں! جیل خانوں کے ان واہیات و بے

ہودہ قسم کے حالات کے پیش نظر حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ کے متعلق دیوار پر جو کچھ لکھا ٹھیک۔ درست اور سچ نکلا۔ کہ — زندوں کا قبرستان — غموں کا گھر اور دوستوں کی آزمائش اور دشمنوں کے لئے خوشی کا مقام ہے!

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام پوری شان و شوکت — شاہانہ جاہ و جلال اور پیغمبرانہ عظمت و منزلت کے ساتھ جب مصر کے قید خانہ سے باہر نکلے تو قید خانہ کے در و دیوار رونے لگے۔ تنگ و تاریک کوٹھڑیوں سے آہ و فغاں کی آوازیں سنائی دیں اور قید خانہ کے بڑے پھاٹک کا دروازہ کنعان کے شہزادہ کے غم فراق میں خود بخود ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا!

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں!

جس دم بندی خانے وچوں یوسف باہر آیا
اک آوازہ زندہ وچوں اس نے ظاہر پایا
میں اندھیرا خانہ یوسف توں سین نور ہمارا
وحشت دے دریا وچہ چھڈ کے کرگیوں آپ کنار

تفسیر کشاف سورۃ یوسف صفحہ ۲۸۲۔ امام جاد اللہ محمود بن عمر الزمخشری رحمۃ اللہ علیہ۔ تفسیر مظہری۔ سورۃ یوسف صفحہ ۴۰ مولانا القاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی الحنفی المظہری النقشبندی رحمۃ اللہ علیہ: تفسیر خازن، معالم التنزیل۔ سورۃ یوسف صفحہ ۲۱۷ جلد ۲ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم الغدادی الصوفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۴۰ الامام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ اعلیٰ حضرت۔ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سورۃ یوسف صفحہ ۳۲۷ تفسیر کنز الایمان — قَالَ وَهَب — فَلَمَّا وَقَفَ بِبَابِ الْمَلِكِ قَالَ حَسْبِيَ رَبِّي مِنْ دُنْيَاوِي وَحَسْبِيَ رَبِّي مِنْ خَلْقِهِ عَزَّ جَارُهُ وَجَلَّ ثَنَاءُهُ وَلَا إِلَهَ غَيْرُهُ!

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام رہا ہو کر جب شاہی دروازہ پر یا شاہی قلعہ کے پھاٹک پر پہنچے— تو فرمایا
میرا رب میرے لئے کافی ہے۔ اپنی مخلوق سے بے احتیاج کر دینے والا ہے اس
کی پناہ لینے والا ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ اور اس کی حمد و ثناء بڑی ہے! اور اس کے بغیر کوئی
معبود نہیں ہے۔

فلما دخل علی الملک قال اللهم اسالک بخیرک من

غیرہ واعد ذبک من شرہ وشر غیرہ—

کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے بادشاہ کے پاس پہنچے تو یہ یہ دعا
فرمائی!—

کہ یا رب تجھ سے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس کی اور دوسروں کی برائی
سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

فلما نظر الیہ الملک سلم علیہ بالعربیۃ!

اور پھر جب عزیز مصر کی نظر یوسف علیہ السلام پر پڑی اور اس نے انہیں دیکھا
تو—

حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے عربی زبان میں سلام کی—

فَقَالَ مَا هَذَا اللِّسَانُ—

عزیز مصر نے پوچھا—

یہ کون سی زبان ہے؟

قال لسانی آبائی—

فرمایا— یہ میرے ابا کی زبان ہے!

اور پھر عبرانی زبان میں سلام کی!

اس نے پھر پوچھا!

یہ کون سی زبان ہے

جواب دیا — میرے عم حضرت اسماعیل کی زبان ہے!

اور عزیز مصر یہ دونوں زبانیں نہ سمجھ سکا!

وَكَانَ الْمَلِكُ يَتَكَلَّمُ بِسَبْعِينَ لِسَانًا — حالانکہ مصر کا بادشاہ ستر

زبانیں جانتا تھا — پھر جس زبان میں بھی عزیز مصر نے بات کی انہوں نے اسی زبان میں گفتگو کی۔

وكان يوسف حينئذ ابن ثلاثين سنه — اور اس وقت کنعان کے

شہزادہ علیہ السلام کی عمر شریف تیس سال کی تھی۔

القرآن المجید — فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ "أَمِينٌ"!

— اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ — پھر جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ

السلام کو گفتگو کے دوران ہر معاملہ میں معاملہ فہم اور ہر الجھن کے لئے مشکل کشا پایا تو وہ

بہت ہی خوش اور حیران ہوا — اور — کہا — کہ اے یوسف آج سے تم ہمارے

نزدیک بہت ہی معزز و معتمد و محترم و مکرم ہو گئے ہو!

الامین — امی قد عرفنا امانتك وبرايتك مما نسبت اليه

— کہ میں نے پہچان لیا ہے کہ اور جان لیا ہے کہ تم واقعی امین ہو اور جس برائی کی

تمہاری طرف نسبت کی گئی تھی تم اس سے بری ہو۔ اور تم نے سچ کہا تھا کہ میں نے تیری

عدم موجودگی میں تیری امانت میں کوئی خیانت نہیں کی تھی!

مظہری۔ خازن — قال ليوسف احب ان اسمع تاويل رؤياي منك

شفاہا — عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ مجھے یہ پسند ہے اور

مجھے محبت ہے کہ میں تمہاری زبان سے وضاحت اور تفصیل سے اس خواب کی تعبیر

سنوں

قال نعم — فرمایا — ہاں

میں سب کچھ بتاتا ہوں۔

اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اول سے آخر تک ساری خواب کی تفصیل بیان کر دی۔

ایہا الملک — رایت سبع لقرات شہب غر حسان کشف لک عنہن النيل — کہ اے مصر کے بادشاہ تو نے خواب میں دیکھا کہ سات سفید رنگ کی خوبصورت گائیں دریائے نیل سے نکلیں اور دریائے نیل سے نکل کر سامنے آئیں۔

تفسیر معالم التنزیل۔ امام ابی محمد الحسین الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ — تشخب اخلافہن لبناً — جن کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے بعد دریائے نیل کے کپچڑ سے سات دہلی گائیں برآمد ہوئیں اور آگے پوری وضاحت سے پوری خواب انہوں نے بیان کر دی۔

اور پھر اس خواب کی تعبیر بھی اچھی طرح اور کھل کر اور حسین انداز اور پیارے پیارے الفاظ میں مصر کے بادشاہ کو بتادی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کنز الایمان! — حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان پاک سے اپنے خواب کی پوری تفصیل سن کر عزیز مصر بہت خوش اور حیران ہوا اور اسے تعجب بھی ہوا اور کہنے لگا کہ آپ نے میرا خواب ہو بہو بیان کر دیا۔ خواب تو عجیب تھا ہی مگر آپ کا اس حسین انداز میں بیان کرنا اس سے بھی زیادہ عجیب ہے!

تفسیر مظہری۔ تفسیر خازن۔ معالم التنزیل و کشاف فقال الملک واللہ

ما شان هذه الرؤی کانت عجیبا باعجب مما سمعت منکما

تعبیر میں یہ بھی شامل تھا کہ سات سال تک شہر مصر میں بارش بہت ہوگی اور غلہ کثرت سے ہوگا۔ پیداوار بے بہا ہوگی اور لوگوں میں خوشحالی اور فارغ البالی حاصل ہو جائے گی۔

اور ہر قسم کا غلہ جمع کر لیا جائے اور دوسری پیداوار کا ذخیرہ کر لیا جائے تاکہ سات سال کے شدید قحط و تنگدستی و بھوک و پیاس کے زمانہ میں مصر اور حوالی مصر کے عوام کے لئے آسانی رہے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ایک آدمی کو سوتے میں ایک پریشان کن خواب آتا جو انسان کی قوت خیالیہ پر محمول ہوتی ہے۔ اور اس زمانہ کا ہادی اور اس وقت کا اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ رسول اس خواب کو پوری وضاحت سے بیان کر دیتے ہیں اس کی تعبیر بھی بتا دیتا ہے تو پھر میں بے ادب و گستاخ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ — علم غیب کا جاننا اور کسے کہتے ہیں اور علمنی ربی کے تحت کہ مجھے یہ علم تعبیر میرے رب نے سکھایا ہے اس علم نبوت کو تو تسلیم کر لینا چاہئے

تفسیر کبیر، تفسیر مظہری — کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ غلہ جمع کر لیا جائے اور دوسری خورد و نوش کی اشیاء کا ذخیرہ کر لیا جائے!

ویاتیک الخلق من النواحي للميرة — اور پھر گرد و نواح کے لوگ تمہارے پاس غلہ خریدنے آئیں گے!

ویجتمع عندک من الكنوز مالم یجتمع لاحد قبلک — اور اس طرح تمہارے پاس دولت کے اتنے خزانے بھر جائیں گے کہ اس سے پہلے کسی نے اتنے خزانے جمع نہیں کئے ہوں گے!

وقال الملک ومن لی بهذا یجمعه ویبیعه — اور عزیز مصر نے کہا کہ — اے یوسف آپ نے جو بتایا اور فرمایا ہے وہ بالکل سچ اور حقیقت پر مبنی ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ لیکن تمام کام سرانجام دینے کے لئے میرے پاس کون ہے!

کون غلہ جمع کرے گا؟

کون اشیاء بیچے گا؟ — اور

ویکفینی الشغل فیہ —

اور میرا یہ کاروبار خوش اسلوبی سے کون چلائے گا؟

القرآن الحکیم — قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ.

حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کے جواب میں کہا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر نگران مقرر کر دے بے شک میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں کہ شاہی خزانوں کو کہاں اور کیسے خرچ کیا جاتا ہے۔

وزارت خزانہ

حکومت وقت میں وزارت خزانہ کا عہدہ ایک اہم اور ذمہ دارانہ عہدہ ہوتا ہے — اس لئے کہ ملک کا تمام کاروبار خزانہ پر ہی چلتا ہے!

اور وزیر خزانہ نے ہی ملک کا سالانہ بجٹ تیار کر کے عوام کو بتانا ہوتا ہے کہ اس سال اتنی آمدنی ہوئی ہے اور اتنا خرچ ہوا ہے!

اور پھر اگر وزیر خزانہ کو کہیں خسار دکھائی دیتا ہے تو وہ اس گھاٹہ کو پورا کرنے کے لئے عوام کے ذرائع آمدنی پر ٹیکس لگا کر آمدنی و اخراجات کے توازن کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ ملک کی معیشت تباہ نہ ہو اور خزانہ کی دولت سے عوام میں احسن طریقہ اور خوش اسلوبی سے گردش کرتی رہے۔ ایسی صورت حال میں وزیر خزانہ بہت ہی عقل مند، ہوش مند، حساب دان اور صاحب بصیرت ہونا چاہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ سالانہ بجٹ ایسا تیار کرے کہ عوام میں اس کے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو اور ملک میں ایسی تباہ کن آگ لگ جائے کہ پھر اسے بجھانے کے لئے بجٹ کو ہی واپس لینا پڑے جو ملک کی بدنامی کا باعث بن جائے۔ جیسا کہ پچھلے سال پاکستان کے مرکزی وزیر خزانہ کے بنائے ہوئے بجٹ پر ہنگامے ہوئے اور ۱۹۸۷ء کا بجٹ واپس لے لیا گیا۔

اور یہ وزیر اعلیٰ کی ایک سوچ — فکر اور اچھی چال تھی کہ عوام کے ہیجان خیز

جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے وقتی طور پر بجٹ واپس لینے کا اعلان کر دیا۔ مگر پھر آہستہ آہستہ ہر چیز کی قیمت اسی مقام پر آگئی جس مقام سے بجٹ واپس لیا گیا تھا!

تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ نمبر ۳۲۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن مجید کی اس آیت کے تحت وزیر کی جو تعریف کی ہے اور اس کی جو تشریح کی ہے وہ کسی ملک کے وزارت خزانہ کے عہدہ پر فائز ہونے والے وزیر کے لئے روشنی کا مینار اور منزل کا نشان ہے۔

پارہ ۱۶ سورۃ طہ آیات ۲۵، ۲۶، ۲۷ — کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ کریم کی طرف سے حکم ملا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے نیکی و شرافت کی راہ دکھاؤ۔ رشد و ہدایت کا راستہ دکھاؤ اور اسے سیدھے راستے پر لانے کی کوشش کرو۔ اِنَّهُ طَفِیٰ — کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں یہ درخواست پیش کی — کہ اے میرے رب کریم میرا سینہ کھول دے۔ اور میرا ہر کام آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھیں وَجَعَلَ لِيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هَارُوْنَ اَخِيْ اَشْدُّدٌ بِهٖ اَزْدِيْ. وَاشْرِكُهُ فِیْ اَمْرِیْ — اور میرے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو میرا وزیر بنا دے اور اس کے ذریعہ میری کمر کا بوجھ ہلکا کر دے اور اسے میرے کام میں شریک کر دے!

الْوَزِيْرُ مِنَ الْوَزْرِ — لانہ یحتمل عن الملک او زاده — کہ وزیر وہ ہوتا ہے کہ جو بوجھ اٹھانے والا ہو — کیونکہ! وہ بادشاہ کے بوجھ کو اٹھاتا ہے مطلب یہ کہ وزیر مملکت وہ ہونا چاہئے کہ جو نہ صرف بادشاہ وقت پر جو ذمہ داریوں کا بوجھ آ پڑتا ہے وزیر اس بوجھ کو اٹھالیتا ہے اور عوام کے مسائل و مطالبات پر ہمدردی سے غور کرنے تک ہی محدود نہیں رکھتا بلکہ اپنے خصوصی اختیارات کے ذریعہ انہیں حل کرنے کی پوری پوری کوشش بھی کرتا ہے۔

سمجھ دار اور عقل مند وزارت کی کرسی پر بیٹھ کر اپنی سیاسی بصیرت اور خداداد

صلاحیت کے باعث ملک کی خوشحالی و ترقی اور ایک مثالی مملکت — بنانے میں مصروف رہتا ہے اور رعیت و عوام کے لئے اپنی کوشھی کا دروازہ ہر وقت کھلا رکھتا ہے تاکہ کسی فریادی کو اپنی فریاد سنانے میں تاخیر نہ ہو۔

اپنے ملک پاکستان کے وزیروں کی طرح نہیں کہ باہر بڑے دروازہ پر بندوق والا پہرے دار اور ایک منحوس چہرہ والا استقبالیہ — اور کرخت لہجہ والا ایک بد اخلاق کلرک

کون ہو! — کہاں سے آئے ہو؟ کیا کام ہے؟

صاحب ابھی سو رہے ہیں۔

دس بجے آنا — چٹ دے جاؤ!

مشکل سے ملاقات ہو جائے تو جھوٹے وعدے۔

حالانکہ چاہئے تو یہ کہ وہ ہر وزیر کا دروازہ ہر فریادی کے لئے ہر وقت کھلا رہے اور آنے والے سوالی سے خوش خلقی! خوش مزاجی اور خوش طبعی سے گفتگو کی جائے اور اس کا کام کرنے کی کوشش کی جائے پچھلے دنوں حکومت نے مرکزی اور صوبائی وزیروں اور ممبران کو پچاس پچاس لاکھ سے لے کر اسی لاکھ روپے تک دیئے تاکہ وہ اپنے اپنے حلقہ انتخاب میں سڑکیں، روشنی، پانی کے نکاس صفائی! شفا خانہ اور چھرمارنے کا کوئی نیا طریقہ استعمال کرنے کے ساتھ دوسرے فلاحی اور تعمیری کام کئے جائیں لیکن کسی وزیر اور کسی ممبر کے حلقہ میں جا کر دیکھو تو ایک پیسہ بھی کہیں خرچ کیا نظر نہیں آتا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن تو کہتا ہے اور سچ کہتا ہے کہ اتنی بھاری رقمیں جو ممبران کو دی گئیں تھیں وہ صرف سیاسی رشوت تھی!

کتاب الخروج صفحہ ۱۱۶ — حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ البطری جلد ۵ صفحہ ۲۱ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی کو کسی صوبہ کا گورنر مقرر کرتے تو اسے چار ہدایات کی تاکید کرتے تھے۔

۱۔ اِن لَّا يَرْكَبُ ذُوْنَا — کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا۔
 ۲۔ وَلَا يَلْبَسُ لِبَاسًا رَقِيْقًا — کہ باریک! ریشمی۔ چمکدار اور شاہانہ لباس
 نہ پہننا۔

۳۔ وَلَا يَغْلِقُ بَابَا دُوْنِ حَوَائِجِ النَّاسِ — کہ کسی حاجت مند کے لئے
 دروازہ پر کوئی پہرہ دار کھڑا نہ کرنا۔

اور پھر ان احکامات اور ہدایات پر عمل کرانے کے لئے انہوں نے حضرت محمد بن
 مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کر دیا تھا تا کہ وہ ہر جگہ جا کر دیکھیں کہ کون ان ہدایات پر
 عمل کرتا ہے اور کون نہیں۔

چنانچہ مصر کے گورنر حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کر دیا گیا تھا
 اور کہا گیا کہ — کیا تمہیں وہ وقت بھول گیا ہے جب تمہارا باپ بکریاں چرایا کرتا تھا
 اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے عظیم اور بہادر سپہ سالار
 کو بھی عین اس وقت معزول کر دیا تھا جب کہ وہ بیت المقدس کی فتح کی خوشیاں
 منا رہے تھے!

ہمارے مورخین نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کرنے اور
 مشیروں اور حکومت کے دوسرے عہدہ داروں اور گورنروں کے منحوس چہروں پر ایک تھپڑ
 ہے کہ — امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خفیہ کارندے نے اطلاع بھیجی کہ
 حضرت خالد کے پاس بہت سا مال غنیمت جمع ہو گیا ہے اور انہوں نے اشعب بن قیس
 شاعر سے اپنی شان میں قصیدہ سن کر اسے دس ہزار درہم انعام کے طو پر عطا کئے
 ہیں۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبیدہ اللہ بن جراح کو لکھا کہ
 خالد بن ولید سے برسر عام پوچھا جائے کہ تم نے دس ہزار درہم کی رقم اپنی جیب سے دی
 ہے یا بیت المال سے۔ اگر اپنی جیب سے دی ہے تو یہ اسراف ہے اور اگر بیت المال

سے نکالی ہے تو یہ خیانت ہے۔ دونوں صورتوں میں وہ معزول کر دینے کے قابل ہیں۔ اس کی سزا یہ ہے کہ ان کا عمامہ سر سے اتار کر ان کی گردن میں لپیٹا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے یہ رقم اپنی جیب سے دی ہے — تو گردن کھول دی گئی۔ اور پھر انہیں دربار خلافت میں بلایا گیا اور پوچھا گیا! جواب دیا! — مالِ غنیمت سے جو مجھے حصہ ملا اس رقم سے اشعب بن قیس کو انعام دیا اور باقی بیس ہزار درہم بیت المال میں جمع کروا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ معقول جواب سن کر خوش اور راضی ہو گئے اور فرمایا کہ —

”اے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تم سے پہلے کی محبت کرتا ہوں!“

قارئین کرام — اب اپنی حکومت کے گورنروں۔ وزیروں اور اعلیٰ عہدہ داروں کی طرف سے دیکھئے کہ کس طرح بیت المال یعنی قومی خزانہ عیاشیوں، فحاشیوں، بدعنوانیوں اور رشوتوں پر برباد کیا جا رہا ہے۔

سوال — امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی ان سے کئی سوالات کئے ہیں اور خود ہی ان کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۱۴۱ — طلب یوسف الامارة والنبي عليه الصلوة والسلام قال بعيد الرحمن بن سمرة لا تسئل لامارة .

۱- کہ حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر سے امارت یعنی وزارت خزانہ طلب کی جائے حالانکہ نبی اکرم علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمن بن سمرة کو امارت طلب کرنے سے منع فرمایا۔

۲- فكيف طلب الامارة من سلطان كافرا — کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک کافر حکمران سے امارت طلب کیوں کی؟

۳- کیف جوز عن نفسیہ مدح نفسہ بقولہ انی حفیظ علیم!
 — کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ کہہ کر میں حفیظ اور علیم ہوں اپنی مدح و
 تعریف کیوں کی؟

جوابات — الاصل فی جواب هذه المسائل ان التصرف فی
 الامور الخلق کان واجباً علیہ — کہ ان تمام مسائل و سوالات کا اصل جواب
 تو یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر واجب ہو گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے
 امور میں تصرف کریں!

فجازله ان يتوصل اليه باى طريق! — پس ان کے لئے جائز ہو گیا تھا
 کہ وہ تصرفات کے لئے کسی نہ کسی طریقہ سے اس مقام پر پہنچتے! اور رہی یہ بات کہ
 انہیں تصرف فی امور الخلق کیوں واجب ہو گیا تھا؟
 تو اس سوال کے بھی کئی جوابات ہیں!

(۱) انه کارسولا حقا من الله تعالى الى الخلق والرّسول يحب
 عليه رعايته مصالح الامة بقدر الامكان — کہ حضرت یوسف علیہ السلام
 چونکہ اللہ کی طرف سے مخلوق کی طرف رسول برحق تھے اور رسول پر واجب ہوتا ہے کہ وہ
 حتی الامکان اپنی امت کی فلاح و بہبودی اور اصلاح و تربیت کی کوشش کرتا رہے!

وهوانه عليه السلام علم بالوحي انه سيحصل القحط والضيقة
 الشديدة — کہ انہیں وحی کے ذریعے یہ علم ہو گیا تھا کہ ملک میں سخت قحط اور شدید
 قسم کی سلطنت میں غلہ کی تنگی آنے والی ہے اس لئے انہوں نے وزارت خزانہ اور
 امارت طلب کی کہ میں مصر کے خزانہ کو احسن طریقہ سے استعمال کر کے اپنی رعیت، اپنی
 امت — اپنی قوم اور خدا کی مخلوق کو قحط کے خوفناک جال سے نکالنے کی کوشش کروں
 گا۔

سوال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کی مدح و تعریف کیوں

کی؟

جواب — یہ ہے کہ، مدح النفس انما یكون مذمومًا إذا قصد الرجل به اتطاول التافخر — کہ اپنے آپ کی مدح مذموم و مکروہ تب ہوتی ہے جب کہ فخر و بڑھائی کے لئے کی جائے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے جوانی حفیظ علیم کہا تھا تو فخر و بڑھائی کے طور پر نہیں کہا تھا کہ بلکہ وہ مصر کے بادشاہ کو بتانا چاہتے تھے کہ میں تیرے شاہی خزانہ واستعمال کرنے میں زیادہ عالم ہوں!

تفسیر مظہری، سورۃ یوسف صفحہ ۳۰ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۴۱ انی حفیظ علیم — کے تحت

وصف یوسف علیہ السلام نفسه بالامانته والكفايته وطلب الويايته ليتوصل بها الى امضاء احكام الله واقامته الحق وبسط العدل مما يعث لا جله الانبياء الى العباد! —

کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی امانت داری اور کارگزاری کا خود اظہار کیا اور خود عہدہ طلب اس لئے کیا تھا کہ تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے احکام مخلوق میں جاری کر سکوں۔ حق کو قائم کر سکوں اور دنیا میں عدل و انصاف کو پھیلا سکوں۔ اور انبیاء علیہم السلام بندوں کی طرف اسی لئے آتے ہیں — لعلمه ان احدا غيره لا يقوم مقامه في ذلك! — اور انہیں علم تھا کہ میرے بغیر اس کام کو کرنے کی کوئی اور اہلیت نہیں رکھتا!

فَمَا كَانَ طَلَبُهُ الْوَلَايَةَ إِلَّا لِيَتَغَاوَجَهُ اللَّهُ لِيَطْلُبَ الْجَاهَ وَالْدُنْيَا — اور حضرت یوسف علیہ السلام کا ولایت و امارت طلب کرنا اور مصر کی حکومت میں کوئی عہدہ حاصل کرنا دنیا داری — چاہ و چشمت اور خود غرضی کے لئے نہ تھا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے تھا۔

ومن هذا بقیل اشتغال الخلفاء الراشدين بامر الخلافة — اور

خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کا مقصد بھی یہی تھا۔ و فیہ دلیل علیٰ جواز طلب الولاية والقضاء و اظہار انہ، مستعدلہا — اور اس آیت پاک سے اس امر کا ثبوت بھی ملتا ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اگر کسی انسان کو اپنی ذات پر پورا پورا اعتماد اور مکمل طور پر بھروسہ ہو تو حکومت کا کوئی عہدہ اور قضا طلب کرنی جائز ہے۔

اور اس بات کا اظہار کرنا بھی درست ہے کہ میں تمام امور مملکت احسن طریقہ سے سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہوں!

و علیٰ جواز ان یتولی الانسان عملاً من ید سلطان جائرا و کافرانہ
لا سبیل الی اقامة الحق و سياسة الخلق الا بتکمین ذالک الکافر
والجائر!

اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ بادشاہ کافر ہو یا ظالم عدل و انصاف اور حق و ہدایت کا راستہ عوام کو بتانے کے لئے اس حکمران سے کوئی عہدہ قبول کر لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں عوام الناس کی بہتری اور فلاح و بہبودی اور افادیت عامہ مقصود ہو خود غرضی اور مفاد پرستی اور نفس پرستی نہ ہو!

وقد کان السلف من هذه الامة يتولون القضاء من جهة الظلمة!
— اور ہمارے محترم اسلاف یعنی علماء حق اور مفتیان شرح دین ظالم و فاسق حکمرانوں کی طرف سے محکمہ قضا و افت اسی عرض سے قبول کرتے رہے ہیں! پھر ایک سال کے بعد والنئی مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دربار شاہی میں بلایا — آپ کے سر پر شاہی تاج رکھا۔ اپنی تلوار ان کی کمر سے باندھی — و وضع له السریور من ذهب مکلا بالدر و الیاقوت اور ان کے لئے سچے موتیوں سے جڑا ہوا اور سرخ یاقوت سے مزین کیا ہوا سونے کا سنہری تخت بچھوایا جس کے چاروں طرف ریشمی پردے لٹکے ہوئے تھے! — و طولہ، السریور ثلاثون ذراعاً و عرضہ عشرة

ذرع، اور وہ تخت تیس گز لمبا تھا اور دس گز چوڑا تھا! پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو بنا سنوار کر اور شاہی تاج پہنا کر پردہ سے باہر آنے کی درخواست کی گئی!

چنانچہ آپ جب ساٹھ ریشمی پردوں کی چاک کرتے اور اپنے نورانی چہرہ سے نقاب اٹھاتے ہوئے باہر نکلے تو آپ کا رنگ برف کی طرح سفید — ووجہہ کالقمر — اور چہرہ چاند کی طرح روشن تھا۔ پھر آپ مصر کے شاہی تخت پر رونق افروز ہو گئے، تو — ودانت الملوک — مصر کی سلطنت کے تمام امیر و وزیر، سارے حکام و عہدہ داران اور ارکان حکومت آپ کے آگے جھک گئے، تعظیم بجا لائے اور ہر ایک نے حضرت یوسف علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈال لیا اور عوام نے بھی مصر کی اس بابرکت اور سدا بہار حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت کو جان و دل سے تسلیم کرتے ہوئے اور اس اسلامی انقلاب کو قبول کرتے ہوئے جشن منایا اور مندرجہ ذیل نعرے لگاتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے — کہ نئی حکومت زندہ باد، اسلامی انقلاب پائندہ آباد، ہماری عزت و آبرو کا رکھوالا — کون، حضرت یوسف!

ہمارے مال و جان کا محافظ کون؟

کنعان کا شہزادہ!

ہمیں ظلم و ستم سے نجات دلانے والا کون؟

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نور نظر!

اللہ کے دین اسلام کی عظمت کا پاسبان کون؟

زیلخا کے حسن و جمال کے پھندے سے نکل جانے والا نوجوان!

ستا اور فوری انصاف مہیا کرنے والا کون؟

فرشتہ سیرت انسان!

اور — احکام الہی نافذ کرنے والا — اسلام کی حدوں کو قائم کرنے

والا! غریبوں مسکینوں، مفلسوں، یتیموں اور محتاجوں کو سخت قحط سالی میں بھی تنگدستی دور کرنے والا — کون؟

مصر کی سلطنت کا نیا حکمران حضرت یوسف علیہ السلام جو مصر کا شہنشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کریم کا ایک برگزیدہ رسول بھی ہے! اور پھر مصر کے تمام خزانے اور مصر کی ساری حکومت حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے کر کے اپنے گھر چلا گیا۔

فزوج الملک یوسف زلیخا امراتہ قطفیر! — قطفیر کے مرنے کے بعد بادشاہ نے زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے کر دیا۔

وَوَجَدَهَا يُوسُفُ عَذْرَاءً — حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت زلیخا کو کنواری پایا —

دو لڑکے پیدا ہوئے — افراتیم اور منشاء!

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ نے خوب کہا — کہ

بادشاہانوں تختوں سدا پاندا سرگردانی
بریاں دے سر تاج رکھاوے تخت دیوے سلطانی
موتیاں بھرے خزانیاں والے روہڑ گواون جاناں
تاج ملے تے دولت حشمت رتبہ بندی وانہ

امام فخر الدین ازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے وزارت خزانہ و امارت طلب کرنے پر جو اعتراضات کر کے خود ہی ہر اعتراض کا ایمان افروز جواب دے دیا ہے۔ اور پھر حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں بھی کھل کر ان تمام سوالوں کے جواب نہایت ہی احسن طریقہ سے دیتے ہوئے اس الجھن کو دور کر دیا ہے! آخر میں امام اہلسنت — اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات پاک کو اپنی کتاب ”ماہ کنعان“ میں پھولوں کے ایک خوبصورت گل دستہ کی طرح سجا کر قارئین کرام کو لطف اندوز کرنا ضروری سمجھتا ہوں!

اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلَیْمٌ — کے تحت!

مسائل:-

حدیث میں طلب امارت کی ممانعت آئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ملک میں اہل موجود ہوں اور اقامت احکام الہی کسی ایک شخص کے ساتھ خاص نہ ہو اس وقت امارت طلب کرنا مکروہ ہے! لیکن جب ایک ہی شخص اہل ہو تو اس کو احکام الہیہ کی اقامت کے لئے امارت طلب کرنا جائز بلکہ واجب ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام اسی حال میں تھے!

آپ رسول تھے — امت کے حالات و مصالحوں کے عالم تھے اور جانتے تھے کہ قحط شدید ہونے والا ہے جس میں خلق خدا کو راحت و آسائش پہنچانے کی یہی ایک سبیل ہے کہ عنان حکومت کو آپ اپنے ہاتھ میں اس لئے کہ آپ نے امارت طلب فرمائی!

مسئلہ نمبر ۱:- ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدے قبول کرنا عدل و انصاف قائم کرنے کی نیت سے جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲:- اگر حکام دین کا اجراء کا فر یا فاسق بادشاہ کی تمکین کے بغیر نہ ہو سکے تو اس میں اس سے مدد لینا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۳:- اپنی خوبیوں کا بیان مفاخر و تکبر کے لئے ناجائز ہے مگر دوسروں کو نفع پہنچانے یا خلق کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے اگر اظہار کی ضرورت پیش آئے تو ممنوع نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا کہ میں علم اور حفاظت والا ہوں۔

والہی مصر نے امارت طلب کرنے کے ایک سال بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا کر آپ کی تاجپوشی کی۔ تلوار اور مہر آپ کے سامنے پیش کی اور سونے کے تخت پر آپ کو تخت نشین کیا جو جواہرات سے مرصع تھا اور اپنا ملک آپ کو تفویض کیا اور قطفیر عزیز

مصر کے معزول کر کے آپ کو اس کی جگہ والی بنایا اور تمام خزانے اور ملک کے سارے انتظامات آپ کے سپرد کر کے خود بھی تابع فرمان ہو گیا۔

قطفیر یعنی عزیز مصر کی موت کے بعد بادشاہ نے زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے کر دیا!

تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۳۸۲ و ابن جریر ابطری جزا ۱، صفحہ نمبر ۵ تفسیر مظہری صفحہ نمبر ۲۲ تفسیر کبیر جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۴۱ — ۳۲ اَفَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا قَالِ الْيَسَ هَذَا خَيْرًا مِّمَّا كُنْتَ تُرِيدِينَ — اور جب حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے پاس پہنچے تو فرمایا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو چاہتی تھی! مطلب یہ کہ — کیا نکاح کے بعد اچھا ہے یا نکاح سے پہلے اچھا تھا جس کا تو نے ارادہ کیا تھا — فَقَالَتْ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ لَا تَلْمِنِي فَإِنِّي كُنْتُ امْرَأَةً كَمَا تَرَأَوْنَا وَجَمَالًا —

بی بی زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ اے سچے یوسف مجھے ملامت نہ کر آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں حسن و جمال میں کینائے زمانہ عورت ہوں اور حکومت اور بادشاہت کے تمام اختیارات میرے سپرد تھے۔ اور میری زندگی کا ہر لمحہ عیش و عشرت میں گزرتا تھا اور میرا ہر سانس مصری عوام کی تقدیر بن کر نکلتا تھا اور میری آنکھ کا ہر اشارہ ہماری رعایا کی موت و حیات کا پیغام لے کر ہوتا تھا۔

وَكَانَ صَاحِبِي لَا يَأْتِي النِّسَاءَ — اور میرا شوہر قطفیر عورت کے پاس جانے کے قابل نہیں تھا۔ یعنی وہ میرے نزدیک آنے کی قدرت نہیں رکھتا جیسا کہ

احسن القصص صفحہ نمبر 102 امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! — وَكَانَ يَنَامُ مِنْ جَانِبِهَا وَلَمْ يَقْدِرْ أَنْ يَصِلَ إِلَيْهَا — اور وہ عزیز مصر زلیخا سے علیحدہ ہو کر ایک جانب سوتا تھا اور وہ زلیخا کے قریب جانے کی بھی قدرت نہیں رکھتا تھا — لِأَنَّهَا خَلَقَتْ لِيُوسُفَ وَيُوسُفُ خُلِقَ لَهَا!

کیونکہ زلیخا بی بی حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے لئے پیدا کی گئی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام بی بی زلیخا کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ اور بی بی زلیخا نے پھر عرض کی کہ اے میرے محبوب — وَكُنْتُ كَمَا جَعَلَكَ اللَّهُ فِي حُسْنِكَ وَهَيْتَكَ فَغَلَبَتْنِي تَفْسِي عَلَى مَا رَأَيْتُ!

میرے حسن و جمال اور بھرپور جوانی کی بات تو رہی ایک طرف تمہارا بھی حسن و جمال جو خدا داد اور تمہارا بھی دل کش شباب جو قدرت کا ایک لاجواب اور حسین شاہکار ہے اسے دیکھ کر میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی اور مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اور پھر اس وجہ سے میں تمہارے پیچھے محل کے ساتویں بند کمرہ میں دوڑی اور تمہارا دامن بھی پھاڑ دیا۔

بس یا یوسف —

میرا عذر قبول کر!

قارئین کرام اور حضرات کرام!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ بی بی زلیخا کا شاہی محل کے بند کمرہ میں اپنے محبوب حضرت یوسف علیہ السلام سے تنہائی میں وصل و ملاقات کی تمنا کرنا زلیخا کی عظمت کی چادر پر کوئی بدنماداغ نہیں ہے اور نہ ہی اس پر فحاشی کا الزام لگانا درست ہے! اس لئے کہ جب زلیخا پیدا ہی حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے کی گئی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام جب پیدا ہی زلیخا کے لئے کئے گئے تھے۔ اور وہ ابھی اسلامی نکاح کی بندھن کو جانتی نہ تھی اور جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تیسری بار خواب میں دیکھا تھا تو ان کا نام و پتہ پوچھا تھا۔

أَخْبِرْنِي مَنْ أَنْتَ وَمِنْ أَيْنَ أُطَلِّبُكَ وَلِمَنْ أَنْتَ — مجھے بتا کہ تو کون ہے اور میں تجھے کہاں تلاش کروں اور تو کس کے لئے ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا تھا —

أَنَا أَنَسٌ — وَأَنَا لَكَ وَأَنْتَ لِي — فَلَا تَخْتَارِي عَلَيَّ

سوائی! کہ میں ایک انسان ہوں — اور میں تیرے لئے ہوں اور تو میرے لئے ہے اور میرے سوا کسی غیر کو پسند نہ کرنا!

احسن القصص صفحہ ۹۷ — ۱۹۸ این اطلبک؟

میں تجھے کہاں تلاش کروں!

قَالَ — اَطْلُبْنِي بِمِصْرٍ فَإِنِّي مَلِكٌ مِصْرٍ!

فرمایا! مجھے مصر میں تلاش کرنا — اور میں مصر کا بادشاہ ہوں! اس حقیقت کو

بیان کرتے ہوئے مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں لکھا ہے۔

پہلے نام ٹھکانہ اپنا مینوں دس شتابی

پڑھ پڑھ نام تیرا دم کرساں جاوے دلوں بیتابی

ہیں توں کون کھتے گھر تیرا جگ وچہ کیہہ سداویں

دے جواب سوال میرے دا پھیرمتاں چھل جاویں

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا تھا — کہ

فرمایا جے تدھ زلیخا ایہو دل دا بھاناں

میں ہاں آپ عزیز مصر دا میرا مصر ٹھکاناں

یاد رکھیں مت میرے باہجوں ہوراں نوں گل لائیں

عشقوں ہرگز ہل نہ جاویں ثابت قدم نکائیں

باہجہ میرے کوئی لہیں ناہیں لہ پواں گاتینوں

میں بھی یاد رکھاں گاتینوں یاد رکھیں توں مینوں

حضرات محترم! ان حالات کے پیش نظر بی بی زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے

پیچھے دوڑنے اور ان کا دامن پکڑنے اور پھاڑنے میں حق بجانب تھی اس لئے کہ وہ تو

ساری زندگی حضرت یوسف علیہ السلام کا ہی وعدہ نبھاتی رہی اور کسی غیر کو یوسف علیہ

السلام کے سوا اپنے قریب نہیں آنے دیا۔

پھر ایسی وفادار اور بلند اخلاق عورت یعنی بی بی زینخا پر فحاشی کا الزام لگانے والے خود ضلالت و گمراہی کے جال میں پھنسے ہوئے نہیں تو اور کیا ہیں۔

تفسیر مظہری، سورۃ یوسف صفحہ ۴۳ — حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ الحافظ عماد الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

تفسیر ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جز ۱۱ صفحہ ۵، تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ امام جاد اللہ محمود بن عمر الزمخشری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۲۲ امام محمد الرازی فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وَوَجَدَهَا عَذْرًا — زینخا کو کنواری پایا

ولدت له ولدين افرائيم و منشا.

دو صاحبزادے پیدا ہوئے!

وَأَقَامَ الْعَدْلَ — اور مصر کے تخت پر بیٹھتے ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے عدل و انصاف قائم کر دیا!

وَأَحْبَبَتْهُ السَّرَجَالُ وَالنِّسَاءُ — اور حضرت یوسف علیہ السلام سے مصر کے آدمی۔ بچے۔ بوڑھے اور عورتیں تک محبت کرنے لگے۔

اور مصری عوام کے دلوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ اور وہ ہر دلعزیز حکمران بن گئے۔

اس لئے کہ جب مصر کے ہر فرد کی ہر آرزو پوری ہونے لگی۔ شدید قحط کے ایام میں بھی ہر انسان کو پیٹ بھر کر روٹی ملنے لگی مصری عوام کا ہر مطالبہ پورا ہونے لگا۔ اور ہر عدالت میں سستا اور فوری انصاف حاصل ہونے لگا اور ظلم و ستم کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ اور جب انہیں ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں نیکی و شرافت کی روشنی دکھائی دینے لگی اور ہر فرد کے مرجھائے ہوئے چہرہ پر جب رونق اور خوشی و مسرت کے

آثار پیدا ہو گئے تو مصری عوام پکار اٹھے!

مَارَيْنَا كَالْيَوْمِ مَلَكًا اَجَلٌ وَاَعْظَمُ مِنْ هَذَا — کہ ایسا عالی قدر و احترام
حکمران — ایسا غریب پرور شہنشاہ اور ایسا رحمدل سربراہ ہم نے آج تک نہیں دیکھا!
وَرُوِيَ اَنْ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَشْبَعُ مِنَ الطَّعَامِ فِي تِلْكَ
الْاَيَامِ!

اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہولناک قحط کے ایام میں خود
بھوکے رہتے تھے!

لوگوں نے عرض کی —

حضور مصر کے تمام خزانے آپ کے ہاتھوں میں ہیں مگر آپ پھر بھی بھوکے رہتے
ہیں۔ تو آپ جواب دیتے کہ مجھے خوف ہے کہ میں پیٹ بھر کر کھالوں اور بھوکے عوام
کی بھوک یاد نہ رہے!

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طرز عمل رہتا تھا۔ کہ

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا

اور پیٹ پھر پتھر کئی دن سے بندھا ہوا

نزہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۵۲ علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ —
اِسْتَفْنَى اَهْلُ مِصْرٍ بِالنَّظْرِ اِلَى يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ
اَرْبَعَةَ اَشْهُرًا!

کہ ابھی قحط ختم ہونے میں چار مہینے باقی تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے غلہ
کے ذخیرے ختم ہو گئے۔ آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی؟

اب کیا بنے گا؟

جواب آیا — اٹھو اور مصر کے بازار میں تخت نشین ہو کر اپنے حسن و جمال کو
بے نقاب کر دو۔ جو بھی آپ کو دیکھے گا وہ آپ کے حسن و جمال میں ایسا گم ہو گا کہ اسے

بھوک اور پیاس یاد ہی نہ رہے گی۔

فَلَمْ يَزَلْ يَدْعُو الْمَلِكَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَيَتَلَطَّفُ لَهُ، حَتَّى أَسْلَمَ
الْمَلِكُ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ!

اور حضرت یوسف علیہ السلام ہمیشہ مصر کے بادشاہ ریان بن ولید کو اسلام کی
دعوت دیتے رہتے تھے۔ — یہاں تک کہ مصر کے بادشاہ ریان بن ولید اور اس کے
بہت سے ساتھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے!

☆☆☆.....☆☆☆

ملاپ

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کے لخت جگر اور حضرت راحیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نور نظر ہونے کے ساتھ ساتھ قد ورتی حسن و جمال کے پیکر اور خوبصورتی کے مجسمہ تھے!، جو بھائیوں کے حسد و بغض کا شکار ہو کر بھائیوں کے ساتھ شکار کھیلنے گئے اور پھر بھائیوں کے ظلم و ستم کا شکار ہو گئے۔

خاندان نبوت کا ایک ایسا حسین و جمیل شہزادہ کہ جس کے آگے سورج، چاند اور گیارہ ستارے سجدہ ریز ہوئے اور قرآن مجید کی زبان نے جس کی زندگی کے حالات اور جس کی سیرت پاک کو احسن القصص کا نام دیا ہے۔ یعنی سوہنا قصہ آج جنگل میں بھائیوں کے قہر و غضب کا نشانہ بنا ہوا ہے!

اور پھر حاسد و بے رحم بھائیوں نے اس شہزادہ کو ننگا کر کے اندھیرے کنویں میں

پھینک دیا!

حضرت جبریل علیہ السلام نے پروں پر اٹھالیا۔ باہر نکالا۔

یمن کا سوداگر ابن زغر اسی شہزادہ کو تلاش کرتا ہوا کنعان کے اس جنگل اور اس

اندھیرے کنویں کے قریب اترا۔

اور پھر اسی شہزادہ کا سودا ہوا اور یمن کے سوداگر نے یوسف علیہ السلام کے

بھائیوں سے بیس کھوٹے سکوں کے عوض خرید لیا۔

حیران ہوں کہ کہاں خاندان نبوت کا چشم و چراغ جسے سید افتخار الحسن نے ”ماہ کنعان“ کا حقیقت پر مبنی لقب دے رکھا ہے اور کہاں بیس روپے کھوٹے ہاں — اس لئے کہ جن لوگوں کو کھرنے اور کھوٹے کی تمیز نہ ہو اور جن کی اپنی نیت کھوٹی ہو ان کا ہر سودا کھوٹا ہی ہوگا۔

مالک بن زغر نے پاؤں میں آہنی زنجیر پہنا دی اور پھر اسے ماں کی قبر پر اچھی طرح فاتحہ بھی نہ پڑھنے دی!

اور پھر — خلیل اللہ علیہ السلام کے چمنستان کا یہ مہکتا ہوا پھول راستوں کو معطر کرتا ہوا اور ہر منزل پر خوشبو بکھرتا ہوا اور پھر یہ ”ماہ کنعان“ اندھیروں میں روشنی پھیلاتا ہوا اور تاریکیوں میں اجالا کرتا ہوا اور پھر کبھی قدس شہر کے امیر کو حلقہ بگوش اسلام کرتا ہوا اور کبھی عریش شہر کے بت پرستوں کو ایک معبود برحق کے آگے جھکاتا ہوا اور کبھی بازغہ شہزادی کو اپنے حسن و جمال کا جلوہ دکھا کر نور ایمان سے اس کے سینہ کو بھر پور کرتا ہوا مصر کے شہر میں داخل ہوا اور پھر — دوبارہ فروخت ہوا — مصر کے شہری خریدنے کے لئے اٹھ پڑے!

مال و دولت کے خزانے۔ لعل و جواہرات کے ڈھیر اور سونے چاندی کی تجوریاں برابر کے پلہ میں تلنے لگیں۔

سرمایہ داروں نے دیکھا۔ دولت مندوں نے ملاحظہ کیا اور امیروں نے نگاہ دوڑائی تو ستر سال کی ایک بوڑھی مائی بغل میں سوتر کی ایک اٹی دبائے ہوئے خریداروں کے جھرمٹ کو چیرتی ہوئی مالک کے پاس آئی! — اور التجا کی کہ یہ غلام مجھے دے دے!

مالک حیران ہوا — اور پوچھا — مائی یہ کیا؟
کہاں مصر کے خزانے اور کہاں تیری ”سوتر دی آٹی“!

مائی نے جواب دیا!

کھوٹے سکوں سے تو میری سوتر دی اٹی کم نہیں ہے! مگر پھر بھی میں جانتی ہوں کہ لعل و جوہرات کے خزانوں کے مقابلہ میں میری راس سوتر دی اٹی کی کوئی حقیقت نہیں ہے — مگر یہ لے کر اس لئے آگئی ہوں کہ —

جس دن روز قیامت ہوگی اللہ پیش بلاوے

تے یوسف دیاں گاہکاں تائیں حاضر کیتا جاوے

اس دن میں وی گاہکاں وچوں شامل کیتی جاواں

شاید میں وی ایسے گلوں حشر نوں بخشی جاواں

حسن اتفاق سے زینخا شاہی عماری میں کنیروں کے ساتھ وہاں سے گزری جہاں

یوسف کا سودا ہو رہا تھا! —

نگاہ اٹھائی — خوابوں میں اپنے حسن کی جھلک دکھانے والے محبوب کو پہچان

لیا —

اور اپنے شوہر قطیف سے کہا —

یہ غلام ہاتھ سے نہ جائے!

عزیز مصر نے خرید لیا — زینخا نے تمنا کا اظہار کیا — لیکن —

خاندان نبوت کے معصوم اور مستقل مزاج شہزادہ یوسف نے ٹھکرا دیا! — اس

لئے — کہ وہ شرافت کا پیکر اور صالحیت کا مجسمہ تھا۔ نبوت کے سایہ میں آنکھ کھولی

تھی اور رسالت کے ماہتاب کی ضیا پاشیوں میں چلنا پھرنا سیکھا تھا۔ اسی وجہ سے کبھی

زینخا کے شاہی محل کے تالے توڑ کر اور کبھی مصر کی خوبصورت جوانیوں کو اپنی قوت ارادی

اور ضبط نفس کے زور سے پائمال کرتے ہوئے اپنے خاندان نبوت کی آبرو بچاتا رہا

— اور پھر — ناکردہ جرم کے بدلہ میں مصر کی قید میں بند رہا —

غرضیکہ! حضرت یوسف علیہ السلام خوفناک طوفانوں سے ٹکراتے ہوئے

خطرناک راستوں سے گزرتے ہوئے اور خاردار جھاڑیوں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے مصر کے تخت و تاج کے وارث بن گئے!

اے ماہِ کنعان تیری مقدس پیشانی پر چاند کا خوبصورت حالہ چمکتا رہے! اور ادھر زلیخا بھی مغربی ممالک کے ایک عظیم شہنشاہ ”طیموس“ کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی جو حسن و جمال میں یکتائے زمانہ تھی اور جو ہزاروں کنیزوں کی مدد بھری لوریاں سن کر پٹی تھی! اور جو سونے چاندی کے کھلونوں سے کھیلتی ہوئی — ریشمی بستروں پہ لیٹی ہوئی — ماں باپ کی شفقت کو دامن میں سمیٹی ہوئی اور آئینہ میں اپنا حسن دیکھ کر شرماتی ہوئی نو سال کی عمر کو پہنچی!

اور پھر اس نے خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت سے پاک دیکھی! اور پھر دوسری بار بھی وہی جلوہ نظر آیا — تو بس پھر کیا تھا — محبت کا چراغ دل میں روشن ہو گیا — پیار کی شمع سینے میں جل اٹھی اور عشق کی کمان سے تیر نکل کر قلب حزیں میں پیوست ہو گیا۔

زخم گہرا تھا اور درد سوا یا بھی۔

مگر نہ مر، ہم تھی نہ پٹی — نہ کوئی دوانہ دارو!

لبوں کا تبسم مٹ گیا اور آنکھیں اشکبار رہنے لگیں! اطلس و حریر کا لباس پھاڑ دیا اور لعل و جواہرات کے زیور توڑ دیئے!

شاہی محلات سے نکل کر بیابان کی طرف دوڑتی! عقل و ہوش گنوا بیٹھی — گلیوں میں محبوب کو تلاش کرتی۔

باپ نے دیوانی سمجھ کر پاؤں میں سونے کے کڑے پہنا کر محلات کے ایک کمرے میں بند کر دیا۔

ساری ساری رات آپہں بھرتی اور حسن یوسف کا تصور کر کے فریاد کرتی! — خواب میں اپنے حسن و جمال کا جلوہ دکھانے والے محبوب

اے دلدار کمندیاں والیا محبوبا میں واری
تیریاں ناز کرشماں اتے میں قربان بیچاری
اور پھر تیسری بار جب زلیخا کو کنعان کا شہزادہ نظر آیا تو پوچھا
تو کون ہے؟

تو خاک کی ہے یا نوری؟

تیرا ٹھکانہ کہاں ہے؟

اور میں تجھے کہاں تلاش کروں؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا!

میں خاک کی انسان ہوں!

میں اللہ کا بندہ ہوں! اور عزیز مصر ہوں! میرا ٹھکانہ مصر ہے۔

میں مصر کا بادشاہ ہوں! اور مجھے مصر میں تلاش کرنا!

کنعان کے جوان نے اپنا نام و نشان بتایا تو زلیخا کو ہوش آ گیا۔ عقل و فراست
لوٹ آئی۔ غم و فراق کے اندھیرے چھٹ گئے۔ جدائی کی سیاہ راتیں ختم ہو گئیں اور
پاؤں سے سنہری کڑے ٹوٹ گئے!

باپ نے خوشی منائی — ماں نے خیرات بانٹی — سہیلیوں نے گیت گائے
اور ہمرانہ دائی نے رقص کیا۔

باپ نے پیار سے پوچھا؟ —

بیٹی — ہوش میں آنے کا سبب؟

جواب دیا!

مصر کا عزیز!

بس پھر کیا تھا بادشاہ طیموس نے اپنی بیٹی زلیخا کی شادی کے پیغامات نئی ملکوں کے

سربراہوں کے نام بھجوا دیئے!

قاصد، روم و شام، ایران و عراق اور یمن و بخارا کے بادشاہوں کے درباروں میں پہنچا۔

زلیخا کی شادی کا مژدہ سنایا جو ہر ایک نے بخوشی منظور کر لیا۔

مگر زلیخا کو کسی ملک کے شہنشاہ کا تخت و تاج قبول نہیں تھا اور نہ ہی وہ کسی فرمانروا کے شاہی محل میں جانا پسند کرتی تھی۔ اس لئے کہ وہ تو مصر کے عزیز پر فریفتہ تھی اور اس کے حسن و جمال کا نظارہ کر کے اس کے عشق و محبت کا تیر کھا چکی تھی۔

اور پھر وہ تو اپنے محبوب سے کئے ہوئے وعدہ کو نبھانا چاہتی تھی —

یاد رکھیں مت میرے باہجوں ہوراں نوں گل لائیں

عشقوں ہرگز ہل نہ جانویں ثابت قدم ٹھکائیں!

میں تیراں توں میری ہو کے تن من خاک زلائیں

تے غیراں دل جھاٹ نہ پائیں غیروں جان چھڑائیں

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ محبت غیر کو نہیں چاہتی — ایک نوجوان نے

ایک خوبصورت جوان لڑکی کو راہ چلتے دیکھا — کسی کالج یا سکول سے گھر جا رہی ہوگی

نوجوان دل ہار بیٹھا اور اس کی سیاہ زلفوں کا قیدی ہو کر رہ گیا۔

لڑکی شریف تھی۔ اس نے مڑ کر دیکھا اور پوچھا!

اے جوان! تو میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہا ہے!

نوجوان نے جواب دیا۔

بس تیری محبت کا تیر سینے پہ کھا چکا ہوں اور تیرے پیار کے پھولوں کا ہار گلے میں

ڈال چکا ہوں —

تیری مستانہ چال نے مدہوش کر دیا ہے اور تیری دلبرانہ اداؤں پر مر مٹا ہوں

جیسے اسلامی سلطنت کے نوجوان ہر کالج و سکول کے دروازہ پر کھڑا ہو کر ہر طالبہ کو فحش نگاہوں اور عیاش نظروں سے دیکھتے رہتے ہیں اور دور تک پیچھا کرتے رہتے ہیں چاہے بعد میں اس نوجوان کی حقیقی بہن ہی کیوں نہ نکلے!

لڑکی کا دامن شرم و حیاء سے بھرپور بھی تھا اور عقل و ہوش کا زیور بھی پہنے ہوئے تھی!

بولی! — اے نوجوان — میں کیا ہوں میرے پیچھے میری بہن آرہی ہے جو کہ مجھ سے بھی خوبصورت ہے۔

نوجوان تھا نفسانی خواہشات کے تباہ کن جال اور آوارہ گردی کی گمراہ کن دلدل میں پھنسا ہوا۔

نوجوان نے مڑ کر جو دیکھا تو لڑکی نے زور سے تھپڑ منہ پر مارا — اور کہا کہ بے غیرت! دعویٰ تو میری محبت کا اور دیکھتا غیر کو ہے!

تو — بی بی زلیخا بھی اپنے محبوب عزیز مصر یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے علاوہ کسی غیر کو کیسے قبول کرتی؟

نزہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۵۳ — علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ —
— اَنَّ اِبْرَاهِيْمَ ادْعَىٰ مَحَبَّةَ اللّٰهِ تَعَالَىٰ ثُمَّ نَظَرَ اِلَىٰ وِلْدِهِ بَعِيْنِ الْمَحَبَّةِ —
— کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی محبت کا دعویٰ کیا اور پھر اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی محبت کی نظر سے دیکھ لیا۔

فصیل له اذبح ولدک — حکم ہوا کہ بیٹے کو ذبح کر دے۔
اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لخت جگر کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے تو پھر آواز آئی!

لَيْسَ الْمُرَادُ بِذَبْحِ الْوَلَدِ — کہ ہماری مراد محض اسماعیل کو ذبح کروانا نہیں ہے بلکہ تمہارے دل سے میرے علاوہ کسی غیر کی محبت نکالنا ہے۔

تو پھر بی بی زلیخا اس حسن ماہ تمام کے علاوہ کسی غیر کو کیسے منظور کر لیتی: جس کا نظارہ خواب میں کر کے وہ لطف اندوز ہو چکی تھی۔

مدارج النبوت حصہ اول اردو ترجمہ صفحہ ۵۱۶ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — محبت!

محبت کرنے والا اپنے دل سے محبوب کے سوا سب کچھ فنا کر دے تاکہ دل میں غیر کے آنے اور غیر کی محبت رہنے کی جگہ ہی باقی نہ رہے!

تو پھر اس حقیقت کو ہوتے ہوئے زلیخا اپنے دل میں کنعان کے خوبصورت شہزادہ کی محبت کے ماسوا کسی غیر کی محبت کو کیسے جگہ دے سکتی تھی۔

کئی ممالک کے حکمرانوں کی طرف سے زلیخا کے ساتھ نکاح کی رضامندی کے پیغامات آتے رہے مگر طیموس کی بیٹی انکار کرتی رہی!

اور پھر باپ سے کہہ دیا کہ —

اگر مصر کے شہنشاہ کی طرف سے شادی کا پیغام آئے تو انکار نہ کرنا!
مجھے منظور ہوگا!

آخر ایک دن عزیز مصر قطیف کی طرف سے شادی کا پیام آ ہی گیا! —

شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی! شادیا نے بجنے لگے۔ چنگ و رباب کی مسحور کن دھنوں پر رقص ہونے لگے۔ سہاگ کے گیت گائے جانے لگے۔ زلیخا کی سہیلیوں نے مہندی لگائی اور سارے شہر نے جشن شادی منایا۔

اور پھر مصر سے بارات آئی۔ نکاح ہوا اور پھر زلیخا کے ماں باپ نے چشم گریاں سے اپنی بیٹی کو ڈولی میں بٹھلا کر رخصت کر دیا۔

کئی غلام۔ کئی کنیریں اور زلیخا کی ہمراز اور وفادار دائی بھی ساتھ ساتھ جا رہی تھی! قارئین کرام — یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے باہر نکالے گئے تھے تو انہوں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ مجھے کیوں نکالا گیا ہے

تو بزبان مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا تھا
— کہ

وکن لگیں آج قیمت تیری مشتریاں دے پلے
گاہک تیرے مصروں آئے آپ خداوند گھلے
اور — آج جب زلیخا اپنے وطن اور اپنے گھر بار کو چھوڑ کر مصر کو روانہ ہوئی تو
وہ پکار اٹھی!

میں ول مصر چلی چک ڈیرے مقصد حاصل آئے
بخت سولے قاصد گھلے خوش پیغام لیائے
مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس دلگداز منظر کو یوں بیان کرتے ہیں۔
زلیخا اوراں جملہ نشاند
بصد نازش بسوئے مصر راندند

کہ زلیخا کو دلہن بنا کر ماں باپ اور ہزاروں سہیلیوں نے روتی ہوئی آنکھوں سے
مصر کی طرف روانہ کر دیا!

حضرات محترم — وہ رنگین زمانہ — وہ دلچسپ ایام — وہ خوبصورت
دور اور وہ حسین و جمیل دنوں کو یاد کرو اور جب پرانے مگر صاحب ذوق لوگ اپنی بیٹی کو گھر
سے رخصت کرنے کے لئے ڈولی یا عماری کا بندوبست کیا کرتے تھے اور یا پھر اونٹ کی
محمل کا انتظام کرتے!

یاد رہے کہ دلہن کی رخصتی کا نظارہ جو ڈولی میں ہے وہ بھی ہوئی کار میں نہیں!
زلیخا نے جب سے ”ماہ کنعان“ — کنعان کے چاند یعنی حضرت یوسف علیہ
اسلام کو خواب میں دیکھا تھا بیداری میں بھی اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے
تاب رہتی تھی۔

زلیخا تو یہی سمجھے بیٹھی تھی کہ مجھے بیاہ کے لے جانے والا عزیز مصر وہی ہے جس

نے مجھے خواب میں بتایا تھا۔

اَنَا مَلِكٌ مِصْرٍ — کہ میں مصر کا بادشاہ ہوں اس لئے اس نے اپنی وفادار
دائی سے کہا کہ جدائی کے زخم پر پٹی باندھنے اور محبوب کا جلوہ دکھلانے کی کوئی تدبیر
سوچ!

عزیز مصر کا براتی قافلہ رک گیا — خیمے لگ گئے۔ تنبوتانے گئے۔ قناتیں لگا
دی گئیں اور زینخا کی عماری کے ارد گرد ریشمی پردے لٹکا دیئے گئے!
دائی وفادار ہونے کے ساتھ ساتھ سمجھدار اور عقل مند بھی تھی اس نے عزیز مصر
کے خیمہ میں شگاف کر کے زینخا سے کہا کہ لے دیکھ لے خواب والا اپنا محبوب۔
زینخا نے نگاہ اٹھائی۔ غور سے دیکھا تو تڑپ اٹھی کنعان کے چاند کے حالہ میں گم
رہنے والی زینخا کو جب مصر کے عزیز کا بھیانک چہرہ دکھائی دیا تو بے ہوش ہو کر گر پڑی۔
ہوش آیا تو دائی نے پوچھا کیا ہوا؟
بزبان جامی جواب دیا۔

نہ آنت اینکہ من ور خواب دیدم

بجست و جویش ایں محنت کیشدم

کہ یہ وہ نہیں ہے کہ جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا اور جس کو حاصل کرنے
کے لئے میں نے اتنی محنت کی۔

اور —

نہ آنت اینکہ عقل و ہوش من برد

عنان دل بہ بیہوشم بسپرد

اور یہ وہ نہیں ہے جس نے خواب میں اپنے حسن و جمال کا جلوہ دکھا کر میرے
عقل و ہوش لوٹ لئے تھے اور یہ وہ نہیں ہے کہ جس کے عشق و محبت کے سنہری جال میں
پھنس کر اپنے دل کی لگام میں نے اس کے سپرد کر دی تھی۔

فَغِيثُ عَلِيَّهَا — غش کھا گئی!

برائے گنج بردم رنج بسیار
فقاد آخر مرا با اژدھا کار

اور یہ وہ حسن و جمال کا خزانہ نہیں ہے جسے حاصل کرنے کے لئے میں نے
ہزاروں دکھ اٹھائے مگر مجھے اس خزانہ کی بجائے خوفناک اژدھا ہاتھ آیا!
مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں عجیب و غریب اشارا اور لطیف سا
استعارہ استعمال کر کے قارئین کو سمجھایا ہے کہ یہ مشہور ہے کہ جہاں کہیں سونے چاندی کا
خزانہ ہوتا وہ وہاں کالا ناگ یا اژدھا ضرور ہوتا ہے!

مطلب! یہ کہ میں نے تو خواب میں دیکھنے والے حسن کے خزانہ کو اپنے دامن
میں سمیٹنا چاہتی تھی مگر اس کی بجائے مجھے کالا ناگ ملا جو عزیز مصر کی صورت میں ظاہر
ہوا۔

شدم بر بوائے گل چیدن ز گلشن

سنان خارزد چنگم بدامن

کہ میں نے تو عشق و محبت کے مہکتے ہوئے گلشن سے پیار و الفت کے پھول چننے
کی آرزو کی تھی مگر میرے دامن میں نفرت کے کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہ آیا!
مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس افسوسناک حقیقت کو یوں لکھتے ہیں کہ
— جونہی زلیخا کو عزیز مصر کی شکل دکھائی دی تو پکار اٹھی!

دیکھ عزیز مصر دے تائیں کوک کہے اوناہیں

آہ بھری غم ہوش بھلائے پائی سرت کدائیں

ویکھ کہے جو خوابے ڈٹھا ایہہ اونہیں بے چارا

او خورشید فلک تھیں لٹھا ایہہ ذرہ ناکارا

خورشید — ماہ کنعان!

او بے عیب تے ایہ پڑھیں او دلبر ایہہ ویری
 اوہ عافیت خیر تسلی ایہہ غم دکھ بدخیری
 مچھی نوں ہتھ پاون لگی ناگ میرے ہتھ آیا
 توڑن لگی پھل گلابوں کنڈے زخم لگایا

زینخا کو ہوش آئی تو

فَقَالَتْ جَارِيَةٌ "مَا لَذِي أَصَابَكَ — دائی نے کہا کہ تجھے یہ کیا ہو گیا کہ تو

بے ہوش ہو گئی!

قَالَتْ لَيْسَ هَذَا زَوْجِي الَّذِي رَأَيْتُهُ، فِي مَنَامِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ — زینخا

نے کہا کہ یہ میرا وہ شوہر نہیں ہے جسے میں نے تین بار خواب میں دیکھا تھا!

کنیر نے کہا — صبر کر یہی شوہر تیرا اس شوہر کے ملنے کا سبب ہے۔

احسن القصص صفحہ ۱۰۲ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — عزیز مصر تو ہزاروں

خوشیوں اور مسرتوں کی بے بہا دولت اپنی شادی کے سہرا کی لڑیوں میں چھپائے اور زینخا

کے حسن و جمال کا بھرپور خزانہ اپنے دامن میں چھپائے مصر کی طرف رواں دواں تھا مگر

زینخا اپنی لاکھوں تمناؤں کے خون سے اپنے سہاگ کے ریشمی لباس کو رنگین کرتی اور

سہاگ کی نرم و نازک اور خوبصورت چوڑیوں کو توڑتی ہوئی عزیز مصر کے ساتھ ساتھ

جا رہی تھی۔

اس لئے کہ اس کے دل کی دنیا لٹ چکی تھی۔ آرزوں کا گلشن اجڑ چکا تھا اور محبت

کے پھول مرجھا چکے تھے! وہ حیران تھی کہ اب کیا کرے؟ کدھر جائے؟ کسے آواز دے

اور سکون قلب کہاں تلاش کرے! وہ سوچتی تھی کہ زندگی کا اگلا سفر کیسے طے ہوگا! ہجر و

فراق کی سیاہ راتیں کیسے بسر ہوں گی اور خواب میں جلوہ دکھانے والے محبوب سے وصل

و ملاپ کی منزل کب قریب آئے گی۔

وطن چھوٹ گیا — گھر بار دور رہ گیا۔ ماں باپ جدا ہو گئے۔ پیکے پھٹ گئے

— سوہرے راس نہ آنے اور شوہر پسند کا نہیں!
 بہتر ہے کہ کہا میری ڈولی کو مصر کے شاہی محل میں لے جانے کا۔ جابجا۔
 میں ڈبودیں تاکہ محبوب کی محبت میں مرنے سے پہلے غسل تو کر لوں!
 قارئین کرام!

اس کتاب ”ماہ کنعان“ کا مصنف صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ محبت ایک پاکیزہ جذبہ ہے کہ جس کے ذریعہ انسان دشمن کو دوست — باغی کو وفادار بنا سکتا ہے اور بیگانہ کو اپنا بنا کر انسانیت کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔
 اور محبت! — قدرت کا ایک ایسا قیمتی عطیہ ہے کہ جس کے ذریعہ آدمی کو رشد و ہدایت کی روشنی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور نفرت و عداوت کی مضبوط زنجیروں کو بھی توڑ کر الفت و اخوت کے پھولوں کے ہار گلے میں پہنے جاسکتے ہیں اور۔ آج جو ملک میں افراتفری اور عداوت و نفرت کی آگ مسلمانوں میں بھڑک رہی ہے اور ہر طرف دشمنی و نفرت کی باقاعدہ جنگ لڑی جا رہی ہے۔ مسلمان ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں۔ خون کے فواروں سے درود یوار سرخ کئے جا رہے ہیں اور اپنی ہی بہو بیٹیوں کی عصمت کے گراں قدر موتی سر بازار لوٹ رہے ہیں اور بموں کے دھماکوں سے بے گناہ لوگوں کا خون بہایا جا رہا ہے۔ اور عوام میں طرح طرح کا خوف و ہراس پھیلا کر نہ صرف ان کی پرسکون زندگی پر موت کے سائے مسلط کئے جا رہے ہیں بلکہ ملک کی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کیا جا رہا ہے۔

کہیں چار قوموں کا اثر دھا ملک کو ڈس رہا ہے اور کہیں لسانی جھگڑے سے وطن کو تباہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور کہیں علیحدگی پسندی اور صوبائی خود مختاری کا خطرناک نعرہ لگا کر مشرقی پاکستان کی طرح اسے اور بھی ٹکڑے کرنے کی بنیاد رکھی جا رہی ہے تو ان تمام خرابیوں اور ساری نفرتوں کا سبب صرف ایک ہے کہ ہم مسلمان محبت کے جذبہ سے محروم ہو چکے ہیں اور قدرت کے اس انمول موتی سے اپنے اپنے

دامن خالی کر چکے ہیں اور باہمی اتحاد و یگانگت کی دولت ہم سے چھین چکی ہے!
اقبال مرحوم بھی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:-

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے!
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں! سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

اور —

محبت خویشتن بنی محبت خویشتن داری

محبت آستان قیصر و کسریٰ سے بے پروا

گویا کہ اگر ہم مسلمان محبت و اخوت کے اس کھوئے ہوئے پاکیزہ جذبہ اور
قدرت کے عطا کردہ اس قیمتی گوہر کو پھر اپنے سینوں سے لگالیں تو ہم پھر دوستی و یکجہتی کی
رسی کو تھام کر دنیا پر چھا سکتے ہیں اور نفرت و عداوت کی کالی گھٹاؤں سے نکل کر اتحاد و
اتفاق کی برکت سے کامیابی و کامرانی کی روشنی فضا میں حاصل کر سکتے ہیں اور ہم اگر
ایک بار پھر محبت کو اپنا شعار بنالیں تو ہم پھر عزت و وقار کی بلندی پر
پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ — محبت — قیصر و کسریٰ کے شاہی مخلات کی پرواہ نہیں
کرتی اور روم و شام کے تخت و تاج کو نگاہ میں نہیں لاتی!

مجبور و بے بس زلیخا ایک ایسی بلبل کی طرح عزیز مصر کے ساتھ جا رہی تھی جسے
صیاد نے پکڑ کر تیلیوں کے قفس میں قید کر دیا ہو اور وہ بے چاری پھڑ پھڑا بھی نہ
سکے۔

اچانک ایک دن مصر کے کوتوال کی طرف سے دف بجا بجا کر گلیوں، بازاروں اور
محلوں میں اعلان ہونے لگا کہ اگلے دن عزیز مصر قطیفیر طیموس شہنشاہ کی بیٹی زلیخا کو دلہن
بنا کر تشریف لارہا ہے تمام لوگ استقبال کے لئے مصر کے فلاں دروازہ پر جمع ہو

جائیں۔!

اگلا دن آیا مصری حکومت اور عوام نے شاہانہ استقبال کیا۔ مصر میں ایک جشن کا سماں تھا! چراغاں کیا گیا۔ ہزاروں خوبصورت کنیریں زرق برق لباس میں زلیخا کی عماری کے آگے آگے رقص کرتیں اور اپنی دلبرانہ اداؤں سے اٹھکیلیاں کرتی جا رہی تھیں اور کئی غلام عزیز مصر کے گھوڑے کے آگے جھومر ڈالتے جا رہے تھے!

مصر کے شاہی محل میں زلیخا کے لئے ہر طرح کا آرام اور ہر قسم کی راحت کا سامان مہیا کر دیا گیا اور خوشیوں اور مسرتوں کے دروازے کھول دیئے گئے۔ پورے محل کو عطر و گلاب سے معطر رکھا جانے لگا۔ خدمت اور فرمانبرداری کے لئے کنیروں کا جھرمٹ زلیخا کا دل بہلانے کے لئے ہر وقت اس کے پاس رہنے لگا۔ رات ہوتی تو محل کے ارد گرد اور چاروں طرف مشعلیں روشن کر دی جاتیں اور قندیلیں جلا دی جاتیں مگر ماہ کنعان کا خوبصورت حالہ پھولوں کے ہار کی طرح گردن میں ڈالنے والی زلیخا کو جب ایک بھی شعاع نہ دکھائی دیتی تو وہ مشعلوں اور قندیلوں کی روشنی کو مکر چاندنی سمجھ کر بھاڑتی تھی!

اور — وہ غمگین اور اداس رہنے لگی — نہ دن کو چین نہ رات کو آرام — نہ لبوں پر تبسم نہ ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ غمگین و اداس راتوں میں سو جاتی کہ شاید خواب میں اپنے حسن و جمال کا جلوہ دکھلا کر میرے دل میں محبت کا چراغ جلانے والا خوبصورت جوان پھر کبھی خواب میں آ کر میری خزاں رسیدہ زندگی میں تازہ بہار پیدا کر دے! زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید لیا! پہچان لیا کہ خواب میں آنے والا محبوب یہی ہے۔ خرید کر محل میں لے آئی!

مگر وہ شرافت کا پتلا اور حسن اخلاق و کردار کا مجسمہ زلیخا کی حسرت پوری نہ کر سکا اور پھر مصر کے قید خانہ میں اسے قید کر دیا گیا۔

آخر کار حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی حکومت مل گئی۔ اور وہ تو مصر کے تخت و

تاج پر رونق افروز ہو گئے لیکن زلیخا انہیں صحراؤں اور بیابانوں میں تلاش کرتی رہتی۔
 زلیخا کے بخت نے یاوری نہ کی اور مصر کا تخت گنوا بیٹھی — واہ بی بی زلیخا تیرا
 مقدر! پہلے اپنے باپ طیموس کے شاہی محلات سے نکلی اور پھر مصر کے تخت و تاج کو ٹھکرا
 کر اپنے محبوب کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگی۔

شاہی لباس اتارا اور ٹاٹ کا پھٹا ہوا پیرا بن اوڑھ کر جنگل میں جا بیٹھی! —
 اور خوبصورت محل کو چھوڑ کر صحرا میں ایک بوسیدہ سی گھاس کی کٹیا میں رہنے لگی!
 مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس جانگداز حادثہ کی نشان دہی یوں کرتے ہیں!

زلیخا راز تنہائی چو جاں کاست

براہ یوسف ازنی خانہ ساخت

کہ جب زلیخا تنہائی سے گھبرا گئی تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی گزرگاہ
 میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنالی! وفادار غم خوار دانی کو ساتھ لیا اور پتھر کے بت کو بغل
 میں دبایا اور شہر سے نکل گئی!

بحسرت بر سر راہش نشستے

خروشماں بر گزر گاہش نشستے

اور حسرت ویاس کو اپنے دامن میں لپیٹ کر محبوب کی راہ میں جا بیٹھی — اور
 ہر راہ گزر سے یوسف علیہ السلام کا حال پوچھتی۔

آنکھوں کی بینائی ضائع ہو چکی تھی۔ کمر جھک گئی تھی اور جوانی و شباب کے گلشن
 میں خزاں آچکی تھی مگر پھر بھی خزاں رسیدہ پتاجب زمین پر گرتا تو اسے اٹھا کر آنکھوں پر
 لگاتی اور چومتی اور عشق و محبت کی بوسو بگھمتی

حضرت یوسف علیہ السلام کا معمول تھا کہ وہ ہر روز صہیل گھوڑے پر سوار ہو کر
 ہزاروں غلاموں کے جھرمٹ میں مصر کے گلی بازاروں میں پھر کر غریبوں اور مسکینوں اور
 یتیموں کی فریاد سن کر دادرسی فرماتے اور معذور و محتاج لوگوں کو خیرات تقسیم کرتے تھے۔

سراقدرس پر شاہی تاج۔ شاہی چھتر کا سایہ اور دامن میں شاہی خزانہ۔
مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

چوشاہ خود ز مشرق خاور آمد
صہیل ابلق یوسف برآمد

کہ جس طرح مشرق سے سورج طلوع ہوتا ہے اسی طرح حضرت یوسف علیہ
السلام کا صہیل اور ابلق گھوڑا زینخا کے قریب سے گزرا!

بیروں آمد زینخا چوں گدائے
گرفت از راہ یوسف خاکپائے

تو زینخا یوسف علیہ السلام کے گھوڑے کے سموں کی آواز سن کر ایک بھکارن کی
طرح اٹھی اور خاک پا کو بوسہ دیا — آنکھوں پہ لگائی اور سینے پر ملی۔ لطف اندوز ہوئی
اور سرور حاصل کیا۔

ماہ کنعان یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا تیز رفتار گھوڑا ہر روز زینخا کی کنیا کے
قریب سے تیزی سے گزر جاتا تو وہ سموں کی آواز کے پیچھے دوڑتی اور دردناک آواز
میں پکارتی —

ہو جا کھڑا نہ جائیں یوسف گل میری جاسن کے
ویہہ انصاف نتاریں دودھوں خالص پانی پن کے
میریاں سن فریاداں جائیں میں دل نظرا لاریں
جاندى تیز سواری والیا واگ ذرا کھلیاریں

کئی دن ایسے ہی گزر گئے مگر زینخا کی فریاد کو مقبولیت حاصل نہ ہو سکی فرشتوں نے
سفارش و درخواست کی اے بارالہا زینخا تیرے ایک لاڈلے اور برگزیدہ پیغمبر حضرت
یوسف علیہ السلام کی محبت میں فنا ہو کر باپ کے شاہی محلات اور عزیز مصر کے شاہی تخت
وتاج کو ٹھکرا کر گھاس کی بوسیدہ سی کنیا میں اپنے حبیب کے ملاپ و وصل کی امید لئے

بیٹھی ہے اس وصل کی نعمت نصیب فرمادے۔

جواب آیا — تم نے درست التجا کی مگر زلیخا محبت تو کرتی ہے یوسف سے اور پرستش کرتی ہے بت کی اسے اس وقت تک یوسف علیہ السلام کا وصل حاصل نہیں ہوگا جب تک یہ اپنے پتھر کے بنائے ہوئے بت کو پاش پاش نہ کر دے۔

ادھر ملائکہ بارگاہ رب العزت میں سر بسجود ہو کر منت و سماجت کر رہے تھے اور

ادھر — زلیخا کو جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ملاپ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو یہ سمجھ کر کہ جس بت کی میں پرستش کرتی آرہی ہوں شاید یہی کوئی میری مدد کرے اور میری زندگی کی تاریک راتوں میں میرا وہ ماہ کنعان نمودار ہو جائے اور شاید میری تمناؤں اور آرزوؤں کے اجڑے ہوئے گلشن میں پھرتازہ بہار آجائے اور میری یہ گھاس پھوس کی کٹیا پھر خوبصورت محل میں بدل جائے۔

شب سرپیش آں بت برز میں بود

کہ عمرے در پرستش کارِ این بود

کہ ایک رات بے قراری اور بے تابی کے عالم میں میں اٹھی اور اپنا سر حسب معمول بت کے آگے جھکا دیا اور کہنے لگی کہ میں نے ساری عمر تیری پوجا و عبادت میں گزار دی ہے!

بگفت اے قبلہ جانم جمالت

سرمں در عبادت پائمالت

اور کہا کہ اے میری جان کے قبلہ میرا سر تیری عادت میں پائمال ہو چکا ہے!

ترا عمریت کز جانی پرستم

بیروں شد گوہر بینس زدستم

کہ ساری عمر و جان سے تیری عبادت و پرستش میں گزار دی اور میرے دست

ناتواں سے عقل و ہوش کے گر افتدز موتی بھی چھوٹ چکے ہیں۔
 آ — اور میری مدد کر اور مجھے میرا محبوب ملا دے! مگر وہ پتھر کا ایک بے حس و
 حرکت زلیخا کی کیسے مدد کر سکتا تھا۔

اور جب بت نے بھی کوئی مدد نہ کی اور کوئی جواب نہ دیا تو ایک دوسرا وزنی پتھر
 اٹھا کر اپنے بت پر مار کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھر رحیم و کریم معبود برحق کی بارگاہ
 میں سجدہ ریز ہو کر پکار اٹھی

تضرع کرد و روبرو خاک مالید
 بدرگاہِ خدائی پاک نالید
 عاجزانہ انداز میں زلیخا نے چہرہ کو مٹی میں ملا خدائے پاک کے حضور بہت
 روتی —

بلطف خود جفائے من بیامرز
 خطا کر دم خطائے من بیامرز

کہ اے خالق دو جہاں — تو وحدہ لا شریک ہے اور معبود برحق ہے اور تو ہی وہ
 ازلی اور ابدی مصور ہے جس نے اپنے دست قدرت سے یوسف کی تصویر بنائی۔
 اور میں نے تیرے سوا بت کی پرستش کر کے ظلم کیا۔ اور میں تسلیم کرتی ہوں کہ میں
 نے ایک پتھر کی پوجا کر کے ناقابل معافی جرم کیا ہے مگر تو اپنے خاص لطف و کریم سے
 میرے اس جرم و خطا کو معاف فرما دے!

کر منظور بندی دیاں عرضاں بخش غموں چھٹکارے
 یارب میل! ملاں اک واری جان میرے غم سارے

التجا قبول اور دعا منظور ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی شاہانہ سواری گزری تو
 حکم الہی آیا کہ آج زلیخا سے مل کر آگے جانا ہے اس لئے کہ اس نے بت کو توڑ کر رب
 حقیقی کی بارگاہ میں سر جھکا دیا ہے۔

سواری ٹھہر گئی!

اور فرمایا — فریاد کرنے والی عورت کو حاضر کیا جائے!

وفادار دانی اور پرانی عنخوار کنیر نے لاٹھی پکڑ کر زینخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے قریب لا کھڑا کیا،

مگر مصر کا عظیم حکمران اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا لخت جگر اور حضرت راحیل کا نور نظر اور زینخا کا ماہ کنعان زینخا کو نہ پہچان سکا۔

اس لئے — کہ — نہ حسن، نہ جوانی، نہ شباب اور نہ ہی شاہانہ لباس! زینخا کو ایک بھکاری عورت سمجھ کر ایک غلام کو حکم دیا کہ اس بھکارن کو خیرات دی جائے!

آگے جانے لگے تو جبریل علیہ السلام نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی — اور عرض کی۔

ہو جا کھڑا نہ جائیں یوسف اللہ نے فرمایا

فریادی دی اپنی کنیں سن لے دکھ جو پایا

حضرت یوسف علیہ السلام گھوڑے سے اتر آئے اور پوچھا۔

اے بوڑھی عورت — بتا تو کون؟ اور تیری حاجت کیا ہے؟

محبوب کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو پہلے بے ہوش ہو گئی۔ ہوش آیا تو

چوں گل خنداں شد و چوں غنچہ بشگفت

وہاں پر خنداں بر یوسف دعا گفت

پھر پھول کی طرح کھل اٹھی اور غنچے کی طرح مسکرا اٹھی اور یوسف علیہ السلام کے

لئے دعا کرنے لگی!

اور اپنی زندگی کی کتاب کے چند باب یوں بیان کرنے لگی اور اپنا تعارف مختصر

الفاظ میں کچھ اس طرح سنانے لگی!

بگفت آنم کہ چوں روئے تو دیدم
 ترا از جملہ عالم برگزیدم
 کہ میں وہی ہوں کہ جب میں نے تمہارا خوبصورت چہرہ خواب میں دیکھا تو میں
 نے دونوں جہان میں سے تجھے اپنے لئے چن لیا تھا۔
 فشاندم گنج و گوہر در بہایت
 دل و جاں وقف کردم در ہوایت
 اور پھر میں نے تیرے لئے لعل و جواہرات کے خزانے نچھاور کر دیئے اور تیرے
 لئے میں نے دل و جان وقف کر دیئے۔

جوانی در غمت برباد دارم
 بدیں پیری کہ می بنی فنادم
 اور میں نے اے میرے محبوب، اے میرے یوسف اور اے مصر کے حاکم اپنی
 بھرپور جوانی تیری محبت کے غم میں برباد کر دی — اور اب اس بڑھاپے میں ہوں جو
 تو دیکھ رہا ہے — اور

میں او خدمت گار پرانی ناز اٹھاؤں والی
 کنگھی واہ تیری وچہ زلفاں لعل جڑاؤں والی
 مال خزانے نام تیرے تھیں سب لٹاؤں والی
 ہوا نھی وچہ راہ تیرے دے کلی پاؤں ولی
 پھر عشق و محبت کا پورا قصہ جسے قرآن مجید نے بھی احسن القصص فرمایا ہے درد
 سوز سے بھرے ہوئے انداز و الفاظ میں بیان کر دیا!

اور پھر اشکبار آنکھوں سے اور جدائی کے داغوں کو نمایاں کر کے یوں کہا! کہ
 نیناں والیا دکھیں پالیا میریا بے پرواہا
 ارج پچھان نہ سکیوں مینوں دیس مصر دیا شاہا

اور پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام کو پتہ چل گیا کہ یہی وہ زلیخا ہے کہ جسے میں نے خواب میں اپنے حسن و جمال دکھا کر اپنی محبت کے جال میں پھنسایا تھا اور پھر جس نے مجھے سر بازار خرید لیا تھا تو اس کا بڑھا پا دیکھ کر — ٹیڑھی کمر دیکھ کر — اندھی آنکھیں دیکھ کر اور گھاس کی جھونپڑی دیکھ کر حیران رہ گئے! کیوں کہ! — وہ زلیخا کا حسن و شباب دیکھ چکے تھے اور اس کی بھرپور جوانی کی بہار ملاحظہ کر چکے تھے! آخر پوچھ ہی لیا — اور عجب ہمدادانہ انداز میں پوچھا — محبت و الفت کے قرینہ سے پوچھا اور دلبرانہ حقیقت سے پوچھا —

بگفتا کو جوانی و جمالت
 بگفت از دست شد دور از وصال
 یوسف پچھے دس زلیخا کتھے گئی جوانی
 کہے زلیخا عشق تیرے وچہ کر چھڈی قربانی
 بگفتا چشم تو بے نور چوں ست
 بگفت از بس کے بے تو غرق خون دست
 یوسف پچھے دس زلیخا اکھیں کدھر گیاں
 کہے زلیخا ہجر تیرے نے واچھری کڈھ لیاں

اور یہ کہ تیری جدائی میں میری آنکھیں خون کے آنسو بہا بہا کر آنسوؤں کے اس سمندر میں غرق ہو چکی ہیں۔

احسن القصص صفحہ ۲۲۹۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — قَالَ يُوسُفُ مَنْ هِيَ يَا جَبْرِيلُ — حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا!

یہ بوڑھی عورت کون ہے؟
 جبریل علیہ السلام نے عرض کی گھوڑے سے اتر کر اس سے خود پوچھ لو۔

حضرت یوسف علیہ السلام اسی وقت گھوڑے سے اتر کر زلیخا کے پاس گئے

اور پوچھا!

مَنْ أَنْتَ — اے عورت تو کون ہے؟

زلیخا نے جواب دیا!

كَأَنَّكَ لَا تَعْرِفُنِي! — گویا کہ تو نے مجھے پہچانا نہیں؟

فرمایا — لا — نہیں۔

زلیخا نے یہ مایوس اور حیران کن جواب سنا تو دستِ افسوس ملنے لگی اور سر کے سفید بالوں کو نوچنے لگی کہ سات سال کی عمر سے لے کر اس بڑھاپے اور خستہ حالی تک میں نے جس کے عشق و محبت میں اپنی زندگی کے پر بہار گلشن کو خزاں کے حوالے کر دیا اور باپ طیموس کے تخت سے منہ موڑ کر عزیز مصر کے تاج تک کو میں نے ٹھکرا دیا اور ہر آرائش — ہر نمائش اور ہر ستائش کے خوبصورت سامان لٹا چکی ہوں اور جس کے غم و فراق کی آگ میں جلتے ہوئے مصر کے بیابانوں تک پہنچی ہوں وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا۔

زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اور رکاب کو چوم کر عرض کی اور اپنا تعارف ان الفاظ میں کروایا۔

أَنَا زُلَيْخَا الَّتِي خِدْمَتِكَ بِرُوحِي وَبَدْنِي.

کہ میں وہی زلیخا ہوں جس نے دل و جان سے تیری خدمت کی۔ تیرے وصل و ملاپ کی امید میں وطن چھوڑ کر مصر آنے والی زلیخا ہوں — اور میں وہی زلیخا ہوں جس نے مصر کی معزز خواتین کے طعنوں کا جواب دینے کے لئے ان کی ضیافت کی اور پھر تیرے حسن کا انہیں جلوہ دکھا کر بے ہوشی کے عالم میں ان کے ہاتھ کٹوائے تھے! کیا اب بھی مجھے پہچانا ہے کہ نہیں!

جواب دینے سے پہلے بارگاہِ ایزدی سے آواز آئی!

أَقْضِ حَاجَتَهَا يَا يُوسُفُ

کہ اے یوسف۔ زلیخا کی ہر حاجت پوری کر اور اس کی ہر تمنا — ہر خواہش اور ہر آرزو کو پایہ تکمیل تک پہنچا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے پوچھا!،
مَا حَاجَتُكَ؟

تیری کیا حاجت ہے؟

قالت انی ارید ان اکون لك زوجته —

جواب دیا! میری پہلی خواہش یہ ہے کہ میں تیری بیوی ہوں اور تو میرا شوہر —
ماہ کنعان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھ سے نکاح کیسے کر سکتا ہوں جب کہ تو
ایک اندھی بھکارن۔ بوڑھی اور کافرہ عورت ہے!

آسمان سے فرشتہ نے آواز دی!

اے یعقوب علیہ السلام کے لخت جگر پریشان نہ ہو —

بے شک زلیخا بوڑھی ہے تو ہم اسے جوان، خوبصورت اور حسین لڑکی بنا
دینگے! کیونکہ تیرے ہی انتظار میں جوانی سے بڑھاپے تک پہنچی ہے۔
اور بے شک زلیخا فقیرنی ہے مگر ہم اسے غنی و تو نگر کر دیں گے۔
اس لئے کہ اس نے تمام مال و دولت کے خزانے تیرے ہی نام پر لٹائے ہیں!
اور بے شک زلیخا اندھی ہے مگر ہم اسے بینائی عطا کر دیں گے — کیوں کہ یہ
تیرے ہی فراق میں رو رو کر اندھی ہو گئی ہے۔

وَأِنْ كَانَتْ كَافِرَةً ۖ أَنَا أَجْعَلُهَا مُؤْمِنَةً ۖ

اور اگرچہ زلیخا کافرہ ہے تو ہم اسے ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیں گے۔ کیونکہ
جو ہم سے بلا واسطہ محبت رکھتا ہے زلیخا اس سے محبت کرتی ہے!
پس پھر کیا تھا — حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی یا حضرت جبریل علیہ

السلام نے زلیخا کے بدن کو چھوا تو وہی جوانی لوٹ آئی — وہی حسن پر نکھار آ گیا۔
کمر سیدھی ہو گئی — آنکھیں روشن ہو گئیں اور قدموں کی لعل و جواہرات کا خزانہ
آ گیا اور زبان پر توحید و رسالت کا ورد جاری ہو گیا اور اس طرح زلیخا کفر کی تاریکی سے
نکل کر ایمان کی روشنی میں آ گئی۔

فَعَقَدَ بَيْنَهُمَا يِعْقُوبُ — اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بی بی
زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ
السلام کے شرع قانون اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے مقدس دین پر پڑھایا:—
مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بقانون خلیل و دین یعقوب
برآئین جمیل و صورت خوب

تو — قارئین محترم — یہ ہے قرآن مجید کے احسن القصص یعنی سورۃ
حضرت یوسف علیہ السلام کی تفسیر کا پہلا حصہ اور محبت و محبوب کے وصل و ملاپ کا پر کیف
نقشہ جسے میں نے اپنی کم علمی کے باوجود مستند تفسیروں سے مزین کیا اور اپنی اس عظیم
یادگار کو پوری ملت اسلامیہ کے دامن میں ڈال دیا ہے! اور اس طرح زلیخا کو محبوب مل گیا
اور حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کا تخت و تاج!

دونوں کی زندگی کا سفر ایک جیسا تھا اور دونوں کا راستہ دشوار — — ایک پھولوں
کی بیج کی بجائے کانٹوں کے بستر پر کروٹیں بدلتا ہوا مصر کے تخت تک پہنچا اور دوسری غم
والم کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتی ہوئی مصر کے محل میں آئی۔

اور پھر دونوں کو عشق و محبت کی منزل ہاتھ آ گئی اور پھر دونوں کی محبت کی پاکیزگی
اور حقیقی داستان کو قرآن حکیم نے احسن القصص قرار دے کر یہ ثابت کر دیا کہ دونوں
یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی ہر طرح کی
لغزش اور ہر قسم کی معصیت سے پاک ہو۔

کیونکہ — اگر قرآن مجید کے اس مقدس قصہ میں کسی طرف سے بھی کوئی خرابی، کوئی برائی اور فحاشی کا گمان تک بھی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس قصہ کو کبھی احسن القصص کا نام نہ دیتا!

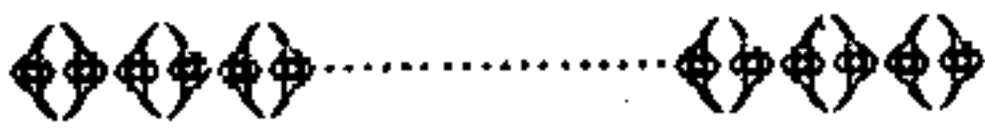
اے زلیخا — عشق و محبت کی راہ میں تیری ثابت قدمی اور اس کے پرخطر راستوں میں تیری مستقل مزاجی اور درد و الم کی منزلوں میں تیرے عزم و حوصلہ پر صاحبزادہ سید افتخار الحسن تجھے آفرین کہتا ہے کہ تو نے مال و دولت کے خزانے اور مصر کے شاہی محلات اپنے محبوب کے نام پر قربان کر دیئے لیکن اس کے نام کا وظیفہ نہیں چھوڑا اور ساری زندگی حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد میں آہیں بھرتی گزار دی مگر اس کی محبت کے رشتہ کو نہیں توڑا۔

اور تو اللہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں یہاں تک فنا ہو گئی کہ تیری ہر سانس سے یوسف کا نام نکلتا اور تیری ہر آہ میں اسی کی خوشبو پائی جاتی۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کے نزدیک تو دونوں کی پاکیزہ زندگی اور ہر قسم کی آلودگی سے پاک زندگی کے باعث ہی احسن القصص کہا گیا ہے۔

وچہ قرآن خدا ایہہ قصہ احسن کر فرمایا!

جیس خود آپ صلابے خالق رے نہ جوٹھر لایا



خون کا رشتہ

اے میرے مسلمان اور صاحب ایمان بھائیو!

آؤ — ذرا صاحبزادہ سید افتخار الحسن صاحب کی زبانی قرآن حکیم کی سورۃ یوسف کے ہی حوالہ سے بھائیوں کے مقدس اور خونی رشتہ کی حقیقت افروز داستان بھی سن لو — تاکہ شاید تم اپنے دوسرے مسلمان بھائی کا خون بہانے سے باز آ جاؤ اور شاید تم آپس کی نفرت کی دیوار کو پاش پاش کر کے محبت کا قلعہ استوار کر کے گلشن میں تازہ بہار پیدا کر سکو اور عداوت کے جال کو توڑ کر الفت کے سمندر سے سچے موتی نکال سکو شاید تم آپس میں دشمنی کے خوفناک کالے ناگ کا سر کچل کر اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا کر سکو۔

قرآن مجید نے ہمیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فرمایا ہے کہ تمام مسلمان و اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

کوئی امریکہ میں رہتا ہو یا افریقہ میں۔ کسی کا بسیرا عرب میں ہو یا چاہے عجم میں اور کسی کا گھر چاہے سندھ میں ہو یا کسی کا مکان بلوچستان میں اور چاہے کوئی سرحد میں رہنے والا ہو یا کوئی پنجاب کا باشندہ ہو! نہ رنگ و نسل میں کوئی امتیاز اور نہ ہی گورے اور کالے میں کوئی فرق ہو!

اس لئے — کہ مرنے کے بعد قبر کے لئے جتنی زمین کسی دولت مند اور سرمایہ دار یا کسی مل کے مالک کو ملنی ہے اتنی ہی زمین کسی مزدور، مفلس، غریب اور گداگر کو ملے

گی۔

پھر فرق کیسا اور تمیز کیوں۔ پھر تکبر کس لئے اور دولت و سرمایہ داری پر غرور کیوں؟
حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دہلوی شہر سے باہر
نکلے۔ دیکھا کہ دو سگے بھائی ایک مرلہ زمین کے لئے لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت
خواجہ صاحب کو دیکھا تو عرض کی۔

حضور ہم دونوں حقیقی بھائی ہیں اور یہ ایک مرلہ زمین ہے یہ کہتا ہے کہ زمین میری
ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ زمین میری ہے۔

آپ فیصلہ کر دیں کہ زمین کس کی ہے آپ کا فیصلہ ہم دونوں بھائیوں کو منظور ہوگا
— خواجہ صاحب نے اپنا عصا مبارک زمین پر مارا اور فرمایا:
بتا تو کس کی ہے؟

زمین بول اٹھی —

حضور نہ میں اس کی اور نہ اس کی بلکہ یہ دونوں میرے ہیں۔

فیصلہ سن کر دونوں بھائی حیران بھی ہوئے اور پریشان بھی — اور زمین کے
ٹکڑے کو وہیں چھوڑ کر دونوں نے نفرت کو محبت میں اور عداوت کو الفت میں پھر بدل
لیا۔

ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم —

میرے پیارے مسلمان بھائیو!

”اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد“

اور ساتھ ہی اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات تاکہ شاید تمہیں
سمجھ آ جائے کہ مسلمان کون ہیں اور ان کے حقوق کیا ہیں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۳۳ بخاری و مسلم شریف کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا —

کہ فرمایا یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ "رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ
وَاتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ وَأَجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ لِعَاطِسٍ — کہ ایک مسلمان کے
دوسرے مسلمان بھائی پر پانچ حقوق ہیں۔

☆ ایک دوسرے پر سلام کا تبادلہ کرنا۔

☆ بیمار کی عیادت کرنی

☆ جنازہ میں شریک ہونا

☆ دعوت قبول کرنا

☆ — اور چھینک کا جواب دینا۔ چھینک والا کہے الحمد للہ، دوسرا کہے —

یرحمک اللہ، کہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۲ بحوالہ بخاری و مسلم شریف — حضرت ابن عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا — **الْمُسْلِمُ
أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ** — کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی
ہیں اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں اور ذلیل نہ کریں۔

اور اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی کوئی حاجت پوری کرے گا —

كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ — تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا۔

وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كَرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كَرْبَتَهُ مِنْ كَرْبَاتِ يَوْمِ

الْقِيَامَةِ —

اور جو مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی کسی مصیبت کو رفع کرتا ہے تو اللہ

تعالیٰ قیامت کی مصیبتیں اس پر رفع یعنی دور کرے گا۔

وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

اور جو مسلمان اپنے دوسرے مسلمان کے کسی عیب کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ

قیامت کے دن اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا۔

اے میرے مسلمان اور صاحب ایمان بھائیو! آؤ اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ کیا ہم اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔

کیا ہم نے کبھی کسی مریض کی عیادت کی اور کیا ہم نے کسی کے جنازہ میں شریک ہوئے اور کیا ہم نے کبھی مسلمان بھائی کی کسی حاجت کو پورا کیا اور کسی مصیبت کو دور کیا۔ اگر یہ سب کچھ کرتے ہیں تو رحمت خداوندی کے مستحق اور اگر نہیں تو پھر کیسی مسلمانی اور کیسا ایمان۔

”آج ۱۳ جولائی ۱۹۸۸ء بروز بدھ ہے اور آج کے ”نوائے وقت“ کی خبر ہے، کہ ساہیوال کے قریب بھائی نے بھائی کو قتل کر دیا۔“

سید افتخار الحسن کے نزدیک بھائی، کیا ہیں، سچے موتیوں کی لڑی۔ ہیروں کی مالا۔ اور لعل و جواہرات کی ایک تسبیح!

حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت کے غلبہ کے ساتھ ساتھ جب مصر کی سلطنت پر پوری طرح تسلط بھی ہو گیا اور ملک میں ظلم و ستم کی جگہ عدل و انصاف نے لے لی اور جب شدید قحط کے زمانہ میں انہوں نے غلہ تقسیم کرنے کا عام اعلان کر دیا تو اور ریاستوں کے علاوہ ملک شام کے غریب اور بھوک کے ستائے ہوئے لوگ بھی مصر کے شاہی دربار سے گزر اوقات کے لئے غلہ لاتے اور واپس کنعان آ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی قیام گاہ کے قریب ٹھہرتے جو ”بیت الحزن“ کے نام سے مشہور تھی۔

وَيَذْكُرُونَ مَحَاسِنَهُ وَيَشْكُرُونَ لَهُ، — اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبیاں بیان کرتے اور ان کا شکر یہ ادا کرتے — اور ان کے کمالات و صفات کو یوں بیان کرتے کہ مصر کے والی نے ہماری بہت ہی عزت کی اور ہمیں زیادہ غلہ دے کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے اور ہماری گزر اوقات کے لئے ہمیں خیرات دے کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔

وَهُوَ أَحَبُّ أَهْلِ الشَّامِ — اور اسے یعنی مصر کے حاکم کو شام والوں سے بڑی محبت ہے۔

وَيَعْقُوبُ يَسْمَعُ وَيَقُولُ فِي نَفْسِهِ هَذَا عَلَامَةُ الْعَارِفِينَ — اور حضرت یعقوب علیہ السلام غلہ لانے والوں کی گفتگو سن کر اپنے دل میں کہتے کہ یہ تمام صفات و علامات خدا تعالیٰ کو پہچاننے والوں کے ہیں۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

سن سن کے یعقوب پیغمبر دنگ رہے تعریفوں

شاہ عزیز ملی ایہہ نعمت کس دے قرب حضوروں

ارو پھر ارشاد فرماتے — کہ

ایہہ خصائل باہجہ پیغمبر مشکل نظری آون

والی مصر پیغمبر ہوسی صفتان ایہہ فرماون

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا۔

إِنَّ بِمِصْرٍ رَجُلًا صَالِحًا — کہ مصر میں ایک نیک و صالح آدمی ہے جو مصر کا حکم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا عادل بھی ہے اور رحیم و کریم بھی۔ بڑا غنی بھی ہے اور بڑا سخی بھی۔

تم بھی مصر جاؤ اور دوسرے مفلس و غریب لوگوں کی طرح تم بھی اس کے شاہی دربار سے غلہ لاؤ۔

وَأَخَذُوا الطَّعَامَ — چنانچہ اپنے باپ کے پند و نصائح سن کر اور ان پر عمل کرنے کا وعدہ کر کے اونٹوں پر روانہ ہو گئے! اور اپنی تیز رفتار اونٹنیوں پر صحرا و بیابان کو چیرتے ہوئے ریگستانوں کا راستہ طے کرتے ہوئے مصر شہر کے اس دروازہ پر پہنچے جس دروازہ پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی خاطر پہرہ بٹھایا ہوا تھا۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۳ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — تفسیر کشاف جلد ۲

صفحہ ۲۸۴ علامہ جاد اللہ محمد بن عمر الزمخشری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — تفسیر کنز الایمان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر مظہری امام علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دربان نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع دی کہ دس خوبصورت شتر سوار آئے ہیں۔ چہروں پر گرد و غبار اٹا ہوا ہے اور لباس پھٹے ہوئے ہیں بے کسی اور بے بسی کے عالم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور کوئی پونجی بھی ان کے پاس نہیں ہے — اور پیشانیوں پر غربت و مفلسی کے آثار بھی نمایاں ہیں۔ مگر گفتگو ان کی اچھی اور دلنشین ہے!

اور کہتے ہیں — نَحْنُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ مِنْ كِنْعَانَ — کہ ہم شام کے شہر کنعان کے رہنے والے ہیں اور ہم یعقوب بنی کے فرزند ہیں اور حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم کے خاندان نبوت کے چشم و چراغ ہیں۔

اور میں نے ان سے جب یہ پوچھا — اَيْنَ قَصَدْتُمْ — کہ تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے تو انہوں نے جواب دیا۔

إِلَى الْعَزِيزِ الْمِصْرِ — کہ ہم عزیز مصر کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ یعنی یہ مسافر آپ کے خاص مہمان ہیں اگر اجازت ہو تو آپ کے پاس دربار میں پہنچا دوں۔

دربان کی عرضی پڑھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

دربان سے پوچھا ان کے لباس کیسے ہیں؟

جواب دیا پھٹے پرانے ہیں!

پوچھا — ان کا حال کیسا ہے؟

عرض کی گئی — پریشان حال ہیں! اور کسی کے چہرہ پر کوئی رونق نہیں بس اداسی

ہی اداسی چھائی ہوئی ہے۔ ہیں خوبصورت مگر سفر کے گرد و غبار نے ان کے حسن کو چھپا رکھا ہے!

یوسف علیہ السلام کی آپہں نکل گئیں کہ:

چالی برسوں بعد بھرواں میں دل پھیرا پایا
نقش پدر دا اکھیں اگے غم د۔ جوش لیا یا

بھائی آئے ہیں — مگر لباس پرزے پرزے — فاقہ کشی کے اندھیروں
میں ڈوبے ہوئے! اور افلاس کے جال میں پھنسے ہوئے باپ کے فرزند مگر غم کی
تصویریں — ابراہیم علیہ السلام کے نقوش لیکن چہروں پر غربت و افلاس کی تحریریں
اور خاندان نبوت کے چشم و چراغ مگر غمگین و اداس!
درباریوں نے پوچھا! — حضور یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو پریشان کر
دیا ہے اور آپ کو رلا دیا ہے؟

فرمایا — میرے بڑے بھائی ہیں!

ان کی عزت کی جائے۔ اچھے بستر بچھائے جائیں۔ اچھے کھانے کھلائے جائیں
— انہیں نہ ہلا دھلا کر ان کے لباس تبدیل کئے جائیں اور عام مسافروں میں نہیں
شاہی مہمان خانہ میں انہیں ٹھہرایا جائے۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ آخر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ اتنا اچھا
سلوک کیوں کیا جب کہ وہ ان سے برا سلوک کر چکے تھے اور ظلم و ستم کی انتہا کر چکے تھے
تو سید افتخار الحسن جواب دیتا ہے۔

کہ آخر — یوسف علیہ السلام کے بھائی تھے اور خون کا رشتہ جوش مارنے لگا

تھا —

دربان نے آواز دی — اے شام کے شترسوار و چلو عزیز مصر نے تمہیں اپنے

دربار میں طلب کیا ہے!

اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی پورے آداب شاہی کو بجالاتے ہوئے یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو گئے۔

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ لَا مَنكِرُونَ — تو یوسف علیہ السلام نے انہیں یعنی بھائیوں کو پہچان لیا اور وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔

اور پہچانتے بھی کیسے! اس لئے کہ جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تھا اور ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی اور کھوٹے سکوں کے عوض بیچ دیا تھا اس وقت یوسف علیہ السلام کی عمر شریف تیرہ برس کی تھی اور آج چالیس برسوں کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں ان کے روبرو کھڑے تھے۔

اور پھر وہ تو یقین رکھتے تھے کہ ہم نے اسے فروخت کر دیا تھا اور پھر خدا جانے وہ ایک غلام کی حیثیت سے کہاں کہاں اور کتنی بار بک چکا ہوگا۔ مرچکا ہوگا اور اس کا تو نام و نشان تک مٹ گیا ہوگا۔

پھر وہ کیسے پہچان سکتے تھے۔

اور — اس لئے بھی نہ پہچان سکے — کہ

لَطُولُ الْعَهْدِ — وَلَا عِتْقَادَهُمْ أَنَّهُ قَدْ هَلَكَ — لمبی مدت گزر چکی تھی۔ اور پھر ان کا اعتقاد تھا کہ وہ یعنی یوسف ہلاک ہو چکا ہے۔

اور انہیں یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہ کسی ملک کا شہنشاہ بھی ہو سکتا ہے! لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ ہم جس کے آگے غلہ کے لئے ہاتھ پھیلانے اور گداگروں کی صورت میں آئے ہیں یہ وہی یوسف ہمارا بھائی ہے جسے ہم نے اندھیرے کنویں میں پھینک دیا تھا اور پھر کم قیمت اور کھوٹے سکوں کے عوض بیچ دیا تھا — اور بدن مبارک سے قمیص بھی اتار لی تھی! اور وہ اس لئے کہ نہ پہچان سکے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام سونے کے تخت پر رونق افروز ہوئے تو ان کا شاہی لباس اور شاہی جاہ جلال کچھ اس طرح سے تھا۔

يَلْبَسُ ثِيَابَ الْحَرِيرِ جَالِسًا عَلَى السَّرِيرِ وَفِي عُنُقِهِ طَوْقٌ مِنْ ذَهَبٍ
وَعَلَى رَأْسِهِ تَاجٌ — کہ زرق برق ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کے گلے
میں سونے کا ایک قیمتی ہار تھا اور سر پر موتیوں سے جڑا ہوا ایک شاہی تاج تھا۔ بھلا وہ
یوسف علیہ السلام کو اس شان و شوکت کے ساتھ دیکھ کر اور مصر کی شہنشائی ملاحظہ کر کے
اور ہزاروں کینزوں، غلاموں اور خادموں کی اطاعت و فرمانبرداری کا نظارہ کر کے کیسے
پہچان سکتے تھے کیوں کہ انہوں نے کنوئیں میں پھینکتے وقت یوسف کی قمیص بھی اتار لی تھی
اور ننگا کر کے اندھیرے کنوئیں پھینک دیا تھا!

گردنیں جھکائے ہوئے — آنکھیں شرمائے ہوئے اور دامن پھیلائے
ہوئے اپنے چھوٹے بھائی کے سامنے کھڑے تھے!
حضرت یوسف علیہ السلام نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا مَنْ أَنْتُمْ وَمَا شَأْنُكُمْ
— کہ تم کون ہو اور تمہارا کام کیا ہے۔

جواب دیا! — ہم ملک شام کے چرواہے ہیں!
سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ چرواہے تو اپنے اپنے ریوڑ کی نگہبانی کرتے ہیں مگر یہ
کیسے چرواہے تھے کہ اپنے ہی گلہ کی حفاظت نہ کر سکے حالانکہ باپ سے وعدہ کر آئے
تھے — اِنَّآ لَهٗ لَحَافِظُونَ!

حضرت یوسف علیہ السلام نے پھر فرمایا!

لَعَلَّكُمْ جَنَّتُمْ عُيُونًا.

کہ کہیں تم لوگ جاسوس تو نہیں ہو کہ ہمارے خفیہ راز کا پتہ کرنے آئے ہو —
بعض تفسیروں میں چور کا لفظ بھی آیا ہے کہیں تم چور تو نہیں ہو؟ جیسا کہ احسن التفسیر
صفحہ ۱۹۶ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

— پوچھا کیوں آئے ہو؟

جواب دیا۔ قحط کے ستارے ہوئے غلہ لینے آئے ہیں۔

فرمایا — نہیں — بل کذبتم — بلکہ تم جھوٹے ہو — لِأَنَّ
عَلَيْكُمْ أَثَرَ اللَّصُوصِ —

کیوں کہ تمہارے چہروں پر چور ہونے کے آثار نمایاں ہیں۔
اور اس سے یوسف علیہ السلام کی مراد گزشتہ المناک حادثہ اور افسوسناک واقعہ کی
طرف تھی۔

المختصر — پوچھا تم کتنے بھائی ہو؟

جواب ملا — اثنی عشرہ۔ بارہ تھے۔

فَهَلْكَ وَاحِدٌ مِنَّا — ایک ہلاک ہو چکا ہے!

فرمایا — وہ کیسے؟

عرض کی — اس نے ایک جھوٹا خواب دیکھا تھا۔ کہ میں کس ملک کا بادشاہ

ہوں۔ وَنَحْنُ بَيْنَ يَدَيْهِ۔ —

كَالْعَبِيدِ — اور ہم اس کے سامنے غلاموں کی طرح کھڑے ہیں۔ اور نام

اس بھائی کا یوسف تھا!

حضرت یوسف علیہ السلام پردہ و حجاب میں مسکرائے کہ یہ میرے بھائی میری

خواب کو جھوٹا کہہ رہے ہیں جالانکہ میری خواب حقیقت پر مبنی اور سچی تھی اور دلیل یہی

ہے کہ میں مصر کا بادشاہ ہوں اور یہ غلاموں کی طرح میرے سامنے کھڑے ہیں

پھر پوچھا — تمہارا کوئی بھائی اور بھی ہے؟

بولے — ہاں!

کیا نام ہے اس کا؟ —

عرض کی — بنیامین!

فرمایا اسے ساتھ کیوں نہیں لائے؟

جواب دیا — وَهُوَ عِنْدَ أَبِيهِ يَتَسَلَّى بِهِ

کہ وہ بوڑھے باپ کی خدمت کے لئے وہاں ہے!
کیونکہ جب سے اس کا ماں باپ جایا بھائی مرا ہے باپ اسی سے دل بہلاتا ہے
اور تسکین قلب حاصل کرتا ہے؟

آدم برسر مطلب — حضرت یوسف علیہ السلام نے پوری فراخ دلی اور
وسعت قلبی سے بھائیوں کا ساز و سامان تیار کروایا ہے اور فرمایا — ائتونی باخ
لکم من ایکم کہ جب تم غلہ لینے کی غرض سے میرے پاس آؤ تو اپنے چھوٹے
بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لے کر آنا۔

لَا نَبِيَّ اُجْبُكُم — کیوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے۔ مسلمان بھائیو! اور اے اہل ایمان بھائیو دیکھا

بھائی بھائی کا ”خون کا رشتہ“

کہ جن بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو اذیت ناک سزائیں دیں اور ظلم و ستم
کے پہاڑ ڈھائے اور وحشیانہ سلوک کی انتہا کر دی وہی یوسف خونی رشتہ کی عظمت کے
پیش نظر آج بھی انہیں بھائیوں سے محبت کا اعلان کرتے ہوئے شفقت سے پیش آ رہا
ہے!

احسن القصص صفحہ ۲۰۲ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وانی علیٰ دینکم اور میں

تمہارے ہی دین پر ہوں۔

فَاِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُون — اور اگر اپنے

اس بھائی بنیامین کو ساتھ نہ لاؤ تو پھر تمہارے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور پھر

میرے قریب بھی نہ آنا — یعنی میرے ملک مصر میں تم داخل بھی نہ ہونا! یہ سب کچھ

بھائی بنیامین کی طفیل ہے۔

قارئین گرامی! — دیکھا آپ نے کہ قرآن مجید نے کس پیارے انداز اور

ایمان افروز طریقہ سے خون کے رشتہ کی عظمت کو بیان فرمایا ہے کہ یوسف علیہ السلام

نے بھائیوں سے یہ نہیں کہا کہ میرے باپ کو ساتھ لے کے آنا — نہیں بلکہ فرمایا — میرے بھائی کو لے کے آنا!

من ابیکم جو کہ تمہارے باپ سے ہے کیونکہ ماں راحیل تو فوت ہو چکی تھیں۔ پھر حکم دیا کہ ان کی پونجی اور قیمت غلہ کے لئے لائے ہیں ان کے سامان میں واپس کر دو تا کہ واپس جا کر جب اپنی قیمت واپس کی ہوئی دیکھیں گے تو پھر دوبارہ واپس آئیں گے!

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی غلہ کی قیمت کئی وجوہات کی بنا پر واپس لوٹا دی

(۱) تَخَوْفٌ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ أَبِيهِ مِنَ الْمَتَاعِ مَا يَرِجِعُونَ بِهِ — کہ یوسف علیہ السلام کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید میرے باپ کے پاس اور پونجی نہ ہو اور اس وجہ سے بھائی دوبارہ مصر نہ آسکیں

(۲) لَمْ يَرَمِ مِنَ الْكُرْمِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ أَبِيهِ وَإِخْوَتِهِ ثَمَنًا — کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لطف و کرم نے یہ قبول نہ کیا کہ وہ باپ اور بھائیوں سے غلہ کی قیمت وصول کریں۔ اور اسے اچھا نہ سمجھا۔

(۳) عِلْمٌ أَنْ دِيَانَتَهُمْ تَحْمِلُهُمْ عَلَى زِدِّ لِبِضَاعَتِهِ! — کہ یوسف علیہ السلام جانتے تھے کہ نلک شام کے یہ شتر سوار غیور اور امین اور دیانتدار ہیں میری واپس کی ہوئی پونجی کو حلال نہ سمجھیں گے۔ لہذا اسے واپس لوٹانے کے لئے ضرور میرے پاس آئیں گے!

(۴) تفسیر کبیر۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ارادہ التوسعته لایہ — کہ یوسف علیہ السلام کا ارادہ یہ تھا کہ باپ کو رزق و طعام کو وسعت دی جائے! جائے میرے باپ کے گھر سے تنگدستی و فاقہ کشی دور ہو جائے

کیوں نہ ہو —

خون مقدس رشتہ کار فرماتا تھا

سوال — کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے سامان میں پونجی چھپا کے کیوں رکھی۔

جواب (۱): اگر ظاہری طور پر واپس کرتے تو بھائی قبول نہ کرتے

جواب (۲): قیمت اس لئے سامان میں نہ رکھی تاکہ راستہ میں ڈاکو نہ لوٹ لیں

اور یہ پونجی میرے باپ تک نہ پہنچ پائے؟

بھائی جانے لگے تو فرمایا اپنے میں سے ایک بھائی کو میرے ضمانت کے طور پر

چھوڑ جاؤ تاکہ تم بنیامین کو لاسکو۔

انہوں نے قرعہ اندازی کی تو شمعون کا نام نکلا!

میرے مسلمان بھائیو! — دیکھو — اور غور کرو اور دل سے تعصب کے گرد

وغبار کو جھاڑ کر سوچو اور آنکھوں سے کینہ و بغض کی پٹی اتار کر دیکھو اور اپنے دوسرے

بھائی سے نفرت و عداوت کی جڑ کاٹ کر ملاحظہ کرو کہ خون کا عظیم رشتہ کیا کیا رنگ دکھنا

رہا ہے اور اپنے سرخ دھبوں کے باعث محبت و الفت کے چمنستان میں کیسے کیسے پھول

کھلا رہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کس کس طرح سے اور کس کس راستہ سے کس

کس حیلہ سے اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو اپنے پاس لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مگر اس کے مقابلے میں تمہارا خون اتنا سفید ہو چکا ہے کہ تم ایک دوسرے کا خون

بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور تم اب ایک دوسرے کی شکل تک دیکھنا پسند نہیں

کرتے اور تم خون کے اس مقدس رشتہ کو عداوت و دشمنی کے باعث اتنا پامال کر چکے ہو

کہ اب تم محبت و پیار کی وادی میں قدم نہیں رکھ سکتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر کے شاہی لنگر خانہ سے غلہ کے ساتھ

ساتھ مسرتوں کے ڈھیر بھی اپنے سامان کے ساتھ لئے ہوئے جب واپس اپنے باپ

کے پاس پہنچے — تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے عزیز مصر کا حال پوچھا!

احسن القصص — امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

كَيْفَ وَجَدْتُمْ الْعَزِيزَ — کہ تم نے عزیز مصر کو کیسا پایا؟

جواب دیا — منع بِنَافِعِلِ الْكِرَامِ — کہ ہمارے ساتھ نہایت مہربانی

اور لطف و کرم سے عزیز مصر پیش آیا۔

پھر سوال کیا — عَلِيٌّ أَيْ دِينٍ — کہ وہ کس دین پر ہے؟

بیٹوں نے عرض کی — علی دین الاسلام — کہ وہ دین اسلام پر ہے!

اور جب ہم نے آپ کے بڑھاپے اور بیت الحزن اور یوسف کی جدائی کے غم

میں رونے کا ذکر عزیز مصر سے کیا تو وہ بہت رویا اور آہیں بھرنے لگا اور ہم اس کے

دربار میں تنگ دست اور فاقہ مست ہو گئے تھے لیکن اس نے ہمیں غنی کر کے اور غلہ کے

کافی بورے دے کر رسد و طعام سے بے نیاز کر دیا ہے! یعقوب علیہ السلام نے پھر

پوچھا۔

کیا تم نے اسے دیکھا؟

اولاد نے جواب دیا — نہیں! — وہ برقعہ پہنے ہوئے تھا!

حضرت یعقوب علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور بارگاہِ زب العزت میں عرض کی

— یا اللہ! ہمارے درمیان سے یہ برقعہ کب اترے گا۔ یہ حجاب کب کھلے گا اور باپ

بیٹے کے مابین سے ہجر و فراق کا یہ پردہ کب دور ہوگا۔

یعقوب علیہ السلام کی اولاد اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لے کر جب

دوسری بار مصر کو روانہ ہونے لگے تو نصیحت فرمائی کہ سنا ہے کہ مصر شہر کے پانچ دروازے

ہیں، اکٹھے ایک دروازہ سے شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ دو دو ہو کہ داخل ہونا۔ تاکہ تمہارے

حسن و شباب، تمہارے جاہ و جلال اور تمہاری قوت، تمہاری طاقت اور تمہاری جوانی کو

دیکھ کر تمہیں کسی بدخواہ کی نظر نہ لگ جائے۔

جیسا کہ تمام علمائے حق پرست اور مفسرین کرام نے یہی لکھا ہے۔ خاف علیہم
العین! کہ اس خوف سے کہ کہیں انہیں نظر نہ لگ جائے!
کیونکہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
الْعَيْنُ حَقٌّ — کہ بری نظر کا لگنا حق ہے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالی
کے مطابق بری نظر کا لگنا حق ہے تو کسی مرد درویش اور ولی کامل کی اچھی نظر لگنا بھی برحق
ہے۔

خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اچھی نظر برہمن کی لڑکی پر پڑی تو اسے کفر کے
اندھیروں سے نکال کر اسلام کی حریم نور میں لانے کے ساتھ قرآن پاک کی حافظہ بھی
بنادیا۔

داتا گجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اچھی نظر لاہور کے راجہ راؤ پر پڑی تو شرک کی
منحوس وادی سے نکال کر اسے توحید کے چمنستان میں لا کر اور مندر سے نکال کر مسجد کے
صحن میں لا کھڑا کیا۔ اور پھر جب حضرت خواجہ نواب دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آف
موہری شریف کی اچھی نظر حافظ منظور احمد صاحب پر پڑی تو انھیں عام تاجروں سے اٹھا
کر فیصل آباد کے روسا کی صف میں کھڑا کر دینے کے ساتھ ساتھ عشق رسول صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اور فقر و درویشی کی دولت سے بھی مالا مال کر دیا! جس حقیقت کو شاید عام
لوگ نہ جانتے ہوں مگر افتخار الحسن اس راز کو اچھی طرح سمجھ چکا ہے!

اور پھر حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اچھی نظر حضرت پیر سید
جماعت علی شاہ علی پوری پر پڑی تو قطب زماں اور مرشد لاثانی بنادیا! اور پھر جب مرشد
لاثنانی کی اچھی نظر افتخار الحسن پر پڑی تو کبڈی کے میدان اور کشتی کے اکھاڑے سے
نکال کر محراب و منبر کی خطابت کے وسیع و عریض میدان میں لا کھڑا کر دیا اور مرشد لاثانی
ہی کی نگاہ فیض کا کرشمہ ہے کہ اپنے تور ہے، اپنے بیگانے بھی مجھے افتخار ملت۔ خطیب

پاکستان اور شہباز خطابت کہتے ہیں اور ہر مکتب فکر کے علماء کرام اور عام لوگ مجھے عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

حضرات محترم! ہمارے اکابر مفسرین کرام اور علماء حق پرست کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ اولاد کو نظر لگ جانے کے خوف سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دروازہ سے اکٹھے مصر میں داخل نہ ہونا۔ مگر سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس طریقہ — اس حیلہ اور اس حکمت عملی سے دونوں بھائیوں یوسف اور بنیامین کے درمیان جو خون کا رشتہ چالیس سال سے کٹا ہوا ہے پھر آپس میں مل جائے گا۔ کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ میرا نخت جگر یوسف زندہ اور مصر کا بادشاہ ہے۔

بد عقیدہ اور گستاخ لوگوں کی بے عقلی — کم علمی — جہالت اور نفرت پر

میں حیران ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر یعقوب علیہ السلام کو علم ہوتا کہ میرا بیٹا زندہ ہے اور مصر کا بادشاہ ہے تو چالیس سال اس کے غم و فراق میں روتے ہوئے کیوں گزرتے!

چلو — سید افتخار الحسن ایک وقت کے لیے ان لوگوں کے بے ہودہ عقیدہ کو

تسلیم کر لیتا ہے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کو پتہ تھا کہ میرا باپ زندہ ہے اور کنعان کے بیت الحزن میں رہتا ہے وہی خط کے ذریعہ یا کوئی قاصد بھیج کر اطلاع دے کر ابا حضور — گھبراؤ مت اور رونا بند کر دو کیونکہ میں تو زندہ ہوں اور مصر کا شہنشاہ ہوں! انھیں علم تو نہیں تو روتے ہیں اور اسے علم ہے تو خاموش ہے!

پاگل — لوگو — یہ ایک سربستہ راز تھا!

اس دردناک مقام پر دائم مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے کہ

دو دو ہو کے پنجا دروازیوں تھیں چپ چاپ ہو کے لنگھ جاؤ ناں بے
نیویں نظر کر کے گلیاں وچہ پھرناں تے دھیان نہ اتاں اٹھاؤ ناں بے

تے تے ملو اوس مصر دے شاہ تائیں نال ادب دے سبب جھکاؤناں جے
 ابراہیم دی لڑی دے تسی موتی میری جدنوں داغ نہ لاؤناں جے
 — اور قرآن مجید بھی انہیں واقعات کو بیان کرتے ہوئے ایسے ہی بد زبان
 لوگوں کے متعلق کہتا ہے کہ

وَلَكِن اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ — یعنی بے سمجھ اور جاہل لوگ حضرت
 یعقوب علیہ السلام کی نصیحت کو نہیں جانتے
 تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۸۸:

وَيَكُونُ ذَالِكُ اِبْتَلَاءٍ مِّنَ اللّٰهِ وَامْتِحَانًا لِّعِبَادِهِ — کہ یہ ایک اللہ تعالیٰ
 کی طرف سے آزمائش تھی اور ایک امتحان تھا!
 دس بیٹے تو دو دو ہو کر داخل ہو گئے اور بنیامین کو کہہ گئے کہ تم دروازہ پہ ہم میں سے
 ایک کا انتظار کرو!

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان المناک اور درد و سوز سے بھرے ہوئے
 واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

دو دورل کے اک در تھیں لنگھ گئے دس سارے
 بنیامین اکلا باہر غم دیاں آہیں مارے
 وہ حیران ہے کہ کہاں جائے — کس کو آواز دے اور کس کو، اور کس سے
 پوچھے کہ مصر کے شہنشاہ کا دربار کدھر ہے۔ اس کا محل کہاں ہے اور اس کا ڈیرا کس طرف
 ہے!، کیونکہ بنیامین کی زبان اور مصر والوں کی بولی اور وہ عبرانی زبان میں گفتگو کرتا اور
 مصری لوگ قبطنی زبان بولتے —

حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی احسن القصص صفحہ
 ۲۰۶ — قُمْ وَالْبِسْ ثِيَابَ الْفُقَرَاءِ وَالْغُرَبَاءِ وَارْكَبْ نَاقَتَكَ — کہ اے
 مصر کے تاجدار اٹھ — اور غریبوں والا لباس پہن اور اپنی ناقہ پر سوار ہو لڑ شہر کے فلاں

دروازہ پر جاؤ — لِأَنَّ أَخْصَاكَ مِنْ أَبِيكَ وَأُمِّكَ — کیوں کہ وہاں تمہارا
حقیقی بھائی ماں پو جایا کھڑا ہے اسے جا کے ساتھ لاؤ۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پر سوز واقعہ کو یوں لکھتے ہیں۔ کہ

لاہ لباس شہاناں یوسف پہن پرانا جائیں

بنیامین کھلوتا باہر اسنوں نال لیا میں

جبریل علیہ السلام کی زبانی خدا کا پیغام سنا تو یوسف علیہ السلام پھوٹ پھوٹ کر
روئے۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں زخم ہرا ہو گیا۔ دل تڑپ اٹھا اور خون کا رشتہ جوش مارنے
لگا۔

شاہی لباس و تاج اتارا — پھٹا پرانا لباس زیب تن کیا۔ چہرہ پر نقاب پہنا اور
ناقہ پر سوار ہو کر شام کے دروازہ پر آ پہنچے۔

اپنے ماں بیو جائے حقیقی اور سگے بھائی بنیامین کو چالیس سالوں سے بچھڑے
ہوئے کو دیکھا تو درد بھری ایک آہ نکلی۔ عبرانی زبان میں پوچھا اور سلام علیک کہا۔ کہ تو
کون ہے؟ کہاں جانا ہے؟ — کہاں سے آیا؟ اور کس کا بیٹا ہے؟ جدائی کے غم میں
چالیس سال رونے والے بنیامین نے جواب دیا

میں یعقوب نبی دا بیٹا آیا ہاں کنعانوں

شاہ مصر دے میں ڈیزے جانا دیس پتہ نشانوں

پھر بنیامین نے پوچھا —

مَنْ أَنْتَ؟

تو کون ہے؟

فَمَا تَكُونُ فَهَمْ كَلَامِي أَحَدٌ "سواک کہ تیرے سوا کوئی بھی میری بات

نہیں سمجھتا —

یوسف علیہ السلام نے جواب دیا — كُنْتُ فِي دِيَارِكُمْ مُدَّةً "فَتَعَلِمْتُ

العِبْرَانِيَّة — کہ میں کچھ عرصہ تمہارے ملک شام کے شہر کنعان میں رہا ہوں اس وجہ سے میں عبرانی زبان جانتا ہوں۔

یوسف کہیا رہا کنعانے سال کئی میں یارا
تا بولی عبرانی والا میں جانا ول سارا
حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے ساتھ ڈاچی پر بٹھایا اور
دوسرے بھائیوں سے ملا دیا۔

فرمایا — جاؤ اور میرے بھائیوں سے ملو!
فَبَكَىٰ بِنِيَامِيْنُ فَقَالَ لَا اُرِيْدُ اَنْ اَفَارِقَكَ ! — بنیامین نے رو کر کہا
— میں تم سے جدا ہونا نہیں چاہتا — کیونکہ — قَدْ مَالَ قَلْبِي الْيَوْمَ —
کہ میرا دل تمہاری طرف مائل ہو گیا ہے۔
سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ہوتا بھی کیوں نہ —

خون کا رشتہ تھا —

اور — خون اپنا خون پہچان لیتا ہے۔
دستر خوان پر بہترین کھانے چنے گئے اور سرکاری حکم ہوا کہ دو دو بیٹھ کر کھانا کھایا
جائے۔ دس بیٹھ گئے تو بنیامین پھر تنہا رہ گیا۔
تفسیر کشاف سورۃ یوسف صفحہ ۲۸۹۔ تفسیر نسفی صفحہ ۷۷۱ جز ۲ تفسیر مظہری تفسیر کبیر
جلد ۵ صفحہ ۸۴۹

فَبَكَىٰ — وَقَالَ — لَوْ كَانَ اَخِيُّ يُوْسُفُ حَيًّا لَا جَلَسْنِي مَعَهُ
— کہ آج اگر میرا بھائی یوسف زندہ ہوتا تو مجھے اپنے ساتھ بٹھا کے کھانا کھلاتا۔
”خون کے رشتہ“ نے رنگ دکھایا اور یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بھائی کو
اپنے ساتھ بٹھالیا۔

ولما دخل على يوسف فاوى اليه آخاه — اور جب سارے بھائی

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو محبت سے گلے لگا لیا۔ اپنے پاس رکھ لیا اور جمع کر لیا رات کو سونے لگے تو پھر دو دو ہو کے سوئے اور بنیامین پھرا کیلے رہ گئے! تو

بَاتِ يُوْسُفُ مَعَهُ اِلَيْهِ وَيَسْمُ رَائِحَتَهُ حَتَّىٰ اَصْبَحَ — کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بنیامین کو اپنے ساتھ سلا لیا اور ساری رات بنیامین کو سینے سے لگا کر اس کی خوشبو سونگھتے رہے اور صبح تک ”خون کا رشتہ“ بھائیوں کی محبت کا رنگ دکھاتا رہا! اور حضرت یوسف علیہ السلام بار بار بنیامین کو سینے سے چمٹاتے رہے۔

بھائیوں سے فرمایا — میں کل سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا یہ بھائی اکیلا ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو میں اسے اپنے گھر لے جاؤں!

بھائی رضا مند ہو گئے تو اس طرح حضرت بنیامین بھائی کے شاہی محل میں داخل ہو گئے!

یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو بھائیوں سے علیحدہ کر کے محل کے ایک خفیہ کمرہ میں لے جا کر پوچھا —

تمہارا وہ بارہواں بھائی یوسف کہاں ہے؟

جواب دیا — ہلک — وہ ہلاک ہو چکا ہے۔ اور میرے یہ دوسرے بھائی کہتے ہیں اسے بھیڑیا کھا گیا تھا۔ فرمایا:

تفسیر کشاف۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر نسفی و تفسیر مظہری اور کنز الایمان — اَتُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ اَخَاكَ بَدَلِ اَخِيكَ الْهَالِكِ — کہ کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیرے ہلاک ہونے والے بھائی کے بدلے میں تیرا بھائی بن جاؤں؟

جواب دیا — کہ ایک بھائی کے لئے اس سے اچھا اور کیا ہوگا کہ ایک بادشاہ کسی کا بھائی ہو — لیکن

لَمْ يَلِدْكَ يَعْقُوْبُ وَ رَا حِيْلُ — کہ تم یعقوب اور راحیل کے بیٹے نہیں

ہو۔

ادھر سے ہاتھ غیبی نے آواز دی

یوسف۔ اب سربستہ راز سے پردہ ہٹا کر پوشیدہ حالات کو ظاہر کر کے اور اپنے چہرہ انور سے نقاب اٹھا کر بنیامین کو بتادو کہ میں ہی تیرا بھائی یوسف ہوں — فَبَكِّي يُوسُفُ وَقَامَ إِلَيْهِ وَعَاتَقَهُ وَقَالَ لَهُ، إِنِّي أَنَا أَخُوكَ — پس پھر حضرت یوسف علیہ السلام روئے اور بنیامین بھائی کے قریب جا کر اسے گلے لگا لیا اور فرمایا

میں ہی تیرا بھائی یوسف ہوں!

گھبراؤ نہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی واضح حکم نہ آئے دوسرے بھائیوں کو یہ بھید نہ بتانا۔

یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے پوچھا کہ بنیامین کا معنی کیا ہے؟

جواب دیا — مردہ کا بیٹا۔

کیونکہ جب ان کی ولادت باسعادت ہوئی تو وضع حمل کے وقت ان کی والدہ کی موت ہو گئی تھی جن کا نام راحیل تھا!

پھر دونوں بھائی چالیس سال کے پھڑے ہوئے گلے لگ کے دیر تک روتے رہے اور اس ”خون کا مقدس رشتہ“ اپنی پوری رعنائیوں اور رنگینیوں کے ساتھ دونوں کی پیشانیوں پر ستاروں کی طرح سے چمکنے لگا۔

کیونکہ وچوڑے کے اندھیرے چھٹ گئے تھے۔ غم فراق کی تاریک راتیں ختم ہو گئی تھیں اور درد ہجر کا علاج ہو چکا تھا؟ اور محبت و الفت کے گلشن کی پر کیف بہاروں سے دونوں بھائی لطف اندوز ہو رہے تھے۔

میاں محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب لکھا ہے — کہ

دلبرجانی وچھڑن جس دم کون رووے پھر تھوڑا

سب روگاں دا روگ محمد جس دا نام وچھوڑا
برقعہ لاه رخوں گل ملیا ڈٹھس بنیامینے
وچھڑیاں نوں ملے پیارے ٹھنڈ پئی وچہ سینے

حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت بنیامین سے فرمایا:

يَا حَبِيبِي وَيَا قُرَّةَ عَيْنِي — کہ اے میرے حبیب و میرے دوست اور میری
آنکھوں کی ٹھنڈک!

أَخْبِرْنِي عَنْ وَالِدِي — کہ میرے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کا
حال بیان کر اور مجھے ان کی کوئی خبر دو!

حضرت بنیامین روئے کہ دامن آنسوؤں کے قطروں سے تر ہو گیا — اور
جواب دیا —

قَدْ ذَهَبَتْ عَيْنَاهُ — کہ ان کی آنکھوں کی بینائی تیرے فراق کے غم میں رو
رو کر ضائع ہو چکی ہے!

اور تیرے پیار کی قسم جب سے تم جدا ہوئے ہو باپ نے ایک کبل کے سوا اور کبھی
کبھی نہیں پہنا! اور وہ ہر وقت غم خانہ میں پڑے رہتے ہیں اور ہر وقت ان کی زبان پر
تمہارا ہی نام رہتا ہے اور اللہ کے نام کی یاد کے بعد تمہارے نام ہی کی تسبیح پڑھتے رہتے
ہیں اور کمر میں خم آچکا ہے۔ قرآن پاک کے الفاظ یہ ہیں

وَأَبْيَضَتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ — اور روتے روتے ان کی
آنکھیں سفید پڑ گئی ہیں اور آنکھوں کی سیاہی جاتی رہی ہے اور ان کی نظر کمزور ہو چکی
ہے۔

کظیم — غم کے برداشت کرنے والے اور ہمیشہ خاموش رہنے والے اور
مصائب و آلام کو ضبط کرنے والے ہیں۔

تفسیر مظہری — حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت

یعقوب علیہ السلام کے سینہ میں یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم گھومتا رہتا تھا مگر زبان سے ہمیشہ کلمہ خیر ہی کہتے تھے یہ ہجر کے سیاہ بادل — یہ فراق کے گھٹا ٹوپ اندھیرے اور یہ مصائب و آلام کے خوفناک طوفان حضرت یعقوب علیہ السلام پر اتنی برس تک چھائے رہے!

پھر یوسف علیہ السلام نے اپنی پیاری بہن زینب کے بارے میں پوچھا وہ کیسی ہے، اور کس حال میں ہے؟

جواب دیا — **وَإِنهَا مَا لَبَسَتْ مِنْذَرَبْعِينَ سَنَةً** — کہ اے میرے پیارے بھائی۔ جب سے تو اس کی آنکھوں سے او جھل ہوا ہے اس دن سے تیری بہن زینب نے نئے کپڑے نہیں پہنے۔

وَهِيَ فِي بَيْتِ الْحِزَانِ — اور ہر وقت وہ بیت الحزن میں غمگین واداس بیٹھی رہتی ہے اور نماز کے بعد تیرے ملنے کی دعائیں کرتی رہتی ہے اور نماز والا مصلیٰ سر پر اوڑھ کر بارگاہ رب العزت میں التجا کرتی رہتی ہے کہ اے میرے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید پرستی کا واسطہ! حضرت اسحاق علیہ السلام کے صبر و تحمل کا صدقہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں کی ٹھوک سے مکہ مکرمہ کے پتھروں سے آب زمزم کے چشمہ کے پانی کے طفیل اور اس کی گردن پر چلنے والی چھری کے بدلہ — میرا ویر یوسف مجھے ملا دے — سید افتخار الحسن —

أَحْسَنُ الْقِصَصِ۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — **وَإِنَّهَا تَقْعَدُ كُلَّ يَوْمٍ مَفْرُقِ الطَّرِيقِ** — اور وہ یعنی بہن زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر روز سر راہ آن بیٹھتی ہے اور ہر آنے جانے والے مسافر سے تیرا پتہ پوچھتی ہے!

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ یہ بھی ضرور کہتی ہوگی کہ میرے ویر یوسف میں نے تجھے منع کیا تھا کہ بھائیوں کے ساتھ شکار کھیلنے نہ جا — مگر تو نے میرا دامن جھٹک دیا تھا۔ اور تو نے میری فریاد یہ کہہ کر ٹال دی کہ —

بہن پریشان نہ ہو!

یہ میرے بھائی ہیں — اور میں نے پھر آخری بات تم سے کہی تھی۔ کہ

بازاں نال جو اڈیاں کونجاں پھیر کدوں گھر آیاں

گرگاں نال جو چرن غزالاں اوہناں مارمکایاں

قارئین کرام — ماہ کنعان کا مصنف صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ

حضرت یوسف اور جناب بنیامین کی ملاقات کا وقت جوں جوں قریب آتا گیا توں توں

دونوں بھائیوں کے خون کے مقدس رشتہ میں ایک لہر اٹھتی گئی اور دونوں کے دلوں کی

دھڑکن تیز ہوتی گئی اور دونوں کی بے تابی بڑھتی گئی اور دونوں بھائی اس نیک ساعت کا

شدت سے انتظار کرنے لگے جس کا دونوں کو چالیس سال سے انتظار تھا اور اس پر کیف

ملاقات کی تفصیل جناب امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولوی غلام رسول نے اپنی

کتاب احسن القصص میں کچھ اس درد بھرے انداز میں لکھی ہے کہ معمولی سا بھی درد

دل رکھنے والا انسان بھی اسے پڑھ کر آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اور یا پھر دونوں کچھڑے ہوئے بھائیوں کی ملاقات کی کیفیت وہی جان سکتا ہے

جو کبھی اس دچھوڑے کی پر خار وادی سے گزرا ہو۔

پہلی ملاقات ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے بازو میں سرخ

یا قوت کا بنا ہوا ایک سنہری کنگن باندھ دیا جس کی قیمت خمسين الف دینار —

یعنی پچاس دینار تھی۔

جناب بنیامین مدت کے بعد اپنے بھائی یوسف کی خوشبو پا کر اور بازو میں سنہری

کنگن باندھ کر بڑی خوشی اور مسرت سے جھومتا ہوا اپنے بھائیوں کے پاس گیا تو

بھائیوں نے پوچھا اس سے پہلے تو تو غم و الم کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا رہتا تھا اور آج

تیرے چہرہ پر خوشی و مسرت کی روشنی کیسے — اور اس سے قبل تو تیرے لبوں پر تبسم

کبھی نہیں آیا تھا اور آج تیرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کیوں ہے۔

قَالَ نَعَمْ — فرمایا — ہاں

شاید کہ میری زندگی کی تاریک راتوں میں چاند نمودار ہونے والا ہے —
کیوں کہ :-

طَابَ قَلْبِي بِرَاكِبِ عَلِي نَاقِتِهِ —

کہ اس شترسوار نے میرے دل میں خوشی کی ایک لہر پیدا کر دی ہے!

میں ساں وچہ اڈیک ت ساڈی کردا گریہ زاری

شترسوار اک ملیا مینوں کر کر شفقت بھاری

وَ كَلَّمَنِي بِالْعِبْرَانِيَّةِ —

اور پھر اس شترسوار نے میرے ساتھ عبرانی زبان میں گفتگو کی ہے اور یہ دیکھو اس

نے میرے بازو پر ایک خوبصورت سنہری کنگن بھی باندھ دیا ہے۔

اور مجھے اس شترسوار سے الفت کی بو بھی آرہی تھی، کوئی بڑا ہی مشفق و شفیق اور

نہایت ہی رحیم و کریم دکھائی دیتا تھا اور کسی اچھے خاندان اور کسی عظیم باپ کا نخت جگر

معلوم ہوتا ہے۔

بھائی وہ قیمتی اور سنہری کنگن دیکھ کر حیران رہ گئے اور یہودانے کہہ ہی دیا کہ

يَا اَخِي دَعْنَهُ — اس کنگن کو میرے ہی بازو میں رہنے دو کہ کہیں ایسا نہ ہو تو

اسے گنوا دے۔

اور پھر شمعون نے کہا۔

اَرِنِي اَنْظُرْ اِلَيْهِ — کہ مجھے بھی دکھاؤ۔

شمعون نے لے کر وہ کنگن اپنے بازو میں پہن لیا — لیکن

غاب — وہ کنگن شمعون کے بازو سے بھی غائب ہو گیا۔

جناب بنیامین نے فرمایا — کہ وہ تو میرے ہاتھ میں آ گیا ہے۔

اور پھر سارے بھائیوں نے وہ کنگن باری باری اپنے اپنے ہاتھوں میں اٹھایا لیکن

معجزانہ طور پر وہ کنگن ہر ایک سے غائب ہو جاتا تھا اور اس طرح بنیامین کے سوا کوئی بھی اس کنگن کو اپنے پاس نہ رکھ سکا۔

جناب امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہاں ایک عجیب اور دلچسپ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عطا کیا ہوا کنگن بنیامین کے سوا کوئی بھی اس کنگن کو اپنے پاس نہ رکھ سکا۔

جناب امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہاں ایک عجیب اور دلچسپ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عطا کیا ہوا کنگن بنیامین کے سوا حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی بھی جب اسے نہ لے سکا —

تو — كَيْفَ تَقْدِرُ الشَّيْطَانُ أَنْ يَسْلُبَ الْإِيمَانَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَهُوَ عَطِيَّةُ اللَّهِ۔

پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایمان والوں کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایمان شیطان چھین لے۔ اور ایمان والوں سے ایمان سلب کرے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے شاہی محل میں ایک ایسا خوبصورت کمرہ بھی بنوارکھا تھا جسے اپنی غمناک زندگی کی پوری کہانی تصویروں کے ذریعہ مزین کر رکھا تھا۔ اور تصویریں دیواروں پر لٹکا دی ہوئی تھیں۔

مثلاً — اپنے حاسد بھائیوں کے ساتھ جنگل میں جانا اور پھر ان کا ظلم و ستم کرنا بدن مبارک بے قمیص اتار کر ننگا کرنا۔ اندھیرے کنوئیں میں پھینکنا۔ شمعوں کا چھری سے یوسف کو قتل کرنے کا فیصلہ — یوسف کا آگے دوڑ کر دوسرے بھائی کا مارنا۔

بکری ذبح کر کے قمیص مبارک کو خون میں ڈبونا — اور پھر فروخت کر دینا — ایک ایک خاکہ — ایک ایک حادثہ اور ایک ایک خوفناک پہلو تصویروں کی شکل میں دیکھنے والوں کو دعوتِ فکر دے رہا تھا۔ وَالْقِصَّةُ مَا كَانَتْ — اور پورا قصہ جوان کے ساتھ گزرا تھا۔

فَصَوَّرَةَ عَلَى الْحَائِطِ — دیواروں پر تصویریں آویزاں تھیں۔
 مصر کے شہنشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے حکم ہوا کہ کنعان کے شاہی
 مہمانوں کو اس تصویروں والے کمرہ میں کھانا کھلایا جائے۔
 چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جو شاہی مہمان بن کر مصر کے شاہی
 دربار میں آئے ہوئے تھے اس تصویروں والے خوبصورت کمرہ میں چلے گئے۔ شاہی
 دسترخوان پر شاہی کھانے چنے ہوئے تھے۔
 کھانے لگے — تو

فَلَمَّا رَفَعَ رُوَيْلُ رَأْسَهُ، وَوَقَعَ بَصْرُهُ، عَلَى تِلْكَ الصُّورِ — لیکن
 جب روہیل نے اپنا سر اٹھایا اور دیواروں پر نظر پڑی اور جب ان عبرت ناک تصویروں
 کو دیکھا تو ایک سرد آہ بھرا اور کھانا کھانا چھوڑ دیا۔
 دوسرے بھائیوں نے روہیل سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے — کھانا چھوڑ
 بیٹھا ہے اور حیران و پریشان ہو کر خاموش ہو گیا ہے۔
 تو یہودانے کہا بھائیو! تم بھی دیواروں پر تصویریں دیکھو کہ جو کچھ ہم نے حسد کی
 وجہ سے اپنے بھائی یوسف کے ساتھ کیا تھا وہ سب کچھ ان دیواروں پر نقش ہے۔
 مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس اداس و پریشان کن منظر اور سوز و گداز
 سے بھرپور تصویروں کی تصویر کشی یوں کرتے ہیں — کہ

کھاؤں خورش دلیلاں کردے خوشیاں وچہ دلیلے
 دیواریں تصویراں لکھیاں نظر پیاں روہیلے
 گم گیا حیرانی اندھر بھل گیا سو کھاناں
 عمل کمائے نظری آئے خوف و لے وچہ دھاناں

فَقَالَ يُوسُفُ أَعْرِضُوا الطَّعَامَ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ (امام غزالی)

فَاخْضَرُوا.

مولوی صاحب۔

ہو یا حکم طعام لیاؤ خادم طاس لیائے
کھاؤ خورش پیغمبر زاد یو یوسف حکم کرائے
صاحبزاد یو کھانا کھاؤ یوسف نے فرمایا
کیوں اکھیں تھیں نیروہائے یاد کہیو کی آیا

بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم بھوکے تھے اور کھانے کی خواہش بھی تھی لیکن
دیواروں پر یہ تصویریں دیکھ کر ہماری بھوک اڑ گئی ہے۔

اور — سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ صرف بھوک ہی نہیں اڑی تھی بلکہ انہیں اپنی
ظالمانہ کرتوتوں دیکھ کر ان کے ہوش و حواس کے طوطے بھی اڑ گئے تھے۔
درخواست گزاری کہ ہمیں کسی اور کمرہ میں لے جایا جائے۔ اس کمرہ میں ہم سے
کھانا نہیں کھایا جائے گا۔

حکم ہوا مہمانوں کو دوسرے خانہ میں لے جایا جائے

دوسرے بھائی تو چلے گئے لیکن بنیامین اسی کمرہ میں بیٹھا رہا — کیوں کہ

بنیامین جاں یوسف سندی شکل ڈٹھی دیوارے
زخم پرانا اگڑ آیا چلے خون فوارے

اس لئے کہ چالیس سال کی جدائی کے گہرے زخم پر اب وصل کی مرہم رکھنے اور
دونوں بھائیوں کی ملاقات کی پٹی اب اس زخم پر بندھنے کا وقت قریب آرہا تھا۔
بنیامین بھی اپنے ماں باپ جائے یوسف بھائی کی تصویر دیکھ کر آنسو بہاتا ہوا اور لڑکھڑاتا
ہوا دوسرے کھانے والے کمرہ میں چلا گیا دوسرے بھائی تو کھانے میں مشغول ہو گئے
لیکن بنیامین حیرانی کے عالم میں سر جھکائے بیٹھا رہا۔

فَقَالَ لَهُ 'يُوسُفُ وَهُوَ بِجَنَسِهِ لِمَ لَا تَأْكُلُ

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے کہا کہ اے کنعان کے مہمان تو کھانا

کیوں نہیں کھاتا اور — بنیامین حضرت یوسف کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔
جناب بنیامین نے جواب دیا کہ مجھے اسی دیوان خانہ میں واپس پہنچا دو تا کہ میں
اپنے بھائی کی تصویر دیکھ کر اس کے غم فراق میں جی بھر کے رولوں تا کہ شاید میرے
آنسوؤں کے قطروں کے باعث میرے یوسف بھائی کی یہ تصویر اصلی حقیقت کا لباس
پہن لے! حضرت یوسف علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ دوسرے مہمان تو دو دو ہو کے کھانا
کھا رہے ہیں تو اکیلا ہے۔

بنیامین نے جواب دیا۔

میرا وی اج ویر ہندا تے نال میرے بہہ کھاندا

بحر غماں دا بیڑا میرا تاں کیوں رڑ دا جاندا

پوچھا — اے بنیامین تیرا مائی جایا کوئی بھائی ہے کہ نہیں

جواب دیا — ہے مگر چالیس سال سے وہ کہیں غائب ہے اب اسی امید پر

زندہ ہوں کہ شاید کہیں وہ مل جائے۔

فرمایا — جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟

عرض کی اے مصر کے والی اگر مجھے پتہ ہوتا کہ وہ کہاں ہے تو رو رو کر اس کے

فراق میں میرے آنکھوں کے چشمے خشک نہ ہو جاتے اور میرا تڑپنا ختم نہ ہو جاتا۔

میں تو اتنا ہی جانتا ہوں کہ

ایہناں بھائیاں جنگل کھڑایا موڑ پوچایا ناہیں

کھا گیا بگھیاڑ جنگل دا دتی خبرا سائیں

حضرت یوسف علیہ السلام بھی پردہ میں زار و قطار رو رہے تھے اور فرما رہے تھے

میرا بھی ایک بھائی تھا جو کئی سال ہوئے مجھ سے بچھڑا ہوا ہے اس لئے اگر تو اپنے

بچھڑے ہوئے بھائی کے فراق میں دن رات آہیں بھرتا رہتا ہے تو اس طرح میں بھی

اپنے ماں جائے بھائی کی جدائی میں تڑپتا رہتا ہوں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ تمہارا بھائی

تجھے مل جائے اور تم دعا کرو کہ میرا بھائی مجھے مل جائے۔

دونوں کی دعائیں قبول ہو گئیں اور دونوں بھائیوں کے ملاپ کا وقت قریب آ گیا۔

جناب بنیامین تصویر خانہ میں واپس چلے گئے اور بھائی یوسف کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر یوں فریاد کرنے لگے — کہ

”اے رب وہ جہاں وہ کون تھا جس نے میرے ویر یوسف کو دیکھ کر اس کی یہ تصویر بنائی ہے۔“

کون کون نقاش تھا کہ جس نے میرے بھائی یوسف کا نقشہ تیار کیا ہے اور وہ کون عکاس تھا جس نے میرے بھائی یوسف کی پوری زندگی کی عکاسی کی ہے۔ اور اے بار الہہ وہ کون مصور تھا جس نے اپنی قلم کے ذریعہ میرے بھائی کی تصویر میں حقیقت کا رنگ بھر دیا ہوا ہے۔“

یا اللہ وہ کون تھا — جو میرے بھائی کی زندگی سے واقف تھا اور اس نے کتنے پیار سے میرے بھائی کی تصویر بنا کر کنعان سے مصر کے اس شاہی مہمان خانہ میں لے آیا۔

ادھر بنیامین بھائی یوسف کی تصویر دیکھ کر فریاد کر رہا تھا — تڑپ رہا تھا اور آنسو بہا رہا تھا — اور ادھر

جبرائیل سلام لیا یا یوسف نون درگا ہوں

تے پیغام دتا اے یوسف آیا حکم الہی ہوں

کہ اب چالیس سال کے سربستہ راز کو کھول دو اور چھپی ہوئی حقیقت سے پردہ اٹھا دو اور چہرہ سے نقاب اٹھا کر اپنے بھائی بنیامین کو بتا دو کہ میں ہی تمہارا بھائی یوسف ہوں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ بنیامین تیری تصویر دیکھ کر اور تڑپ تڑپ کر مر جائے اعلیٰ

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کنز الایمان صفحہ ۳۵۱

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بنیامین اکیلا رہ گیا ہے تو اسے اپنے دسترخوان پر اپنے ساتھ بٹھالیا اور فرمایا کہ تمہارے ہلاک شدہ بھائی کی جگہ اگر میں تمہارا بھائی بن جاؤں تو کیا تم پسند کرو گے،

بنیامین نے جواب دیا کہ آپ جیسا بھائی مل جانا میرے لئے بڑی سعادت ہے لیکن افسوس کہ آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لختِ جگر اور حضرت راحیل کے نورِ نظر نہیں ہو۔

اپنے پچھڑے ہوئے بھائی بنیامین کا یہ جواب سن کر حضرت یوسف علیہ السلام رو پڑے اور بھائی کو گلے لگا لیا، مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانی فرمایا —
کہ

جے توں بڑیاں درداں والا میں کد دردوں خالی
وگدے زخم وچھوڑے والے سال گئے ہو چالی
جے تیں یوسف ویر وچھناں میں بھی ویر وچھناں
برقعے دے وچہ نالے یوسف آہیں بھر بھرناں

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ آخر کار یوسف و بنیامین کی ملاقات کی نیک ساعت آ ہی پہنچی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقاب کشائی کا حکم آ ہی گیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر ظاہر ہونے کا وقت آن ہی پہنچا۔

رب العالمین کا حکم سن کر اپنے بیٹے جناب افراتیم کو حکم دیا کہ تصویروں والے مہمان خانہ میں فوراً جاؤ اور اپنے چاچے بنیامین کو اپنی صورت دکھلا کر اس کے اس زخم پر مرہم رکھو جو آج سے چالیس سال پہلے میرے ہجر و فراق کا اس کے سینہ میں لگا ہوا ہے۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے افراتیم کی جگہ منشا کا نام لکھا ہے۔

فرمایا بیٹا جاؤ۔

فَقَالَ اجْلِسْ عِنْدَ عَمِّكَ — کہ اپنے چاچے کے سامنے جا کر بیٹھ جاؤ

اور اگر وہ کوئی تم سے سوال کرے تو عبرانی زبان میں جواب دینا۔

فَاجَابُهُ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَإِنْ قَالَ لَكَ مَنْ أَنْتَ فَقُلْ أَنَا آيْنُ يَوْسُفَ —

اور اگر وہ تم سے پوچھے کہ تم کون ہو تو کہنا میں یوسف کا بیٹا ہوں۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس دل کش ملاقات کا ذکر یوں کرتے ہیں

— کہ

منشا حاضر سی اوس ویلے یوسف نے فرمایا

زریں خانے جا فرزند حکم الہی آیا

وچہ بولی عبرانی اس نون میرا پتہ بتائیں

اوہ تڑفدا دیر نہ لائیں جا دیدار کرائیں

ہویا حکم گیا جب منشا ڈٹھا چاچے تائیں

بے ہوشی وچہ پیا تڑفدا چل جان اذائیں

بنیامین کو ہوش آیا تو۔

منشا دے دل بنیامینے نظر پئی اک واری

جاں یوسف دی صورت ڈٹھی وگی ودھ کٹاری

امام غزالی — وَكَانَ ابْنُ يَامِينَ تَارَةً يَنْظُرُ إِلَى أَفْرَائِيمَ وَتَارَةً يَنْظُرُ إِلَى

الصُّورَةِ فَلَمْ يَفْرَقْ بَيْنَهُمَا —

کہ جناب بنیامین کبھی افرائیم کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی یوسف علیہ السلام کی

صورت کی طرف دیکھتے تھے اور دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں تھا۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اک واری ول منشا ویکھے اک واری ول مورت

فرق ذرا معلوم نہ ہووے سب یوسف دی صورت

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

فَقَالَ ابْنُ يَامِينَ مَنْ أَنْتَ —

بنیامین نے پوچھا تو کون ہے؟

مولوی غلامی رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

دنگ رہیا فرماوے لڑکیا دسیں برخوردارا

کون ایہی تو کس دا بیٹا جگر کدے دا پیارا

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

قَالَ أَنَا ابْنُ يُوسُفَ الصِّدِّيقِ —

منشا نے جواب دیا کہ میں یوسف صدیق کا بیٹا ہوں۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

یوسف دا میں بیٹا حضرت منشا آکھ سناوے

بنیامین پیاسن دھرتی رو رو کے فرماوے

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

أَهْلُنَا إِنْسَانٌ "اسْمُهُ يُوسُفُ صِدِّيقٌ" — کہ یہاں کوئی ایسا انسان نہیں کہ

جس کا نام یوسف صدیق ہے۔

قَالَ نَعَمْ نَبِيُّ اللَّهِ وَصِدِّيقُهُ

کہا — ہاں — ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نبی بھی ہے اور اس کا صدیق بھی۔

جناب بنیامین یہ نام یوسف صدیق کا سن کر بہت ہی روئے

منشایا افراتیم نے پوچھا

لَمْ تَبِكِي هه —

اے کنعان کے شاہی مہمان آپ روتے کیوں ہیں؟
بنیامین نے جواب دیا —

قَالَ إِنَّهُ لِيْ اَخٌ اِسْمُهُ يُوْسُفُ الصِّدِيْقُ
کہ میرا بھی ایک بھائی تھا جس کا نام یوسف صدیق تھا۔
مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

میرا وی اک پیارا بھائی آہا یوسف ناموں
باپ تیرا وی یوسف ناموں میں قربان کلاموں
ہے یوسف صدیق میرا پیو منشا فیر سناوہے
بنیامین ودھیرا رووے زار کرے فرماوے
ہے صدیق تیرا پیو لڑکے نسبت خوب رلائی
سی یوسف صدیق پیارا میرا وی او بھائی

پھر چاچے بنیامین کی آہ و فغاں سن کر منشا کا دل بھی تڑپ اٹھا اور آنکھیں اشکبار
ہو گئیں اور پھر انتہائی محبت سے پکارا اٹھا۔

لَا تَبْكُ اَنَا اِبْنَهُ هُوَ اَخُوْكَ — (امام غزالی)

کہ اے چاچا جان آپ روئیں نہ میں اسی یوسف صدیق کا بیٹا ہوں جو آپ کا
بھائی تھا۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

منشا کہندا نہ رو چاچا زندہ تیرا بھائی
توں جس دیوچہ غم دے رو ویں میرا باپ اوہائی
بس پھر کیا تھا — جناب بنیامین نے منشا کو سینے سے لگالیا — محبت سے
پیشانی کو بوسہ دیا — اور فرمایا —

برخوردار — چونکہ تونے میرے بھائی یوسف کی چالیس سال کے بعد خبر دی

ہے کہ وہ زندہ ہے اور مصر کا شہنشاہ ہے اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ تیرے قدم چوں
لوں — اور پھر بلند آواز سے پکارا — يَا قُرَّةَ عَيْنِي — کہ اے میری
آنکھوں کی ٹھنڈک جلدی بتاؤ میرا بھائی کہاں ہے۔

منشا نے جواب دیا — وہی تھا جس نے آپ کو دروازہ سے اپنے ساتھ شتر پر
بٹھا کر اور آپ کے بازو میں سنہری کنگن باندھا تھا۔

اور وہی تھا آپ کا بھائی یوسف جس نے آپ کو اپنے ساتھ بٹھلا کر کھانا کھلایا تھا
— اور وہی تھا آپ کا ماں جایا بھائی جس نے آپ سے کہا تھا کہ —

میرا بھی ایک بھائی چالیس سال سے بچھڑا ہوا ہے۔

بنیامین — تو پھر اس نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ میں ہی تیرا بھائی ہوں۔ یوسف

منشا — اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہیں تھی۔

اور پھر منشا اپنے چاچا کو ساتھ لے کر شاہی محل کے اس مہمان خانہ میں لے گیا

جہاں حضرت یوسف علیہ السلام رونق اور جلوہ افروز تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

فَقَامَ يُوسُفُ وَرَفَعَ الْبُرْقُعَهُ عَنْ وَجْهِهِ —

حضرت یوسف علیہ السلام بھی اس خلوص خلوت خانہ میں آگئے اور اپنے رخ انور

سے برقعہ اتار کر بھائی بنیامین کا انتظار کرنے لگے۔

بنیامین بھی اس خلوت خانہ آگئے تو بنیامین کو گلے لگا کر بلند آواز سے پکارا ٹھے، یا

قُرَّةَ عَيْنِي — يَا ابْنَ يَامِينَ اَنَا اُخُوکَ يُوسُفُ —

اے بنیامین — اے میرے بھائی اور اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک میں ہی

تیرا بھائی یوسف ہوں!

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

برقعہ لاهِ رخنوں گلِ ملیا ڈھنسی بنیامینے

وچھڑیاں نون ملے پیارے ٹھنڈ پئی وچہ سینے

القرآن الحکیم —

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ

اور جب وہ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کے پاس گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے جناب بنیامین کو علیحدہ خلوت خانہ میں جگہ دی اور اپنے پاس بڑے ہی پیار سے انتہائی محبت سے اور نہایت ہی شفقت سے بٹھلا کر اور اپنے چہرہ مبارک سے برقعہ اتار کر فرمایا — کہ — میں ہی تیرا بھائی یوسف ہوں۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ:

میاں محمد بخش مرحوم نے سچ کہا ہے کہ:

باغ بہاراں تے گلزاراں بن یاراں کس کاری

یار ملن دکھ کئے جاون شکر کراں لکھ واری

حضرات گرامی! پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کیلئے کیا کچھ نہیں کیا اور کون سا حیلہ ہے جسے بروئے کار نہ لایا گیا ہو اور کون سی ایسی تدبیر ہے جس پر عمل نہ کیا گیا ہو سب سے بڑی بات یہ کہ پانی پینے والا خاص پیالہ بنیامین کی چھٹ میں رکھ دیا گیا — اور الزام بھائیوں پر لگایا۔ اِنَّكُمْ لَسَادِرِقُونَ — کہ اے مصر کے شاہی لنگر سے طعام و روزی بے کر جانے والو شتر سوارو تم تو چور ہو!

سوال! — کہ بھائی چور نہیں تھے اور نہ انہوں نے کوئی چوری کی پھر منادی کرنے والے نے انہیں چور کیوں کہا؟

جواب — ذَالِكَ كِذْنَا لِيُوسُفَ — کہ یہ تدبیر ہم نے یوسف علیہ

السلام کو بتائی تھی اور ہمارا بھی ارادہ تھا کہ بنیامین یوسف علیہ السلام کے پاس ہی رہے!

ثابت ہوا کہ خون کے عظیم رشتہ کو خود اللہ تعالیٰ خوبصورت رنگ میں پیش کر کے

اپنے مسلمان بندوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ تم آپس میں بھائی بھائی ہو اور خون کے

لازوال رشتہ کے علاوہ اسلام کے مقدس رشتہ سے بھی منسلک ہو — دین کی مقدس رسی میں بھی پروئے ہوئے ہو اور سچے موتیوں اور ہیروں کی تسبیح کے دانوں کی طرح سے آپس میں میں جڑے ہوئے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا خون سرد ہو جائے اور تمہاری آپس کی نفرت و عداوت کے باعث تمہارا لہو سفید ہو جائے اور تم دنیا میں ذلیل و خوار ہوتے پھرو۔

دیکھو — حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بنیامین کا باپ ایک ہونے کی برکت سے دونوں کا خونی رشتہ قائم و دائم رکھنے کیلئے ہم نے خود یوسف علیہ السلام کو یہ تدبیر بتلائی کہ اپنا شاہی جام یعنی پانی پینے والا پیالہ بھائی بنیامین کے تھیلے میں رکھ دو! اب قرآن مجید کے اس ارشاد اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی اس تدبیر اور حکمت عملی کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام پر کوئی الزام اور کوئی اعتراض نہیں آتا! اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے یہ اعلان نہیں تھا کہ — اے قافلہ والو تم چور ہو!

بلکہ کسی منادی کرنے والے نے اپنی طرف سے ایسا اعلان کر دیا تھا — اسی لئے قرآن پاک کے اعلان کی نسبت یوسف علیہ السلام کی طرف نہیں کی۔
جواب ۲: تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ نمبر ۱۵۰۔ امام فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۱۷۸۔ الامام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — ان المراد انکم لسارقون یوسف من ابیہ — کہ اس اعلان سے مراد یہ تھی کہ تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے چوری کر لیا تھا۔ اور پھر اسے ظاہر ہی نہیں کیا گیا اور باپ کو بتایا ہی نہیں گیا کہ یوسف کہاں ہے۔

حضرات گرامی! یہ خون کا عظیم رشتہ ہی کی کرشمہ سازیاں تھیں کہ جو میدان کربلا میں رنگ بدل بدل کر خاک کربلا کو سیراب کر رہی ہے اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم

کے پاک خاندان کے پاک لہو ہی کی دلفریبیاں تھیں کہ جو کربلا کے تپتے ہوئے ریگستان کے ذروں کو رنگین کر رہی تھیں!

اور پھر یہ خون کے رشتے کا ہی اعجاز تھا کہ امام حسین علیہ السلام کی ہمیشہ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھائی کے ساتھ مدینہ منورہ کی مقدس گلیوں اور نانے پاک کے روضہ اقدس کی پر کیف فضاؤں کو چھوڑ کر کربلا کے تپتے ہوئے صحرا تک ساتھ گئیں اور پھر خانوادہ نبوت کی شہادت کے بعد اور حق و باطل کے اس خونیں معرکے سے سرخرو ہو کر رات کی تاریکی میں ایک جلی ہوئی قنات سر پر اوڑھ کر لاشوں کا پہرہ دیتی رہی اور پھر شام کے قید خانہ اور یزید کے دربار تک اپنے خون کے رشتے کی رنگت کو مٹنے نہیں دیا۔
— کسی درد مند شاعر نے خوب کہا ہے — کہ

تڑپی تو ہو گی قبر میں بیٹی رسول کی

زینب نے جنب وراثت کربل وصول کی

اور یہ خونی رشتہ ہی کا کمال تھا کہ شہادت کے خون کی سرخی جب غازہ بن کراکبر جوان کی پیشانی پر، عون و محمد کی جبینوں پر اور قاسم کے ماتھے پر چمکی تو جنت کی حوریں پکار اٹھیں اور فردوس اعلیٰ کے فرشتے جھوم جھوم کر وہائی دینے لگے۔ کہ

حسینؑ محافظ قرآن اور مصطفیٰؐ کی امنگ حسینؑ

نبیؐ کے دین کو خون سے دیا ہے رنگ حسینؑ

اور مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے بھی اپنا نذرانہ عقیدت یوں پیش کیا ہے —

اے کربلا کی خاک تو اس احسان کو نہ بھول

تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشہ بتولؑ

— اور —

مظلوم کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی

اور —

رنگین کر گیا تجھے خون رگ رسولؐ

برادران اسلام — آؤ ہم بھی اس خون کے عظیم رشتہ کے ہیروں کی تسبیح کے
 دانوں کو جدا جدا نہ ہونے دیں اور اس رشتہ کی زنجیر کو ٹوٹنے نہ دیں اور آپس میں اتفاق و
 اتحاد کی فضا اور محبت و الفت کی فضا پیدا کریں تاکہ اقبال مرحوم کے اس شعر کا مصداق
 بن کر ہم ہر طاغوتی طاقت اور کفر کی ہر باطل قوت پر فتح و کامرانی حاصل کر کے اس خطہ
 ارضی پر ہم مسلمان بھائی بھائی ہونے کے رشتہ کے باعث عزت و وقار سے زندگی بسر
 کر سکیں اور کوئی سندھی، بلوچی، پٹھان ہونے کا نعرہ نہ لگائے اور کہیں سے بھی چار
 قومیتوں اور صوبائی تعصب کی آواز نہ اٹھے

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کا شغری

قارئین محترم! — قرآن مجید اس حقیقت کا گواہ ہے اور اس نے کھل کر اسے

بیان کر دیا ہے کہ چالیس سال کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اولاد شام کے شہر
 کنعان سے مصر بھیجی اور پھر باپ کو بیٹا مل گیا اور بھائیوں کو بھائی اور بنیامین کو دل کا
 چین و قرار یعنی یوسف علیہ السلام اور بہن زینب کو بھی پیارا اور!

مگر — سید افتخار الحسن کو اب شہزادہ سید انوار الحسن کہاں سے ملے گا — وہ

تو اب باپ کے دامن اور ماں کی گود کو چھوڑ کر قبر کی آغوش میں آرام کر رہا ہے اور
 ہمارے لئے اپنی بھرپور جوانی اور اپنے حسن و شباب کا تصور باقی چھوڑ گیا ہے!

بہنیں ہر جمعرات کو اس کی قبر پر جاتی ہیں کہ شاید ہمارا لاڈ اور ہمیں قبر سے آواز

دے!

سید فضل شاہ صاحب اور سید امداد حسین شاہ شہزادہ مرحوم کی تربت پر اس خیال

سے جاتے ہیں کہ محلہ کی عورتیں شہزادہ کو پیار سے اس کی بھرپور اور خوبصورت جوانی اور

اس کے حسن و شباب کو دیکھ کر ”چاند“ کہا کرتی تھیں شاید تربت کی تاریکیوں میں سے ہمارا وہ چاند نکل آئے!

اور سید ابرار الحسن اور سید محمد اولیس اپنے بھائی شہزادہ کی دلکش تصویر کو دیکھ کر خود تصویر حیرت بن جاتے ہیں مگر تصویر بولتی نہیں۔ اور شہزادہ مغفور کی ماں اگرچہ حقیقی ماں نہیں ہے مگر پھر بھی اس نے حقیقی ماں سے بڑھ کر اسے پیار دیا اور شفقت کی فضا قائم رکھی اور اسی وجہ سے شہزادہ بھی اس سے انتہائی حسن اخلاق اور مروت سے پیش آتا تھا اور آج بھی جب کوئی اس کے سامنے شہزادہ کا نام لیتا ہے تو شہزادہ کی موت کا زخم سینہ میں تازہ ہو جاتا ہے اور بے ساختہ ایک درد بھری آہ نکل جاتی ہے!

باقی رہا باپ! — یعنی سید افتخار الحسن — تو وہ تو ہر وقت یہ فریاد کرتا رہتا

ہے — کہ

پتر مرن نہ بڈھیاں مایاں وہے پتر جگ دے وچہ نشان یارو
پتر دیہن پانی مویاں مایاں نوں پتر ہووندے نیں نین پران یارو

اور —

لکھاں خوشیاں کردے ماں پیو جدوں چڑھدے پتر جوانی
تے جاں اوہ جا قبران وچہ سوندے فر پٹھ اوہاں زندگانی
اور جب بھی کسی بوڑھے ماں اور باپ کے جوان پتر کی موت کی خبر سنتا ہوں تو
جذبات سے مرعوب ہو کر کہہ اٹھتا ہوں —

کہ — اگر خدا کا بھی کوئی بیٹا ہوتا تو موت بنا تا ہی نہ!

اور — یاد رہے کہ سید فضل شاہ صاحب نے حال میں ”شہزادہ مرحوم“ کی
ایک رنگین اور خوبصورت تصویر عمر فونو گرافر طارق آباد سے بنوائی ہے جو ہمارے لئے
زندگی کا قیمتی سرمایہ اور پورے خاندان کے لئے ایک عظیم یادگار کی حیثیت رکھتی ہے!
شاہ صاحب! چونکہ ایک درد دل اور خیر خواہی کا جذبہ رکھنے کے ساتھ ساتھ

ہمارے ہر غم میں اور ہماری ہر خوشی میں پورے خلوص کے ساتھ شریک ہونے والے ایک صاحب ذوق انسان ہیں جو ہر وقت ہر کسی کے کام آنے کے لئے تیار رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ پورا شہر انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے!

شہزادہ مرحوم کے نام کا وظیفہ پڑھنے کے باعث اور الفت کے گلشن کے پھولوں کے ہار جب شہزادہ کی قبر پر ڈالتے ہیں تو ساتھ ہی سید فضل شاہ صاحب کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں جیسے ان کے اپنے لخت جگر کی آخری آرام گاہ ہو!

حضرات گرامی! دنیا میں ماں باپ کے لئے اولاد زینہ ایک ایسی دولت ہے اور بہن بھائیوں کیلئے خوشی و مسرت کا ایک ایسا سرمایہ ہوتا ہے کہ انسان چاہے کتنا ہی دولت مند کیوں نہ ہو، کتنا ہی سرمایہ دار کیوں نہ ہو اور لعل و جواہرات کے خزانوں کا مالک ہی کیوں نہ ہو اور دو چار ملوں کا سربراہ ہی کیوں نہ ہو اور چاہے وہ خوبصورت بنگلوں اور رنگین کوٹھیوں میں کیوں نہ رہتا ہو لیکن اگر اس کے بنگلہ میں کسی بیٹے کی رونق نہیں ہے تو وہ بنگلہ نہیں جنگلہ ہے!

اور اگر کسی ماں کی گود پتر کی دولت سے محروم ہے تو وہ گود نہیں ایک ویرانہ ہے — ہر نماز کے بعد دعائیں، التجائیں اور درخواستیں۔

ایک فرزند کے لئے، ایک بیٹے کے لئے اور ایک پورے خاندان کی رونق کے لئے — ہر رات وظیفہ، صبح تسبیح کا شمار اور ہر لحظہ آہ و فریاد — کس لئے! ایک نور نظر کے لئے — ایک تسکین قلب و جگر کے لئے اور ایک نیک صالح فرزند کے لئے!

اور یہ دعائیں — یہ التجائیں اور یہ درخواستیں صرف عام لوگوں تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ مقتدر انبیاء علیہم السلام بھی اس میدان سے گزرے ہیں قرآن حکیم نے پوری وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ

اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی تھے اور جد الانبیاء بھی مگر اولاد زینہ کے لئے یعنی بیٹے کی روئے سے ان حجرہ مبارک خالی تھا۔

اور عمر شریف آپ کی اس قابل نہ تھی کہ بچے پیدا کر سکے اور نہ ہی آپ کی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی — مگر ایک دن بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ التجا کی اور درخواست کی۔

پارہ ۲۲۔ سورۃ والصفات آیت ۱۰۰ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ! — کہ اے میرے رب۔ اے میرے پروردگار اے اور اے میرے خالق و رازق میری دعا قبول فرما اور میری التجا کو اپنی بارگاہ میں باریابی عطا کرتے ہوئے مجھے ایک نیک اور صالح فرزند عطا کر۔ بے ادب و گستاخ نہیں، فرمانبردار، اطاعت گزار! اللہ کے خلیل کی دعا قبول ہوئی اور ایک حلیم بیٹے کی خوشخبری سنا دی گئی!

مگر جب آپ کی زوجہ محترمہ کو اس کی اطلاع دی گئی تو وہ پکار اٹھیں کہ میں بھی بوڑھی ہوں اور خاوند یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بوڑھے ہیں تو پھر بچہ کیسے جنوں گی۔ اور چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود حلیم تھے اس لئے انہیں حلیم اور بردبار بیٹے کی خوشخبری دی گئی۔

مثلاً — پارہ ۱۲ سورۃ ہود آیت ۷۵

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ "آوَاهُ" مُنِيبٌ — کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے ہی تحمل والے، بردبار اور نرم دل اور اللہ کی طرف رجوع رکھنے والے تھے — تو خداوند تعالیٰ نے بیٹا بھی — حلیم والا، بردبار اور تحمل مزاج یعنی حضرت اسمعیل علیہ السلام عطا فرمایا۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے دعا کی تھی۔ رب هب لي حکماً والحقنى بالصالحين — کہ اے میرے رب کریم مجھے حکم عطا کر اور مجھے صالحین لوگوں کے ساتھ وابستہ رکھ

تو بیٹے کے لئے بھی رب ہب لی من الصالحین عرض کی، اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے دعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام ایک ہی کے بجائے دو بیٹے عطا فرمادئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا قبول ہونے اور دو فرزند عطا ہونے پر اللہ کریم کا ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا!

پارہ ۱۳۔ سورۃ ابراہیم۔ آیت ۳۹

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ط

کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے! حضرات محترم — یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف تقریباً نوے سال کی تھی۔

تفسیر مظہری — اور ایک سو بارہ سال کی عمر میں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی کا اسم گرامی۔ تاریخ تھا۔ آذر نہیں تھا۔ آذر نہیں تھا

تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۷۰، تفسیر نسفی، تفسیر مظہری، تفسیر خازن وغیرہ

محترم حضرات — غور فرماؤ کہ انسان کے لئے اولاد زینہ یعنی بیٹا — فرزند اور پتر کتنی بڑی دولت — کتنا بڑا خزانہ اور کتنی بڑی مسرت کا باعث ہوتا ہے کہ اپنے نام و نشان کو زندہ رکھنے کے لئے اور اپنی نبوت کے کمالات و برقرار رکھنے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ایک فرزند ارجمند کیلئے نوے سال کی عمر میں دعا کرنی پڑی۔

اور پھر کیسی لطیف اور کیسی دلفریب حقیقت ہے کہ اللہ کی طرف سے جب اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم ہوا تو بذریعہ جبریل علیہ السلام حکم نہیں دیا گیا — کہ اے جبریل علیہ السلام جاؤ ابراہیم علیہ السلام سے کہو کہ اپنے پیارے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرو — نہیں — کیوں؟

اس لئے — کہ جس جبریل نے ابراہیم کو اسماعیل کے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی وہی جبریل اب اسی اسماعیل کو قربان کرنے کیلئے کیسے کہتا! فطرت الہیہ نے برا راست ایسا کرنا قبول نہ کیا!

بلکہ — حکم خواب کے ذریعہ دیا گیا — اِنِّیْ اَرِیْ فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اَذْبَحُکَ — کہ اے میرے لخت جگر بیٹا اسماعیل میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے اپنے ہاتھوں سے ذبح کر رہا ہوں!

حفیظ جالندھری نے خوب کہا ہے — کہ

کہا بیٹا کہ میں نے آج شب اک خواب دیکھا ہے

کتاب زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے

باپ کا ارشاد سن کر فرمانبردار بیٹا، اطاعت گزار نور نظر، متحمل مزاج لخت جگر اور سعادت مند و صالحین کی زندہ تفسیر فروند اسماعیل فوراً تعمیل حکم کیلئے تیار ہو گیا — اور نہ ہی براہ راست خود حکم فرمایا کہ اسماعیل کو قربان کرو۔

دوسری بات کہ دنیا والوں کو یہ بھی بتانا مقصود تھا کہ نبی کا خواب بھی وحی الہی ہوتا

ہے۔

قرآن مجید کے حوالہ ہی سے دوسرا ایمان افروز واقعہ کچھ یوں ہے کہ —

حضرت ذکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے کفیل بنے جب کہ وہ بیت المقدس کے حجرہ میں ماں کا دودھ پئے بغیر صرف اللہ کریم کی طرف سے بے موسے اور بے بہارے میوے کھانے پر پرورش پا رہی تھیں! اور حضرت ذکریا علیہ السلام جب بھی مریم پاک کے پاس جاتے تو ہر روز نیا پھل مگر بے موسم کا اور ہر دن نیا میوہ مگر بے بہارا —

تو پوچھا — اے مریم یہ بے بہارے میوے اور بے موسے پھل تجھے کہاں

سے ملتے بی بی مریم علیہا السلام نے جواب دیا۔

قالت هو من عند الله — پارہ ۳ سورۃ آل عمران — کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ خالق و مالک اور رازق ہے۔

حضرت مریم کا یہ جواب سن کر حضرت زکریا علیہ السلام کو خیال آیا کہ وہ خدا جو مریم کو بے بہارے پھل اور بے موسے میوے دے سکتا ہے وہ مجھے بھی اپنی قدرت کاملہ سے بے بہارا اور بے موسا بیٹا عطا کر سکتا ہے۔

کنز الایمان — اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر شریف اس وقت 98 سال تھی اور بیوی کی عمر پاک ایک سو بیس سال کی تھی — دونوں پر بڑھاپے کا عالم تھا اور دونوں اس قابل نہ تھے کہ بچہ پیدا کر سکیں — مگر پھر بھی دیکھنا چاہتے تھے کہ اللہ کریم ہمیں جوان کر کے بیٹا دیتا ہے یا اسی عمر میں دونوں صورتوں میں خدا کی قدرت کا اظہار ہوگا۔ تو — هُنَالِكَ دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ — پھر اسی جگہ پر حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی اور اپنے رب کو پکارا!

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً — کہ اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاک و صاف اور ستھری اولاد عطا کر!

اور تو ہی دعا قبول کرنے والا ہے!

یہ دعا — یہ التجا اور اس درخواست کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام نے نماز نیت لی تو نماز کی حالت میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی۔

دیکھو! حضرات اللہ کریم، اپنے نبیوں کی دعائیں کس حسین اور انوکھے انداز میں قبول کرتا ہے!

کہ ادھر دعا کی اور ادھر بیٹے کی بشارت اور پھر بیٹے کا نام بھی خود ہی رکھ دیا — وہ بیٹا اللہ کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا۔ سردار ہوگا۔ اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا ہوگا۔ اور صالحین میں سے ہوگا۔

یہ بشارت اور خوشخبری بڑھاپے کے عالم میں سن کر حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی — یا اللہ مجھے لڑکا کیسے عطا ہوگا جب کہ میں بڑھاپے میں ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ وامراتی عاقرا!

یعنی ہم دونوں عمر کی اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جہاں سے اب اولاد پیدا ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔

جواب آیا!۔ ہمارے لئے ایسا کرنا آسان ہے۔

گرامی قدر! — حضرات دیکھا آپ نے کہ اولاد نرینہ کی طلب انبیاء علیہم السلام کو بھی رہتی ہے تاکہ گھر کی رونق اور رسالت کے اوصاف و کمالات کا وارث تو کوئی ہو۔ مجھے سید افتخار الحسن کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہزاروں دعاؤں کے بعد شہزادہ سید انوار الحسن مرحوم عطا کر کے مجھ پر بڑا احسان کیا تھا۔ مگر پھر اچانک موت کے پنجے نے اسے جکڑ لیا۔ اور وہ آج قبر کی آغوش میں آرام فرما ہے!

اور پھر یہ دونوں برگزیدہ اور مقتدر انبیاء یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی تو بڑھاپے میں بیٹوں کی آرزو رکھنے ہوئے بارگاہ رب العزت میں اس لئے دعا کرتے ہیں کہ تاکہ ہماری پاکیزہ نسل میں خون کا رشتہ جاری و ساری رہے۔ اور قرآن مجید نے خون کے ایک اور مقدس رشتہ کو بہت پیارے اور دردناک انداز میں بیان فرمایا ہے۔

ایمان والو — ذرا غور سے سنو اور آپس کی نفرت و عداوت کی دیواریں محبت و الفت کے تیشہ سے توڑ کر سنو اور ایک دوسرے مسلمان بھائی کے خلاف تعصب و کینہ اور حسد و بغض کے شعلوں کو انسانیت و اخلاق کے پانی سے بجھا کر دیکھو! کہ تمہارا خون کا رشتہ اس معیار پر پورا اترتا ہے۔ اور کیا ہم اس قابل ہیں کہ اپنے خون کے رشتہ کے غازہ کو اپنی اپنی پیشانیوں پر صبح کے ستارے کی طرح روشن کر کے اہل کفر اور اہل باطل کی قوت اور طاقت کو کہہ سکیں کہ ہم ایک ہیں اور ہمارے اس اتحاد کے اسلحہ کے مقابلہ

میں تمہارے بمبار طیارے — تمہارے پہاڑوں جیسے ٹینک اور تمہاری آگ
برسانے والی توپیں بھی میدان جنگ میں ناکارہ ثابت ہونگی — فرعون نے
اعلان کر دیا کہ

اے مصر والو! — میں تمہارا رب ہوں غربت و افلاس کی چکی میں پسے والے
عوام نے فرعون کے لعل و جواہرات کے خزانے، سونے چاندی سے مرصع تاج اور سچے
موتیوں سے جڑے ہوئے سنہری تخت کو دیکھ کر اسے رب تسلیم کر لیا۔ اور پھر اس کے ظلم و
ستم کو دیکھ کر اس کی پرستش بھی شروع کر دی۔

جیسے آج بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے غریب محتاج لوگ اور گھاس پھوس
کی جھونپڑیوں میں بے کسی و بے بسی کی زندگی بسر کرنے والے عوام دولت مندوں کی
کوٹھیاں — سرمایہ داروں کے بنگلے اور امیروں کے پلازے دیکھ کر ان کی پوجا کر
کے اپنی غیرت کا جنازہ خود ہی پٹھ لیتے ہیں۔

نجومیوں نے فرعون کو بتلایا کہ اس سال مصر میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جس
کی نبوت کی خدائی طاقت کے مقابلے میں تیری شاہی قوت مٹ جائے گی۔ اور پھر اسی
طرح نہ تیری حکومت رہے گی اور نہ ہی تیری خدائی۔

فرعون — کڑک کر بولا!

میں رب ہوں!

بچہ پیدا ہی نہ ہونے دوں گا!

قدرت مسکرائی —

اور پھر مقابلہ شروع ہوا — جھوٹے رب اور سچے رب کا!

جھوٹے نے کہا۔

میں بچہ پیدا ہی نہ ہونے دوں گا۔

سچے — رب نے فرمایا۔

میں اس بچے کو تیری جھولی میں پالوں گا!

اور — پھر فرعون نے دوسرا اعلان جاری کر دیا — کہ — مصر کے گھر میں اگر کوئی لڑکا پیدا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اور اگر لڑکی پیدا ہو تو اسے زندہ رہنے دیا جائے! اور اس طرح ہزاروں بچے زنج کر دیے گئے فرعون کے اس ظالمانہ اعلان سے مصر کے عوام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ مگر — خاموش رہے — غصہ پی گئے اور غم کے اندھیروں میں ڈوب گئے۔

مگر — اس ظلم کے خلاف کوئی تحریک بھی نہ چلا سکے۔

کیونکہ — اسے رب تسلیم کر چکے تھے!

نجومیوں نے پھر بتایا کہ —

مصر کے فلاں محلہ میں اور اس نمبر کے مکان میں وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے —

تو فرعون نے۔ بی، آئی، ڈی کا ایک درندہ صفت ٹولہ اور پولیس کا ایک وحشی دستہ اس بچہ کی تلاش میں روانہ کر دیا۔

پولیس کا وہ چھاپہ مار دستہ جو رشوت کے ذریعہ سور کا گوشت اور خنزیر کا لہو پیتے ہیں شہر کے محلہ محلہ — اور گھر گھر چھاپے مارنے لگا۔

آخر اس نورانی گھر اور مقدس مکان پر بھی آن پہنچا جس کی نشاندہی نجومیوں نے کرائی تھی۔

حضرات گرامی! یاد رہے کہ اس بچہ کا اسم گرامی حضرت موسیٰ علیہ السلام تھا جنہوں نے تنہا فرعون کی بہت بڑی طاقت کے خلاف توحید باری تعالیٰ کی تحریک چلا کر کامیابی حاصل کی تھی اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ اپنے عصا مبارک کے اعجاز اور اپنی نبوت کی روحانی قوت سے کر کے لاکھوں انسانوں کے سامنے ثابت کر دیا تھا کہ رب ایک ہے!

اور پھر انہیں جادوگروں کو ایک رب کے آگے سجدہ ریز کروا دیا تھا اور وہ اعجاز

نبوت کے مقابلہ میں اپنی سحر آفرینی اور جادوگری کی جھوٹی کرشمہ سازی کی شکست تسلیم کر کے — پکاراٹھے تھے!

اٰمَنَّا بِرَبِّ مُوسٰی وَ هٰرُوْنَ — کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان

لائے۔

اور پھر اپنے آپ کو خدا کہلوانے اور اپنی حکومت، بادشاہت اور اپنے تخت و تاج کو بچانے والے اور ہزاروں لڑکوں کو قتل کروانے والا فرعون دریائے نیل کی طوفانی لہروں میں ڈوب کر اور غوطے کھا کھا کر مرا۔

سپاہیوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے پوچھا

کون ہے؟

جواب ملا!

ہم فرعون یعنی مصری عوام کے رب کے سپاہی ہیں — ہمیں پتہ چلا ہے کہ اس

گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے!

دروازہ کھولو!

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی ماں نے جو یہ خوفناک آواز سنی تو گھبرا گئی —

کیونکہ وہ بھی فرعون کا اعلان سن چکی تھی۔

فوراً — بارگاہِ خداوندی میں جسین نیاز جھکا دی اور عرض کی۔

اے پروردگار عالم۔ اے زندگی اور موت کے مالک اور اے رحیم و کریم اللہ

— میرے بچے — موسیٰ کو ان درندوں سے محفوظ رکھ — ان بھیڑیوں سے

بچالے اور ان وحشی قاتلوں سے پناہ دیدے!

دعا قبول ہوئی — اور ہوتی بھی کیوں نہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی جب اسی

ہونہار بچے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ہی سے فرعون کی جھوٹی خدائی کا طلسم

اور جادوگروں کی بنائی ہوئی مصنوعی رسیوں کو توڑ کر اپنی ربوبیت کا ڈنکہ بجوانا تھا —
تو پھر ماں کی دعا قبول کیوں نہ کرتا۔

آواز آئی —

بزبان مولانا رومی رحمۃ اللہ

دز تنور انداز موسیٰ را تو زود

مانگاہ داریم او از نار و دود

کہ — اے میرے نبی — میرے پیغمبر اور میرے کلیم کی ماں —
اٹھ جلدی کر اور اپنے بیٹے کو تنور کی آگ کے بھڑکتے ہوئے انگاروں میں ڈال کر
ڈھکنا دے دے اور گھبرانہ جانا۔

اس لئے کہ —

آگ تو رہی ایک طرف میں تیوے اس بچے کو دھواں بھی نہ لگنے دوں گا۔
چنانچہ — حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ گرامی اٹھی اور بچے کو تنور کے شعلوں
میں ڈال کر اوپر ڈھکنا دے دیا۔
اور پھر دروازہ کھول دیا! —

سپاہی اندر داخل ہوئے اور پہلے تو قہر آلود نظروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
ماں کو دیکھا اور پھر مکان کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

مکان کا کونہ کونہ دیکھا — بسترے پھولے اور الماریوں میں تلاش کیا۔ مگر بچہ
کا کہیں نام و نشان تک نہ ملا۔

اس لئے — کہ وہ تصور بھی نہ کر سکے اور ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ
آسکی کہ کوئی بچہ تنور کے دہکتے ہوئے انگاروں میں بھی چھپ سکتا ہے۔ ماں کی مامتا سہی
ہوئی تنور کے ساتھ کھڑی ہو گئی کہ اگر ان کو پتہ چل بھی گیا کہ بچہ اس تنور میں چھپا ہوا ہے
— اور وہ پکڑنے کے لئے ادھر آئے بھی تو انہیں تنور تک نہ آنے دوں گی!

وحشی درندے یعنی فرعون کے سپاہی مکان کی پوری طرح تلاشی لے کر واپس چلے گئے تو کلیم اللہ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے تنور سے ڈھکنا اٹھا دیا — دیکھا — کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انگوٹھا چوس رہے ہیں۔

ماں کے بے قرار دل کو قرار آ گیا اور سجدہ شکر بجلائی!

سپاہیوں کے چھاپہ مار دستہ نے دربار میں واپس جا کر فرعون کو بتایا کہ ہزار طرح سے تلاشی لینے کے باوجود بھی بچہ اس مکان میں سے نہیں مل سکا۔

نجوی — کہنے لگے —

کہ بچہ تو تنور کی آگ کے شعلوں میں چھپا ہوا تھا۔

پاگل فرعون کو پھر بھی سمجھ نہ آ سکی کہ جو بچہ آگ کے انگاروں میں صحیح سلامت رہا

ضرور اس کا نگہبان اللہ ہے۔

سید افتخار الحسن — کہتا ہے کہ لعنت ہے فرعون کے رب کہلوانے پر کہ نجوی

کہتے ہیں کہ بچہ ہے — اور سپاہیوں کو ملتا نہیں اور رب کو پتہ نہیں!

چنانچہ — ادھر فرعون نے نجومیوں کے بتانے پر سپاہیوں کا ایک دوسرا چاک و

چوبند دستہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں روانہ کیا اور ادھر — وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ

أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۚ فَإِذَا خِفتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ (سورۃ القصص پارہ ۲۰

آیت ۷)

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو وحی الہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے

حکم آیا کہ اپنے لخت جگر موسیٰ کو دودھ پلا لے — پس اگر تجھے یہ خوف ہے کہ میرا

بچہ پھر نہ پکڑا جائے تو اسے صندوق میں بند کر کے دریائے نیل کی طوفانی موجوں کے

حوالے کر دے!

وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي — اور کوئی حزن و ملال اور کوئی غم و خوف نہ کرنا

— کیونکہ جس رب نے تیرے لخت جگر علیہ السلام کو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں

سے بچائے رکھا وہ رب تیرے اس فرزند کو دریائے نیل کی خوفناک موجوں سے بھی محفوظ رکھے گا!

اور پھر ہم اپنے خاص لطف و کرم سے تیرے بیٹے کو تیرے پاس واپس لے آئیں گے!

حضرات محترم! ایسی حوصلہ افزا آواز ایسی دلنواز ندا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنی ضروری تھی —

اسلئے کہ جس خدائے پاک نے اولیاء کرام کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے اعلان فرما دیا ہے کہ ان مقدس جماعت کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی حزن! تو پھر اپنے عظیم القدر نبی اور لاڈلے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ گرامی کو کیوں نہ یہ فرما کر تسلی دیتا — کہ

نہ خوف کھا اور نہ حزن کر!

خداوند دو جہاں کے اس تسلی اور قرار بخش فرمان سن کر کلیم اللہ علیہ السلام کی ماں ایک بڑھئی کے پاس گئی — اور فرمایا —

بیٹا — ایک چھوٹا سا صندوق تو تیار کر دے!

بڑھئی نے پوچھا —

بی اماں — کیوں؟ کیا کرے گی صندوق کو؟ اور کس لئے؟

مَا تَصْنَعِينَ بِهِ — تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۲۶

کیا کرے گی تابوت کو؟

جواب دیا — ابن "لِيْ اَخْشِيْ عَلَيْهِ كَيْدِ فِرْعَوْنَ — کہ میرا ایک بچہ

ہے اسے صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں پھینکنا چاہتی ہوں تاکہ وہ فرعون کے مکر و فریب سے محفوظ ہو جائے اور اس کے ظلم و ستم کی تلوار سے قتل ہونے سے بچ جائے۔

وَمَا عَرَفَتْ أَنَّهُ، أَفْشَىٰ ذَالِكَ الْخُبْرُ —

کبیم اللہ علیہ السلام کی والدہ عالیہ نے نجار سے صندوق تو خرید لیا لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس طرح سے یہ راز فاش ہو جائے گا اور یہ خبر عام پھیل جائے گی! وہ نجار طمع لالچ کے جال میں پھنسا ہوا ایک بازاری انسان صندوق فروخت کر کے فوراً فرعون کے دربار میں پہنچتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خبر دے کہ فرعون سے انعام حاصل کر سکے! کیونکہ — فرعون نے ایسا اعلان کر رکھا تھا!

فَلَمَّا جَاءَهُمْ أَمْسَكَ اللَّهُ لِسَانَهُ — کہ جب وہ نجار فرعون اور اس کے شرابی کبابی درباریوں کے پاس پہنچا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خبر دینے لگا — تو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان بند کر دی۔

وَجَعَلَ يَشِيرُوا بِيَدِهِ — اور وہ نجار ہاتھوں کے اشاروں سے بتانے کی کوششیں کرتا تھا۔

جس کی نہ فرعون کو سمجھ آ سکی اور نہ ہی اس کے عیاش درباریوں کو —

فَضْرَبُوهُ — انہوں نے اس نجار کو بری طرح سے مارا پٹا —

فَلَمَّا دَعَا إِلَىٰ مَوْضِعِهِ رَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ نُطْقَهُ — پھر جب وہ نجار اپنی جگہ پر واپس آیا تو اللہ کریم نے اس کی زبان پھر کھول دی۔

اور پھر جب وہ دوسری بار خدائی راز کھولنے کے لئے چلا گیا تو زبان پر پھر مہر لگ

گئی۔

اور انہوں نے پھر اسے پٹا — اور وہ پھر جب اپنی قیام گاہ پر آیا تو اس کی زبان پھر بولنے لگی۔ حرص و ہوا اور طمع و لالچ نے اس نجار کو اتنا گمراہ اور اندھا کر دیا ہوا تھا کہ وہ پھر تیسری دفعہ انعام پانے کی غرض سے فرعون اور اس کے واہیات حواریوں کے پاس جا پہنچا —

خدا کی قدرت کی کرشمہ سازی کہ زبان پھر ساکت ہو گئی — اور تیسری بار بھی

مارکھا کے واپس لوٹا تو زبان چل پڑی —

نجار حیران تھا — کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ —
جنہوں رب رکھے اوہنوں کون مارے۔

نجار کو سمجھ آ گئی اور حقیقت حال سے آگاہی حاصل ہو گئی کہ یہ ایک خدائی راز ہے
جنسے میں فاش کرنا چاہتا ہوں۔
اور وہ نہیں ہوگا —

اور جب وہ تیسری بار وہاں گیا تو —

أَخَذَ اللَّهُ بَصْرَهُ — اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان کے ساتھ اس کی آنکھوں کی
بصارت بھی چھین لی شاید اس لئے کہ اسے فرعون کے دربار کا راستہ ہی دکھائی نہ دے۔
نجار نے سچے دل سے توبہ کی اور معافی طلب کرتے ہوئے یہ عہد کیا کہ اب اگر
میری زبان کھل جائے اور آنکھوں کی بینائی واپس آجائے تو میں اللہ تعالیٰ کے اس راز
کو افشا کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔

اور پھر اللہ کریم نے اس بڑھئی کے صدق اور وفا کو دیکھا تو — رد اللہ بصرہ
ولسانہ —

پارہ ۲۰ سورۃ القصص آیت ۱۰ — وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ — اور حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کی بہن سے کہا جس کا نام مریم تھا اور جو موسیٰ علیہ
السلام کے ساتھ ”خون کا رشتہ“ میں منسلک تھی اور موسیٰ علیہ السلام کی حقیقی بہن تھی۔
(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۲۶ - کنز الایمان)

کہ — جس صندوق میں تیرا بھائی دریائے نیل کی طوفانی لہروں میں تیرتا ہوا
جا رہا ہے تو بھی اس کے پیچھے پیچھے چلی جا —

اور اس انداز سے ساتھ ساتھ اور کنارے کنارے جانا کہ کوئی سمجھ نہ سکے کہ تو کون

— ہے۔

فَبُصِّرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ!

پس — حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن مریم ایک اجنبیہ لڑکی کی طرح اپنے بھائی کو دیکھتی چلی جا رہی تھی —

تابوت — بھائی کا موجوں میں چھپ جاتا تو بہن کا دل ڈوب جاتا تھا اور جب لہروں کے اوپر نمودار ہو جاتا تھا تو بہن کا دل خوشی و مسرت سے اچھل پڑتا تھا — کیوں —

خون کا رشتہ اپنا رنگ دکھلا رہا تھا۔ نیل کی موجوں میں صندوق بہتا ہوا جا رہا تھا اور دریا کے کنارے کنارے خون کا رشتہ اپنی پوری آب و تاب اور اپنی پوری رنگینیوں کے ساتھ دوڑتا جا رہا تھا۔

لخت جگر کو دریا کے طوفان کے حوالے کر کے ماں گھبرا گئی اور دل پکڑ کر بیٹھ گئی اور عرض کی۔

یا اللہ — پتر تیرے حوالے

جواب آیا — فکر نہ کر

پتر اتیرا ہے اور پیغمبر میرا۔

وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ —

چنانچہ — حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا کے پانی کے تیز بہاؤ میں کبھی پانی کی سطح پر تیرتے اور کبھی موجوں میں ڈوبتے فرعون کے شاہی محل میں جا پہنچے۔

فرعون کی جھولی میں آئے۔ حضرت آسیہ نے بچایا۔

آواز آئی جبریل —

دیکھو — میں نے سچ کہا تھا نہ کہ میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے

شاہی محل میں کراؤں گا۔

مصر کی تمام دائیاں بلائیں گئیں — مگر موسیٰ علیہ السلام نے کسی کے دودھ کو منہ

میں نہیں ڈالا — آسیہ حیران تھی اور درباری پریشان تھے کہ کہیں یہ بچہ پیاس سے بلک بلک کر مرنہ جائے۔

کون سی دائی لائی جائے جس کا دودھ یہ بچہ پی لے۔

کسی غیر کا دودھ کیوں پیتے۔ — وہ نبی تھے اور نبی پیدا ہوتے ہی دو عالم کی خبر رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پہچان گئے کہ یہ دودھ میری ماں کا نہیں ہے! — فرعون کے محل والے سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کیا جائے —

کہ ان کی بہن مریم چھپتی چھپاتی — بے چین دل کے ساتھ شاہی محل کا راستہ تلاش کرتی کرتی ایک کونہ سے ظاہر ہوئی — اور اس طرح بہن بھائیوں کے ”خون کا رشتہ“ دریائے نیل کے طوفان کے ساتھ ساتھ اچھلتا — کودتا اور جوش دکھاتا ہوا فرعون کے شاہی محل تک جا پہنچا۔

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ —

فرعون — آسیہ اور درباری نہ پہچان سکے کہ یہ اچانک محل میں داخل ہونے والی جوان لڑکی کون ہے جس کے دل کی دھڑکن کسی خوف کی وجہ سے تیز سے تیز ہوتی جا رہی ہے۔

اور جس کے سانس کا توازن کسی ڈر کے مارے پھولتا جا رہا ہے اور جس کی نبض کسی چیز کو حاصل کرنے کیلئے بے قرار ہے۔

بہن مریم نے جب دیکھا کہ بھائی موسیٰ دائی کا دودھ نہیں پیتا تو پکار اٹھی — کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی دائی کا پتہ نہ بتاؤں کہ جس کا دودھ یہ بچہ پی لے گا — مجھے امید ہے!

آسیہ نے کہا — جلدی بتا!

اور تو اپنا پتہ بھی بتلا کہ تو کون ہے؟

بہن — ماں کے پاس دوڑتی ہوئی آئی اور کہا — اماں اٹھ اور جلدی چل

— بھائی کسی دائی کا دودھ نہیں پیتا —!

کہیں پیاس سے ہلاک نہ ہو جائے!

حضرات قارئین کرام!

جانتے ہو یہ سب کچھ کیوں ہوا — اور قرآن مجید نے اس واقعہ کو ایمان افروز

کلمات سے کیوں بھر پور فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن دریائے نیل کے

کنارے کنارے کیوں دوڑتی رہی تھی —

اور وہ لوگوں کی نظروں سے چھپتے چھپاتے ماں جائے بھائی کے صندوق کے

ساتھ ساتھ تابوت پر نظریں جمائے فرعون کے شاہی محل میں کیوں پہنچی؟

صاحبزادہ سید افتخار الحسن — مصنف ”ماہ کنعان“ کہتا ہے کہ صرف اس لئے

کہ دریائے نیل کی طوفانی موجود کے ساتھ ساتھ خون کا رشتہ بھی موجزن تھا —

حضرت یوسف علیہ السلام کے خون کے رشتہ ہی نے جوش مارا تھا کہ چھوٹے بھائی

حضرت بنیامین کو اپنے پاس بلا لیا۔ باپ کو نہیں۔

اور پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے خون کے مقدس رشتہ کو دنیا

میں اجاگر کرنے کی خاطر اور مسلمانوں میں اس کی رنگینی کو نمایاں کرنے کی غرض سے

اور آپس میں اتحاد و اتفاق کی سعادت سے روشناس کرانے کے لئے اور یکجہتی و یگانگت

اور محبت و اخوت کی برکات سے سرفراز فرمانے کی چاہت سے —

کبھی فرمایا — الْعَبَّاسُ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْهُ!

(ترمذی - مشکوٰۃ - بخاری و مسلم)

اور کبھی ارشاد ہوتا ہے — عَلِيٌّ مِنْ مِّنِّيْ وَ اَنَا مِنْ عَلِيٍّ — اور کبھی

زبان حق ترجمان سے حقیقت پر مبنی یہ ہے گوہر افشانی ہوتی ہے — حُسَيْنٌ مِنْ مِّنِّيْ

وَ اَنَا مِنْ حُسَيْنٍ — اور کبھی فرمایا جاتا ہے۔

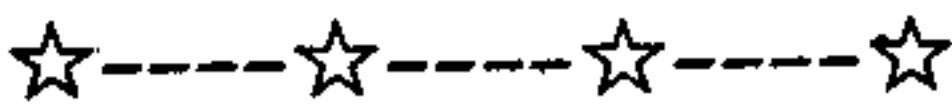
فَاطِمَةُ "بِضْعَةَ" مِلِّي —

کہ عباس مجھ سے ہے اور میں عباس سے ہوں — اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوں — اور حسین علیہ السلام مجھ سے
ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں — اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے جگر
مکڑا ہے۔

قارئین کرام — اس سے بڑھ کے خون کے رشتہ کی عظمت و توقیر اور قدر
منزلت اور کیا ہوگی کہ خود محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رشتہ کو دنیا کے سامنے
پیش کرنے کے لئے اپنی قرابت اپنے خون پاک کی وساطت سے اپنی امت کے ہر فرد
کو اخوت و محبت کا غیر فانی درس اور حقیقت افروز پیام دیا۔

حضرات — یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے خون کے
رشتہ کی پہچان کروانے کیلئے باپ کی بجائے چھوٹے بھائی کو پہلے بلوا کر اور اپنے
بھائیوں کی معرفت اس خطہ زمین پر بسنے والے انسانوں کو اور خصوصاً خون کے رشتہ میں
ڈوبے ہوئے حقیقی بھائیوں میں اتحاد و اتفاق کے آفتاب کی روشنی پھیلانے اور آپس
میں محبت و الفت کے ماہتاب کی چاندنی کی کرنوں سے عداوت و نفرت کے اندھیروں
کو مٹانے کی خاطر حضرت یوسف علیہ السلام نے بتا دیا کہ:

ماں جایا بھائی خدا تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہوتی ہے اور پیار کرنا ایک عبادت!



اختتام

حضرات گرامی! مجھ میں اتنی قابلیت کہاں تھی کہ قرآن حکیم کے ایک لفظ کا بھی صحیح ترجمہ و معنی بیان کرتا، چہ جائیکہ سوئے قصہ یعنی سورۃ حضرت یوسف علیہ السلام کی تفسیر لکھتا:

اس لئے کہ علم و تحقیق کی کمی۔ عقل و فراست کی نارسائی اور دل و دماغ پر چھائے ہوئے پراگندہ گرد و غبار کے سائے مسلط تھے جنہیں ہٹانا میرے بس کی بات نہ تھی۔ اور پھر — نہ ہی مجھے تفسیر لکھنے کا سلیقہ اور نہ قرآن مجید کے اسلوب بیان کو کتابی شکل میں لانے کا طریقہ!

اور پھر موضوع اتنا نازک اور پاکیزہ کہ عرش کے فرشتے بھی بیان کرنے سے پہلے کوثر و تسلیم کے پانی سے وضو کریں۔

کیونکہ — قرآن مجید کے الفاظ و معانی کی خوبصورت ترتیب دینے کا موضوع تھا اور اللہ تعالیٰ کے ایک پیارے نبی — برگزیدہ پیغمبر اور لاڈلے رسول کا صرف تذکرہ ہی نہیں تھا بلکہ ان کی بے گناہی کا حسین خاکہ بھی —

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی دردی بھری زندگی کا المناک سفر نامہ بھی تھا جو باپ کی محبت — بھائی کی الفت اور بہن کے پیار سے شروع ہو کر بھائیوں کے حسد کی بیماری تک ہوتا ہوا کنعان کے اندھیرے کنوئیں کو روشن کرنے تک اور پھر بیس کھوٹے سکوں کے عوض بیع و شراکت آتا ہے اور پھر وہاں سے کئی خوفناک راستوں سے

ہوتا ہوا — کئی خطرناک صحراؤں کو چیرتا ہوا اور کئی مصائب کے طوفانوں سے حوص
پامردی ٹکراتا ہوا مصر کے شاہی تخت و تاج کی زینت بنتا ہے۔ اور پھر اس معصوم زند
کے ساتھ ساتھ ان کے سفر کی برابر کی شریک بی بی زلیخا کے پاک و صاف عشق
داستان خوش اسلوبی سے لکھنے کیلئے اچھا انداز بھی چاہئے تھا اور یہی نہیں بلکہ زلیخا
عصمت کے موتیوں کی حفاظت کرنا بھی ضروری تھا اور تقاسیر کی روشنی میں اس کی ب
پاکدامنی کو احاطہ تحریر میں لانا بھی میرے ذمہ تھا۔ اور مضبوط دلائل سے ثابت کرنا
ایک اہم مرحلہ تھا کہ بی بی زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں گرفتار ہو کر ک
معصیت اور فحش کاری کی مرتکب نہیں ہوئی تھی۔

حضرات محترم! — میں اس قابل کہاں تھا کہ ان تمام واقعات و حادثات کو قلم
بند کرتا مگر جونہی میں نے مصمم ارادہ کے ساتھ اپنے ذوق کے پیش نظر قلم اٹھایا تو دل
دماغ پر چھائے ہوئے لغزشوں کے گرد و غبار اور خامیوں کے تصورات کو تہجد کے وضو
کے پانی کے قطروں نے مٹا کر میرے حسن ذوق میں طہارت و نفاست کی دولت پیدا
کردی۔

اور پھر جب میں نے قلم کو جنبش دی تو ذہن کھلتا گیا — دماغ روشن ہوتا گیا اور
الفاظ و معانی کا ذخیرہ میرے دل و دماغ میں جمع ہوتا گیا — اور قلم میں روانی آتی
گئی۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ میرے ”مرشد لاٹانی“ سرکار علی پور سیداں
شریف کے ظاہر و باطنی فیوض و برکات کا فیض ہے اور میری ماں کی دعاؤں کی خیرات
ہے!

ذہن میں کتاب ماہ کنعان کا ابتدائی خاکہ تیار کرنے اور مضامین کا نقشہ لانے کے
بعد میں کتاب کا نام پوچھنے دنیائے سنت کے عظیم مفکر۔ ممتاز مصنف، بلند پایہ مترجم اور
صاحب قلب و نظر شاعر جناب صائم صاحب چشتی کے پاس گیا اور نام پوچھا۔

اس لئے کہ مجھ سے پہلے اس موضوع پر خطیب اہل سنت اور صاحب کمال مدرس جناب مولانا قاری محمد دین صاحب نے ”تاجدارِ مصر“ کے نام سے ایک کتاب شائع کر چکے تھے جو مقبول عام ہو چکی ہے۔

اس لئے کہ قاری صاحب نے خوبصورت انداز میں اس میں اپنی خطابت کے گوہر بھی سمیٹ دیئے ہوئے ہیں۔

تو محترم صائم صاحب نے میری کتاب کا نام ماہِ کنعان تجویز کیا — یعنی ”کنعان کا چاند“ —

اور یہ نام مضمون کے اعتبار سے ہے بھی موزوں اس لئے کہ ماہِ کنعان کی ہر کرن میں صاف ستھرے پیار کی روشنی اور ہر شعاع میں محبت کی چمک دکھائی دیتی ہے۔ اور جس کے ارد گرد پھیلے ہوئے سنہری حالہ میں یوسف وزلیخا کا — احسن القصص چھپا ہوا تھا۔

قرآن حکیم نے اس حجاب سے پردہ اٹھا کر سورۃ یوسف کے نام سے زینت بخش دی ہے!

برادرِ اسلام — اس کتاب کو نوکِ قلم پر لانے کیلئے جو سب سے بڑی رکاوٹ تھی وہ مستند تفسیروں کو نایابی تھی۔

لیکن میں جامعہ نوریہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد کے مہتمم جناب مولانا قاری محمد صدیق صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ جنہوں نے میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے ہوئے بڑی خندہ پیشانی، فراخ دلی اور وسعت قلبی سے تفسیروں کا خزانہ میرے حوالے کر دیا۔

قاری صاحب — ویسے بھی مہمان نواز اور قدردان اور خوش اخلاق ہونے میں مشہور ہیں۔

قارئینِ کرام! — پچھلے سال مورخہ ۸۸-۱۹۸۷ء کو میں نے اس سفر کا آغاز

کیا تھا۔ اگرچہ راستہ دشوار بھی تھا اور منزل کٹھن بھی تھی لیکن بیماری۔ کمزوری نفاہت اور شہزادہ مرحوم کی یاد میں اداسی کی غمگین راتوں میں بھی قدم بڑھتے ہی گئے۔

اور پھر مجھے منزل تک پہنچنے کے لئے کئی کئی راتیں جاگنا بھی پڑا اور ہر صبح کو یہی دھن اور ہر شام کو یہی تمنا — ہر دن کو یہی آرزو اور ہر رات کو یہی امنگ کہ ماہ کنعان کی روشنی میں میں نے جس منزل کی طرف قدم اٹھایا ہے وہ حاصل ہو جائے!

قرآن مجید کے الفاظ کے مطالب و معانی کی ترتیب — احادیث مبارکہ کی تحقیق اور مستند کتابوں سے حوالوں کو تلاش کرنا ایک بہت بڑا مرحلہ تھا اور اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے کئی کئی دن گزر جاتے اور کئی کئی راتیں بیداری میں بسر ہو جاتیں۔

مثلاً — یہ حوالہ تلاش کرتے کرتے پورے بیس دن گزر گئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وہ قمیص مبارک جو بی بی زینہ کے دست شوق نے پھاڑی تھی وہ کون سی تھی۔

ایسی صورت حال میں کئی بار میرا جی گھبرایا بھی اور کئی دفعہ دل اداس بھی ہوا — اور کئی بار مایوسی کی دیواریں بھی کھڑی ہوئیں اور کئی بار منزل کو دور سمجھ کر کتاب لکھنے کا ارادہ بھی ترک کرنا پڑا مگر وفادار شریک حیات بیوی نے ایسے پریشان کن حالات کو سنوارنے ایسے پراگندہ خیالات کو سنبھالنے اور ایسے مایوس کن حالات کو بہتر بنانے میں میرا پورا پورا ساتھ دیا اور میرے ساتھ شریک حیات ہونے کے ناطہ سے منزل تک لے جانے میں بھی برابر کی شریک رہی!

رات کو — کبھی چائے کی پیالی اور کبھی دودھ کا کٹورا — کبھی ٹھنڈے پانی کا گلاس اور کبھی ”حافظ شفا خانہ“ کا تیار کردہ لذیذ — اصل اور صحت کے لئے مفید بادام کے شربت کا پیالہ! ساری ساری رات جاگتی! صحت کے لئے دعائیں اور زندگی کی خیرات طلب کرنے کی عرض سے بارگاہ رب العزت میں التجائیں اور کبھی پیر خانہ علی پور سیداں شریف کی حاضری۔

اور میری تندرستی کے لئے قبلہ عالم سے فریاد —
حضرات گرامی قدر — یاد رہے کہ ماہ کنعان یعنی یوسف علیہ السلام کے
موتنے قصے کی تفسیر لکھنا میرے بس کی بات نہ تھی۔
اس لئے کہ نہ ہی میں شیخ القرآن ہوں اور نہ ہی میں کسی دینی درس گاہ کا شیخ
الحدیث و شیخ التفسیر ہوں۔

پھر قرآن مجید کے اس احسن القصص کو نوک قلم پر لانا۔

کہاں تھی مجھ پر اتنی علمی قابلیت۔

مگر پھر بھی تین نسبتوں کے لحاظ سے صاحبزادہ سید افتخار الحسن خطابت کے میدان
میں ملک میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

پہلی یہ — کہ میں ایک بہت بڑے عالم دین اور مناظر اسلام کا بیٹا ہوں۔

دوسری یہ — کہ میں ایک بہت بڑے محدث اور صدر الافاضل حضرت علامہ

پیر سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شاگرد ہوں۔

تیسری یہ — کہ میں ایک بہت بڑے ولی کامل — پیر طریقت —

شہباز لامکانی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار آستانہ

عالیہ علی پور سیداں شریف کامرید اور خلیفہ مجاز ہوں۔

اس لئے اگر میں نے کچھ بھی نہ پڑھا ہوتا تو پھر بھی ان تین نسبتوں کے باعث

میں افتخار ملت اور شہباز خطابت ہوتا۔

اور آج بھی حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد اسماعیل سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور

سیداں شریف کا لطف و کرم مجھ پر سایہ فلک ہے۔

جو فیوض و برکات میں اپنے آباء و اجداد کے صحیح وارث اور صورت و سیرت میں

اپنے والد گرامی کی زندہ تصویر — اخلاق و کردار میں اور مہمان نوازی — انگریزی

تقسیم اور گفتار و رفتار میں صحیح معنوں میں نقش لاثانی ہیں۔

احباب کرام — سفر طویل بھی تھا اور دشوار بھی مگر اپنی تین نسبتوں کی بدولت
 ”ماہ کنعان“ کی چاندنی سے راستہ میں آنے والے ہر اندھیرے کو مٹاتا ہوا اس سفر
 گامزن رہا —

یعنی — باپ — استاد اور مرشد پاک کی ظاہری و باطنی توجہات
 ساتھ ساتھ میری عالمہ و فاضلہ اور تہجد گزار ماں کی دعاؤں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔
 اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضور قبلہ عالم صاحبزادہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اس فرزند ارجمند — لخت جگر اور نور نظر صاحبزادہ کو
 ۱۳۹۶ ہجری میں حج بیت اللہ شریف کے دوران مسجد نبوی کی جنت کی کیاری میں بیٹھ کر
 اپنے دست حق پرست پر بیعت فرما کر ولایت کے آب حیات سے ان کے سینہ کو لبر
 کر دیا۔

چنانچہ — اس ناقابل انکار حقیقت کو بیان کرتے ہوئے جناب پروفیسر
 حسین صاحب آسی یوں لکھتے ہیں۔
 کتاب انوار لاٹانی صفحہ ۴۱۸

کہ حضور قبلہ عالم نے اس خوشی میں اپنے ہمراہیوں میں شہر حبیب صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کی مٹھائی تقسیم کی۔

یوں تو انہیں ایک فرزند صالح کی طرح آغاز ہی سے حضور قبلہ عالم سے والہانہ
 عقیدت تھی مگر بیعت کے بعد گویا فانی الشیخ ہو گئے مدینہ منور سے دلی لگاؤ ہے بلکہ عشق
 ہے۔

اپنے برادر گرامی یعنی صاحبزادہ پیر سید عابد حسین شاہ صاحب سے از حد ادب
 تعظیم سے پیش آتے ہیں۔

حیران ہوں — کہ صاحبزادہ محمد اسماعیل شاہ صاحب کی اتنی تعریف و توصیف
 لکھنے کے بعد آج بھی آسی صاحب اور صوفی محمد علی صاحب اس آستانہ عالیہ کے تقدس

کو مجروح کرنے اور ان دونوں شہزادوں کے درمیان عداوت کی دیوار کھڑی کرنے میں پیش پیش کیوں ہیں۔

”دیکھتے ہی دیکھتے کیسے بدل جاتے ہیں لوگ“

اور پھر میرے لئے یہ سعادت بھی کم نہیں ہے کہ میں نے اچھرہ لاہور میں — جامعہ رضویہ فیصل آباد کے موجودہ شیخ الحدیث اور شارح بخاری شریف حضرت علامہ غلام رسول صاحب رضوی سے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیں — ملا جلال — ملا حسن — میرزا ہد — مطول — مقامات حریری اور مشکوٰۃ شریف۔

پھر مجھے عوام افتخار ملت — شہبازِ خطابت اور سرمایہ اہل سنت کیوں نہ کہیں۔

درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے کہ:

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسمعیل کو آدابِ فرزندگی

پھر بھی اس طویل سفر میں جو سب سے بڑی رکاوٹیں تھیں اور اس راستہ میں جو ددیواریں حائل ہوئیں وہ جوان اور خوبصورت شہزادہ انوار الحسن مرحوم کی اچانک موت اور چھوٹے بھائی سید مختار احمد مرحوم کی وفات

شہزادہ پر موت کی بجلی بن کر گری اور بھائی نے فیصل آباد کے سول ہسپتال میں میری جھولی میں دم توڑا۔

ہسپتال کے کئی قابل اور ماہر ڈاکٹر بھی ان دونوں پر آنے والے موت کے فرشتے کو نہ روک سکے۔

کتاب لکھتے لکھتے جب ان دونوں کی موت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا تھا تو قلم رُک جاتا تھا اور کاپی پر آنسوؤں کے قطرے گرنے لگ جاتے تھے۔ بھائی مختار مرحوم اگرچہ ہم سے چھوٹا تھا مگر ذوق میں بڑا — تاریخ عالم کا حافظ معلومات عامہ کا خزانہ۔

ہر گھڑی زندہ دلی کا مشاہرہ اور ہر وقت خوش مزاجی کی لہر —

اپنی دھن میں مست — صابو و شاکر ہر حال میں۔

سورج و چاند کی منزلوں سے لے کر ستاروں کی گردش تک جاننے والا بھائی

— آسمان کے برجوں اور کہکشاؤں کی تعداد کا علم رکھنے والا بھائی۔

موضوع سیاسی ہو یا مذہبی — بحث تاریخی ہو یا ادبی اور گفتگو معاشی ہو یا

اقتصادی اور روئے سخن کسی شاعر کی شاعری پر ہو یا اس کے اشعار پر ان پر پوری دسترس

رکھنے والا حقیقت افروز تبصرہ کرنے والا حقیقت شناس بھائی —

اور سب سے بڑی بات یہ کہ محلہ منصورہ آباد کی پانچ چھ گلیوں میں سے گزر کر

جامع مسجد قادریہ میں پانچ وقت کی نماز پڑھنے والا بھائی —

ساری زندگی ریلوے کی ملازمت کرتا رہا لیکن ایک دن کے لئے بھی ریلوے کی

سرکاری وردی نہیں پہنی۔

کیونکہ — اس میں پتلون ہوتی ہے۔

زندہ دل — خوش مزاج صاحب ذوق اور حسن اخلاق کی دولت اور انسانیت

کا خزانہ اور شرافت کا سرمایہ اپنے دامن میں رکھنے والا اور اپنی خوبصورت اور بھرپور

جوانی کا پھولوں کی طرح سے پاک و صاف صاف رکھنے والا اور اپنی نگاہوں کو پاکیزہ

اور فحاشی کی آلودگیوں سے دور رکھنے والا فرشتہ سیرت بھائی — ”خدا بخشنے بہت سی

خوبیاں تھیں مرنے والے میں“

افسوس کہ — وہ بھی شہزادہ مرحوم کی طرح سے قبر کی آغوش میں جالیٹا —

”گویا کہ میرا ایک بازو کٹ گیا“

کسی نے سچ کہا ہے کہ:

”بھائیاں باہج نہ جوڑیاں تے پتراں باہج نہ ناں“

حضرات گرامی! — خون کے مقدس رشتہ کی بندھن میں ہم چائی بھائی تہیج کے

دانوں کی طرح پروئے ہوئے تھے جن کے امام ہمارے بڑے بھائی حضرت صاحبزادہ پیر سید محمود الحسن شاہ صاحب ہیں۔

جن کا مختصر سا تعارف کچھ اس طرح ہے کہ تقسیم ہند سے قبل پورے ہندوستان میں ان کی خطابت و وجاہت کا طوطی بولتا تھا۔

شاہانہ زندگی — شاہی لباس — نوابی ٹاٹھ، آتش بیان خطیب، خوش الحان واعظ اور حقیقت شناس مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ قائد اعظم کے ساتھی — لیاقت علیہ کے دست راست نواب ممدوٹ کے ہم نشین مولانا ظفر علی خاں کے دوست — اقبال کے بلی، اس کے الہامی کلام کے مفسر اور تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد اور مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے مخلص کارکن — اور ہزاروں مریدوں کے مرشد، مگر زمانہ کے تغیرات کی یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ہماری ضیاء حکومت اور نواز شریف کی وزارت نے جب تحریک پاکستان کے غازیوں کو تمنغے دینے کا اعلان کیا تو ایسے لوگوں کو نواز گیا کہ جن میں ایسے لوگوں کے نام نام بھی شامل کئے گئے جو تحریک پاکستان کے زمانہ میں ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

اور — آج کل حضرت صاحب دنیا کی بے ثباتی اور قوم کی بے وفائی سے دلبرداشتہ ہو کر عبد اللہ پور فیصل آباد میں گوشہ نشین اور تنہائی پسند ہو گئے ہیں۔ اور، اب جوں جوں قلندری غالب آتی جا رہی ہے اور فقر و درویشی کا روپ نکھرتا جا رہا ہے جاہ و جلال بڑھتا جا رہا ہے کسی کو دم مارنے اور دروازہ کھٹکھٹانے کی بھی جرأت نہیں ہے۔

اور — سب سے بڑی بات یہ کہ والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد انہوں نے ہمارے سروں پر دست شفقت رکھا اور پھر آج تک ان کے دست شفقت کا سایہ ہمارے سروں پر سایہ نکلن ہے۔

ان سے چھوٹے بھائی سید محمد یعقوب شاہ صاحب ہیں جن کا تعارف میں کتاب

کے انتساب میں کرچکا ہوں۔

اور — ان سے چھوٹا میں ہوں — یعنی صاحبزادہ سید افتخار الحسن خطیب جامع الفردوس، منصور آباد۔ فیصل آباد

اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی خزانہ کے وارث، وسیع دسترخوان کا محافظ اور تسبیح و مصلے کا مالک۔

حضرات گرامی! — یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے والد گرامی حضرت مولانا سید محمد مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الہڑوی اپنے زمانہ کے ایک ممتاز عالم دین۔ عظیم محدث۔ اور بلند پایہ خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ مناظر اسلام بھی تھے اور انہوں نے اپنی زندگی میں تقریباً ساٹھ مناظرے کئے جن میں عیسائی۔ مرزائی۔ اہل حدیث اور آریہ شامل تھے۔ عیسائیوں کی طرف سے پادری عبدالحق امرتسری، مرزائیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتہ جالندھری شیغہ فرقہ کے مجتہد مرزا احمد علی نارووال کے — اہل حدیث کی طرف سے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور آریہ کی طرف سے پنڈت رام داس انبالوی مد مقابل آیا کرتے تھے۔

مگر — مناظرہ کے ہر میدان میں والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فتح و کامیابی حاصل ہوتی اور انہیں مناظروں کے سبب اندازاً بارہ ہزار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آخری مناظرہ ضلع جالندھری تحصیل پھگواڑہ میں آریہ مذہب کے پیروکار اور بہت بڑے تجربہ کار مبلغ پنڈت رام داس سے ہوا لیکن اللہ کریم کے فضل و کرم اور مرشد لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کے فیوض و برکات کے صدقہ مخالف دوسری تقریر نہ کر سکا۔ اور اسلام کی صداقت و حقانیت کو تسلیم کرتے ہوئے وہ بھی کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر اسلام و توحید کی روشنی میں داخل ہو گیا۔

اور پھر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام بابا خلیل داس رکھا اور پھر پورے

روستان میں اس کا تعارف اور دورہ کروایا۔

وہ ہمارے گاؤں الہر میں بھی سالانہ جلسہ میں تشریف لائے اور میرے ایک بھائی
انام انہوں نے ہی محمد خلیل رکھا۔

اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ والد گرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب سے
پہلے قادیان میں جا کر ختم نبوت کے مقدس موضوع پر تقریریں کیں اور مرزا محمود کو مباہلہ
کی دعوت دی۔

احباب کرام — یہ میرے باپ کے مقدس خون ہی کا اثر ہے کہ جب سے
میں نے خطابت کے میدان میں قدم رکھا ہے مرزائیت و قادیانیت اور مرزا غلام احمد کی
فہرزی اور جھوٹی نبوت کے خلاف میرے اندر عداوت کی آگ کے بھانڑ بلدے
دہندے ہیں!

اور جب بھی کوئی اس کفر و باطل کا نام لیتا ہے تو میرا خاندانی خون کھولنے لگ جاتا

ہے۔

اور حضرات — سب سے بڑی بات کہ والد صاحب غوث زماں، قطب
دوراں، شہباز لامکاں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پور سیداں شریف کے
ظلیفہ مجاز بھی تھے۔

اور ان کے چشمہ فیض و ولایت سے فیض یافتہ بھی تھے۔

اور اب اسی خاندانی وراثت کو قائم و دائم رکھنے کیلئے عرصہ چالیس سال سے
مرزائیت و قادیانیت کے منحوس لباس کو تارتا کرتا چلا آ رہا ہوں اور مرزا غلام احمد کی جھوٹی
نبوت کے کفر کے قلعہ کی دیواروں پر ضرب کاری لگاتا چلا آ رہا ہوں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک سال کی قید ہوئی۔

اور پھر فیصل آباد کی جیل کی چار دیواری اور بوسیدہ سی کوٹھڑی سے نکل کر اور غلیظ
اور بدبودار پٹے پرانے اور چھروں سے بھرے ہوئے کمبلوں سے نجات حاصل کر کے

میانوالی جیل کی پھانسی کی تنگ وتاریک چکی میں بند کر دیا گیا۔

اور آج تک کبھی چنیوٹ میں دریائے چناب کے کنارے اور کبھی ربوہ پہاڑیوں کے دامن میں تخت وتاج ختم نبوت کے فلک شکاف نعروں سے فضائے آسمان کو گر ماتا چلا آ رہا ہوں۔ اور عرشِ عظیم کے فرشتوں کو بھی یہ مسحور کن اور ایمان افروز نغمے سنا تا چلا آ رہا ہوں۔

اور یہ اسی نام کی برکت ہے کہ ملک کے تمام مکاتیب فکر کے علماء کرام مجھے شہرِ خطابت، افتخارِ ملت اور سرمایہ اہل سنت کے القابات سے یاد کرتے ہیں۔

اور پھر اسی مقدس نام کی ہی کرشمہ سازی ہے کہ فیصل آباد کے دیوبندی اور اہل حدیث حضرات کی ایک مشہور و معروف انجمنِ شبان اہل سنت کی طرف سے کمپنی بانی کے ایک عظیم الشان اجتماع میں مجھے ایک سپانامہ دیا گیا جس میں مرزا بیت کے خلاف میری تند و تیز کارروائیوں کی تعریف کی گئی ہے اور میری ولولہ انگیز سرگرمیوں اور تقریروں کو سراہا گیا ہے! اور میں نے اہل خانہ سے کہہ دیا ہے کہ میری موت کے اس سپانامہ میری لحد میں رکھ دیا جائے تاکہ اس گنہگار افتخار الحسن کی بخشش و نجات ہو جائے۔

حیران ہوں — کہ مجھے یہ سپانامہ اپنے عقائد و مسلک کے سنی اور بریلوی حضرات کی کسی انجمن یعنی انجمنِ غوثیہ، انجمنِ مہمان رسول — انجمنِ فدا یان رسول اور انجمنِ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں دیا گیا اور نہ ہی کسی مذہبی دینی تنظیم نے میری حوصلہ افزائی کی ہے! اس لئے کہ ہمارے سنی و بریلوی عوام تو ملک کی ایک آورہ گرد اور عیش پرست پارٹی یعنی پیپلز پارٹی میں شامل ہو کر اپنے علمائے کرام — مذہبی رہنماؤں اور خطیب حضرات کے اتنے بے ادب اور گستاخ ہو چکے ہیں ان کی داڑھیوں کو جھاڑیاں کہتے ہوئے بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ پارٹی اسلام کے خلاف ایک گھناؤنی سازش، مذہب کے خلاف نفرت کا ایک سیاہ جال اور مذہبی رہنماؤں کے خلاف عداوت کا ایک خوفناک محاذ ہے!

یہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں انہیں بے وفا سنیوں نے ملک کے ایک جادو بیان خطیب مولانا محمد شریف نوری کو لاہور سے پیپلز پارٹی کے مقابلہ میں ہرایا۔ اور دنیائے سنت کے ایک عظیم رہنما اور حق پرست خطیب جناب مولانا صاحبزادہ سید محمود احمد شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اسی ننگ دین پارٹی کے مقابلہ میں گجرات سے شکست دی۔

اور سرگودھا سے اپنے ہی ایک نامور اور خوش الحان خطیب جناب صاحبزادہ سید حامد علی شاہ صاحب کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

اور قصور کے حلقہ سے حضرت پیر میاں جمیل احمد صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے ان سنیوں نے صاف آنکھیں پھیر لیں۔

حالانکہ اس علاقہ میں میاں صاحب کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور آج انہیں کے صاحبزادہ میاں خلیل احمد صاحب کو بھی ووٹ نہ دیئے اور اپنے روحانی رشتہ کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔

اور اب ۱۹۸۸ء کے الیکشن میں بھی دیکھ لیا گیا ہے کہ بے وفا — سنیوں بریلویوں نے ایک بازاری اور دین کی باغی پارٹی کے مقابلہ میں اپنی اکثریت پر ناز کرنے والوں نے فیصل آباد سے مناظر اسلام حضرت علامہ محمد سعید احمد صاحب اسعد کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

اور — حافظ آباد سے مقبول عرب و عجم اور خوش بیان خطیب سید شبیر حسین شاہ صاحب کو شکست دلوائی اور کامونگی کے حلقہ سے دن رات سیت کا پرچار کرنے والے سحر بیان خطیب جناب مولانا محمد اکرم صاحب رضوی کو پنجاب اسمبلی تک نہ جانے دیا۔ اور — پھالیہ سے ایک دینی رہنما — روحانی پیشوا اور عظیم خطیب جناب مولانا پیر سید محمد یعقوب شاہ صاحب کی قومی اسمبلی کی کرسی پر نہ بیٹھنے دیا۔

اور — ملتان سے حضرت غزالی زمان — رازی دوراں اور مفسر قرآن اور

ولی کامل حضرت علامہ پیر سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند ارجمند جناب صاحبزادہ سید حامد علی شاہ صاحب کی شکست کا باعث بن کر اور اپنی پیشانی پر بے وفائی کا سیاہ داغ لگوا کر پاکستان کے ازلی دشمن اور سنیت و بریلویت کے سب سے بڑے مخالف مولانا فضل الرحمن کو برسر عام یہ کہنے کا موقعہ فراہم کر دیا — کہ بریلویو! کہاں گئی تمہاری اکثریت — اور میں نے اکثریت کا دعویٰ کرنے والوں کو پچھاڑ دیا ہے۔

اور — سب سے بڑا المیہ ان بے ادب اور اسلام کے نام نہاد ٹھیکیدار سنیوں نے دنیا کو یہ دن دکھایا — کہ

کراچی سے جمعیت العلماء پاکستان کے صدر جناب مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کی دستار فضیلت کو بھی پھاڑ دیا۔

اب میں — صاحبزادہ سید افتخار الحسن، ان رسول کے عاشقوں — غوث الاعظم کے محبوبوں — اہل بیت کے نام لیواؤں اور اولیاء کرام کے شیدا یوں سے پوچھتا ہوں — کہ

کہاں گیا تمہارا یہ نعرہ — کہ

حق و صداقت کی نشانی

مولانا شاہ احمد نورانی

ان افسوسناک حالات کے پیش نظر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ہمارے سنی اور بریلوی عوام کی اپنے مولویوں کے ساتھ عقیدت صرف میت کو غسل دینے — مردہ کو جنازہ پڑھوانے — کفن پر الفی لکھوانے اور پھر مرنے کے بعد قتل اور چہلم شریف کا ختم دلوانے اور مرنے والے کیلئے بخشش کی دعا کروانے تک ہی محدود ہے۔

اور — یہ لوگ اتنے بے حس اور بے وفا ہو چکے ہیں کہ اپنے امام کے پیچھے

نمازیں، عیدیں پڑھتے ہیں — علماء کرام کے حق میں نعرے بھی لگاتے ہیں اور خطیب حضرات کے ہاتھ پاؤں بھی چومتے ہیں مگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس برگزیدہ جماعت کو ووٹ نہیں دیتے۔

حالانکہ خدا تعالیٰ نے نسل انسانی کی ہدایت — نیابت — سیادت — صدارت اور حکمرانی کے لئے ایک عالم دین یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو ہی منتخب فرمایا تھا۔

اور فرشتوں کے مقابلہ میں تو اللہ تعالیٰ کا انتخاب ایک عالم دین تھا مگر جب پاکستان میں انتخابات ہوتے ہیں تو وہ مسلمان ووٹر علمائے دین کے مقابلہ میں جاہل چوہدریوں، عیاش جاگیرداروں، اور دین و اسلام کی اقدار سے بیگانہ سرمایہ داروں کو اپنے قیمتی ووٹ دے کر اپنا نمائندہ منتخب کر لیتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ الٹ پلٹ کیوں ہوتی ہے تو سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ملک کے چوہدریوں نے — دولت مندوں نے بڑے بڑے سرمایہ داروں نے مل مالکوں نے ملکی سیاست کو اتنا مہنگا بنا دیا ہے کہ انتخاب صوبائی ہو یا قومی ہر امیدوار پچاس لاکھ سے ایک کروڑ روپے تک خرچ کر دیتا ہے اور ووٹروں کے ضمیر کو خرید لیتا ہے مگر عالم دین اور مولوی کے پاس تو کتاب خریدنے کے لئے بھی پیسے نہیں ہوتے اور یہ سرمایہ دار چوہدری، دولت مند خان اور جاگیردار ملک اور مل مالک شیخ الیکشن پر تو لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں مگر کسی مسجد کے لئے ایک صف یا دولوٹے اور یا کسی مولوی کو ایک کتاب لے کر نہیں دے سکتے۔

حضرات محترم! — میں نے اپنی کتاب ”ماہ کنعان“ کی کتابت کے لئے اپنی ہی خاندان کے ایک عزیز سید شبیر حسین زیدی کو اس لئے منتخب کیا کہ میرے خاندان کے تین امتیازی نشانات رہتی دنیا تک اس خطہ زمین پر سورج کی طرح چمکتے رہیں گے۔

خطابت۔ طبابت اور کتابت

نہ ہی میرے خاندان جیسا کوئی خطیب اس دھرتی نے پیدا کیا ہے اور نہ ہی کوئی طبیب حکمت و طبابت کے میدان میں آگے بڑھا ہے اور نہ ہی کوئی کتابت میں ہم جیسی خوبصورتی اور دل کشی پیدا کر سکتا ہے۔

زریں رقم، سید محمد اشرف علی زیدی صاحب، نفیس رقم سید انور حسین زیدی صاحب، شبیر رقم سید شبیر حسین زیدی صاحب یہ تینوں یہ فن خطاطی کے ماہر اور میدان کتابت کے شہسوار مانے جاتے ہیں۔

ان کی کتابت رسالے، اشتہار اور کتابیں لکھنے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ عربی، حجازی، مصری اور عراقی رسم الخط میں قرآن پاک لکھنے میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں ہے یہاں تک کہ نفیس رقم سید انور حسین زیدی صاحب نے اپنے فن خطاطی کی ماہرانہ صلاحیت کی بناء پر حکومت پاکستان کی عطف سے گولڈ میڈل بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اور شبیر رقم سید شبیر حسین زیدی بھی میرے ہی خاندان کے آسمان کے ایک روشن ستارہ کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ صحافی، ایک صاحب ذوق شاعر اور ایک نامور کالم نویس بھی ہیں۔

جو اپنی قلم کے ذریعہ کتاب میں ایسی خوبصورتی اور رنگت پیدا کر دیتے ہیں کہ کتاب پڑھنے والا انسان کتاب کے مضمون کی بجائے ان کے فن کتابت پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کرنے لگ جاتا ہے۔

گویا کہ سید شبیر حسین زیدی صاحب نے میری کتاب ”ماہ کنعان“ کی کتابت میں اپنے فن خطاطی کا کچھ اس طرح سے بھرپور مظاہرہ کیا ہے کہ کتاب کی ایک سطر میں چاند کی سنہری کرن دکھائی دیتی ہے۔ اور ایک ایک لفظ میں سچے موتیوں کی چمک نظر آتی ہے۔

اور یہ اپنے خاندان سادات الہڑ شریف ضلع سیالکوٹ کا ایک دانشمند اہل نظر، اہل

دل اور صاحب ذوق فرزند ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی خوش اخلاق، ملنسار، خوش مزاج اردو اور پنجابی زبان کا عظیم شاعر بھی ہے جو دور دور تک کے مشاعروں میں اپنے پر مغز اور پر کیف کلام کی داد وصول کر چکا ہے آپ بھی اس کے حسن کلام کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

یاراں چھپے خون وی بہانا پیندا اے
کدی جند نال جند نوں وٹا نا پیندا اے
نہیں تے گلاں جھوٹھیاں نیں یاری والیاں
نہیں تے سولی اتے چڑھ کے دکھانا پیندا اے

سمجھ نہیں آؤندی میں کس گل تے ہساں یا فیررواں
اک دل میرا لکھاں غم نیں کدھر کدھر ہواں
جیہڑے دعویٰ پیار دا کردے اوہو ڈاکو نکلے!
ہتھیں اپنے لٹ کے لے گئے پیار دیاں خوشبوواں

یا رب مجھے سکون دے صبر و قرار دے
سر سے میرے بلاؤں کا خطرہ اتار دے
سرخ آنکھیوں کا موڑ دے رخ اے میرے خدا
اس پاک سرزمین کا جو بن نکھار دے
میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ اس
کی دین و دنیا سنوارے۔

خصوصی معاونین حضرات

قارئین محترم — پورے پاکستان میں میرے مخلص مریدوں کے علاوہ بہت سے میرے ایسے وفادار عقیدت مند اور جانثار احباب کرام بھی ہیں جو میرے دکھ سکھ کے ساتھی اور میری خوشی و غمی میں برابر کے شریک ہونے کے ساتھ ساتھ میری مالی امداد بھی کرتے رہتے ہیں اور آئین و وفا کے پیش نظر اور آداب دوستی کے تحت ہر مشکل و مصیبت کے وقت میرے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کا بھرپور مظاہرہ بھی کرتے ہوئے میرے قریبی رشتہ داروں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔

مثلاً — دو سال ہوئے مجھ پر بیماری کا شدید حملہ ہوا کہ موت و حیات کی کشمکش تک نوبت آن پہنچی تو ہماری گلی کے ایک زندہ دل اور ہونہار نوجوان عزیزم خالد اقبال نے کمال دانشمندی اور ذہنی فراست کو بروئے کار لاتے ہوئے مجھے سول ہسپتال میں داخل کروا دیا۔

اور سچ تو یہ ہے کہ خالد اقبال ایک صالح، خوش اخلاق اور حلیم الطبع نوجوان ہے اور جب کبھی بن ٹھن کر گھر سے نکلتا ہے تو لکھنؤ کا شہزادہ معلوم ہوتا ہے، ہماری گلی کی رونق اور عزت بھی ہے اور ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہو کر ہمدردی و خیر خواہی کے بھرپور جذبہ سے سرشار ہے اور اپنے والد گرامی صوفی محمد ابراہیم مرحوم جو ان ایک صوفی منش انسان تھے ان کی وفات کے بعد اس خوبصورت اور خوش مزاج نوجوان نے گھر کا انتظام اس خوش اسلوبی سے سنبھال رکھا ہے کہ کسی بہت بڑے گھر کا انتظام ہو سکتا ہے۔

میرادل و جان سے ادب و احترام کرتے ہوئے میری بات کے آگے سر تسلیم ختم کر دیتا ہے۔

مصیبت — مشکل اور بیماری کے وقت بھر پور تعاون کے جذبہ کے پیش نظر ہی مجھے سول ہسپتال لے گیا تھا۔

حضرات محترم — آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ جب یہ خبر شہر میں پھیلی تو میرے مریدوں، مقتدیوں اور دوستوں کا ہسپتال میں ایک میلہ سا لگ گیا اور جب میں شام کے وقت ہسپتال میں داخل ہوا تو میری جیب میں صرف بتیس سو روپے تھے اور جب صبح کی نماز پڑھی تو میز پر علاج کی دوائیوں — گولیوں اور شیشیوں کے علاوہ ۳۴ ہزار کی کثیر رقم بھی پڑی تھی۔

اور ہسپتال کے بوچڑ خانہ میں ایئر کولر بھی مہیا کر دیئے گئے تھے — اور ایک ہفتہ کے بعد جب میں گھر آیا تو مکان میں ایئر کنڈیشنر بھی لگا ہوا تھا۔
یہ کون لوگ تھے ان کا ذکر آگے آئے گا۔

انشاء اللہ العزیز

اور پھر جامع الفردوس منصور آباد کی انتظامیہ کمیٹی کے تمام ممبران اور میرے ہزاروں مقتدی عید کی نماز ہو یا جمعۃ المبارک کا خطبہ — والدہ مرحومہ کا سالانہ ختم شریف ہو یا شب برأت کا جلسہ تقریر کے دوران جھوم جھوم کر نذرانوں کی صورت میں ہزاروں روپے نچھاور کر دیتے ہیں۔

مرزا محمد اسحاق صاحب صدر، حاجی محمد اسحاق صاحب نائب صدر، پودھن، عطا محمد صاحب کونسلر — حاجی غلام رسول صاحب، حاجی محمد ایوب صاحب، نام حسین صاحب بھٹی، حاجی محمد ذوالفقار صاحب، محمد اسلم صاحب واپڈا والے محمد فیاض صاحب ڈپو والے، محمد بھولا دکاندار، شیخ محمد سعید صاحب، چوہدری محمد سعید صاحب، محمد ریاض بھٹی سیکرٹری، حاجی نصیر، حاجی جان محمد، بھائی محمد حسین، عزیز محمد حسین ان وفادار دستوں

کے علاوہ مسجد کے پہلے سیکرٹری اور خزانچی جناب شیخ گلزار احمد صاحب مرحوم جو کہ ایک صاحب ذوق انسان تھے اور میرے ساتھ انتہائی عقیدت رکھتے تھے اور اپنی خوش حالی کو میری دعاؤں کا نتیجہ سمجھتے تھے اور ہر وقت میری خدمت کا جذبہ رکھتے تھے وہی مسجد کے تمام انتظامات نہایت ہی احسن طریقہ اور دینی فریضہ جان کر بڑی خوش اسلوبی سے اٹھارہ سال مسجد کا انتظام چلاتے رہے۔ وہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمت کی چادر کا سایہ رکھے۔ آمین!

حضرات گرامی! اس مطلب پرست دنیا اور اس مفاد پرست زمانہ اور اس خود غرضی کے دور اور سرمایہ داری کے کاروبار حیات میں جب کہ بے رحم تاجر سفاک مل مالکان اور ظالم چوہدھری اپنے مفاد کی خاطر غریب و مفلس اور مزدوروں کے منہ سے روٹی کا آخری ٹکڑا بھی چھین لیتے ہیں اور ناجائز تجاوزات کا بہانہ بنا کر غریب لوگوں کے کھوکھے بھی گرا دیتے ہیں اور مفلس و بے سہارا مزدوروں کی جھونپڑیاں تک ڈھا دیتے ہیں اور اپنی دولت کے نشہ میں بدمست ہو کر بیوہ عورتوں کے سر سے شرم و حیا کی چادر بھی کھینچ لیتے ہیں ہ

اور پھر دینی رہنماؤں۔ مذہبی پیشواؤں اور حق پرست علمائے کرام کے خلاف پیپلز پارٹی کی طرف سے پھیلائی ہوئی نفرت و عداوت کے منحوس دور میں میرے ساتھ مقتدیوں اور عوام کی طرف سے اتنا اچھا سلوک۔ اتنی عقیدت اور اتنی وفاداری قدرت کی ایک کرشمہ سازی ہی ہے۔

یا میرے مرشد لائٹانی کا فیض اور یا ماں کی دعاؤں کا اثر —

لیکن — اس مکر و فریب کی دنیا میں مفاد پرستی کے زمانہ اور نفس پرستی اور خود غرضی کے دور میں ایسے حق پرست انسان بھی ابھی زندہ ہیں جو محبت و عقیدت اور یاری دوستی کی لاج رکھنے کی خاطر اپنی جان کی بازی تو لگا دیتے ہیں مگر آئین وفا اور آداب دوستی کی توہین نہیں ہونے دیتے۔

اور ایسے ہی حق شناس — حق بین اور حق پرست آدمیوں اور میرے مخلص عقیدت مند آدمیوں اور وفادار دوستوں کی فہرست میں پہلا نام جناب محترم حافظ منظور احمد صاحب کا آتا ہے۔

جو یاری لگانا بھی جانتے ہیں اور اسے نبھانا بھی! اور جو آئین وفا سے بھی واقف ہیں اور آداب دوستی سے بھی آشنا ہیں۔

حضرات گرامی! یاد رہے کہ ہمارے دوستی کا رشتہ بہت پرانا ہے اور انشاء اللہ الکریم ہم دونوں کی دوستی و محبت کا سورج کبھی غروب نہیں ہوگا اس لئے کہ ہم دونوں آپس میں پیر بھائی بھی ہیں اور یہ روحانی رشتہ تو جنت کی بہاروں تک قائم رہتا ہے۔

اس لئے کہ نسبت اچھی ہو تو جنت کا ملنا مشکل نہیں — اور برادرِ طریقت ہونا کوئی معمولی نسبت نہیں ہے۔

اور یہ رشتہ اس طرح ہے کہ میں شہباز لامکانی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانہ عالیہ کا مرید اور خلیفہ مجاز ہوں اور قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ کو آستانہ عالیہ چورہ شریف کے خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چشمہ فیوض و برکات اور مرکز فقر و درویشی سے روحانی فیض حاصل تھا اور محترم حافظ منظور احمد صاحب مرید ہیں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ نواب الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آف موہری شریف کے جو کہ اپنے زمانہ کے جلیل القدر ولی کامل تھے اور خواجہ نواب الدین صاحب خلیفہ اعظم تھے۔ خواجہ عصر۔ مرد درویش اور دریائے حقیقت و معرفت کے شناور جناب خواجہ عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آف راولپنڈی کے۔ اور جناب خواجہ عبدالکریم کے سر پر بھی خلافت کا تاج حضرت منبع روحانیت، چشمہ طریقت اور مرکز نقشبندیہ جناب خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آستانہ عالیہ چورہ شریف نے ہی رکھا تھا۔

غرضیکہ میرا دادا پیر خانہ بھی چورہ شریف ہے اور حافظ منظور احمد صاحب کا دادا پیر

خانہ بھی ایک وسیلہ سے چورہ شریف ہی بنتا ہے تو اس ایمانی اور روحانی نسبت سے ہم دونوں پیر بھائی بھی ہیں پھر ہم دونوں کی دوستی کا رشتہ مستحکم اور محبت و الفت کا ناٹھ پائیدار کیوں نہ ہو۔

احباب کرام! یہ بھی یاد رہے کہ جناب حافظ منظور احمد صاحب کیم مارچ ۱۹۶۲ء میں شیخ المشائخ حضرت خواجہ نواب الدین صاحب رحمۃ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر ان کی غلامی کا پٹہ اپنی گردن پر پہن لیا اور پھر آہستہ آہستہ مرشد کامل کی لطف و کرم کی نگاہ نے حافظ صاحب کے سینہ میں روحانیت کی شمع روشن کر دی اور ساتھ ہی خلافت کے گلشن کے خوبصورت اور مہکتے ہوئے پھولوں کا ہار حافظ منظور احمد صاحب کے گلے میں ڈال دیا۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ مرشد کامل ہو اور مرید طالب صادق ہو تو پھر مرشد پاک کی ظاہری اور باطنی توجہات کے ذریعہ طریقت و روحانیت کی منزلیں طے کرنی آسان ہو جاتی ہیں اور پیر کامل کی ایک نگاہ ہی سے سلوک کے راستوں پر چل کر مخلص مرید اپنی منزل کو پالیتا ہے۔

اسی لئے درویشِ لاہوری علامہ اقبال مرحوم اعلان کرتا ہے — کہ

نگاہِ فقر میں شان سکندر کیا ہے

خراج کی جو گدا بنے وہ قیصری کیا ہے

— اور —

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

نہ ہونگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

— اور —

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

اور پھر خواجہ صاحب کی نظر لطف و کرم اور نگاہ التفات و عنایات نے حافظ منظور احمد صاحب کو فقر و درویشی کی اس منزل پر پہنچا دیا کہ جہاں ایک حق شناس انسان کو اپنے محبوب حقیقی کے سوا اور کوئی شے نظر نہیں آتی۔

اور آج کل حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد ان کے سجادہ اور مصلیٰ کے صحیح وارث اور جانشین حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب کی باطنی توجہ اور فیوض و برکات کی نگاہ حافظ صاحب پر اسی طرح ہے جس طرح حضرت خواجہ نواب الدین صاحب کی تھی۔

ادھر سے وہی عقیدت اور ادھر سے وہی شفقت اور ادھر سے وہی ارادت اور ادھر سے وہی عنایت — اور ادھر سے وہی غلامی کی زنجیر اور ادھر سے وہی بدلتی ہوئی تقدیر۔

گویا کہ — کہ سب آستانہ عالیہ موہری شریف ہی کا فیض ہے کہ جب تـ حافظ منظور احمد صاحب کے دامن میں فقر و درویشی کی دولت آئی ہے تب سے ان کے دل میں نہ کسی سے نفرت، نہ سینہ میں کسی سے عداوت اور نہ ہی دماغ میں کسی سے حسد و بغض بلکہ دل آئینہ کی طرح صاف اور سینہ شیشہ کی طرح شفاف

اور پھر غریبوں — مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور دکھی انسانوں کی اعانت و امداد کے لئے ان کی کوٹھی کا دروازہ دن رات کھلا رہتا ہے۔

احباب کرام — یہ بھی یاد رہے کہ جناب حافظ منظور احمد صاحب کے والد گرامی جناب میاں محمد سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محترم جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے حلقہٴ ارادت میں شامل تھے اور مخلص و جانثار مریدوں میں شمار ہوتے تھے۔

اور حافظ صاحب کے دادا جناب حکیم غلام محی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے زمانہ کے طب یونانی کے عظیم معالج اور حکمت مشرق کے جالینوس مانے جاتے تھے اس لئے

کہ دستِ شفا رکھتے تھے!

اور پھر ان کمالات کے ساتھ ساتھ طریقت و معرفت کے میدان کے بھی شہسوار تھے۔

اور حافظ صاحب کا شجرہ نسب کئی واسطوں سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے! ۱۹۵۱ء میں عبداللہ پور میں پرنٹنگ فیکٹری لگا کر اپنے کاروبار کا آغاز کیا جو کہ میری معلومات کے مطابق — لالکپور — فیصل آباد میں یہ پہلی فیکٹری تھی۔ اور پھر حافظ صاحب آہستہ آہستہ اپنی ذہنی قابلیت کی وجہ سے شہر کے بااثر اور تاجر پیشہ لوگوں کی صف میں شامل ہو گئے — اور پھر انہوں نے زمین کی خرید و فروخت کا وسیع کاروبار شروع کر دی اور پھر جوں جوں ان کے کاروبار میں وسعت اور برکت پیدا ہوتی رہی توں توں اس کے ساتھ درویشی اور غریب پروری کا سورج بھی پوری آب و تاب سے چمکتا رہا۔

اقبال مرحوم کہتا ہے۔

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایا نہ ہو تو کیا کہئے

اور —

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر اور فقر ہے شاہوں کا شاہ

محترم جناب ڈاکٹر محمد بشیر احمد صاحب بٹالہ کالونی والے بیان کرتے ہیں کہ میں بیعت ہونے کے بعد حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گیا تو گیارہ دن تک منبر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا رہا۔ گیارہ دن کے بعد شہنشاہِ اقلیم رسالت — آفتابِ سماء نبوت اور تاجدارِ ختم نبوت کی زیارت پاک سے مشرف ہوا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی

ساتھ تھے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ پاکستان واپس جاؤ تو حافظ منظور احمد سے مل کر ان سے روحانی فیض حاصل کرنا کیوں کہ ہمارے دفتر ولایت میں ان کا نام روشن ہے اور فقر و درویشی کی فہرست میں لکھا جا چکا ہے۔

اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے — کہ

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری

حضرات محترم! — اسی لئے لوگ جناب منظور احمد صاحب کو اب اس لئے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے کہ یہ بہت بڑے تاجر۔ دولتمند اور سرمایہ دار ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہ عوام میں بھی اور شہر کے ممتاز مذہبی رہنماؤں سماجی کارکنوں اور تبلیغی انجمنوں کے سرکردہ لوگوں میں قابل اعتماد و قابل احترام مانے جاتے ہیں کہ حافظ منظور احمد صاحب دین و مذہب کی نشر و اشاعت کی رفاہ عامہ کے کاموں میں پوری فراخ دلی سے حصہ لیتے ہیں اور پابند صوم و صلوة کے ساتھ ساتھ عجز و انکساری جیسی طبیعت بھی رکھتے ہیں اور دل میں اولیاء کرام کی محبت — درویشوں کی الفت اور بزرگان دین سے عقیدت بھی موجزن رہتی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے مرشد پاک کے عطا کردہ روحانی فیض کو عام کرنے کیلئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو فروغ دینے کی عرض سے ہر مہینہ کی دوسری جمعرات کو حضرات بابا نور شاہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار پر ذکر و فکر اور مراقبہ کی ایک مجلس منعقد کرتے ہیں اور ان صفات و کمالات کے ساتھ محترم حافظ صاحب نے اسی دربار پر ہی ایک دینی درس گاہ جامعہ انوار القرآن کے نام سے قائم کر رکھی ہے جس کے چشمہ سے شراب ہونے کے لئے دور دور سے تشنگان علم و معرفت آ آ کر اپنی پیاس بجھاتے

رہتے ہیں اور آفتاب قرآن کے انوار سے اپنے سینوں کو منور کرتے رہتے ہیں۔

قارئین محترم — جناب حافظ منظور احمد صاحب کے اس مختصر تعارف کے بعد

اب میرے ساتھ ہر روز اور ہر وقت ہمدردی و خیر خواہی اور محبت کے مستحکم جذبات اور فراخ دلی اور کشادہ ولی سے گراں قدر خدمات بھی ملاحظہ فرمائیں جنہیں پڑھ کر آپ ضرور محسوس کریں گے کہ یہ مرد حق پرست اور مرد درویش یعنی حافظ منظور احمد صاحب صاحبزادہ سید افتخار الحسن کے لئے ایک پرائیویٹ بینک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مثلاً — ابھی چند دن ہوئے میں ان سے ملنے کے لئے گیا حسب عادت

بڑے ہی تپاک سے ملے کہنے لگے کسی مست درویش کی کوئی بات سناؤ — تو میں نے انہیں دہلی کے شیخ حسن مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق دلچسپ حکایت سنائی جسے شیخ عبدالحق مجدد و محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب اخبار الاخبار میں لکھا ہے۔

کہ حضرت شیخ حسن مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصبہ ریری کے رہنے والے تھے لیکن اکثر دہلی شہر کے گلی کوچوں میں گشت کرتے رہتے تھے اور اپنی مجذوبیت کی عجیب و غریب حرکات سے عوام کی نگاہوں کا مرکز بنے رہتے تھے!

دہلی کے فرمانروا سلطان سکندر لودھی پر ان کے عدل و انصاف اور ان کی رحم دلی اور سخاوت کے سبب ان پر عاشق تھے۔

سلطان نے کئی مرتبہ انہیں جیل خانہ میں قید کر کے پاؤں میں آہنی زنجیریں پہنا دیں مگر وہ اپنی کیف و مستی کی حالت اور اپنی مجذوبی کیفیت میں سرشار ہو کر جب یہ مستانہ نعرہ لگاتے تو پاؤں کی زنجیریں ٹوٹ جاتی تھیں اور جیل خانہ کے دروازے خود بخود کھل جاتے تھے اور اب پھر دہلی کے بازاروں میں چکر لگاتے لوگوں کو دکھائی دیتے تھے — مستانہ نعرہ یہ تھا۔

اوسلطان سکندر

تو سلطان ہے اور میں حکمران ہوں
تو سکندر ہے اور میں قلندر ہوں۔
اور ساتھ ہی میں نے علامہ اقبال مرحوم کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھ دیئے ملاحظہ فرمائیے۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا
اور فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

— اور —

مہر و ماہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

— اور —

قلندرانہ ادائیں سکندرانہ جلال
یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں

محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزید لکھا ہے کہ:

”ایک دن سلطان سکندر لودھی اپنے شاہی دربار میں بڑے جاہ و جلال کے ساتھ
تخت پر بیٹھا تھا کہ شیخ حسن مجذوب اچانک دربار میں آ گیا۔“

سلطان نے پوچھا۔

کیوں آیا ہے دربار میں؟

مجذوب نے جواب دیا!

میں تیرا عاشق ہوں — تجھے دیکھنے کے لئے آیا ہوں!

سلطان نے غصہ میں آ کر کہا — اچھا! آج تیری مجذوبیت دیکھتا ہوں!

سلطان کے پاس کونلوں کی بھری ہوئی انگیٹھی رکھی تھی جس سے آگ کے انگاروں کے
شعلے نکل رہتے تھے سکندر نے حسن مجذوب کا سر پکڑ کر اس انگیٹھی میں رکھ دیا اور اوپر

ڈھکنا دے دیا۔

دس منٹ کے بعد سکندر لودھی نے جب ڈھکنا اٹھایا تو حسن مجذوب نے مسکراتے ہوئے آنکھیں سے سر باہر نکال لیا۔

اور پھر درباریوں نے دیکھا کہ حسن مجذوب کے سر اور بدن پر آگ کا کوئی اثر و نشان نہیں تھا۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن پر دوزخ کی بھی آگ حرام ہے! میں نے یہ ایمان افروز حکایت بیان کی تو پھر کیا تھا — حافظ صاحب تڑپ گئے اور جھوم اٹھے پھر میں نے دوران گفتگو اپنی کتاب ”ماہِ کنعان“ کا ذکر کیا تو فوراً پانچ ہزار روپے میری جیب میں ڈال دیئے۔

اور کہا —

صاحبزادہ صاحب — آپ جس خوبصورت انداز میں شان رسالت اور شان ولایت بیان کرتے ہیں یہ اس کا انعام ہے۔

میری طرف سے کتاب کی اشاعت میں یہ میرا حصہ شامل کر لو۔ خیال تو دو ہزار کا تھا لیکن پھر خیال آیا کہ چلو پنچتن کے نام پر ۵ ہزار کر دوں۔

(۲) نو جنوری ۱۹۶۳ء کو پورے مغربی پاکستان کے گورنر ملک امیر محمد خاں مرحوم آف کالا باغ کے خلاف میں نے بجلی گھر کی وسیع گراؤنڈ میں رمضان شریف کے مقدس مہینہ میں ایک دھواں دھار تقریر کی — اور کہا! — کہ — گورنر کی مونچھوں سے تو بغاوت ہو سکتی ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہو سکتی۔

”مجھے گرفتار کر کے لاہور کے شاہی قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔“

جناب حافظ منظور احمد صاحب نے گھر پیغام بھیجا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں انشاء اللہ ہر چیز گھر پہنچتی رہے گی۔

اور پھر ایک لاکھ روپے لے کر جناب چوہدری غلام مرتضیٰ کے ساتھ پنجاب کے

ہوم سیکرٹری شہزادہ عالمگیر سے ملے اور اسے کہا کہ یہ رقم لے لو اور صاحبزادہ صاحب کو رہا کر دو۔ لیکن اس نے یہ کہہ کر رقم لینے سے انکار کر دیا کہ یہ معاملہ میرا نہیں ہے بلکہ براہ راست گورنر صاحب کا ذاتی معاملہ ہے۔

(۳) سکندر مرزا کا دور سیاہ تھا اور یہ ۱۹۵۸ء کی بات ہے جب صدر محمد ایوب مرحوم نے ملک میں مارشل لاء لگا کر خود عنان حکومت سنبھال تھی۔

سکندر مرزا کی ملکی سالمیت کے خلاف درپردہ کارروائیوں اور ان کی بے اعتدالیوں اور شیعہ حضرات پر کرم نوازیوں کو دیکھتے ہوئے میں نے طارق آباد کی جامع مسجد نور میں جمعۃ المبارک کے خطبہ میں اس کے خلاف ایک ولولہ انگیز تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

”یہ سکندر مرزا اس غدار خاندان کے میر جعفر سے تعلق رکھتا ہے جس نے بنگال کے شہنشاہ سراج الدولہ کے خلاف انگریزوں کے ساتھ مل کر غداری کی تھی اور سراج الدولہ کی لاش کو خاک و خون میں تڑپایا تھا۔

جس کے متعلق علامہ اقبال مرحوم بھی پکارا تھا۔ کہ

جعفر از بنگال صادق از دکن

نگ قوم و نگ دیں نگ وطن

اور غداری کا خون انسان کی رگوں سے پانچ سو سال تک نہیں جاتا۔ لہذا یہ سکندر

مرزا بھی پاکستان کا غدار ہے!

مجھے حکومت کا باغی قرار سمجھ کر گوجرانوالہ کی جیل میں قید کر دیا گیا۔

چند دنوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ حافظ منظور احمد صاحب فیصل آباد کی ایک ممتاز

شخصیت اور سماجی کارکن جناب سید فضل شاہ کو ساتھ لے کر گوجرانوالہ جیل میں میری

ملاقات کے لئے گئے تھے اور معقول رقم میرے کھاتے میں جمع کروائے گئے ہیں۔

احباب کرام — یہ یاد رہے کہ جیلوں کے اخلاقی قیدیوں کی ملاقات تو ہفتہ

میں ایک بار ضرور ہو جاتی ہے یہاں تک ڈکیتی و قتل کے گھناؤنے اور خطرناک مجرموں کے لئے بھی یہ رعایت حاصل ہے مگر سیاسی اور مذہبی اسیروں کے لئے جیل کے قوانین میں ایسی کوئی رعایت نہیں ہے۔

اسی وجہ سے ان دونوں وفادار دوستوں کی مجھ سے ملاقات نہ ہو سکی مگر گوجرانوالہ کی خفیہ پولیس نے لائلپور کی پولیس کو غلط رپورٹ دیدی کہ حافظ منظور احمد اور سید فضل شاہ کی گوجرانوالہ جیل میں صاحبزادہ سید افتخار الحسن سے دو گھنٹے ملاقات کی ہے۔

یہ دونوں حضرات واپس آئے تو لائلپور کی پولیس انہیں گرفتار کرنے کیلئے جگہ جگہ چھاپے مارنے لگ گئی لیکن جب پتہ چلا کہ گوجرانوالہ پولیس نے غلط رپورٹ دی ہے تو ان کی جان چھوٹی۔

سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اگر میرے یہ دونوں جانثار عقیدت مند گوجرانوالہ جیل کے ظالم عملہ اور سفاک پولیس کو کچھ نذرانہ پیش کر دیتے تو ان کے خلاف غلط رپورٹ نہ دی جاتی۔

سید افتخار الحسن مزید انکشاف کرتا ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہوا کہ ان دونوں پر خیر گزری ورنہ اس ملک میں تو پولیس کی غلط رپورٹ پر کئی بے گناہ لوگ تختہ دار تک جا پہنچتے ہیں۔

اور حافظ صاحب کی یہ وفاداری صرف یہیں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہر عید، ہر شب رات اور ہر عرس و میلاد پر ان کی دریا دلی کا ایسا ہی مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے۔
محترم حضرات — دیکھا آپ نے کہ حافظ صاحب کی میرے ساتھ وفاداری — جانثاری، فراخ دلی اور وسعت قلبی کس کس انوکھے انداز اور کون کون سے نرالے راستوں پر کیسے کیسے محبت بھرے طریقوں سے بھرپور اور خصوصی معاون کے طور پر میری حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں جو آج تک جاری ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم بادشاہ صاحب ہر سال رمضان المبارک کے مقدس مہینہ کی

آخری جمعرات کو مری کے فلک بوس پہاڑوں پر جشن نزول قرآن کا اہتمام بڑے ہی تزک و احتشام سے کرتے ہیں جو اس مرد حق پرست کا ایک لازوال اور عظیم کارنامہ ہے۔

اس لئے کہ جن پہاڑوں پر ہر وقت ضلالت و گمراہی کی تاریکیاں چھائی رہتی ہیں اور خصوصاً گرمیوں میں عیاش سرمایہ داروں کے باعث عیاشی و فحاشی کا اڈا بن جاتے ہیں وہاں خواجہ صاحب کا جشن نزول قرآن کے ذریعہ نیکی و شرافت کا اجالا کرنا اور عوام کو رشد و ہدایت کا پیغام دینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرنے کے مترادف ہے۔

اور اس نورانی اجتماع میں جہاں ملک کے ممتاز مشائخ عظام اور سرکردہ علمائے کرام کا ایک جم غفیر دکھائی دیتا ہے وہاں پاکستان کی نامور شخصیات بھی نظر آتی ہیں جن میں گورنر، وزیر، سفیر اور رسول اور فوجی افسران بھی کثیر تعداد میں شریک ہو کر فقیر و درویشی کی اس پاکیزہ محفل کے چشمہ فیض سے فیضیاب ہوتے ہیں اور پھر آخر میں جب شمع محمدی کے پروانوں اور مرشد پاک خواجہ محمد معصوم صاحب کے دیوانوں کا وجد آفرین جلوس خواجہ صاحب کی قیادت میں اس نحوست و یوست کے پراگندہ ماحول میں کیف و مستی میں جھومتا ہوا سڑکوں پر نکلتا ہے تو حق اللہ کے فلک شگاف نعروں سے پہاڑوں کے پتھر بھی جھوم اٹھتے ہیں اور پھر ہر شجر و حجر سے بھی یہی آواز سنائی دیتی ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عملی مظاہرہ اس لئے بھی قابل تعظیم ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی نبوت کا اعلان مکہ مکرمہ کے ایک پہاڑ یعنی کوہ فاران کی چوٹی پر چڑھ کر کیا تھا۔

دوسرے خطیب حضرات کی طرح میں بھی اس جشن میں ہر سال خواجہ صاحب کی طرف سے خصوصی دعوت پر حاضر ہوا کرتا تھا۔ دو سال ہوئے میں بیماری کے باعث وہاں شریک نہ ہو سکا۔ جناب خواجہ صاحب کو میری بیماری کا پتہ چلا تو میری عیادت کیے

کوہ مری سے چلے اور حافظ منظور احمد صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچے اور پھر حافظ صاحب انہیں ساتھ لے کر میرے غریب خانہ پر تشریف لے آئے۔

حضرت خواجہ صاحب نے عیادت اور بیمار پرسی کے اصولوں کے مطابق علاج معالجہ کے لئے نذرانہ پیش کیا اور صحت کے لئے دعا بھی فرمائی اور ساتھ ہی حافظ صاحب نے بھی دوا دارو کے لئے کثیر رقم میری جیب میں ڈال دی۔

حضرات محترم! — ان مسلمہ حقائق کی روشنی میں سید افتخار الحسن سچ کہتا ہے کہ جناب حافظ منظور احمد صاحب میرے ایک پرائیویٹ بینک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اور پھر یہ بھی انتہائی خوشی کی بات ہے کہ اس عیاشی اور فحاشی کے بھیانک اور خطرناک دور اور بد اخلاقی کے زمانہ اور غنڈہ گردی کے تباہ کن ماحول میں جب کہ ہر نوجوان اپنے آپ کو غنڈہ اور اوباش کہلوانے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ حافظ صاحب کے صاحبزادگان ایسے گندے معاشرہ سے کوسوں دور رہتے ہیں۔

اور یہ میرے دیکھنے کی بات ہے کہ ان میں بھی اپنے باپ جیسی شرافت جھلک ان کی پیشانیوں پر دکھائی دیتی ہے۔

اور اپنے باپ کی طرح ہر ایک سے حسن سلوک اور ہر مہمان کے ساتھ حسن اخلاق اور ہر دکھی انسان سے ہر ہمدردی و خیر خواہی کا جذبہ —

اور ہر محتاج و تنگ دست آدمی کے ساتھ فراخ دلی اور خندہ پیشانی کا مظاہرہ — اور ہر وقت اور ہر حال میں اپنے والدین کی اطاعت و فرمانبرداری ان کی عادت اور ان کے ہر حکم کی تعمیل ان کا شیوہ بن چکا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی پاک و صاف، اطاعت گزار اور فرمانبردار بیٹے کے لئے ہی دعا فرمائی تھی اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی من الصالحین بیٹے کی آرزو کی تھی کہ یا اللہ مجھے نیک، صالح اور حق پرست بیٹا عطا فرما دے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان دونوں برگزیدہ رسولوں کی دعائیں قبول کرتے

ہوئے ان کی تمنا اور آرزو کے مطابق انہیں ایسے ہی بیٹے عطا فرمادیئے۔
جناب حافظ منظور احمد صاحب کی اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہوگی کہ انہیں بھی
انہیں صفات کے صاحبزادے اللہ کریم کی طرف سے ایک عظیم نعمت کی صورت میں عطا
فرمائے گئے۔

بزرگان دین! — یہ یاد رہے کہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن کے نزدیک کسی
مسلمان مریض بھائی کی عیادت اور بیمار پرسی کرنا کسی محتاج و تنگ دست بھائی کی حاجت
پوری کرنا — کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا — کسی بھوکے مسلمان بھائی کو
کھانا کھلانا — کسی کی مشکل اور مصیبت کے وقت کام آنا اور کسی قیدی کو رہا کروانا یہ
محض ایک حسن عمل اور کارِ ثواب ہی نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ ایک مقبول عبادت کا درجہ
بھی رکھتے ہیں۔

بزرگان دین — بہت دور آ کر ”ماہ کنعان“ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی
سیرت پاک کا ایک نہایت ہی ایمان افروز اور روح پرور پہلو یاد آیا ہے کہ وہ بھی جب
مصر کے قید خانہ میں تھے تو قیدی ہونے کے باوجود ان تمام اعمالِ حسنہ پر عمل پیرا رہتے
تھے۔ اور جیل کے ساتھیوں نے ان سے کہا تھا۔

إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ

کہ ہم تجھے اے یوسف نیکو کار اور احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں۔

اور وہ احسان مندرجہ ذیل تھے۔

إِنَّهُ كَانَ إِذَا مَرَّضَ رَجُلًا مِّنْهُمْ قَامَ إِلَيْهِ

کہ جب مصر کی جیل کا کوئی قیدی بیمار ہو جاتا تھا تو اس کی عیادت کرتے اور جب

تک وہ مریض شفا یاب نہ ہو جاتا اس کی تیمارداری میں لگے رہتے تھے

وَإِذَا أَضَافَ وَسِعَ لَهُ

اور جب کوئی قیدی تنگ دست ہو جاتا تھا تو حضرت یوسف اس کی تنگ دستی کو دور کر

دیتے تھے

وَإِذَا أَحْتَاَجَ جَمَعَ لَهُ

اور جب کوئی قیدی محتاج ہو جاتا تھا تو اس کی دستگیری کیا کرتے تھے۔

وَإِنَّهُ كَانَ يُعْطِي الْفَقِيرَ مِنْهُمْ

اور فقیر کو کچھ عطا کرتے!

وَيَعُوذُ الْمَرِيضَ!

اور بیمار کی عیادت کرتے تھے!

وَيَسْقِي الْعَطْشَانَ!

اور پیاسوں کو پانی پلاتے تھے۔ بلکہ سید افتخار الحسن تو کہتا ہے کہ مصر کے شاہی دسترخوان سے خصوصی — رنگ برنگے اور پر تکلف کھانے جو بی بی زلیخا اپنے محبوب حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے قید خانہ میں بھیجا کرتی تھی وہ کھانے بھی قیدیوں کو کھلا دیا کرتے تھے۔

اور پھر ایسی ہی اعلیٰ صفات کے باعث حضرت یوسف علیہ السلام جیل کے تمام قیدیوں اور افسران کے محبوب اور من الحسنین بن گئے تھے۔

حضرات گرامی! — جناب حافظ منظور احمد صاحب کے علاوہ اور میرا مرید نہ ہونے کے باوجود جناب ”محمد مشتاق“ صاحب کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ جو مجھ سے بے پناہ عقیدت رکھنے کے ساتھ ساتھ انتہائی خلوص سے اپنی فراخ دلی اور فیاضی کا مشاہرہ کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں

اور ان کی طرف سے یہ فیاضی اور مالی امداد مجھ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ انسانی ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہونے کے باعث ہر محتاج اور ہر دکھی انسانیت پر ان کی دولت کی پٹی کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔

اور یہ غربت و مفلس لوگوں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کی لگن اس لئے بھی ہے

کہ سرمایہ کے لحاظ سے ملک کی ایک بہت بڑی پریمیر انشورنس کمپنی فیصل آباد کے ایک دیانت دار، محنتی اور بااعتماد اعلیٰ افسر ہونے اور امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ رکھنے کے باوجود بھی نہ دل و دماغ میں تکبر و غرور کے جراثیم اور نہ ہی قلب و نظر میں نفرت و عداوت کے کیڑے اور نہ ہی جان و جگر میں حسد و بغض کی بیماری اور نہ ہی سینہ و ذہن میں عناد و تعصب کی مرض — اور پھر یہ بھی مشتاق محمد صاحب کا کمال ہے کہ تقدیر یزداں کا بہانہ بنا کر حوصلہ نہیں ہارتے بلکہ اپنی زندگی کو خوشحال اور پروقار بنانے کیلئے اپنے مقدر کے چمنستان کی جنا بندی کرنے کی خود کوشش کرتے ہوئے درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم کی اس دل کش رباعی کے مصداق بن جاتے ہیں..... کہ

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلمان کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوہ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

اور — پھر اقبال مرحوم کا یہ شعر بھی میرے وفادار دوست محمد مشتاق پر پوری

طرح صادق آتا ہے — کہ

میری مشاطگی کی کیا ضرورت تھی کہ
کہ فطرت خود بخود آرتی ہے الے لی حنا بندی

اور — یہی نہیں بلکہ اپنے من کی دنیا کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر محبت و

اخوت کے سچے موتی انسانیت و شرافت کے گراں قدر گوہر اور وفا و مروت کے اعلیٰ
جواہر نکالنے کی پوری صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

مردِ قلندر علامہ اقبال مرحوم بھی مردِ مومن کو پیام دیتے ہوئے کہتا ہے — کہ

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنانا بن، اپنا تو بن

اور —

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں!

تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا دھن

اور جناب محمد مشتاق صاحب بھی اس مطلب پرست دنیا — مفاد پرست

زمانہ اور خود غرض اور تن پرست دور میں اپنے من کی دنیا کی حفاظت کرتے ہوئے ایک

پکے اور سچے مرد مومن کی طرح دل میں درد و سوز کی دولت — سینہ میں آئین و فاقا کا

خزانہ اور آنکھوں میں آداب دوستی کا نور رکھنے کے ساتھ ساتھ حسن اخلاق اور اسرار

خودی کے شعور سے بھی اپنا دامن بھرا رکھنے ہیں

کیوں کہ وہ اقبال مرحوم کے فلسفہ خودی اور حقیقت افروز قلندراع جاہ و جلال پر

پورا یقین رکھتے ہیں — کہ

خودی کو کبر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود گوجھے بتا تیری رضا کیا ہے

اور —

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی

خودی کی خلوتوں میں کبریائی

زمین و آسمان و کرسی و عرش

خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

اور پھر میرے اس مخلص دوست اور وفادار عقیدت مند کے حسن اخلاق اور خندہ

پیشانی سے میل ملاپ کے سبب اور ان کی فراخ دلی اور فیاضی کے باعث ان کے دفتر

میں فیصل آباد اور بیرون شہر کے بڑے بڑے تاجروں — ممتاز صنعت کاروں

— سرکردہ مل مالکوں اور سرمایہ دار چوہدریوں کا ایک میلہ سالگاہ ہوتا ہے۔

اور پھر پری میئر انشورنس کمپنی میں محمد مشتاق صاحب کے آنے سے پہلے کمپنی کا

سرمایہ لاکھوں تک محدود تھا مگر اب ان کی دن رات کی کوشش، صبح و شام کی محنت اور کمپنی کو عروج پر پہنچانے کی لگن کی وجہ سے کمپنی کا سرمایہ کروڑوں تک جا پہنچا ہے۔

اقبال مرحوم نے کیا ہی حقیقت افروز بیان کیا ہے — کہ

ہزار خوف ہر لیکن زباں ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں

فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مردِ خلیق

اور اسی حسن اخلاق اور خندہ پیشانی اور اپنی دریا دلی کے باعث عوام و خواص میں

ایک شریف النفس انسان اور ایک حلیم الطبع آدمی کے حوالہ سے عزت و احترام کا بلند مقام رکھتے ہیں۔

قارئین کرام — یہاں پر جناب محمد مشتاق صاحب کی طرف سے میرے

ساتھ بھرپور تعاون کرنے کا پرانا قصہ بھی یاد آیا ہے۔

وہ یوں ہوا کہ آج سے کوئی بیس سال پہلے یہ دی ایسٹرن فیڈرل یونین انشورنس

کمپنی فیصل آباد میں ملازم تھے اور اسی دفتر میں جو کہ طارق آباد محلہ میں قائم تھا۔ عزیز

القدر صوفی اقبال صاحب مرحوم بھی کام کرتے تھے جو کہ صحیح معنوں میں صوفی منش اور

زندہ دل انسان تھے۔

اور اسی عملہ کے ایک پراگندہ ذہن اور مردہ ضمیر رکھنے والے محمد شفیق بھی رکن تھے۔

شفیق صاحب نے مجھے سبز باغ دکھلا کر اور چکنی چپڑی باتیں سنا کر ۲۲ روپے سالانہ کی

قسط پر سترہ سال کے لئے میری پالیسی کا فارم پر کروا کر مجھ سے پہلے قسط کی مذورہ رقم تو

لے لی مگر میری پالیسی کا اندراج کمپنی کے کاغذات میں نہ کروایا اور میری رقم خود ہڑپ

کر گیا! تین سال تک جب کمپنی کی طرف سے مجھے کوئی رسید نہ ملی تو فکر ہوا۔

اور پھر ایک سال تک بددیانت اور خائن شفیق احمد سے پوچھتا اور پتہ کرتا رہا۔ مگر

وہ عقیدت کے پردے میں مکر و فریب سے کام لیتا رہا۔ اور اس وقت کے معزز میجر سے بھی میں نے شکایت کی اور انہوں نے بھی بالوضاحت بابوشفیق سے کہا مگر چکنے گھڑے پر بوندی پڑی اور پھسل گئی والی بات ہے۔

محمد مشتاق صاحب سے ان دنوں نہ میری دوستی تھی اور نہ ہی خوش گوار تعلقات بس سلام و پیام تک ہی محدود تھے۔ لیکن ان میں انسانیت کی جھلک دکھائی دی اور ان میں انسانی ہمدردی کا جذبہ نظر آیا تھا تو میں نے انہیں اپنی پتہ سنانی تو پھر اس انسان دوست انسان کی کوشش کے باعث کمپنی کے کاغذات میں میری پالیسی کا اندراج ہو گیا مگر پھر ایک مشکل اور پیدا ہو گئی کہ جب سترہ برس کے بعد رقم کی واپس کا مرحلہ درپیش آیا، ایسٹرن فیڈرل انشورنس کمپنی کے کلرکوں اور اعلیٰ افسروں نے مجھے انتہائی پریشان کرنا شروع کر دیا۔

کبھی لاہور کے دفتر میں فریاد اور کبھی فیصل آباد کے بددیانت ملازمین کے پاس التجا لیکن چھ مہینوں تک پوری کوشش اور پوری دوڑ دھوپ کے باوجود بھی رقم واپس لینے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اور پھر آخر ہر طرف سے ناامید ہو کر آخر کار انسانی ہمدردی کا جذبہ رکھنے اور کسی کی مشکل حل کرنے کا شوق رکھنے والے مشتاق محمد صاحب کو اپنی پریشانی اور دکھ بھری داستان سنانی تو انہوں نے بھرپور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے کوششیں شروع کر دیں۔
حضرات محترم! — یاد رہے کہ اس عرصہ میں ہماری دوستی کی پتنگ فضائے آسمانی میں اڑنے لگی تھی اور دونوں طرف سے محبت و الفت کا سورج پوری آب و تاب سے چمکنے لگا تھا۔ اور عقیدت و پیار کے چمنستان میں وفا و خلوص کے پھول مہکنے لگے تھے۔

پھر انہوں نے لاہور ٹیلیفون پر کمپنی کے افسران بالا سے بات چیت کی اور عزیز القدر خالد اقبال کے سپرد کیا کہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن صاحب کا یہ کام فوراً کر دو۔

اور پھر خالد اقبال نے کمال ہنرمندی، دانش مندی اور ہوش مندی سے میری اس مشکل کو حل کرنے میں دلچسپی لینی اور کوشش کرنی شروع کر دی اور پھر چند دنوں کے اندر ہی میری مشکل حل ہو گئی اور مجھے میری رقم واپس مل گئی۔

میاں محمد بخش صاحب مرحوم عارف کھڑی شریف نے ایسے ہی مخلص ساتھیوں — وفادار دوستوں اور جانثار یاروں کے متعلق اپنی مایہ ناز اور مشہور زمانہ کتاب سیف الملوک میں حقیقت افروز اشعار لکھے ہیں:

باغ بہاراں تے گلزاراں بن یاراں کس کاری
یار ملن دکھ کئے جاون شکر کراں لکھ داری
اچی جائی نیوں لگایا بنی مصیبت بھاری
یاراں باجھ محمد بخشا کون کرے غم خواری

اور بابا سید وارث شاہ مرحوم نے بھی اپنی مقبول عام کتاب ہیر میں یاری اور دوستی کے خوبصورت پہلو کے متعلق کیسا ہی سبق آموز شعر لکھا ہے — کہ

دوست سو جو بیت وچہ بھیڑ کئے
یار سو جو جان قربان ہووے
خیر خواہ جو دکھ وچہ بنے ساتھی
عزت یار دی دانگہبان ہووے

یعنی مخلص دوست، جانثار یار اور وفادار ساتھی وہی ہے جو اپنے دوست کی دوستی کی لاج رکھتے ہوئے اپنے یار کی مشکل حل کرے اور مصیبت میں کام آنے کے ساتھ ساتھ اپنے دوست کی عزت و آبرو کا محافظ اور نگہبان بھی ہو۔ اور پھر صاحبزادہ سید افتخار الحسن ان حقائق کے ساتھ اس بات پر بھی خوش ہے کہ مشتاق محمد صاحب کے اہل خانہ ان کا پوری وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے ان کی زندگی کے ہر پہلو کو خوشگوار بنانے میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اپنے اندر وہی اچھی عادات اور پاکیزہ خصائل کی وارث بن چکی

ہیں کہ جن اچھی عادات کی دولت اور پاکیزہ خصائل کے خزانہ سے مشتاق صاحب کا دامن ہمیشہ بھر پور رہتا ہے۔

اور پھر اور بھی انتہائی مسرت کی بات یہ بھی ہے کہ ان کے صاحبزادے اپنے باپ کی طرح خوش اخلاقی کے پیکر — خوش مزاجی کے مجسمہ اور خندہ پیشانی کے مظہر دکھائی دیتے ہیں۔

اور ان عیاشی و فحاشی کی تاریکیوں میں بھی شرافت و ہدایت کی روشنی سے مالا مال ہیں۔ جوانی بے عیب، دل میں حق و صداقت کی دولت اور آنکھوں میں شرم و حیا کے موتی۔

ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری پر کمر بستہ اور دوسرے بزرگوں کا ادب و احترام کرنا ان کا شیوہ۔

اقبال مرحوم نے بھی اسی لئے اپنے بیٹے محمد جاوید کو ایک درس عمل دیا تھا — کہ

خودی کے ساز میں ہے عمر جاوداں کا سراغ
خودی کے سوز سے روشن ہیں اُمتوں کے چراغ
حیا نہیں ہے زمانہ کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی رہے تیری بے داغ

اور —

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے

ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

محترم قارئین! — صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی مندرجہ بالا مسلمہ حقائق کے پیش نظر انتہائی فخر محسوس کرتا ہے کہ اس خود غرضی کے دور اور مفاد پرستی کے زمانہ میں بھی میرے ایسے مخلص ساتھیوں — وفادار دوستوں اور جانثار عقیدت مندوں کی کمی نہیں ہے جو کہ ہر معاملہ میں میری اعانت کرتے رہتے ہیں اور میرے ہر مشکل وقت میں

بھرپور تعاون کا عملی مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ میری زندگی کے گلشن میں تازہ بہار لانے کے لئے اپنا خونِ جگر تک دیتے کو تیار رہتے ہیں۔

اس لئے کہ:

مسلمان کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
 مروت حسن عالمگیر ہے مردانِ غازی کا
 اور اسی حقیقت کے پیش نظر مجھے جب بھی کبھی کسی چیز کی ضرورت پیش آتی ہے تو
 میں جناب میں محمد مشاق سے السلام علیکم جالیتا ہوں۔
 میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن میلاد ہو یا جشن نزول قرآن حکیم —
 والدہ مرحومہ کا سالانہ ختم شریف ہو یا شہزادہ انوار الحسن مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب کی
 محفل۔

اور یا میری کوئی ذاتی ضرورت محمد مشاق صاحب کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے
 احبابِ کرام — یہ بھی یاد رہے کہ اس مطلب پرستی کے دور — مفاد پرستی
 کے زمانہ اور نفس پرستی کی دنیا میں میرے یہ حق گو، حق بین اور حق پرست دوست جہاں
 دین اسلام سے پیار۔ احکامِ الہی سے محبت اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لگن اپنے
 دل میں رکھتے ہیں وہاں اپنی سیاسی بصیرت کی بناء پر ملک و ملت کے غداروں دین و
 اسلام کے باغیوں اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو بھی نفرت کی نگاہ سے
 دیکھتے ہیں۔

محترم حضرات — جب میرے پاس ایسے وفادار دوست — مہ بان
 ساتھی اور جانثار احبابِ کرام موجود ہیں تو پھر صاحبزادہ سید افتخار الحسن یہ کہنے میں بقول
 افعالِ مرحومِ حق بجانب ہے کہ:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
 ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں

یہاں اب میرا راز داں اور بھی ہیں

میرے ایسے ہی وفادار عقیدت مندوں اور مخلص مقتدیوں میں ایک ایسا معزز اور شریف انسان جناب صوفی محمد اقبال بھی ہے جو مجھ سے انتہائی انس رکھنے اور میرے ساتھ بے پناہ عقیدت رکھنے کے باعث جب بھی مجھے سر راہ یا جامع مسجد الفردوس میں ایک مقتدی کی حیثیت سے مجھے ملتے ہیں تو ہنستے ہوئے چہرہ اور بے شکن پیشانی کے ساتھ ملتے ہیں کہ دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

اور اللہ جانے — کہ یہ صوفی محمد اقبال صاحب کے حسن اخلاق کا کرشمہ ہے کہ یا کسی پیر فقیر کی دعاؤں کا اثر کہ شہر میں اخباروں کی تقسیم کے معمولی سے کاروبار میں اتنی برکت۔ اتنی وسعت، اتنی کشادگی ہے کہ دن رات اپنی ہمت سے بڑھ کر صدقہ و خیرات کے بے انتہا شوق میں گم رہتے ہیں اور جب بھی اور جہاں بھی کسی بیوہ عورت کے ننگے سر اور کسی یتیم کے ننگے بدن کو دیکھتے ہیں تو اس عورت کے سر پر حیا کی چادر اور یتیم کے بدن پر شفقت کا لباس پہنا دیتے ہیں۔

اور صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اس حسد و بغض اور کینہ و تعصب کے ماحول اور نفرت و عداوت کے پراگندہ دور میں کسی سے بغیر طمع و لالچ اور بغیر مفاد و مطلب پرستی کے خندہ پیشانی اور خوش روئی اور ہنستے ہوئے چہرہ سے ملنا ہی سعادت مندی اور خوش قسمتی ہوتی ہے

ان کے نام ساتھ صوفی کا لقب پہلے نہیں تھا بلکہ یہ صرف محمد اقبال تھے مگر جب سے ان کے دل میں میری عقیدت کا جذبہ موجزن ہوا ہے اور جب سے میں نے انہیں صوفی محمد اقبال کے نام سے پکارنا شروع کر رکھا ہے اب ہر ایک کی زبان پر صوفی محمد اقبال صاحب ہیں اور یہ صوفی کا لقب ان کے حق میں ہے بھی صحیح۔

اس لئے کہ تصوف سے لگاؤ رکھنے والے صاحب بصیرت لوگوں کے نزدیک صوفی

اسے کہا جاتا ہے کہ جس کا دل نور ایمانی سے منور اور محبت رسولؐ سے لبریز ہونے کے ساتھ ساتھ بزرگان دین سے بھی عقیدت کی شمع روشن ہو۔

اور صوفی وہ ہوتا ہے جو تنگی و فراخی میں اللہ کا شکر گزار رہے اور حسد و بعض کی بیماری اور کینہ و تعصب کی مرض سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔

اور صوفی محمد اقبال صاحب میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں اور ان کا سب سے بڑا کمال یہ بھی ہے کہ جب بھی کبھی مجھے کہیں بھی دیکھ لیتے ہیں تو اپنا ہاتھ جیب میں ڈال لیتے ہیں اور پھر مسکراتے ہوئے چہرہ سے میری عزت افزائی کر جاتے ہیں۔

اور پھر یہ بھی ان کے حسن اخلاق۔ حسن عمل اور عقیدت و محبت کی کرشمہ سازی ہے کہ ان سے جب کوئی ان کی زندگی کے گلشن میں بہار — رزق میں کشادگی اور ان کے مزاج میں شگفتگی اور طبیعت میں خوش ذوقی اور چہرہ پر خوبصورت داڑھی کے ساتھ ہنسی کے متعلق پوچھتا ہے تو یہ میرا وفادار عقیدتمند یعنی صوفی محمد اقبال صاحب جواب دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ صاحبزادہ سید افتخار الحسن کی کرم نوازی کا نتیجہ ہے۔

اور جمعۃ المبارک میں ان کی ایمان افروز تقریر سن لیتا ہوں تو دوسرے جمعہ تک دل میں سرور رہتا ہے۔ اور کیف و مستی میں ڈوبا رہتا ہوں۔

میری دعا ہے کہ میرے اس جانثار معاون اور مخلص عقیدت مند کو اسلامی اقدار اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لگن کے صدقہ ان کے دین و دنیا سنوارنے اور ہر پریشانی اور غم و الم سے محفوظ رکھے اور مرشد لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر انوار کی بارش کے طفیل ان کی عزت اور ان کے احترام میں اور بھی اضافہ فرمائے۔

(آمین)

قارئین کرام — یہ تو میرے ان مخلص عقیدت مندوں اور وفادار معاونین حضرات کا ذکر خیر تھا جو کہ میرے مرید نہ ہونے کے باوجود بھی میرے دکھ سکھ اور ہر خوشی و غمی میں شریک ہو کر اور میرے ہر معاملہ میں پورے خلوص سے میری اعانت کرتے

رہتے ہیں اور ہر وقت میری خدمت کی لگن رکھتے ہیں۔

اور — اب میرے ان جانثار مریدوں کا تذکرہ بھی سنئے کہ جو اپنے مرشد کی رضا جوئی اور اپنے پیر کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ اور گریز نہیں کرتے۔ اور ان وفادار مریدوں کے دفتر میں پہلا نام احسان یوسف ملز فیصل آباد کے مالک حاجی سیٹھ محمد یوسف صاحب کا آتا ہے جس کا ذکر اس کتاب میں اس لئے ضروری ہے کہ ایک تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا لخت جگر وہ یوسف علیہ السلام تھے جو اپنی زندگی کے سفر کی ہر منزل پر رنج و الم کو برداشت کرتے ہوئے اور پھر کنعان کے اندھیرے کنوئیں سے لے کر بھائیوں کے ہاتھوں فروخت ہونے اور پھر مصر کے بازار میں بکنے تک ہزاروں مصائب اور لاکھوں مشکلات کو بڑے ہی صبر و سکون اور جوانمردی اور حوصلہ مندی سے مقابلہ کرتے ہوئے مصر کے تخت و تاج کے وارث بنے اسی طرح میرا بھی یہ یوسف تقسیم ہند کے خونیں معرکہ اور مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے قتل و غارت اور خون خرانہ کے دنوں میں ضلع امرتسر کے کسی اجڑے ہوئے گاؤں کی یاد اپنے دل میں لئے ظالم سکھوں کی کرپانوں، بے رحم مرہٹوں کی تلواروں اور جلاذ گورکھوں کے نیزوں سے بچتے چاتے اپنے معزز اور شریف والدین اور چھوٹے چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ ہجرت کر کے لاکپور پہنچا۔

میں ان دنوں محلہ طارق آباد کی جامع مسجد ”نور“ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیا کرتا تھا اور میرا یہ جانثار مرید یعنی محمد یوسف اپنے والد گرامی مرحوم کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے اور جمعۃ المبارک کا فرض ادا کرنے آیا کرتا تھا۔

حضرات گرامی! یہ یاد رہے کہ یوسف اور اس کے ماں باپ مرحوم پانچ وقت کے پکے نمازی تھے اور ان ہی کی تربیت اور آغوشِ مادر کا اثر ہے کہ یہ سارا گھرانہ نماز روزہ کے پابند ہیں۔

طارق آباد میں ایک چھوٹا سا مکان کرایہ پر لے لیا جس میں میاں فیروز دین

صاحب بھی بمعہ اپنے بال بچوں کے رہتے تھے اور آج اسی خوش قسمت کنبہ کا ایک جوان اعلیٰ تعلیم کے باعث پاکستان کے محکمہ واپڈا میں ایک دیانت دار اور خوش اخلاق اور خوش مزاج اعلیٰ اور ذمہ داری افسر کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔

اور جو میرے ساتھ انتہائی عقیدت رکھتے ہوئے پورے شوق سے میری خدمت کرتا رہتا ہے اور جب مجھے کوئی خصوصی ضرورت پیش آتی ہے تو یہ بھی خصوصی طور پر وہ ضرورت پوری کرنے آجاتا ہے۔

اور ان سارے بھائیوں کی محبت رسول کا یہ عالم ہے کہ ہر سال گلی نمبر ۱۰ کی جامع مسجد میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف بڑی ہی عقیدت اور شان و شوکت سے مناتے ہیں اور پھر دل کھول کر خرچ بھی کرتے ہیں۔

نام اس جوان کا چوہدری منظور احمد ہے جس کے بھائی محمد اکرام کپڑے کا وسیع کاروبار کرتے ہیں، ہاں تو محمد یوسف کو خدا جانے کیا شوق چرایا اور دل میں کیسی لگن پیدا ہوئی کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد کہنے لگا۔

حضور مجھے اپنا مرید کر لو۔

میں نے اسے اور اس کے پورے گھرانے کو پابند صوم و صلوة پایا تھا اس لئے میں نے جواب دیا کہ اپنے والدین سے اجازت لے لو پھر تجھے اپنے مریدوں کے حلقہ ارادت میں داخل کر لوں گا۔

اور پھر اس محمد یوسف نے میرے مریدوں کے رجسٹر میں اپنا نام لکھوا کر اپنے دوسرے دو بھائیوں محمد یونس اور محمد یعقوب کے ساتھ مل کر کپڑے کی رنگائی کا معمولی سا کام شروع کر دی اور پھر آہستہ آہستہ اس رنگائی کے کام میں ایسی رنگت اور اتنی برکت پیدا ہوتی گئی اور ان کی دن رات کی محنت۔ ماں باپ کی دعاؤں اور اوگ کہتے ہیں کہ میری توجہات کے باعث صبح و شام ترقی ہوتی گئی اور اس کی قسمت کا ستارہ جوں بھرت کے سبب اور ترک وطن کے باعث چند دنوں کے لئے گردش میں آ گیا تھا پھر اپنی پوری

آب و تاب سے چمکنے لگا۔

ان کے غربت و افلاس کے اندھیرے چھٹتے گئے اور امارت اور دولت قدم چومنے لگی اور پھر جوں جوں اس رنگائی کے کام میں وسعت پیدا ہوتی گئی توں توں زندگی کے گلشن میں بہار آتی گئی اور مقدر کا سورج اپنی سنہری اور روشن کرنوں سے ان کی تنگدستی اور محتاجی کی ظلمتوں میں اجالا کرتا چلا گیا اور پھر آج ملک کی ایک بہت بڑی کپڑے کی مل کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کے عظیم اور ممتاز صنعت کاروں میں ان کا شمار ہونے لگا ہے! اور آج دنیا کے کسی شہر کسی قصبہ اور کسی گاؤں میں چلے جائیں اور تمام ممالک کی سیر کریں تو آپ کو احسان یوسف مل کے بنے ہوئے خوبصورت بیڈ شیٹ کے علاوہ مندرجہ ذیل لائیں خوشنما رنگوں، دلکش ڈیزائینوں، دل پسند پھولوں اور آنکھوں میں سما جانے والی رنگین دھاریوں میں قدرت کے ایک قیمتی شاہکار کی صورت میں دکھائی دیں گی۔

سندس لان، سنگم لان، کرشمہ لان اور بے مثال لان جو ان کی دن رات کی محنت کا پھل اور ان کی ہوش مندی۔ ذہنی فراست اور سادگی کا نتیجہ ہونے کے ساتھ ساتھ پابند صوم صلوة ہونے اور تکبر و غرور سے اپنے آپ کو دور رکھنے اور والدین کی خدمت، اطاعت اور فرمانبرداری اور پھر ان کی دعاؤں کا اثر ہے۔

اور پھر خوشی اس بات کی ہے، دولت کی فراوانی! سرمایہ کا ریل پیل، کئی خوبصورت کوٹھیوں، چار پانچ قیمتی کاروں اور کپڑے کی بہت بڑی مل کے مالک ہونے کے باوجود مزاج میں انکساری و سادگی، دل میں انسانیت و شرافت کے چراغ سینے میں رشد و ہدایت کی قندیل اور آنکھوں میں عشق رسول کی جھلک۔

نہ تکبر، نہ غرور، نہ کوئی عیاشی نہ کوئی بری عادت۔ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ اولیائے کرام سے محبت، بزرگان دین سے الفت اور اہل بیت کرام سے دلی لگاؤ رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت صاحبزادہ پیرسید نقشب لاثانی جناب علی حسین

شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آسانہ عالیہ علی پور سیداں شریف سے بے پناہ عقادت رکھتے ہوئے اب ان کے ہی فرزند ارجمند اور سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں، پچھلے دنوں صاحبزادہ پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب کی پر تکلف دعوت کی اور معقول نذرانہ پیش کیا اور آپ کے درویشوں کو بھی محروم نہ رکھا۔ اور ساتھ ہی جناب مولانا محمد سلیم صاحب نقشبندی کا بھی پوری فراخ دلی سے احترام کیا اور ایک ہوش مند مرید ہونے کی حیثیت سے میری بھی عزت افزائی کی۔

حضرات گرامی! — یہ بھی یاد رہے کہ حاجی محمد یوسف تو مجھ سے روحانی تعلق رکھتا ہے اور میرا زندہ دل مرید ہے اور اس کی بیگم صاحبہ حضرت صاحبزادہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں۔

اور جہاں یوسف صاحب اپنی سخاوت و خیرات میں مشہور ہیں وہاں ان کی بیگم صاحبہ بھی خدا ترسی اور غریب پروری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ گویا کہ — حاجی محمد یوسف حسن اخلاق کا ایک سورج ہے اور بیگم اس کی ایک شعاع ہے۔ یوسف رحمہ اللہ اور غریب پروری کا ایک دریا ہے اور بیگم اس کی ایک موج ہے۔ حاجی صاحب خیرات و سخاوت کا ایک سمندر ہے اور بیگم صاحبہ اس کی ایک لہر ہے۔

بلکہ یوں سمجھئے کہ حاجی محمد یوسف صاحب نیکی و شرافت کے ایک مجسمہ ہیں اور بیگم صاحبہ بھی ان کا پیکر ہیں۔

اور پھر بیگم صاحبہ کی نیکی کی لگن اور قرآن پاک سے محبت اور کیا ہوگی کہ انہوں نے فیصل آباد شہر میں مسلمان لڑکیوں کی تعلیم قرآن کے لئے پچاس لاکھ روپے کی لاگت سے سنگ مرمر کے خوبصورت پتھروں کا ایک دینی مدرسہ بنا رکھا ہے جس میں تین قرآن مجید کی حافظہ استانیوں کے زیر تعلیم بہت سی شہری اور غیر شہری لڑکیاں دن رات قرآن پاک کی نورانی اور ایمانی تعلیم سے سرفراز ہوتی رہتی ہیں اور ان کے خور و نوش کا انتظام استانیوں کی تنخواہوں کا بوجھ بھی بیگم صاحبہ نے خود اٹھا رکھا ہے۔

اور پھر ان کی اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی کہ ہر سال دو تین عورتوں کو اپنے ساتھ حج مبارک کو لے جاتی ہیں۔ اور مدرسہ کے ساتھ ہی خوش نما محراب و ممبر والی مسجد بھی تعمیر کر رکھی ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں میاں بیوی ہر سال عمرہ شریف کو سرزمین مکہ مکرمہ اور دیار مدینہ منور جاتے ہیں اور رمضان المبارک کے روزے مدینہ شریف کے شہر میں رکھتے ہیں اور ہر نماز مسجد نبوی میں پڑھتے ہیں اور ہر روز گند خضراء کا ایمان افروز نظارہ کرنے کے ساتھ ساتھ روضہ انور کی سنہری جالی کو بھی چومتے ہیں۔

دو سال ہوئے میں بیمار ہو گیا اور پھر بیماری نے اتنا طول پکڑا کہ موت و حیات کی کشمکش تک لے آئی، حاجی محمد یوسف صاحب بمعہ بیگم صاحبہ کے بیماری پر سی اور میری عیادت کو آئے تو عیادت کے شرعی اصول کے پیش نظر علاج معالجہ کیلئے پانچ ہزار روپے حاجی صاحب نے دیئے اور تین ہزار روپے بیگم صاحبہ نے میری جیب میں ڈال دیئے۔ اور پھر اگلے دن میرے اس طالب صادق اور مخلص و جانثار مرید یعنی محمد یوسف نے اپنے مرشد یعنی مجھے گرمی کے گرم تھپیڑوں اور تپیدہ و تپش سے بھرپور ہواؤں سے بچانے کیلئے میرے مکان پر اے، سی (ایئر کنڈیشنر) بھی لگوا دیا۔

اور پھر اہل خانہ کے لئے کبھی بیڈ شیٹ کا نذرانہ اور کبھی سنگم اور سندس لان کے تحفے اور کبھی والدین مرحومین کے سالانہ ختم شریف کے موقعہ پر بھرپور تعاون اور پھر یہ سلسلہ سارا سال چلتا رہتا ہے۔

حاجی صاحب کی مل کی بنی ہوئی خوبصورت سنگم لان اور ان کی بیگم صاحبہ اور میری اہلیہ محترمہ کا بھی آپس میں اچھی بہنوں جیسا ہی سنگم ہے — یعنی میل ملاپ ہے۔ اور دوسری طرف حاجی محمد یوسف صاحب کے کارخانہ کی تیار کردہ قدرت کے حسین شاہکار جیسی بے مثال لان ہے ویسے ہی پیر و مرید یعنی صاحبزادہ سید افتخار الحسن اور حاجی محمد یوسف صاحب کا تعلق اور روحانی رشتہ بھی بے مثال ہے۔

غرضیکہ — حضرت یعقوب علیہ السلام کا نور نظر اور لخت جگر بیٹا حضرت

یوسف علیہ السلام کنعان کے اندھیرے کنوئیں سے نکل کر اور کبھی بھائیوں کے ظلم و ستم کو برداشت کرتے ہوئے اور کبھی فروخت ہونے کے رنج و الم کو نہایت ہی صبر و تحمل سے سہتے ہوئے اور کبھی یمن کے سوداگر کی آہنی زنجیروں کا بوجھ اٹھاتے ہوئے اور کبھی مصر کے بازاروں میں اپنی قیمت سوتر کی ایک اٹی دیکھ کر حیران و پریشان ہوتے ہوئے اور پھر شاہ مصر کے سونے اور چاندی کے ڈھیروں اور لعل و جواہرات کے خزانوں سے بھی زیادہ اپنی قیمت دیکھ کر اور ”کرشمہ لان“ کی طرح قدرت کا کرشمہ سازی کو سمجھ کر اور پھر آخر کار سات سال یا بارہ سال مصر کے ہی قید خانہ کی سختیاں جھیل کر مصر کے ہی تخت و تاج کے وارث و مالک بنے تھے میرا یوسف بھی تقسیم ہند اور پاکستان کے بن جانے پر ضلع امرتسر کے ایک اجڑے ہوئے اور اندھیرے گاؤں سے نکل کر اور پھر ہندوستان کی سرحد عبور کرنے اور پاکستان کی سزمین میں قدم رکھنے تک سینکڑوں مصائب اور ہزاروں مشکلات میں سے گزرتے ہوئے اور مشرقی پنجاب کے وحشی درندوں اور ظالم اور بے رحم سکھوں کی کرپانوں اور گورکھوں کی شمشیروں کے سایوں میں سے بچتے بچاتے ہوئے، ان کا یہ لٹا ہوا قافلہ لاکپور کے مشہور محلہ طارق آباد میں آ کر ٹھہر گیا اور پھر دوسرے مہاجرین کی طرح تنگدستی اور زبوں حالی کے جال میں چند دن پھنسے رہے!

محمد یوسف صاحب نے اپنے دوسرے دو بھائیوں محمد یونس اور محمد یعقوب کے ساتھ مل کر کپڑے کی رنگائی کا کام شروع کر دیا۔

بس پھر کیا تھا — محنت ان کی — اور قدرت خدا کی — کام میں برکت ہوتی گئی — تنگدستی دور ہوتی گئی اور زبوں حالی کا جال بھی ٹوٹ گیا — عزت، افلاس کے اندھیرے بھی چھٹ گئے اور خوش حالی و فارغ البالی کے چراغ جل اٹھے اور پھر زندگی کے سفر کی ہر مشکل کا مقابلہ بڑے ہی صبر و سکون سے کرتے ہوئے آج اسی لاکپور شہر یعنی — فیصل آباد میں دولت کے تخت، عزت کے تاج اور شہرت کے گہوارہ کے وارث بنے ہوئے ہیں۔

اور حاجی محمد یوسف صاحب کا علامہ اقبال مرحوم کے اس شعر پر بھی پورا پورا یقین ہے — کہ

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

اور حاجی صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کی سخاوت و خیرات کا حسن عمل ہی ان کے صاحب درد دل ہونے کا ثبوت ہے۔

کیونکہ جب تک کسی انسان میں دوسرے انسانوں کا درد دل نہ ہو اور اس انسان کے سینے میں جب تک بندہ پروری اور رحم دلی کا جذبہ کارفرمانہ ہو اس وقت تک کوئی آدمی کسی گداگر کے خالی دامن کو بھر پور نہیں کر سکتا اور نہ کسی محتاج آدمی کی ٹھہولی میں کچھ ڈال سکتا۔

دروازہ پر کسی فقیر گداگر نے آواز دی کہ بھوکا ہوں روٹی دو، ننگا ہوں کپڑا چاہئے اور جوان لڑکی کی شادی کرنی ہے، کچھ امداد کرو، بس پھر ادھر سوال کی فریاد اٹھی اور ادھر مسلمان کے دل میں درد دل نے انگڑائی لی اور رحم دلی کے جذبہ نے جوش مارا اور پھر ایک دولت مند انسان سوالی کا ہر سوال پورا کر دیتا ہے۔ اور گداگر اور محتاج آدمی کے لئے اپنی تجوری کا منہ کھول دیتا ہے۔

اور حضرات یاد رکھئے کہ یہ یعنی درد دل کی صفت بھی ان دونوں میاں بیوی میں موجود ہے!

کسی نے خوب کہا ہے کہ:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو!

ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرد و بیاں

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے وہاں — انسان کی تخلیق کا مقصد یہ بھی تھا کہ ایک انسان انسانیت کی دولت سے مالا مال

ہو کر اور ”درد دل“ کے ذریعہ دوسروں کے درد کا علاج کرے۔ دوسروں کے دکھ کا مداوا کرے اور دوسروں کے رنج و الم کو مٹانے کی خاطر اپنی زندگی کے چند لمحات وقف کر دے۔

ورنہ اگر انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت و اطاعت ہی ہو تو اس کے لئے تو جن ملائک کچھ کم نہ تھے۔ اور حاجی صاحب میں یہ کمال بھی موجود ہے اور وہ ”درد دل“ کے سچے موتیوں کا خزانہ رکھتے ہوئے دوسروں کے درد و دکھ میں ایسے شریک ہوتے ہیں کہ گویا ان کا اپنا ہی درد اور دکھ ہے۔ اور حاجی صاحب صرف ”درد دل“ ہی کی دولت سے سرفراز نہیں ہیں بلکہ اسلام کا درد بھی ان کے دل میں موجزن رہتا ہے اور دین کی تڑپ بھی ان کے سیدہ میں نجم سحر کی طرح روشن رہتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تعلیم قرآنی کے لئے ایک عظیم الشان مدرسہ کی بنیاد، خوبصورت مسجد کی تعمیر اور کئی یتیم خانوں کی مالی امداد کے علاوہ اور بہت سے رفاہی اداروں کی سرپرستی بھی درد دل کی بدولت قبول کئے ہوئے ہیں! صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ کربلا کے حق و باطل کے خونیں معرکہ میں عباس کے بازو اس لئے قلم کئے گئے اور اکبر کی لاش پر گھوڑے اس لئے دوڑائے گئے اور اصغر کے حلق پر تیر اس لئے چلایا گیا اور امام حسین کا گلا خنجر سے اس لئے کاٹا گیا کہ وہ ظالم جلا داور ملعون یزیدی درد دل کی دولت سے محروم ہو چکے تھے۔ اور اگر ان یزید کے عیاش چیلوں — ابن زیاد کے سفاک حواریوں اور شمر کے بے رحم فوجیوں میں درد دل کی ایک رائی بھی ہوتی تو سیدہ زینب کے خیموں کی آگ نہ لگاتے!

حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے زمانہ کے ایک مرد درویش اور جذب و مستی کے دریا میں ہمیشہ ڈوبے رہنے والے ایک مست — الست اور قلندر فقیر تھے وہ بھی بارگاہ ربوبیت سے درد دل کی دولت کا سوال کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

کفر کا فرار و دین دیندار را

قطرہ دردِ دل عطارا را

کہ رب دو جہاں میں تجھ سے مال و دولت کے ڈھیر طلب نہیں کرتا۔ سونے اور چاندی کے ذخیرے نہیں مانگتا۔ لعل و جواہرات کے خزانے نہیں چاہتا اور مجھے تخت و تاج اور لشکر و سپاہ نہیں چاہیے۔

بس میرے مولا — تو اپنی رحمت کے سمندر سے درد دل کا ایک قطرہ عطا کر دے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن جناب حاجی محمد یوسف صاحب کا پیر و مرشد کہتا ہے کہ درد دل کی دولت اگر نصیب ہو جائے تو پھر غیر فانی سبق پر عمل پیرا ہو کر انسان خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کر کے قیامت کے دن حوض کوثر کا پیالہ پینے اور جنت کی پر کیف فضاؤں میں فرشتوں کے ساتھ اگلی زندگی بسر کرنے کا سزاوار بن جاتا ہے۔ وہ غیر فانی سبق یہ ہے — کہ

برناں حق چتے سچ جہاں اندر

پر دین واسطے مریتے تاں جانان

درد اپنا جھب سمیٹ لینیں

دکھ غیراں دے جریں تے تاں جانان

اپنی ذات لئی لکھان دا خرچ کرنیں

پر — جھولی کسے یتیم دی بھریں تے تاں جانان

کسے ڈبڈے نوں بنے لان خاطر

اودھے نال بے تریں تے تاں جانان

حضرات محترم — میں نے حاجی محمد یوسف کی زندگی کے سفر کے ہر موڑ پر یہ

تمام خوبیاں دیکھی ہیں اور مہاجر ہونے کی حیثیت سے ان کی تنگدستی سے لے کر آج خوش حالی اور دولت کی فروانی اور امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ اور نوابی بود و باش ان ساری صفات سے متصف ہیں اور درد دل کا یہ غیر فانی سبق بھی انہیں اچھی طرح یاد ہے اور ہر وقت

اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

احباب کرام — یہ بھی یاد رہے کہ حاجی صاحب کے دونوں صاحبزادوں احسان احمد اور محمد اکرم کے نام بھی میرے رکھے ہوئے ہیں۔ اور اب ہمیشہ کے لئے یوسف کے نام سے پہلے احسان کا نام آتا رہے گا۔ اور یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ والدین کے فرمانبردار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے کاروبار کو اور بھی وسیع کرنے کی خاطر دن رات اپنے ماں باپ کے ساتھ مشغول رہتے ہیں اور اس عیاشی اور فحاشی کے دور اور گندے معاشرے میں بھی شرافت کے پیکر — بری مجلس سے دور رہنے کی عادت اور انکساری اور عاجزی کے مجسمہ نظر آتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اس گھرانے کا نام رہتی دنیا تک ہمیشہ روشن رہے اور حاجی صاحب کی فیاضی اور ان کی بیگم صاحبہ کی فراخ دلی کے باعث غریب و مفلس لوگ یتیم و بے سہارا آدمی اور محتاج و بے کس بیوہ عورتیں ان کے دروازے پر اپنی اپنی حاجتیں پوری کرتی رہیں۔

میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا پر اپنے اس مخلص — وفادار اور جانثار مرید کی زندگی کی کہانی ختم کرتا ہوں — کہ

سدا بہار رہے اس باغے کدی خزاں نہ آوے
ہوون فیض ہزاروں تائیں ہر بکھا پھل کھاوے

(آمین)

محترم دوستو! — آؤ میں آپ کو اپنے دو زندہ دل مریدوں کا تعارف بھی کراؤں جن کے چہروں پر کبھی اداسی، غمگینی اور پریشانی ظاہر نہیں ہوتے اور جو ہر وقت اور ہر حال میں اپنے آپ کو خوش رکھنے کے عادی ہیں۔ آج سے چھ سال پہلے اربع الاول شریف کو ہر سال کی طرح میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جشن پوری شان و شوکت سے رات تین بجے مرکزی جامع مسجد الفردوس منصور آباد میں منایا جا رہا تھا

ملک کے نامور نعت خواں اور ممتاز خطیب اور سرکردہ علماء کرام جشن پاک کو رونق بخشنے اور مسجد کی ساری انتظامیہ کمیٹی اور شہر اور مضافات شہر کے معزز اور صاحب ذوق حضرات محفل پاک کو زینت سے آراستہ کرنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔

جشن بہاراں کا سماں تھا۔ آسمانوں کے فرشتے بھی محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے جشن پر تحسین و آفرین کے پھول برسارہے تھے —

اس لئے نسل انسانی کا محسن عاصی اور مجرموں کا شافی — یتیموں اور بیگسوں کا حامی — بے سہارا اور بے آسرا لوگوں کا وارث اور رحمت دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی منائی جا رہی تھی — وفادار امتیوں کی طرف سے نذرانہ عقیدت پیش کیا جا رہا تھا۔

درود و سلام کا وزد جاری تھا اور اکیس گولوں کی سلامی دی جا رہی تھی اور ہر مسلمان کی زبان پر یہی ترانہ تھا — کہ

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
تیرے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی

اور —

صاحبزادہ سید افتخار الحسن بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ نذرانہ و عقیدت پیش کر رہا تھا — کہ

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

اچانک میری نظر اٹھی تو میں نے خوبصورت اور رنگ برنگی جھنڈیوں اور گلاب کے پھولوں کے ہاروں اور بجلی کے دل کش اور رنگین ققموں میں سے ان دونوں زندہ دل مریدوں کو بہترین لباس میں خراماں خراماں آتے دیکھا — ہاتھوں میں نوٹوں کے خوبصورت ہار اور مٹھائی کے ڈبے اور چہروں پر خوشی و مسرت کی جھلک۔

دوسرے صاحب ذوق حاضرین اور مداح رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر وجد میں آنے والے اور خوشی سے جھومنے والے سامعین کے ساتھ بیٹھ گئے۔

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایمان افروز محفل پاک ختم ہوئی تو ان دونوں یعنی میاں محمد اشرف — اور — چوہدھری محمد حنیف نے پوری عقیدت سے میرے آگے دامن پھیلائے اور نوٹوں کے ہار میرے گلے میں ڈالتے ہوئے اپنی تمنا اور اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے یہ التجا کی — کہ

”حضور ہمیں بھی اپنی غلامی میں داخل کر لو“

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن — انوار و تجلیات کی بارش — کیف و مستی میں ڈوبا ہوا ماحول اور صبح کا سہانا سماں اور پھر ایمان افروز ساعت اور روح پرور منظر میں ان دونوں کی التجا قبول اور نیک آرزو کو پورا کرتے ہوئے ان دونوں کو اپنے مریدوں کے رجسٹرڈ میں شامل کر لیا!

دونوں کا ایک ہی ذہن، دونوں کی ایک ہی برادری اور دونوں کا ایک ہی کاروبار

ہے۔

میاں محمد اشرف ”صداقت نمبر سٹور“ کے مالک ہیں — اور چوہدھری محمد حنیف ”غازی نمبر سٹور“ کے نگران اور پھر ان دونوں زندہ دل مریدوں کی عقیدت و محبت آہستہ آہستہ عشق کی منزل تک آن پہنچی ہے۔

میں جب کبھی اداس ہوتا ہوں اور میری طبیعت جب کبھی موجودہ گندی سیاست — غلیظ ماحول عیاش معاشرہ اور مسلمانوں میں نفرت و عداوت اور قتل و غارت کو

دیکھتے ہوئے اچاٹ ہو جاتی ہے تو ان دونوں کو بلا لیتا ہوں اور پھر یہ دونوں میرے زندہ دل مرید اپنی خوش مزاجی اور رنگین گفتگو سے میری اداسی کے خزاں رسیدہ گلشن کو تازہ بہار سے ہم کنار کر دیتے ہیں۔

اور میری طرح سے ملک میں مذہبی کشیدگی — سیاسی ناہمواری — مرکز اور صوبہ کے درمیان بے ہودہ کش مکش اور ملک کی آزادی کو خطرہ میں دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتے ہوئے اس کی پر زور مذمت کرتے ہیں — انسانیت اور شرافت کی چار دیواری میں رہ کر اپنے کاروبار میں صبح و شام مگن رہتے ہیں۔ اور لطف اور مزہ کی بات یہ ہے کہ جس طرح پاکستان کا ہر فرقہ میری پر جوش اور نکتہ آفرین خطاب کا محتاج ہے۔ اسی طرح ہر امیر و غریب۔ ہر شاہ و گدا اور ہر مل کا مالک اور مزدور اور ہر چوہدری اور ہر مزارع ان دونوں کی تعمیراتی لکڑی کا دستِ نگر ہے۔

دس لاکھ کا بنگلہ ہو یا دو ہزار کی کھٹیا، اور پچاس لاکھ کی کوھی ہو یا پانچ ہزار کی کلی، ان دونوں کے ٹمبروں سے دیار۔ کیلن، پڑتل اور صندل مارکیٹ اور بازار سے سستی لکڑی خریدنے والوں کا ہجوم رہتا ہے۔

حلیم اور نرم دل اتنے کہ اپنے دشمن اور مخالف سے انتقام لینے کا تصور بھی نہیں کرتے اور بہادر — جو انمزد اور حوصلہ مند اتنے کہ پہاڑوں سے بھی ٹکرا جائیں۔

میرے یہ دونوں زندہ دل مرید جب سے میری بیعت کی لڑی میں پروئے گئے اس دن سے میری خدمت اور میرے ہر حکم کی تعمیل کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

اسلام کا درد — دین کی تڑپ — نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو اور ملک و ملت سے ہمدرد و خیر خواہی ان دونوں کی زندگی کا مقصد اور غریب پروری — بیمار پرسی اور کسی مریض کی عیادت کرنا صرف کارِ ثواب ہی نہیں بلکہ عبادت سمجھ کر بھرپور تعاون کرنے کے عادی ہیں۔ اور اگر کسی مریض کی جان بچانے کیلئے خون کی بھی پر ضرورت ہو تو اپنا خون دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

ابھی چند دن ہوئے ضلع مظفر گڑھ کی تحصیل علی پور کا ایک گھرانہ اپنی بیمار بچی کو لے کر فیصل آباد آ گیا۔

چونکہ وہ گھرانہ میرا عقیدت مند تھا۔ اس لئے میرے پاس وہ لوگ آئے اور اپنی مشکلات اور ہسپتال کے اخراجات کا ذکر کیا۔

سرگودھا روڈ پر جمیل بھٹو ہسپتال میں بچی داخل تھی میں نے انہیں تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں انشاء اللہ العزیز ہر چیز بروقت آپ کو ملتی رہے گی۔

اور میں پندرہ دن تک ناشتہ — دوپہر کا کھانا، شام کا کھانا اور گھریلو ضروریات مہیا کرتا رہا، ایک دن میں نے میاں محمد اشرف سے اس کا ذکر کیا تو وہ اپنے ایک جگری دوست خالد گجر کو ساتھ لے کر ہسپتال پہنچ گئے اور اس دن کی تمام دوائیں اور کچھ نقد رقم بھی انہیں دے آئے جب کہ ان کے ساتھی نے بھی دوسروں پر بیمار پرسی کے اصل مقصد کے پیش نظر دیئے اور کوئی ایک ہزار کے قریب ان کی امداد کی۔

میں دو سال ہوئے بیمار ہو کر فیصل آباد کے سول ہسپتال یعنی بوچڑ خانہ میں داخل ہو گیا۔ بوچڑ خانہ اس لئے کہ اس میں نہ کوئی صاف ستھرا کمرہ اور نہ کسی پرائیویٹ کمرہ میں ”اے سی“ پرائیویٹ کمرہ دے دیا گیا جو کسی سبزی فروش کا کھوکھا معلوم ہوتا تھا۔ شدید گرمی اور رمضان المبارک اور مقدس مہینہ — شہر میں میری بیماری اور پھر سول ہسپتال میں داخلہ کی خبر پھیل گئی تو ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند ہسپتال پہنچ گئے۔

ان دونوں مخلص اور جانثار مریدوں کو بھی پتہ چلا تو گھبرائے ہوئے ہسپتال پہنچ گئے، انہوں نے جب دیکھا کہ کمرہ میں اے سی نہیں ہے تو ڈاکٹروں سے کہا کہ ایئر کولر کا ہی انتظام کر دو — مگر بوچڑ خانوں میں یہ سہولت کہاں —

ہم دونوں بھاگم بھاگ گئے اور شہر سے دو ایئر کولر لا کر نحوست و یوست سے بھر پور کمرہ میں لگا دیئے۔

ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے علاج شروع کر دیا جو واقعی ایک قابل اعتماد اور شریف

النفس ڈاکٹر ہیں۔

اسی سول ہسپتال میں ایک ڈاکٹر محمد نعیم صاحب بھی ہیں جو ہر وقت ایک تجربہ وڈ قصابی کی طرح غریب و مفلس مریضوں — بے سہارا و بے اسرا بیماروں اور بستر مرگ پر تڑپنے والے دکھی انسانوں سے بھی ہر روز دو سو روپے بطور فیس کے چھین لیتے ہیں

چنانچہ وہ ظالم ڈاکٹر میرے ساتھ بھی یہی بے انصافی اور زیادتی کرتا رہا۔
شام چار بجے آتا — اور پیٹ پر دو ٹھونگے مار کر اور یہ پوچھ کر ہر روز دو سو روپے چھین کر لے جاتا — کہ
شاہ صاحب کیا حال ہے؟

غرضیکہ — میرے یہ دونوں زندہ دل اور مخلص مرید اپنے کاروبار میں ہمہ وقت مصروف رہنے اور زندگی کی دوسری ذاتی مصروفیات کے باوجود بھی ان کا دھیان میری خدمت کی طرف لگا رہتا ہے۔

اور جب بھی لکڑی لینے کے لئے سوات جاتے ہیں تو خالی ہاتھ واپس نہیں آتے، کبھی صوفہ سیٹ، کبھی چائے کا سیٹ، کبھی کھانے کا سیٹ اور کبھی قیمتی دو شالہ اور کبھی بہترین اور خوبصورت ٹیپ ریکارڈر لے کے آتے ہیں۔ اور ان تحائف کے علاوہ بھی اپنا سارا مال و متاع مجھ پر نثار کرنے کو کمر بستہ رہتے ہیں۔

میاں محمد اشرف — شادی کے بعد کئی سال تک اولاد نرینہ سے محروم رہنے کے بعد — ایک دن بڑے ہی معصومانہ انداز اور نہایت ہی مایوسانہ لہجہ میں مجھ سے کہنے لگا۔

حضور — اولاد نرینہ کے لئے دعا فرمائیں۔

میں نے کہا — محرم پاک میں امام حسین علیہ السلام کی مقدس بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے ایک مجلس پاک کا انتظام کرو، انشاء اللہ العزیز اولاد نرینہ

کی آرزو پوری ہوگی۔

چنانچہ — میرے اس زندہ دل مرید نے جامع مسجد حبیبیہ نگہبان پورہ میں اہل بیت رسول کی شان و عظمت کے موضوع پر ایک پروقار — پرسوز اور ایمان افروز محفل اقدس کا انتظام کر دیا۔ چوہدری محمد حنیف بھی اس کار خیر میں اس کے معاون تھے۔

پہلے مولانا قاری ریاض احمد صاحب نے نہایت ہی پیارے انداز میں خطاب کیا جو اس مسجد کے خوش الحان اور قابل قدر خطیب ہیں اس کے بعد میں نے تقریر کے بعد بارگاہ خداوندی میں دعا کی —

کہ اے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نوے سال کی عمر میں حلیم بیٹے اسمعیل کی خوشخبری سنانے والے رب دو جہاں اور حضرت ذکریا علیہ السلام کو سو سال کے بعد یحییٰ علیہ السلام بیٹا عطا کرنے والے خالق کائنات اور لفظ کن سے عدم کے اندھیروں میں ہست و بو کا اجالا کرنے والے رب غفور رحیم اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا صدقہ اور میرے مرشد پاک شہباز لامکانی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی سرکار علی پور شریف کا واسطہ میرے وفادار اور زندہ دل مرید محمد اشرف کو فرزند ارجمند عطا فرمادے۔

دعا قبول ہوگئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے محمد اشرف کو خوبصورت اور چاند سے مکھڑے والا بیٹا عطا فرمادیا۔ اور اب یہ محفل پاک ہر سال ہونی قرار پائی ہے۔

اللہ کریم کے اس خاص لطف و کرم کے باعث محمد اشرف کی اداس اور مایوس زندگی کے اندھیروں میں خوشی و مسرت کا اجالا ہو گیا اور اس کی زندگی کی تاریک راتوں میں چمکتا ہوا چاند نکل آیا اور اس کی زندگی کے گلشن میں تازہ بہار آگئی۔

اور جہاں تک چوہدری محمد حنیف کے صبر و تحمل اور بلند حوصلہ کا تعلق ہے وہ بھی دیکھا جائے تو اس کی مثال نہیں ملتی۔

دو سال ہوئے کسی دشمن نے اس کے ٹبر یعنی عمارتی لکڑی کے ستور میں آگ لگا دی جس سے بہت سی لکڑی جل کر راکھ بن گئی اور لاکھوں کا نقصان ہو گیا لیکن محمد حنیف کے چہرہ پر نہ کوئی ملال کا نشان تھا اور نہ ہی دل میں کسی افسوس اور پریشانی کی لکیر — وہی صبر و شکر اور وہی تقدیر پر راضی اور — سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ میرے اس وفادار اور زندہ دل مرید کے صبر و شکر اور اس کی زندہ دل کا ہی نتیجہ ہے کہ چند ہی دنوں میں نئی عمارت بھی کھڑی ہو گئی اور ٹبر پر وہی چہل پہل دکھائی دینے لگی۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ مجھے ایسے زندہ دل اور وفادار مریدوں پر فخر ہے۔

حضرات مکرم! — آؤ آپ کو ایک ایسے پیارے اور فداکار مرید کی پہچان بھی کراؤں جس پر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مصرعہ پوری طرح صادق آتا ہے — کہ

دل دریا سمندروں ڈوہنگے کون دلاں دیاں جانے ہو

نام اس جانثار مرید کا حاجی عبدالغفور ہے جس کی فیاضی، مہمان نوازی اور دریادلی کا یہ عالم ہے کہ ہر روز اس کی دریادلی کے دریا سے ہزاروں لہریں اٹھتی رہتی ہیں اور ہر رشتہ دار — ہر برادری اور ہر چھوٹے بڑے مہمان کو وسیع دسترخوان سے کئی قسم کے لذیذ اور پر تکلف کھانوں سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ اور حاجی عبدالغفور کی رشتہ داری، برادری اور دوستوں کا دائرہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے اور پھر اس کی دریادلی صرف اپنے رشتہ داروں — بہنوں اور دوستوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ سال میں چار مذہبی تقریبات پر بھی ہزاروں روپے خرچ کر کے اپنی فیاضی — دریادلی اور سخاوت کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔

(۱) مثلاً — ہر سال دس محرم پاک کو اپنے خوبصورت بنگلہ میں ”شہدائے کربلا“ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے پوری عقیدت محبت اور پوری ارادت

سے ایک ایمان افروز محفل پاک کا انتظام بڑی شان و شوکت سے کرتے ہیں۔ جس میں سردار محمد سردار کے علاوہ ممتاز خطیب حضرات کے علاوہ میرا بھی بیان ہوتا ہے اور پھر بھی میں وسیع لنگر، حاضرین و سامعین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۲) اور پھر ہر سال سترہ رمضان المبارک کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد میں ایک نورانی محفل پاک اور افطاری کا روح پرور اور دلکش اہتمام کر کے اپنی دریادلی کی عقیدت و محبت کی موجوں کے ذریعہ افطاری کے ثواب سے اپنا دامن بھر لیتے ہیں ہ

اور اس محفل پاک کی سب سے بڑی سعادت، برکت اور خوش قسمتی یہ ہوتی ہے کہ اس کو رونق، زینت بخشنے اور اسے دربار رسالت اور ازواج مطہرات کے حضور قبول کروانے کے لئے حضرت قبلہ عالم نقش لاثانی۔ غوث صمدانی صاحبزادہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلوہ افروز ہوتے رہے ہیں۔

مسند نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف

اور — اب انشاء اللہ العزیز حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال پاک کے بعد آپ کے صحیح جانشین اور فرشتہ سیرت صاحبزادہ پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب حاجی عبدالغفور کی اس نورانی اور ایمانی محفل اقدس میں رونق افروز ہوتے رہیں گے۔

(۳) اور پھر مذکورہ بالا دینی۔ مذہبی اور خالص روحانی محافل کے علاوہ ہر سال سات اپریل کو اپنے والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایصال ثواب کے لئے — ان کی قبروں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اور ان کی قبروں کو نور ایمان سے منور کرنے کے لئے اور قبروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کی چادر کا سایہ کروانے کے لئے اپنی دریادلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت ہی پیارے اور خوبصورت انداز میں ختم شریف کا انتظام کرتے ہوئے نعت خوانی اور قرآن خوانی کے ساتھ علمائے کرام

کی تقریروں کا بھی پروگرام بنا کر اور پر تکلیف لنگر کا بھی انتظام کر کے اپنے ماں باپ کو اور دنیا والوں کو بتا دیتے ہیں کہ جس طرح حاجی عبدالغفور ان کی زندگی میں ان کی اطاعت۔ فرمانبرداری اور خدمت کرتا رہتا ہے وہ ان کے مرنے کے بعد آج بھی اسی طرح سے اطاعت شعار — فرمانبردار اور خدمت گزار ہے۔

(۴) اپنے والدین کے سالانہ ختم شریف کے علاوہ ہر مہینہ گیارہویں شریف کا ختم پاک بھی دلانا حاجی صاحب کی عادت بن چکی ہے۔

اور پھر ان کے علاوہ ہر سال قربانی کے موقعہ پر ۲۵ ہزار روپے کی قربانی کر کے بھی اپنی دریا دلی کا ثبوت مہیا کرتے رہتے ہیں۔ قربانی کے جانور یہ ہوتے ہیں — ایک اونٹ، ایک گائے، چادلیسی بکرے اور چار چھترے قارئین کرام — یہ سارا سلسلہ اور پھر وسیع سالانہ پروگرام یعنی نورانی محفلیں، — والدین کا ختم — گیارہویں کا ختم شریف اور قربانی کا قیمتی نذرانہ صرف حاجی عبدالغفور تک ہی محدود نہیں بلکہ ان سارے کارہائے ثواب میں ان کی اہلیہ بھی برابر کی شریک ہوتی ہے اور ہر وقت مہمان نوازی میں مصروف رہتے ہوئے اپنی خوش خلقی — خوش مزاجی اور دھیمی طبیعت رکھنے کے باعث اپنی ساری برادری میں عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ نہ کسی سے دکھ نہ دیر نہ پیشانی پر بل اور نہ ماتھے پر شکن — ہر رشتہ دار کی خدمت کی لگن اور مہمان کی مہمان نوازی میں لگن!

بس یوں سمجھئے کہ حاجی عبدالغفور میرا ایک دریا دل مرید ہے اور ان کی اہل خانہ اس دریا کی ایک زندہ دل موج ہے جو اپنی اس زندہ دلی کی وجہ سے اپنی ساری برادری کے ساتھ نہایت ہی پر تپاک انداز اور بڑے ہی احسن طریقہ سے میل ملاپ رکھنے کے ساتھ ساتھ ہر ایک سے حسن سلوک اور حسن اخلاق کا بھرپور کردار ادا کرتی رہتی ہے۔

ہمارے ساتھ حاجی صاحب کی اس زندہ دل اہلیہ کی عقیدت کی انتہا یہ ہے کہ اب پیروی اور مریدی کی منزل سے گزر کر میری بیوی کو اپنی ماں سمجھتی ہے اور مجھے اپنا باپ

تصور کرتی ہے۔

اور پھر لطف اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اس عیاشی اور فحاشی کے ماحول میں جہاں اولاد اپنے والدین کی نافرمانی ہو چکی ہے وہاں حاجی عبدالغفور کے بچے اس گندے ماحول سے دور رہتے ہوئے اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری میں مصروف رہنے کے ساتھ ساتھ اپنے وسیع کاروبار میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتے رہتے ہیں اور مجھے دیکھ لیتے ہیں تو خوشی سے اچھل پڑتے ہیں!

اور جہاں تک حاجی عبدالغفور کے والدین مرحوم کی ذات کا تعلق ہے ان کے والد صاحب حاجی نور محمد صاحب مرحوم ایک بچے اور سچے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ پیروں فقیروں کی خدمت اور سیوا کرنی اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ خود بھی شریف النفس، حلیم الطبع اور فقیر منش انسان تھے اور وہ اپنے دل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی شمع جلائے رکھتے تھے!

اور حاجی صاحب کی والدہ مرحومہ کی خیرات و سخاوت کا یہ حال تھا کہ وہ ہر روز پیسے اپنی جیب میں رکھ لیتی تھیں اور پھر دروازہ پر آنے والے ہر بھکاری کی خواہش پوری کر دیتی تھیں۔

مجھ پر ان کی شفقت اور میرے ساتھ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ میری بھینس نے دودھ دینا چھوڑ دیا تو میں حاجی صاحب کو ملنے گیا اور بھینس کے دودھ نہ دینے کا ذکر کیا —

حاجی صاحب کی والدہ نے سنا تو کہا —

بابو — اپنی بھینس کھول کر شاہ صاحب کے گھر چھوڑ آؤ۔

بس پھر حاجی صاحب کی ماں کی اطاعت و فرمانبرداری دیکھ کہ اسی وقت ماں کے فرمان کو پورا کر دیا۔

حضرات گرامی! یہ بھی یاد رہے کہ میری غلامی کی زنجیر میں گرفتار ہونے سے پہلے

ان کی صرف آٹھ دس پاور لومز تھیں اور ایک ناہموار مکان تھا۔

مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور خدا جانے کس مرد درویش کی دعاؤں کے نتیجے میں ایک سو سے زائد لومز اور ایک خوبصورت، کشادہ اور خوشنما اور بنگلہ نما مکان کے مالک ہیں۔ اور اپنے وسیع کاروبار کے ساتھ ساتھ میرا مختصر سا لومز کا کاروبار بھی پوری دیانت داری۔ دیکھ بھال اور احسن طریقہ سے چلا رہے ہیں اور پھر اس کی آمدن سے مجھے ہر سال مندرجہ ذیل اشیاء مہیا کرتے رہتے ہیں۔

گندم کے لئے تین ہزار روپے

قربانی کے لئے چار ہزار روپے

ہر مہینے ایک ہزار روپے

آخر میں حاجی صاحب ”عبدالغفور صاحب“ کی عقیدت، وفاداری اور دریادلی کی ایک مثال بھی ملاحظہ ہو کہ ۱۹۷۹ء میں اہل ایمان حضرات حج بیت اللہ شریف — دیار حبیب خدا یعنی مدینہ منورہ کے شوق سفر اور زیارت روضہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درخواستیں دے رہے تھے کہ ایک جمعۃ المبارک کے خطبہ مبارکہ میں ہیں بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ کے فضائل کے مقدس موضوع پر تقریر کر رہا تھا کہ اچانک آنکھوں کے سامنے مدینہ شریف کا حسین نقشہ اور گنبد اخضرء کا خوبصورت تصور آ گیا اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور پھر عقیدت کے جذبات میں ڈوب کر میری زبان پر یہ شعر آ گیا اور رب دو جہاں کی بارگاہ میں التجا کی — کہ

اک واری مدینہ توں دکھا دے تے پھیر بھانویں جان کڈھ لیں

میرے دل دی پیاس توں بجھا دے تے پھیر بھانویں جان کڈھ لیں

اگلی صبح ہوئی تو حاجی صاحب بمع اپنی اہلیہ کے حاضر ہوئے اور نہایت ہی ایمان

افروز اور دلکش انداز میں کہنے لگے۔

سرکار — چلو حج مبارک کی درخواست دے آئیں۔

پھر میرے ساتھ اپنی بھی درخواست دے آئے۔

اور پھر یہ قدرت کے فیصلے اور مدینہ پاک سے بلاوے کی بات ہے کہ ان کی درخواست تو منظور نہ ہو سکی اور میری درخواست نے شرف قبولیت پالیا اور پھر اللہ کریم کے لطف و کرم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور بندہ پروری کی شان دیکھ کر حکومت پاکستان کی طرف مجھے امیر الحج بنا کر حج بیت اللہ شریف کے لئے بھیجا گیا۔

حضرات گرامی!

یہ بھی یاد رہے کہ پچھلے سال میں ناروے کے ایک ماہ کے تبلیغی دورہ سے واپس آیا تو صاحب صاحب نے میرے استقبال اور میری واپسی کی خوشی میں حاجی صابر حسین کے تعاون سے عام لنگر کا انتظام کر رکھا تھا!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کو ایسے وفادار، جاں نثار اور دریا دل مریدوں پر

ناز ہے۔

قارئین کرام — حاجی عبدالغفور صاحب کے ساتھ ہی میرے دو اور نیاز مند اور وفادار فرمانبرداری کے پیکر مرید عبدالجید اور محمد رفیق بھی ہیں جو اتنے بڑے دولت مند تو نہیں مگر عقیدت و اطاعت کے کوہ گراں ہونے کے ساتھ ساتھ سرفروشی کے جذبہ سے بھی بھرپور ہیں اور اپنی سادہ مزاجی اور طبیعت کی تازگی کے باعث ہمیشہ اور ہر حالت میں خوش و خرم رہنے کے ساتھ ساتھ میری عزت اور خدمت کے گلشن میں تازہ پھولوں کی طرح سے مہکتے رہتے ہیں۔

اور میرے مقام اور احترام کو دل و جان سے سمجھنے کے پیش نظر میرے مریدوں

پر فخر کرتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم ان دونوں کے کاروبار میں برکت دے اور ان کے رزق

میں کشادگی عطا فرمائے۔ آمین

محترم بزرگو — آؤ آپ کو ملتان کے اپنے ایسے حقیقت شناس اور حق پرست

مریدوں کے ایک ٹولے کا تعارف کراؤں کہ جنہیں مسکینوں کا ٹولہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔

نام ان کے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- محمد حسین ۲- محمد اسحاق ۳- محمد اسلم ۴- محمد شفیق ۵- محمد رفیق ۶- غلام رسول
۷- عمر دین اور ۸- عبدالرحمن

عمر دین مرید تو حضرت خطیب پاکستان جناب غلام حسین صاحب آف گوجرہ کا ہے مگر میرے ساتھ دل و جان سے عقیدت رکھنے کے ساتھ ساتھ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی کا شوق بھی رکھتا ہے۔

ملتان کی میری ساری خط و کتابت اسی کی معرفت ہوتی ہے لیکن یہ میری محبت میں اتنا گم اور سرمست ہے کہ کبھی کسی کا خط کسی اور کو دے دیتا ہے اور کسی اور کا لفافہ کسی اور کو — محمد حسین ان کا رنگ ماسٹر ہے۔

یہی حال عبدالرحمن کا ہے کہ میرا مرید نہ ہونے کے باوجود بھی میری عقیدت کی سونے کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے اور میری خدمت کے جذبہ سے بھی سرفراز ہے اور ان میں سے کوئی بھی کسی بڑے کاروبار سے تعلق نہیں رکھتا صرف محنت کش مزدوروں کی طرح اپنی گزراوقات کرتے ہیں۔

اور ملتان کے میرے مریدوں کا یہ رنگین ٹولہ اور فرمانبردار گروہ اپنی مالی حالت کی کمزوری کے باوجود بھی اپنے دلوں میں میری محبت و عقیدت کے پہاڑ رکھتے ہیں اور میں جب بھی ملتان جاتا ہوں تو سارا سارا دن میری خدمت اور میرے ہر حکم کی تعمیل کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

اور سب سے بڑی بات اور سب سے بڑی خوبی میرے ان مخلص و جانثار مریدوں میں یہ ہے کہ اس عیاشی و فحاشی کے دور اور غلیظ اور گندے ماحول میں انسانیت و شرافت کے موتی اپنے اپنے دامن میں رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ طریقت

کے بھائیوں کی طرح محبت، انس اور پیار کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔
حضرات — یاد رہے کہ اس خوش مزاج اور رنگین ٹولہ میں محمد حسین کا نام
سرفہرست آتا ہے۔ جو ”علی ٹیکسٹائل ملز ملتان“ کی ایک بہت بڑی اور مشہور و معروف
دکان میں ملازم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا مال و متاع مجھ پر نچھاور کر دینے کو بھی تیار
رہتا ہے اور پیر و مرشد کے آداب کے پیش نظر اگر کسی بے ادب اور گستاخ کی زبان سے
میرے متعلق کوئی نازیبا الفاظ بھی سن لیتا ہے تو پھر مرنے مارنے پر اتر آتا ہے۔

حضرات گرامی!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی — کہتا ہے کہ اگرچہ میرے مریدوں کا ہوا جاشار
ٹولہ غریب ہے تو بھی خوش قسمت ہے اور اگرچہ یہ مفلس ہے تو بھی خوش نصیب ہے اور
اگر فقیر ہے تو بھی خوش بخت ہے اس لئے کہ درود تاج میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کے نہایت ہی ایمان افروز القابات میں یہ بھی ہیں۔

محبت الفقراء والغریباء والمساکین۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فقروں غریبوں اور مسکینوں سے محبت کرنے والے

ہیں۔

سید افتخار الحسن زیدی مزید کہتا ہے کہ ہر فقیر۔ ہر غریب اور ہر مسکین مسلمان کو
اپنے فقیر ہونے پر — اپنے غریب ہونے پر اور اپنے مسکین ہونے پر فخر کرنا چاہئے
— کیونکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں ان الفاظ میں دعا کی
ہے کہ:

یا اللہ — ”مجھے زندہ رکھو تو مسکینوں میں — مجھے موت دو تو مسکینوں میں

اور مجھے روز حشر اٹھاؤ تو مسکینوں میں۔“

تو —

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم آپ نے یہ دعا کیوں کی ہے تو رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’ ان الغرباء یدخلون الجنۃ قبل الاغنیاء اربعین۔‘

کہ غریب — فقیر اور مسکین لوگ امیروں سے دولت مندوں سے اور سرمایہ داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔
اور پھر ارشاد نبوت ہے۔

طوبی للغرباء

کہ غریبوں کے لئے خوش خبری ہے۔

کس کی —

سید افتخار الحسن کہتا ہے

جنت کی —

اور پھر فرمایا:

بدء الاسلام فی الغرباء وسیعود فی الغرباء کہ —

اسلام غریبوں میں آیا — غریبوں میں رہے گا۔ اور غریبوں میں ہی لوٹ کر

واپس جائے گا۔

درویش لاہوری اقبال مرحوم بھی کہتا ہے۔

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آراء تو غریب

اور زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب

اور نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب

اور پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

اور امراء نشہ دولت میں ہیں غافل ہم سے

زندہ ہے ملت بیضاء غرباء کے دم سے

محترم قارئین! — آؤ ذرا میں آپ کو اپنے تین ایسے عقیدت مندوں کی جان پہچان بھی کراتا چلا جاؤں جو میرے حلقہٴ مریدین میں شامل نہ ہونے کے باوجود بھی میرا ادب و احترام اسی طرح سے کرتے ہیں جیسے ایک مخلص اور وفادار مرید اپنے پیرو مرشد کا کیا کرتا ہے اور میرے ساتھ اسی انداز میں محبت اور عقیدت رکھتے ہیں جس انداز میں ایک نیازمند انسان اپنے کسی بزرگ پیشوا کی عزت اور خدمت کا جذبہ رکھتا ہے یہ تینوں بھائی یعنی میاں محمد نعیم، میاں محمد اعظم اور میاں محمد ناصر چنیوٹ کی مشہور اور سرمایہ دار شیخ برادری سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ نیک اور صالح ماں باپ کے نور نظر بھی ہیں اور تینوں سوتی اور سلکی لومز کی فیکٹریں کے مالک ہونے کے باوجود ہر ایک کی پیشانی پر سادگی کی لکیریں — ہر ایک کے چہرے پر انسانیت کی جھلک اور ہر ایک کے ماتھے پر انکساری کی روشنی دکھائی دیتی ہے۔

اور جو پاکستان کے لئیرے سرمایہ داروں، عیاش چوہدریوں اور بے رحم مل مالکوں کی طرح نہیں ہیں جو غریبوں اور مفلسوں کی جھونپڑیوں کو مسمار کر کے اپنے پلازے تعمیر کرتے رہتے اور لنگڑے اور اپاہج لوگوں کے کھوکھوں کو ڈھا کر اپنی اپنی کوٹھیوں پر ان فاقہ کشوں کے خون سے رنگین کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی دولت کے نشہ میں بدمست اور گمراہ ہو کر اپنے مزدوروں کے ساتھ ظلم و ستم کرنے کے ساتھ ساتھ بے کس و بے سہارا عورتوں کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے سروں سے شرم و حیا کی چادریں بھی چھین لیتے ہیں۔

نہیں — بلکہ یہ تینوں بھائی تو اپنی اپنی سوتی اور ریشمی فیکٹریوں میں تیار ہونے والے کپڑے سے محتاج لوگوں اور بے سہارا اور بیوہ عورتوں کے ننگے سروں کو ڈھا پنے اور ان کی عزت و ناموش کی حفاظت کے لئے ہر سال ہزاروں گز کپڑا تقسیم کر دیتے ہیں۔

حضرات گرامی — یاد رہے کہ دنیا کی ہر نعمت سے مالا مال ہونے اور امیرانہ

ٹھاٹھ باٹھ اور خوبصورت کوٹھیوں میں رہنے اور دولت — جوانی اور بھرپور شباب رکھنے کے باوجود میرے ان تینوں عقیدت مندوں میں کوئی بری عادت نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ نیک اور صالح والدین کی اچھی تربیت اور خصوصاً ماں کے پاک دودھ کا اثر بھی ہے۔

میاں محمد اعظم اور میاں محمد ناصر ہر سال رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں میری اور میرے اہل خانہ کی پر تکلف اور پر ذوق افطاری اور خورد و نوش کا اعلیٰ انتظام کرنے کے ساتھ ساتھ کئی قسم کے تحائف بھی نذرانہ کے طور پر پیش کرتے ہیں اور اس سال تو گھریلو سامان اور اعلیٰ قسم کے کپڑوں کے ساتھ انہوں نے ماہ کنعان کتاب کے لئے ایک ہزار روپے نقد بھی پیش کر کے بھرپور تعاون کا مظاہرہ بھی کیا!

اور یہی حال میاں محمد نعیم کا ہے جو نہایت ہی ادب و احترام اور پوری عقیدت سے میرے آگے سر جھکا کر اپنی عقیدت اور نیاز مندی کا اظہار کرنے کا عادی ہے۔ کبھی نقد نذرانہ اور کبھی کپڑے کے تھان کی پیشکش اور یہ تینوں بھائی ہیں اور گہرے دوست بھی ہیں ایک ہی گھرانے کے چشم و چراغ ہونے کے ساتھ ساتھ آپس میں اتحاد — یگانگت اور محبت کی دولت سے بھی مالا مال ہیں اور صرف اعلیٰ نسل کے گھوڑوں اور نیزہ بازی کا شوق رکھتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ میاں اعظم اور ناصر کے والد گرامی میاں محمد سلیم مرحوم اور میاں قمر نعیم کے ماں باپ مرحوم کی قبروں پر اللہ کریم اپنی رحمت کی چادر کا سایہ رکھے میاں محمد نعیم صاحب کی یہ انتہائی خوش نصیبی ہے کہ ان کے والدین آخری دم تک ان کے پاس رہے اور یہ ان کی خدمت کرتے رہے اور والدین کی بیماریوں پر لاکھوں روپے خرچ کر دیئے لیکن موت کے فرشتہ کا راستہ نہ روک سکے۔

ان تینوں کا راز دن اور میرا درباری نعمت خوان خلیفہ مختار ان تینوں کی زندگی کا ایک با اعتماد اور وفادار ساتھی ہے۔

یوسف چھپے دس زینجا کدھر گئی جوانی
 کہے زینجا عشق تیرے وچہ کر دتی قربانی
 کہے زینجا ایہو ویلا دل دے راز کھلن دا
 یوسف کہے اوہ اوکھا ویلا وقت اعمال تلن دا

میں اپنی اس کتاب ”ماہ کنعان“ یعنی تفسیر سورۃ یوسف علیہ السلام کا پہلا حصہ ان

دعاؤں پر ختم کرتا ہوں۔

اے پروردگار عالم!

دلوں کو مرکز مہر و وفا کر
 حریم کبریا سے آشنا کر
 جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
 اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر
 عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
 شریکِ زمرة لائخزنوں کر
 خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
 میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

سید افتخار الحسن

تہجد کے وقت

سید محمد یعقوب

گزارش

حضرات گرامی — مجھ جیسا کم علم۔ کم عقل اور کم فہم انسان بھلا، قرآن کریم کے احسن القصص یعنی سوہنا قصہ۔ یعنی تفسیر حضرت یوسف علیہ السلام بھلا کیسے لکھ سکتا تھا۔

اور دن رات اپنے لخت بھگر شہزادہ انوار الحسن زیدی مرحوم کے غم میں آنسو بہانے والا آدمی اور پھر پاکستان کو تخریب کاری کی زد میں دیکھ کر پریشان رہنے والا اور طویل علالت کے باعث کانٹوں کے بستر پر کروٹیں بدلنے والا صاحبزادہ سید افتخار الحسن اس مقدس اور پاکیزہ موضوع پر بھلا کیسے قلم اٹھا سکتا تھا۔

مگر باپ کے خون۔ ماں کی دعاؤں حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیض اور جناب شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب کے لطف و کرم کے باعث علم دین کا خزانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہونے کے ساتھ ساتھ خطابت کے میدان میں شہسوار بھی بن گیا۔

اور پھر میں نے انہیں حضرات کے صدقہ و طفیل قلم اٹھایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تفسیر کا پہلا حصہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مرشد لاثانی کی ظاہری و باطنی توجہات کے باعث نہایت ہی خوش

اسلوبی سے اختتام کو پہنچا۔

اب میری قارئین کرام کی خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ اگر میری اس کتاب ”ماہِ مکنعان“ میں کوئی لغزش اور کہیں کوئی غلطی دیکھیں تو اسے معاف کر دیں اور میری صحت کاملہ کے لئے خاتمہ بالا ایمان کے لئے دعا کریں۔

سید افتخار الحسن

آغاز ۱۸- اگست ۱۹۷۷ء

اختتام ۱۵- فروری ۱۹۸۹ء

علماء خطباء اور طلباء کیلئے بہترین جامع اور مدلل مجموعہ وعظ

از: استاد العلماء

حضرت علامہ مولانا
نور محمد
قادری حشری رحمتہ اللہ علیہ

ورانی وعظ

مختصر
تعارف

حصہ اول

حصہ دوم

حصہ سوم

حصہ چہارم

حصہ پنجم

حصہ ششم

تخلیق نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، والدین کریمین کا اسلام، ولادت با سعادت، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمال و خصال، علیہ مبارک اور اخلاق حسنہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بچپن اور عہد شباب، مکہ میں دعوت و تبلیغ کا آغاز اور کفار و مشرکین کے مظالم واقعہ معراج کی شان و عظمت اور حکمت و فلسفہ مدینہ میں اسلام کی اشاعت، ہجرت، مواعظ اور تعمیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان پر معجزات عقیدہ ختم نبوت اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق شفاعت قرآن حدیث کی روشنی میں آیات مشابہات کی شبہات کا ازالہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض وصال۔

فضائل اہل بیت سیدہ کائنات، ازواج مطہرات، حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے تفصیلی حالات اور فضائل و مناقب، یزید کے احوال اور واقعہ کربلا کا مفصل بیان۔

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن حدیث کی روشنی میں سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا مولا علی اور سیدنا امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات زندگی اور فضائل و مناقب کا بیان۔

اولیاء کرام کی شان و عظمت قرآن حدیث کی روشنی میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات زندگی، رتبہ علم و ولایت، اخلاق اور کمالات فضائل کا بیان۔

ناشر: مکتبہ نوریہ ضویہ گلبرگ، فیصل آباد

علماء و خطباء

کتاب الخطب

استاذ العلماء حضرت علامہ کی مایہ ناز تصنیف

لاور عماد النبال کے لئے مفید اور نایاب سلسلہ

گلارہ و گلزار

ماہ محرم الحرام	حجرت اول	محرم الحرام شریف سے متعلق بارہ خطبوں پر مشتمل
ماہ صفر المظفر	حجرت دوم	ولایت کا تعارف اور ماہ صفر میں فضائل پانے والے بارہ وعظ
ماہ ربیع الاول	حجرت سوم	میلادِ سرکارِ دو عالم پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ ربیع الثانی	حجرت چہارم	علاوہ اربعہ مجتہدین اولیاء اللہ اور حضور شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ جمادی الاولیٰ	حجرت پنجم	مقصدِ تخلیق اور نماز پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ جمادی الاخریٰ	حجرت ششم	جمادی فی الاخریٰ کا تعارف اور سیدنا صیرق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے پہلوؤں پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ رجب المرجب	حجرت ہفتم	سراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور خواجہ اجتمہی دیگر مشہور علمائے دینی پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ شعبان المعظم	حجرت ہشتم	فضائل شعبان فضائل زکوٰۃ، شہادے، قبلہ اور بارہ وعظ
ماہ رمضان المبارک	حجرت نہم	فضائل رمضان، فضائل قرآن، فضائل لیلۃ القدر کے علاوہ حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ اور جنگ بدر جیسے موضوعات پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ شوال المکرم	حجرت دہم	فضائل عید الفطر، فضائل صدقہ کے علاوہ حقوق والدین، روح پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ ذیقعدہ	حجرت یازدہم	فضائل ذیقعدہ، فضائل بیستہ المنور، تکریم اللہ، عمرہ اور دیگر موضوعات پر مشتمل بارہ وعظ
ماہ ذی الحجۃ	حجرت دواہم	فضائل ذی الحجۃ، فضائل و مسائل حج، میلادِ علمی، شہادت پر مشتمل بارہ وعظ

قرآن و حدیث اور تاریخ و تفسیر کی معتبر اور کتب کے حوالہ جات سے مزین ایسا نایاب سلسلہ آج ہی اپنے قریبی کتابخانے سے طلب فرمائیں

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

انشاء اللہ! عنقریب آپ کے پاس

ذوقِ خطیب

حصہ
چہارم

تصنیفِ لطیف، خطیبِ پاکستان علامہ قاری فیض المصطفیٰ عتیقی صاحب

امام الانبیاء علیہم السلام کی وفات شریفہ وفات کے بعد مینہ شریفہ کے حالات، صحابہ کرام پر کیا گزری وفات شریفہ ہوتی کھسے، حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر اینوں اور بیرون کے دلائل علماء خطباء عوام کے لئے انمول خزانہ خوبصورت عربی فارسی اردو پنجابی اشعار جواب کی من پسند کتاب پڑھ کر دلِ باغ باغ ہو۔ انشاء اللہ۔

ملنے کے مکتبہ لوریہ ضویہ گلبرگ سے فیصل آباد فون ۶۲۶۰۶۲/۱۱ گنج بخش روڈ لاہور فون پتے عتیقی کتب خانہ عزیز میسجڈ واٹر سپلائی روڈ ٹرگودھا فون نمبر ۰۵۰۰۲۰۵

انشاء اللہ! عنقریب مارکیٹ میں دستیاب ہوگا۔

عتیقی قاری

تصنیف
علامہ قاری
فیض المصطفیٰ عتیقی صاحب

تجدید قرأت پر بہتر نسخہ اور آسان قاعدہ جو کہ سرنچے کی سمجھ میں آجائے، سوال جواب کی شکل میں قرأت کے قوانین قرأت کا فن سیکھنے کے لئے ہر صاحب کی ضرورت۔

فون رابطہ ۰۵۰۰۲۰۵

گزشتہ خطبہ

کی بے پناہ مقبولیت عوام و خواص
میں اس کتاب کی انتہائی پذیرائی

کے بعد شہریت عالمی کے گزشتہ خطبہ کی مقبولیت کی منقذات قرآن کے
صدفی، نحوی اور لغوی مباحث پر مشتمل ایک منفرد اور شاندار پیشکش

تشریح و تفسیر قرآن حکیم

کے لیے ایک

بہترین

ادبی تحفہ

گزشتہ خطبہ

تشریح و تفسیر قرآن حکیم

مشورہ

- گزشتہ خطبہ میں منقذات قرآن کے صدفی و نحوی اور لغوی مباحث کو جس انداز میں بیان کیا گیا ہے اس کی مثال کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی۔
- کتاب کی ترتیب و ترمیم چونکہ ترجمہ و تفسیر کے تعلیمی بہت سی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے اس لیے اس کتاب کی اصلاحیت اور طلب اسکی اشاعت سے پہلے ہی بہت زیادہ ہو چکی ہے۔
- گزشتہ خطبہ میں منقذات قرآن کے صدفی و نحوی اور لغوی مباحث کو جس انداز میں بیان کیا گیا ہے اس کی مثال کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی۔

- اس کتاب میں کلمات و تراکیب کا انتخاب اور قرآن حکیم میں سے کیا گیا ہے۔
- کلمات و تراکیب قرآن حکیم کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔
- کلمات و تراکیب قرآن حکیم کے نحوی سیاق و سباق کو واضح کرنے کے لیے ان سے متعلقہ کلمات و تراکیب کو بھی اکثر و بیشتر درج کر دیا گیا ہے۔
- کلمات قرآنیہ کے مباحث کو نو عدد کالموں کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔
- آخری کالم میں زیر بحث کلمے کا اردو زبان میں استعمال منفرد یا مرکب شکل میں بیان کیا گیا ہے۔

مکتبہ نور انوار